

اقادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

# فوائد یقین سیرت و علو قرآنیت

فناوی رضویہ کی روشنی میں

جلد سوم

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رضا فاؤنڈیشن

جلائفہ نظامیہ رضویہ لاہور

0321-9415300, 0300-9475300



افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

# فوائدِ نفسیہ و علومِ قرآنیہ

فناوی رضویہ کی روشنی میں

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور



افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

# فوائد تفسیریہ و علوم قرآنیہ

فناوی رضویہ کی روشنی میں

جلد سوم  
ترتیب

علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

0321-9415300 0300-9415300

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	فوائد تفسیریہ و علوم قرآنیہ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں جلد ۳
ترتیب	حافظ محمد عبدالستار سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
فیضانِ کرامت	مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سرپرستی	صاحبزادہ مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخ پورہ
اہتمام	صاحبزادہ مولانا محمد عبد المجتبیٰ ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت " " " "
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی - حافظ محمد شہزاد ہاشمی
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)
صفحات	۶۳۸
اشاعت	رجب المرجب ۱۴۲۹ھ / جولائی ۲۰۰۸ء
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
مطبوع	
قیمت	

ملنے کے پتے

(۱) رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

(۲) مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

(۳) ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

(۴) شبیر برادرز - ۴۰ بی اردو بازار، لاہور

(۵) مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی

۰۲۱-۴۲۱۹۳۲۴



# فہرست مضامین

## جلد ۲۶

- ۶۳ مُنبغی بنانے کے بارے میں فرمان۔
- ۶۳ زید ادا نیکی مہر سے قبل فوت ہو گیا، زوجہ تقدیم مہر جبکہ در شمار تقدیم تقسیم ترکہ چاہتے ہیں، اس مسئلہ کا شرعی حکم۔
- ۶۳ ارث جبری ہے ساقط نہیں ہو سکتی، نیز بیٹیوں اور شوہر کے حصہ شرعی کے بارے میں فرمان۔
- ۶۳ عورت لا ولد فوت ہوئی جس کا مہر شوہر کے ذمہ ہے تو کیا شوہر (زید) اس واجب الادا مہر میں سے نصف حصہ پاسکتا ہے؟
- ۶۵ زید فوت ہوا، ایک بیوی اس کی فوت ہو چکی ہے دوسری زندہ ہے، مہر دونوں کا واجب الادا ہے زید کی اولاد بھی ہے اور ترکہ سے پورا مہر بھی ادا نہیں ہو سکتا تو اب حکم شرعی کیا ہے؟
- ۶۵ عصبہ بنفسہ خصوصاً اس کی قسم چہارم میں جو الفاظ ”او عالیہما“ ہیں ان کا ماخذ کیا ہے؟
- ۶۷ کیا عصبات نسبی کا غیر موجود ہونا ناممکن ہے؟
- ۶۷ کسی کا مٹنا مولا بیٹا اپنے حقیقی باپ کے ترکہ سے حصہ پائے گا یا نہیں۔
- ۶۸ نافرمان اولاد سخت گنہگار ہے مگر نافرمانی کی وجہ سے میراث سے محروم نہ ہوگی اگرچہ والدین لکھ دیں۔



مولوی عبدالحی لکھنوی کے ایک فتویٰ کی رُو سے بہن کو بیوی کا حصہ نکال کر نصف باقی ملنا لازم آتا ہے  
۶۸ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی طرف سے مولوی صاحب کی اس لغزش کی نشان دہی۔

شوہر مقروض کے ترکہ سے بیوی اپنا آٹھواں حصہ الگ کر کے دیون دوسرے وارثوں کے سہام پر ڈالنا چاہتی  
۶۹ ہے، اس کے بارے میں ارشاد۔

ترکہ میں سے لڑکیوں کو حصہ نہ دینے والوں کے بارے میں فرمان۔  
۶۹

باپ کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرنے والی لڑکی اپنے باپ کے ترکہ سے محروم نہیں ہوتی۔  
۷۰

مرتد کی امامت کے بارے میں فرمان۔  
۷۰

کیا زید کے مسلمان بچے زید کی ہندو ماں کو پرورش کے لئے دیئے جاسکتے ہیں؟  
۷۱

متبنتی کرنے اور اس کو وارث بنانے سے متعلق حکم شرعی کی وضاحت۔  
۷۱

متبنتی کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔  
۷۱

دنیوی فائدے کے لئے اپنے آپ کو ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانے اور اپنے خاندان کو اس کی  
۷۲ طرف منسوب کرنے والے شخص کے بارے میں فرمان۔

قانون شریعت کی بجائے ہندو مذہب کے مطابق میراث لینے اور دینے والوں کے بارے میں فرمان۔  
۷۲

جس بیٹے کو والد عاق قرار دے دے وہ والد کا وارث بنے گا یا نہیں؟  
۷۳

ایک شخص ایک بیٹی، دو حقیقی بہنیں، چار بھتیجے اور ایک بیوی چھوڑ کر فوت ہوا اس کے ترکہ کی تقسیم۔  
۷۳

کچھ ہندو مسلمان ہو گئے مگر اسلامی قانون وراثت کو نہیں مانتے ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟  
۷۴

اور کیا وہ مسجد کے متولی ہو سکتے ہیں؟  
۷۴

زید نے بوقت نکاح زوجہ کے لئے مہر موجد رکھا جو بعد از مدت طویلہ بواسطہ کچہری ادا ہوا، زید کے  
۷۵ مرنے کے بعد اس کی زوجہ وارث ہے یا نہیں؟ کیونکہ طلاق کا کوئی ثبوت تقریری و تحریری نہیں ہے۔

انات کو ترکہ سے محروم سمجھنے والوں کے بارے میں فرمان۔  
۷۵

ہاروت و ماروت کی حقیقت کے بارے میں سوال کا جواب۔  
۷۵

اعراب قرآن کی ایجاد کس سن میں ہوئی اور اس کا بانی کون ہے؟  
۷۶

حضرت خضر و الیاس علیہما السلام کے آپس میں رشتہ داری کے بارے میں سوال کا جواب۔  
۷۶

زمانہ جاہلیت میں مہینوں کی تعیین۔  
۷۷

بارہ اماموں کے بارے میں سوال کا جواب۔  
۷۸



- سُورۃ فاتحہ کے شانِ نزول سے متعلق سوال کا جواب۔ ۷۹
- آیتِ کریمہ ”انما اموالکم واولادکم فتنۃ“ اور آیتِ کریمہ ”یا ایہا الذین امنوا لاتملہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ“ کے مصداق کے بارے میں سوال آیا، اس کے جواب میں ارشاد۔ ۷۹
- ایک سوال کہ خضر علیہ السلام مالکِ بری ہیں یا بحری، اور ادریس علیہ السلام اب کہاں ہیں؟ اس کے جواب میں فرمان۔ ۷۹
- معراج شریف سے متعلق ایک روایت کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۸۰
- تاریخ جمع و تدوینِ قرآن اور اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنے کے سبب پر مشتمل رسالہ ”جمع القرآن وبعثت وہ لعثمان“۔ ۸۰
- سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جامعِ قرآن کہنے کے بارے میں ایک اور سوال کا جواب۔ ۹۰
- آیتِ کریمہ ”ومنہم من عاہد اللہ لئن ائتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحین“ کا شانِ نزول حدیث ثعلبہ ابنِ حاطب ہے یا کوئی اور؟ یہ ثعلبہ بن حاطب بدری ہیں یا اور کوئی۔ ۹۲
- ترجمہ قرآن مجید کے بارے میں مولوی حکیم غلام محی الدین لاہوری کے سوال کا جواب۔ ۹۶
- آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار پر ابلیس کو خطاب کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے فرمایا ”استکبرت امرکنت من العالین“، یہ عالین کون ہیں؟ ۹۷
- ایک استفتاء میں تین سوال پوچھے گئے: (۱) بعد ولادتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم باکرہ تھیں یا نہیں؟ (۲) قرآن مجید میں ناسخ آیات کتنی ہیں؟ اور منسوخ کتنی ہیں؟ (۳) آنحضرت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی رسول تھے یا نہیں؟ — اس استفتاء میں مندرج تینوں سوالوں کا ترتیب وار جواب۔ ۹۸
- اولی الامر کے معنی کی تعیین اور حدیث ”جس نے امام وقت کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا“ کے معنی کی توضیح۔ ۱۰۱
- خطبہ میں ”لا یکلف اللہ نفساً الا دون وسعہا“ پڑھنا کیسا ہے؟ ۱۰۱
- اس سوال کے جواب میں لفظ دون کے معانی بیان کرتے ہوئے ارشاد۔ ۱۰۱
- حضرت مولانا قاضی محمد عبدالوحید حنفی فردوسی کی طرف سے ایک استفتاء اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ”پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ بچہ ذکر سے ہے یا اثاث سے“ حالانکہ ایک آلہ نکلا ہے جس سے سب حال معلوم ہو جاتا ہے اور پتہ ملتا ہے۔ اس



سوال کا تفصیلی و تحقیقی جواب پر مشتمل رسالہ ”الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الاسرار“۔

۱۰۴

سوال ہوا کہ قرآن مجید میں نا اہل کی حالت یوں لکھی ہے ”لایموت فیہا ولا یحییٰ“ اس سے ارتقاء نقیضین لازم آتا ہے تو یہ کیسے جائز ہوگا؟

۱۲۳

آیت کریمہ ”فلما اخذتہم الرجفۃ“ میں مرجفہ کا معنی ایک شخص ”کڑا کرانا“ اور دوسرا ”زلزلہ“ بتاتا ہے۔ کون سا معنی صحیح ہے؟

۱۲۴

ایک تفسیری قول کے حوالہ سے متعلق سوال کا جواب۔

۱۲۵

قرآن مجید کی تینس پاروں پر تقسیم سے متعلق ایک سوال کا جواب۔

۱۲۶

قرآن مجید پر اعراب لگانے سے متعلق سوال کا جواب۔

۱۲۶

بوقت ذکر ولادت مبارکہ قیام تعظیمی کے اثبات میں رسالہ ”اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامۃ“ میں ارشاد۔

۱۲۷

وہابیہ صرف تسکین عوام کے لئے قرآن و حدیث کا نام لیتے ہیں۔

۱۲۹

ذکر نبی بعینہ ذکر خدا ہے اس نکتہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد۔

۱۳۰

جو میلاد شریف آج کل مروج ہے اس کا حکم شرعی۔

۱۳۳

ایک شخص کے دو شیخ طریقت ہو سکتے ہیں؟ اور مرید و طالب میں کیا فرق ہے؟

۱۳۳

کوئی شیخ طریقت اپنی زوجہ کو مرید بنا سکتا ہے یا نہیں؟

۱۳۴

بیعت غائبانہ کے جواز کے بارے میں سوال کا جواب۔

۱۳۴

بوجہ غفلت تسبیح گرجانے والے درخت یا پتہ اور ذبح ہو جانے والے جانور کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

۱۳۵

مرید ہونے کا حکم شرعی اور اس کا فائدہ۔

۱۳۶

بیعت کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔

۱۳۷

پیالہ پلا کر بیعت کرنے کو سنت رسول قرار دینے والے شخص کی تردید۔

۱۳۷

نماز میں حرکات اور شور و غل کرنے والوں کا رد۔

۱۳۸

اللہ تبارک و تعالیٰ کی شانِ جمال و جلال کی مثالیں۔

۱۳۸

سورۃ یس میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم مقدس کے بارے میں سوال کا جواب۔

۱۳۹

## جلد ۲۷

- ۱۴۰۔ ابتداء آفرینش زمین کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمان۔
- ۱۴۱۔ دن رات کی تبدیلی کا سبب گردشِ ارض ہے یا سماوی؟
- مولوی محمد حسن خاں صاحب سنبھلی کی آٹھ فلسفیانہ اقوال پر مشتمل کتاب ”المنطق المجدید لناطق النالہ الحدید“ کا ردِ تبلیغ کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مستقل کتاب ”مقامہ الحدید علیٰ خد المنطق المجدید“ لکھی، اس میں سنبھلی صاحب کے پہلے قول کا رد کرتے ہوئے ارشاد۔
- ۱۴۱۔ سنبھلی صاحب کے پانچویں قول کا رد۔
- ۱۴۸۔ سنبھلی صاحب کے چھٹے قول کی تردید۔
- ۱۵۱۔ سنبھلی صاحب کے ساتویں قول کا رد۔
- ۱۵۳۔ سنبھلی کی کتاب کے نام کی تغلیط کرتے ہوئے فرمان۔
- ۱۵۶۔ کتاب ”مقامہ الحدید“ کے خاتمہ میں چند تنبیہات۔
- ۱۵۸۔ حضرت مولانا پروفیسر حاکم علی صاحب نے زمین و آسمان کی حرکت و سکون سے متعلق کچھ تفسیری حوالہ جات پر مشتمل ایک مفصل استفتاء اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا، اس کے جواب میں آیاتِ قرآنیہ اور ان کی تفاسیر پر مشتمل رسالہ ”نزولِ آیاتِ فرقان بسکون زمین و آسمان“ ۱۵۹۔ امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی ایک ہولناک پیشگوئی کا رد کرتے ہوئے رسالہ ”معین مبین بہرہ و شمس و سکون زمین“ میں فرمان۔
- ۱۹۳۔ رسالہ مذکورہ ”معین مبین“ کے حاشیہ میں ارشاد۔
- ۱۹۴۔ سمندر کے نیچے آگ کا اثبات۔
- ۱۹۵۔ چاند اور چاندنی کے گرم نہ ہونے کے بارے میں فرمان۔
- ۱۹۶۔ فلسفہ قدیمہ کے رد میں تحریر فرمودہ کتاب ”الکلمۃ الملہمۃ“ میں ارشاد۔
- ۱۹۶۔ ”ومزقناہم کل ممزق“ الایۃ میں تمزق سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلہ میں جز لایتمیزی کا ابطال۔
- ۱۹۶۔ جامع شرائط پیر طریقت سے انحراف گناہ ہے۔



محمد طیب نامی ایک شخص جو عرب صاحب کے نام سے مشہور تھا اس نے تقلید کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں خط بھیجا، اس کا جواب۔

۱۹۸

محمد طیب (عرب صاحب) نے دوسرا خط اولیاء اللہ کے تصرف کے بارے میں بھیجا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی طرف سے جواب۔

۱۹۹

## جلد ۲۸

ولد الزنار کی امامت و خلافت کے بارے میں فرمان۔

۲۰۱

آیت کریمہ ”اذ انودی للصلوة من یوم الجمعة“ الایۃ میں نذر سے مراد اذان خطبہ ہے۔ جو شخص کہتا ہے عہد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اذان تھی ہی نہیں، اس کے رد میں فرمان۔

۲۰۵

”انبا یعمہر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر“ سے کیا مراد ہے؟ اذان خطبہ مسجد سے باہر ہونا سنت ہے، اس مسئلہ پر تحریر کردہ اپنے رسالہ ”شعائہ العنبر“ کے آٹھویں شمارہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا فرمان۔

۲۰۶

لفظ ”بین ید یہ“ کے قرآن مجید میں استعمالات کے بارے میں تحقیق۔ اگر بین ید یہ بمعنی قریب مان بھی لیا جائے تو چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا۔ اس پر شواہد۔

۲۱۱

اسی معنی مذکور کی تائید میں تفاسیر کے حوالے۔

۲۲۴

مختلف و متعدد قرآنی آیات سے لفظ عند کے معنی کی تحقیق۔

۲۲۵

عند ظرف زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ قرآنی آیات سے تائید۔

۲۳۰

اذان خطبہ مسجد کے اندر ہونے کو جائز قرار دینے والوں نے فقہار کے قول علی المنبر سے استدلال کیا، ان کے رد میں لفظ علی کے معنی کی تحقیق۔

۲۳۰

علی بمعنی مصاحبت آتا ہے۔

۲۳۱

علی کبھی وقت و زمانہ کے لئے آتا ہے تو اس طرح یہ عند زمانید کا ہم معنی ہوا۔

۲۳۱

اذان اندرون مسجد کا جواز کچھ لوگوں نے قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہا، ان کے رد میں فرمان۔

۲۳۲

مقام ابراہیم والا پتھر زمانہ خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کہاں تھا، اور یہ کہ اعلان حج حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہاں کھڑے ہو کر فرمایا۔ اس سلسلہ میں متعدد تفاسیر کے حوالے۔

۲۳۳

۲۳۸

مخالفین کے قرآن مجید سے ایک اور غلط استدلال کا رد۔  
سوال آیا کہ سورۃ فاتحہ اور اخلاص میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی ہے۔ اس کے جواب میں فرمان۔

۲۳۹

آیت کریمہ ”قل ان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء“ سے حاصل ہونے والی ہدایتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمان۔

۲۳۹

کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، اس قول باطل کا رد۔

۲۳۹

ابن السقار غوث پاک کی گستاخی کی وجہ سے زندگی میں رسوا ہوا وہ جانتا تھا کہ یہ اس گستاخی کی سزا ہے، اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ اسلام کیوں نہیں لایا تھا۔ اس کا جواب۔

۲۴۰

۲۴۰

اہل فترت کے بارے میں اقوال اور آیت کریمہ ”وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا“ کی تفسیر۔  
حضرت علی مرتضیٰ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمیشہ مسلمان تھے کسی شرک میں مبتلا نہیں ہوئے اس مسئلہ کی تحقیق۔

۲۴۳

۲۴۶

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائمی مومن ہونے کا ذکر۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے بارے میں تحریر کردہ اپنے رسالے ”الترکال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی“ کی ابتداء میں فرمان۔

۲۴۸

۲۵۱

۲۵۹

آیت کریمہ ”وسید جنبہا الاتقی“ کے شان نزول کے بارے میں فرمان۔  
افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر استدلال۔

۲۶۰

۲۶۱

تفضیلیہ کے اس مقام پر تین شبہات ہیں، ان کا جواب۔  
تفاسیر قرآن مجید سے متعلق ایک ضروری تنبیہ۔

۲۶۳

۲۶۴

مقتضائے لغت کے مطابق تفسیر کرنے کے بارے میں فرمان۔  
وجہ تاویل کے بارے میں ارشاد۔

۲۸۰

اتقی کی تفسیر اتقی کرنے والا فقط ابو عبیدہ خارجی ہے۔



- ۲۸۰ اشقی کی تفسیر شقی سے استدلال مخالف کا جواب۔
- ۲۸۶ آیت کریمہ ”ان الشک لظلم عظیم“ کے شان نزول کے بارے میں فرمان۔
- ۲۹۴ اتقی کی تفسیر تقی سے کرنے پر ابو عبیدہ کا ردِ بلیغ۔
- ۳۰۲ اتقی کے معانی پر مزید بحث۔
- ۳۱۳ مبحث مذکورہ کا خلاصہ۔
- ۳۱۴ چند وجوہ سے شبہات کا جواب۔
- ۳۲۴ تفضیلیہ کے آیت کریمہ ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ پر ایک شبہ کا جواب۔
- آیت کریمہ ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ پر ایک اور اعتراض کا منطقی انداز میں شافی جواب۔
- ۳۳۰
- ۳۳۶ مفاہیح امام رازی سے سورہ والضحیٰ اور والیل کے یکجا ہونے پر نکات عجیبہ۔
- ۳۳۸ آیات قرآنیہ سے افضلیت صدیق اکبر بر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ایک نکتہ عجیبہ۔

## جلد ۲۹

- ۳۳۹ ترجمہ کرتے وقت کیا احتیاطیں ضروری ہیں؟
- آیت کریمہ ”ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوف“ سے ثابت ہے کہ کسی کے دو دل نہیں ہو سکتے۔ زید کا کہنا ہے کہ کوئی شخص پیدا ہوا ہے اس کے دو دل ہونے کی ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہے، وہ اس کے جواز پر آیت کریمہ ”هو الذی یصورکم فی الامحام کیف یشاء“ سے استدلال کرتا ہے، اس مسئلہ کے بارے میں ارشاد۔
- ۳۴۰ ایک رافضی نے کہا کہ آیت کریمہ ”انا من المجرمین منتقمون“ کے عدد ۱۲۰۲ ہیں اور اور یہ ہی البکرہ و عمر و عثمان کے ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد۔
- ۳۴۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا تقویۃ الایمان میں اس دعوے کے ثبوت پر کچھ قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا، اس کے جواب میں فرمان۔
- ۳۴۳ محفل میلاد شریف میں بوقت ذکر ولادت مبارکہ قیام اور خوش الحانی سے نعتیہ اشعار پڑھنے کے بارے میں فرمان۔
- ۳۴۳ ”محرم نامہ“ نامی کتاب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گستاخانہ

- کلمات مندرج ہیں۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۳۴۴
- بعد از وصال اولیاء اللہ کے تصرفات کے بارے میں فرمان۔ ۳۴۶
- قرآن مجید کی جامعیت اور واقعہ افک سے علم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر استدلال کے بارے میں فرمان۔ ۳۴۸
- اللہ تعالیٰ کو عرش پر سمجھنے کے بارے میں ایک غلط فتویٰ کا رد۔ ۳۴۹
- آیاتِ مشابہات پر آریہ کے اعتراضات نیز وہابیہ مجسمہ کے استدلالات کا تحقیقی جواب دینے کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ ”قواعد القہار علی المجسمۃ الفجّار“ تحریر فرمایا جس میں تنزیہ باری تعالیٰ سے متعلق پندرہ عقائد کا بیان۔ ۳۵۰
- آیاتِ مشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد۔ ۳۵۲
- استواء علی العرش کے معنی میں وجہ تاویل۔ ۳۵۵
- قرآن مجید میں لفظ استواء کے مواضع بیان کرتے ہوئے ارشاد۔ ۳۵۶
- آیت کریمہ ”الرحمن علی العرش استوی“ آیاتِ مشابہات سے ہے۔ اس پر حوالہ جات۔ ۳۵۷
- ایک نجدی گمراہ نے اپنی تحریر میں بزعم خود عرش کو اللہ تعالیٰ کا مکان بنایا اور اس سلسلہ میں آیت کریمہ ”الرحمن علی العرش استوی“ اور دیگر آیات و احادیث سے استدلال کیا۔ اس کے رد میں ارشاد ۳۶۵
- مشابہات کے بارے میں اہلسنت کے طریق بیان کرتے ہوئے اور انھیں دو میں منحصر کرتے ہوئے ارشاد۔ ۳۷۸
- نجدی گمراہ کی اپنی تحریر میں کئی وجہ سے تناقض۔ ۳۸۲
- سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سوال کا جواب۔ ۳۹۱
- یہ عقیدہ کیسا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں کسی کا کوئی حق واجب نہیں مگر وہ خود اپنے ذمہ کرم پر کچھ واجب کرے تو جائز ہے؟ ۳۹۲
- ولایتِ مطلقہ و نبوت خاص میں سے کون سی افضل ہے؟ ۳۹۳
- آیت کریمہ ”ولو کنت اعلم الغیب“ کے معنی اور شانِ نزول سے متعلق سوال کا جواب۔ ۳۹۴
- تقریب بنانے والے کی اولاد کو حرامی اور مولود کو بدعت سیئہ کہنے کے بارے میں فرمان۔ ۳۹۴
- وہابیہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ مروج میلاد کا ثبوت قرآن سے دینے والے کو سو روپیہ انعام دیا جائے گا، اس کے جواب میں ارشاد۔ ۳۹۵



- ۳۹۶ میلاد شریف منانے کے بارے میں ایک رسالہ ”شمس السالکین“ پر تقریظ لکھتے ہوئے ارشاد۔
- ۳۹۸ کیا میثاق الست بریکہ کے بعد رُوحیں معدوم کر دی گئی تھیں؟
- مولانا محمد آصف صاحب کانپوری نے آیات کریمہ ”فمنهم شقی وسعید“ اور ”واما الذین سعد وافقی الجنة خلدین فیہا صا دامت السموات والارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجد وذ“ کی تفسیر کے بارے میں سوال بھیجا جس کے جواب میں ارشاد۔
- ۳۹۹ صحابہ کرام پر طعن کرنے والوں کے بارے میں فرمان۔
- ۴۰۱ ایمان بالغیب کے بارے میں ایک استفتاء کہ آج کل کے سائنسی زمانے میں یہ کیسے ممکن ہے؟
- ۴۰۲ کا جواب۔
- ۴۰۳ عظمت صحابہ کرام اور گستاخوں کا رد۔
- ۴۰۴ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کے بارے میں فرمان۔
- مسئلہ تقدیر کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ ”ثلج الصدرا لیمان القدس“ میں فرمان۔
- ۴۰۵ خالد تقدیر الہی پر ایمان رکھتا اور تدبیرات کو کار دنیوی و اخروی میں امتحسن و بہتر جانتا ہے۔ ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے اس سے سلام و جواب سلام بھی ترک کر رکھا ہے اس کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت۔
- ۴۱۴ ایک حدیث قدسی کے بارے میں اشکال کا جواب۔
- ۴۲۳ اہل سنت و جماعت کے دس عقائد پر مشتمل رسالہ ”اعتقاد الاحیاب فی الجمیل والمصطفیٰ والاول والاصحاب“ تحریر فرمایا جس کے عقیدہ اولیٰ کے ضمن میں ارشاد۔
- ۴۲۳ رسالہ مذکورہ (اعتقاد الاحیاب) کے عقیدہ ثانیہ میں ارشاد۔
- ۴۲۴ عقیدہ خامسہ میں اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمان۔
- ۴۲۵ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہوئے ارشاد۔
- ۴۲۸ تعلیہ شخصی کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔
- ۴۳۰ راما سنگھم آریہ کے تفسیر آیات قرآنیہ کے بارے میں جہالت و نا فہمی اور افتراء و بے ایمانی پر مبنی ایک سوال کا جواب۔
- ۴۳۰ زید کہتا ہے کہ چونکہ عالم الغیب صفت مختص باری تعالیٰ ہے لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی نسبت لفظ عالم الغیب بالواسطہ یا بالعطاء کہنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی آپ کو کل علم غیب ہے اس کے رد میں فرمان۔

۴۳۷

۴۳۹

اثبات علم غیب کے بارے میں رسالہ ”خالص الاعتقاد“ میں ارشاد۔  
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم ماکان و مایکون ہونے کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ ”انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی“ میں ارشاد

۴۵۵

۴۵۸

حدیث ”واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم“ سے وہابیہ کے غلط استدلال کا رد۔

۴۵۹

اپنے خاتمہ کا حال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہ مانتے والوں کے بارے میں فرمان ثبوت شفاعت میں آیات قرآنیہ۔

۴۶۱

۴۶۳

میزان قیامت سے متعلق ایک سوال کا جواب۔

۹ سوالات پر مشتمل سوال آپ کی خدمت میں آیا جس کا سوال نمبر ۶، ۷ اور ۸ یہ ہیں۔ سببخن الذی الخ میں لفظ سُبْحَن کی خصوصیت ارات کو معراج ہونے کی حکمت اور قصہ ادریس و خضر و عزیر کی تفصیل کیا ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد۔

۴۶۳

۴۶۸

کیا اولادِ فاطمہ کا ہر فرد نارِ دوزخ سے بری ہے چاہے کوئی بھی شرف رکھتا ہو؟

۴۶۸

کیا کوئی مشرک داخلِ سلسلہ ہو سکتا ہے؟

۴۶۸

مومن اور ولی میں نسبت سے متعلق سوالوں کا جواب۔

۴۶۹

کلمہ طیبہ کے قرآن مجید میں مذکور ہونے کے بارے میں ارشاد۔

۴۶۹

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شافع محشر ہونے کا قرآن مجید سے ثبوت۔

ایمان ابی طالب کے بارے میں رسالہ ”شرح المطالب فی مبحث ابی طالب“

۴۷۰

میں ارشاد۔

۴۸۴

رسالہ ”شرح المطالب“ میں ایمان ابی طالب سے متعلق شبہات کا جواب۔

ایمان ابی طالب کے بارے میں ایک شبہ کے ازالہ میں علماء کرام کے جوابات ذکر کرنے کے

۴۸۶

بعد ارشاد۔

## جلد ۳۰

۴۸۹

آیت کریمہ ”وما سر میت اذ سر میت ولكن الله سر می“ میں نفی اثبات کی توجیہ۔



- ۴۹۰۔ نعلین کی ایک تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمان۔
- آپ سے پوچھا گیا کہ آیہ کریمہ ”فبائی الاءء ربکما تکذبین“ مدہامتن ۵ میں آیت لاسے اس پر پٹھر ناجائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمان۔
- ۴۹۰۔ سوال آیا کہ سورہ ناس میں خناس ۵ الذی پڑھا جائے یا خناس ۵ الذی۔ اس کے جواب میں ارشاد۔
- ۴۹۱۔ وقت ختم قرآن تراویح میں تین بار سورہ اخلاص کا پڑھنا کیسا ہے؟
- حافظ میر عبد الجلیل صاحب مارہروی نے رسم القرآن کے بارے میں آٹھ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا، اس کا تفصیلی جواب۔
- ۴۹۱۔ سید پرورش علی صاحب نے دھرم پورہ ضلع بلند شہر سے رسم القرآن کے متعلق بزبان فارسی جواب بھیجا، اس کا جواب۔
- ۵۰۶۔ کواکب خود بالطبع آسمان میں گھومتے ہیں یا حرکت قمری بالتبع چکر کھاتے ہیں۔
- ۵۰۷۔ سوال آیا کہ سبح ستارہ کا بیان کس آیت میں ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد۔
- ۵۰۹۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین“ کے ہیکل اول میں قرآنی آیات پیش کرتے ہوئے ارشاد۔
- ۵۱۰۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد ”اختصر لی اختصاراً“ کے مطالب۔
- ۵۵۶۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار واجداد مسلمان ہونے پر آیات قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے رسالہ ”شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام“ میں ارشاد۔
- ۵۵۶۔ ”تمہید ایمان بآیات قرآن“ میں فرمان۔
- ۵۷۲۔ رسالہ ”الامن والعلی“ کے باب اول میں فرمان۔
- ۶۰۳۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دافع البلاء ہونے کے ثبوت میں تحریر کردہ رسالہ ”الامن والعلی“ کے باب دوم میں ارشاد۔
- ۶۰۵۔ رسالہ ”منیۃ اللیب ان التشریع بید الحبيب“ کی تزییل و تکمیل میں فرمان۔
- ۶۳۰۔ احکام تشریعیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کے بارے میں قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے فرمان۔
- ۶۳۱۔ ایک وہم کا ازالہ۔
- ۶۳۷۔ نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد۔

# فهرست آیات قرآنی

## سُورَةُ الْفَاتِحَةِ

غیرالمغضوب علیہم۔ (آیت : ۷)  
صراط الذین انعمت علیہم۔ (آیت : ۷)  
ص : ۹۶  
ص : ۱۳۶

## سُورَةُ الْبَقَرَةِ

انما نحن فتنة فلا تكفر۔ (آیت : ۱۰۲)  
انما جاء علك للناس اماما۔ (آیت : ۱۲۴)  
ثم استوى الى السماء۔ (آیت : ۲۹)  
يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم ولا يحيطون بشئ من علمه الا بما شاء۔ (آیت : ۲۵۵)  
ص : ۷۶  
ص : ۷۸  
ص : ۹۶  
ص : ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۵۲  
وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ (آیت : ۳۱)  
فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔  
ص : ۱۱۸  
(آیت : ۲۴)

أَمَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ إِبْرَاهِيمَ وَآلِهِمَا طَاهِرِينَ

مُوسَى وَعِيسَى (إلى قوله تعالى) ونحن له مسلمون - (آيت ١٣٦) ص: ١٢٢

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكُتُبَ بَايِدَ يَهُمُ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ - (آيت ٤٩) ص: ١٢٢ - ١٥٤

فَاخْذُتْكُمْ الصَّعْقَةُ - (آيت ٥٥) ص: ١٢٢

وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ ط - (آيت ٢٥٣) ص: ١٣٠

وَقَوْمَ اللَّهِ قَتَلْتَن - (آيت ٢٣٨) ص: ١٣٨

فَأَنبَأَ يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ - (آيت ١١٤) ص: ١٢٤

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - (آيت ٢٠ - ١٠٩ - ١٢٨) ص: ١٥١ - ١٤٨ - ٣٤٢

سَبِّحْكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ - (آيت ٣٢) ص: ١٥٢

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ط وَلبئس المهاد -

(آيت ٢٠٩) ص: ١٥٨

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ - (آيت ٣٦) ص: ١٤٦

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فَرَاشًا - (آيت ٢٢) ص: ١٩٠

أَفَنِي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ط - (آيت ٣٠) ص: ١٩٩

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ - (آيت ٢٥٥) وطه (آيت ١١٠) والانبيا (آيت ٢٨) والحج (آيت ٨٦) ص: ٢١١

فَأَنزَلْهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ - (آيت ٩٤) ص: ٢١١

فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا - (آيت ٦٦) ص: ٢١٣ - ٢١٥

وَاتَّبِعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكٍ سَلِيمٍ - (آيت ١٠٢) ص: ٢٣١

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ - (آيت ١١٢) ص: ٢٣٨

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ - (آيت ١١١) ص: ٢٢٠

كُلٌّ مِنَ اللَّهِ وَمَلَائِكَتُهُ وَكُتُبُهُ وَرُسُلُهُ - (آيت ٢٨٥) ص: ٢٢٢

وَمَنْ ذُرِّيَّتُنَا مَسْلُومَةٌ لَكَ - (آيت ١٢٨) ص: ٢٢٥

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اسْلَمْ قَالَ اسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ - (آيت ١٣١) ص: ٢٢٥

- لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ - (آيت : ١٢٢) ص : ٢٢٦
- وَإِنَّمَا أَعْلَمُوا اللَّهَ - (آيت : ١٢٠) ص : ٢٣٥ - ٣٩٢
- يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا - (آيت : ٢٦) ص : ٣٥٣
- وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ - (آيت : ١٨٦) ص : ٣٨٦ - ٣٤٤
- إِنَّمَا تَوَلَّوْا فُتُوحَ وَجْهِ اللَّهِ - (آيت : ١١٥) ص : ٣٤٤
- أَمَّا تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ - (آيت : ٨٠) ص : ٣٨٢
- أَن طَهَّرَ ابْنِي - (آيت : ١٢٥) ص : ٣٨٩
- وَكُنْتُمْ أَمْوَانًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ - (آيت : ٢٨) ص : ٣٩٩
- رَبِّ أَرَأَيْتَ كَيْفَ تَحْيِي الْمَوْتَى - (آيت : ٢٦٠) ص : ٢٠٣
- يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ - (آيت : ٢٨٢) ص : ٢٠٥
- أَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَسَاءَ عَلَيْهِمْ أَنْ نَذِيرَهُمْ أَمْ لَمْ تَنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ - (آيت : ٩١) ص : ٢٠٦
- وَلَا تَلْقُوا يَدَيْكُمُ إِلَى التَّهْلُكَةِ - (آيت : ١٩٥) ص : ٢١٤
- وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ - (آيت : ٢٥١) ص : ٢١٩ - ٢٠٢
- وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ - (آيت : ١٤٩) ص : ٢١٩
- وَتَزُودُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُوا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ - (آيت : ١٩٤ - ١٩٨) ص : ٢٢٢
- اقْبِمُوا الصَّلَاةَ - (آيت : ٢٣) ص : ٢٣٣
- رَبَّنَا لَا تَوَخُّذْنَا أَنْ نَسِينَا أَوْ آخِطَانَا - (آيت : ٢٨٦) ص : ٢٣٦
- يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ - (آيت : ٣) ص : ٢٢٠
- أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (إلى قوله تعالى) قَالَ أَعْلَمَاتُ اللَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - (آيت : ٢٥٩) ص : ٢٦٤
- اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا - (آيت : ٢٥٤) ص : ٢٦٨
- أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَكُونُ الْكَافِرِينَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ - (آيت : ٢٢) ص : ٢٨٠



$\frac{2}{2}$ 

وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به

ص: ٢٨٦ - ٥١٢

فلعنة الله على الكافرين - (آيت: ٨٩)

ص: ٢٩٢

يَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ - (آيت: ٤٥)

ص: ٢٩٩

وهو بكل شيء عليم - (آيت: ٢٩)

تِلْكَ الرِّسَالُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ -

ص: ٥٢٤

(آيت: ٢٥٣)

ص: ٥٢٩

يَا أَدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ - (آيت: ٣٥)

ص: ٥٣٢

يُوسَىٰ لَنْ نَبْدِرَكَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ - (آيت: ٦١)

ص: ٥٣٢

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا - (آيت: ١٨٣)

ص: ٥٢٩

فَلَنُؤَلِّقَنَّكُم بِقَبْلَةٍ تَرْضَاهَا - (آيت: ١٢٢)

ص: ٥٥٦

وَالْعَبْدُ مَوْءُونٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ - (آيت: ٢٢١)

ص: ٥٩١

بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مِمَّا يُؤْمِنُونَ - (آيت: ٨٨)

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

ص: ٥٩٥

الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ - (آيت: ١٤٤)

أَفْتَوْءُمُونَ بِبَعْضِ الْكُتُبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ (إِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَى) وَلَا هُمْ يَنْصُرُونَ -

ص: ٥٩٨ - ٦٣٢

(آيت: ٨٥ - ٨٦)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ

ص: ٦١٠ - ٦٢٨

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (آيت: ١٢٩)

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

ص: ٦١١

وَيُعَلِّمُكُمُ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ - (آيت: ١٥١)

## سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ

وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا مَا يَلُوكُمُ الْبَابُ -

ص: ٩٦ - ٣٥٠ - ٣٥٢ - ٣٤٥

(آيت: ٤)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ هُوَ الَّذِي يَصُورُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ

ص: ١٠٥ - ٣٢١

كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (آيت: ٥-٦)

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمَلِّئُهُمْ خَيْرًا لَّنَفْسِهِمْ إِنَّمَا نُمَلِّئُهُمْ لِيُزِدُوا آثِمًا

ص: ١٣٩

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ - (آيت: ١٤٨)

ص: ١٣٦ - ٢٢٤

بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ - (آيت: ١٦٩)

ص: ٢٠٠

أَبْرَأُ الْأَكْمَه وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ - (آيت: ٢٩)

ص: ٢١١

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ - (آيت: ٣)

ص: ٢١٢

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ - (آيت: ٥٠)

ص: ٢٢٢

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ - (آيت: ١٩)

ص: ٢٨٤

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ - (آيت: ١٢٢)

ص: ٣٠٤

هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ - (آيت: ١٦٤)

ص: ٣٠٤

يَقُولُونَ يَا فَوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ - (آيت: ١٦٤)

ص: ٣٠٤

لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعُنَكُمْ - (آيت: ١٦٤)

ص:

فَإِنَّ اللَّهَ غَفِيٌّ عَنِ الْعَالِينَ - (آيت: ٩٤)

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَبِهَاتٌ فَأَمَّا ٣٥١

الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ نَرِيزٌ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أُولَ الْأَلْبَابِ - (آيت: ٤)

ص: ٣٥٢ - ٣٥٣ - ٣٥٤

ص: ٣٤١

خَلَقَهُ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ - (آيت: ٥٩)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ -

ص: ٢٢٠ - ٢٠٢ - ٢٣٦

(آيت: ١٤٩)

لَا يَتْلُو الْوَلَّى الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقَعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ -

ص: ٥٠٠

(آيت: ١٩٠ - ١٩١)

وَأَذِخْ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى)

ص: ٥١٠

هُمُ الْفَاسِقُونَ - (آيت: ٨١ - ٨٢)

ص: ٥١٥ - ٥٥٦

لَتَوْمَنَّتْ بِهِ وَتَنْصُرْنَهُ - (آيت: ٨١)



- أَن أَمْرُوا هَٰلِكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ - (آيت : ١٢٦) ص : ٦٩  
 وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ  
 مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تَوْصَوْنَ بِهَا أَوْ دِينَ - (آيت : ١٢) ص : ٦٩ - ٤٣ - ٤٥  
 لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا - (آيت : ١٢١) ص : ٤١  
 أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا نَزَّلَ إِلَيْكَ وَمَا نَزَّلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ  
 أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) ضَلَالًا بَعِيدًا - (آيت : ٦٠) ص : ٤٢  
 وَأَنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ - (آيت : ١١) ص : ٤٣  
 فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمَوكَ فِيمَا شَجَرِ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ  
 حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيَسْلُمُوا تَسْلِيمًا - (آيت : ٦٥) ص : ٤٢  
 أَوَّالَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ  
 سَعِيرًا - (آيت : ١٠) ص : ٤٥  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ - (آيت : ٥٩)  
 ص : ٤٩٠ - ١٠١ - ٢٠٠ - ٢١٨  
 وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا - (آيت : ١١٣)  
 ص : ١٠٩ - ٢٢٥ - ٥٨٢  
 وَلَوْ رُدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ يُسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ -  
 (آيت : ٨٣) ص : ٢٠٠  
 فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْهُمْ يُخَشَوْنَ النَّاسَ كَخَشِيَةِ اللَّهِ وَآشَدَّ خَشْيَةً - (آيت : ٤٤) ص : ٢٠٨  
 وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَأْنَا مِنْ عِنْدِكَ بَيْتٌ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ  
 وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّنُونَ - (آيت : ٨١) ص : ٢٤٦  
 وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا - (آيت : ١٢٦) ص : ٣٤٢ - ٣٤٤  
 وَجُنَّابِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا - (آيت : ٨١) ص : ٢٢٩  
 وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ  
 لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا - (آيت : ٦٢) ص : ٢٤٢ - ٢٤٩ - ٦٠٣  
 وَلَا تَوَوُّتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْتَقَوْهُمْ فِيهَا



- وأكسوهم وقلوا لهم قولا معروفا - (آيت : ٥) ص : ٢٩٢ - ٥٠٠ - ٦١٢
- فاذكروا الله قیما وقعودا وعلى جنوبكم - (آيت : ١٠٣) ص : ٢٩٣
- للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب مما ترك  
والدات والاقربون مما قل منه او كثر - (آيت : ٤) ص : ٢٩٢
- ولكل جعلنا موالى مما ترك الوالدان والاقربون الاية (آيت : ٢٣) ص : ٢٩٢
- لا تقربوا الصلوة وانتم سكرانی - (آيت : ٢٣) ص : ٢٩٢
- من الذین هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه ويقولون سمعنا وعصينا و  
اسمع غیر مسمع (الى قوله تعالى) فلا يؤمنون الا قليلا - (آيت : ٢٦) ص : ٥٩٦ - ٥٩٩
- واذا حضر القسمة اولوا القربى والیتیمی والسکین فارزقوهم منه وقلوا لهم قولا  
معروفا - (آيت : ٨) ص : ٦١٢
- ان الذین توفهم الملیکة - (آيت : ٩٤) ص : ٦٣١

### سُورَةُ الْمَائِدَةِ

- وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ - (آيت : ٢٢) ص : ٤٢
- يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمْ قَالَوا اَلَا عَلِمْنَا - (آيت : ١٠٩) ص : ١٠٨
- الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا - (آيت : ٣) ص : ١٢٤
- إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ - (آيت : ١) ص : ١٢٩ - ٢٠٨
- وَقَفِينَا عَلَى أَثَرِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَدَقًا لِمَا بَيَّنَّتْ يَدِيهِ مِنَ التَّوْرَةِ -  
(آيت : ٢٦) ص : ٢١٢
- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ - (آيت : ٢٦) ص : ٢٨٤
- ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ - (آيت : ٥٢) ص : ٣٢٦
- لَنُؤْتِيَنَّكَ اللَّهُ حُسْنًا (الى قوله تعالى) فقد ضل سواء السبيل - (آيت : ١٢) ص : ٣٩٤
- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ  
تَفْلَحُونَ - (آيت : ٣٥) ص : ٢٢٣

- جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيلًا لِلنَّاسِ - (آيت : ٩٤)  
 ٥٠٠-٢٩٣ : ص
- فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط ان الله يحب المحسنين - (آيت : ١٣)  
 ٥٢٢ : ص
- وَأَن حَكِمْتَ فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ - (آيت : ٢٢)  
 ٥٢٥ : ص
- يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ - (آيت : ٦٤)  
 ٥٣٠ : ص
- يَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ - (آيت : ١١٢)  
 ٥٣٢ : ص
- رَبِّ إِنِّي لَأَمْلِكُ الْآلْفَ نَفْسٍ وَآخِي فَافَرِّقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ - (آيت : ٢٥)  
 ٥٥٢ : ص
- وَاللَّهُ يَعْلَمُكَ مِنَ النَّاسِ - (آيت : ٦٤)  
 ٥٥٢ : ص
- يَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَانتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي الرِّهْمَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ - (آيت : ١١٦) ص ٥٥٥
- وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاغْلِبْهُم ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ - (آيت : ٥١) ص : ٥٤٨
- وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأَذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِي وَتَبْرِئُ  
 ٥٤٨ : ص
- الْأَكْمَهَ وَالْإِبْرَصَ بِأَذْنِي وَإِذْ تَخْرُجُ الْمَوْتَى بِأَذْنِي - (آيت : ١١٠)  
 ٦٠٩ : ص
- وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا - (آيت : ٣٢)  
 ٦٢٠ : ص
- أَنَا وَلِيُّكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ  
 ٦٢١ : ص
- هُمْ رَاكِعُونَ - (آيت : ٥٥)  
 ٦٣٨ : ص
- قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ - (آيت : ١٥)

## سُورَةُ الْأَنْعَامِ

- وَأَمَّا يَنْشِئَنَّ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ - (آيت : ٦٨)  
 ٤٠٠ : ص
- فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا - (آيت : ١٢٢) وَالْأَعْرَافَ (آيت : ٣٤)  
 ١٥٤ : ص
- وَيُونُسَ (آيت : ١٤٠) وَالْكَهْفَ (آيت : ١٥)  
 ١٨٦ : ص
- فَلَمَّا أَفْلَتْ - (آيت : ٤٨)  
 ٢١٨ : ١٩٩ : ص
- تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا - (آيت : ٦١)  
 ١٩٩ : ص
- وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً (آيت : ٦١)

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى - (آيت : ١٦٢) وبنى اسراييل (آيت : ١٥) وفاطر (آيت : ١٨)

ص : ٢٠١

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ بِمِائَرَةٍ مُصَدِّقٍ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ - (آيت : ٩٢) ص : ٢١١

ذَلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَفْلُونَ - (آيت : ١٣١) ص : ٢٢١  
أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفْلِينَ -

ص : ٢٢٢

(آيت : ١٥٦)

ص : ٢٨٣

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ - (آيت : ٨٢)

ص : ٣٠٥

وَلَوْ رَدُّوهُمَا ذَاوَالْعُنُفِ وَالْمَنَافِعِ عَنْهُ - (آيت : ٢٨)

ص : ٣٠٥

كُتِبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ - (آيت : ١٢)

ص : ٣٢٠

أَنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا أُولَئِكَ لَهُمْ فِي شَيْءٍ - (آيت : ١٥٩)

ص : ٣٤٢

خَالِقِ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدْهُ - (آيت : ١٠٢)

ص : ٣٨٦

هُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ - (آيت : ٣)

ص : ٣٩٢

كُتِبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ - (آيت : ٥٢)

ص : ٤٠٣

وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ - (آيت : ٣٣)

ص : ٤٠٤

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهَدْيِ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ - (آيت : ٣٥)

ص : ٤١٠

ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَأَنَّا لَصَادِقُونَ - (آيت : ١٢٦)

وَلَا حِجَةَ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَالِيسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ - (آيت : ٥٩)

ص : ٤١٥ - ٤٥٤

ص : ٤٢٦

الْآتِ بِمَا شَاءَ رَبِّي شَيْئًا - (آيت : ٨٠)

ص : ٤٣٢

لَا تَنْذِرُكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ - (آيت : ١٩)

ص : ٤٣٨

وَكَذَلِكَ نُرَى إِبْرَاهِيمَ مُلْكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - (آيت : ٤٥)

ص : ٤٥٦

مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ - (آيت : ٣٨)

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ - (آيت : ٢٦)

ص : ٤٤٨

ص : ٥٠٤

قَالَ النَّارُ مَثْوًى لَكُمْ - (آيت : ١٢٨)

ص: ٥١٩

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ط (آيت: ٨٣)

ص: ٥٤١

اللَّهُ اعْلَمْ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ط (آيت: ١٢٢)

## سُورَةُ الْأَعْرَافِ

ص: ١٢٢

فَلَمَّا اخَذْتَهُمِ الرَّجْفَةَ - (آيت: ١٥٥)

ص: ١٣٣

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّيحِ - (آيت: ٣٢)

ص: ١٢٥ - ١١٠

آلَهُ الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ - (آيت: ٥٢)

ص: ١٥٥

فَانْظُرْ وَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ - (آيت: ٤١) وَيُونُسَ (آيت: ٢٠ - ١٠٢)

ص: ١٥٦

فَأَهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا - (آيت: ١٣)

ص: ١٥٥

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ - (آيت: ٨)

لَنْ تَرَانِي وَلَكِنْ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي - (آيت: ١٢٣)

ص: ١٤٥ - ١٤٣

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعْقًا - (آيت: ١٢٣) ص: ١٤٣

ص: ٢١٣

وَهُوَ الَّذِي يَرْسِلُ الرِّيَّاحَ بِشَرَابِينَ يَدِي رَحْمَتِهِ ط (آيت: ٥٤)

لَا تَتَّبِعُهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ -

ص: ٢١٣

(آيت: ١٤)

حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ - (آيت: ٥٤)

ص: ٢٢٢

ص: ٢٣٠

خَذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ - (آيت: ٣١)

ص: ٢٢٣ - ٥١٥

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالَ الْوَابِلِيُّ - (آيت: ١٤٢)

قَالَ إِنَّا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ - (آيت: ١٢) وَصَ (آيت: ٤٦)

ص: ٢٢٨

ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ - (آيت: ٥٢) وَيُونُسَ (آيت: ٣) وَالرَّعْدَ (آيت: ٢)

ص: ٣٥٣

وَالْفِرْقَانِ (آيت: ٥٩) وَالْحَدِيدِ (آيت: ٢)

ص: ٢٠٤

أَمَّا رَبُّ الْعَالَمِينَ ه رَبُّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ - (آيت: ١٢١ - ١٢٢)



- قَالَ يُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَلَامِي - (آيت : ١٣٣) ص : ٢٩٢
- لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ - (آيت : ٥٩) ص : ٥١٩
- وَالِىٰ عَادَ أَخَاهُمْ هُودًا - (آيت : ٦٥١) ص : ٥١٩
- وَالِىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا - (آيت : ٤٣) ص : ٥١٩
- وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ - (آيت : ٨٠) ص : ٥١٩
- وَالِىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا - (آيت : ٨٥) ص : ٥١٩
- ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ - (آيت : ١٠٣) ص : ٥١٩
- قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا - (آيت : ١٥٨) ص : ٥٢٠
- يُوسَىٰ ادْعَ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ - (آيت : ١٣٣) ص : ٥٣٢
- يُضِلُّهُ أَتَيْنَا بِمَا تَعَدُّنَا - (آيت : ٤٤) ص : ٥٣٢
- إِنَّا لَنُرِيكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ - (آيت : ٦٠) ص : ٥٣٤
- يَقُولُ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ - (آيت : ٦١) ص : ٥٣٤
- إِنَّا لَنُرِيكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنُظَنُّكَ مِنَ الْكَذِبِينَ - (آيت : ٦٢) ص : ٥٣٤
- يَقُولُ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ - (آيت : ٦٤) ص : ٥٣٨
- وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ (إِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ) أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ  
بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ - (آيت : ١٤٩) ص : ٥٨٢
- وَأَتْلُو عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخْ مِنْهَا (إِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ) وَمَنْ يَضِلُّ  
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ - (آيت : ٤٥ تا ١٤٨) ص : ٥٨٩
- الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ  
(إِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ) وَيُضَعُّ عَنْهُمْ أَصْحَابَهُمْ وَالْأَغْلَىٰ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ - (آيت : ١٥٤) ص : ٦١٠
- إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتُوفُونَهُمْ - (آيت : ٣٤) ص : ٦٣١

## سُورَةُ الْأَنْفَالِ

وَأُولَٰئِكَ الْأَرْحَامُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ - (آيت : ٤٥)

أَذْيُوحَىٰ رَبِّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَتَىٰ مَعَكُمْ فَتَبَتُوا الَّذِينَ آمَنُوا - (آيت : ١٢) ص : ١٩٩ - ٢١٢  
 وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ - (آيت : ٨) ص : ٣٩٢  
 وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ - (آيت : ٣٩) ص : ٢١٨  
 إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ - (آيت : ٤٣) ص : ٢١٩  
 وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ - (آيت : ٣٣) ص : ٢٦٤ - ٥٥٢ - ٥٥٣ - ٦٠٣  
 أَنْتَ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ إِلَّا الْمُتَّقُونَ - (آيت : ٣٢) ص : ٢٦٨  
 فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ -

(آيت : ١٤) ص : ٢٨٩  
 أَذْيُكْرِيكَ الَّذِينَ كَفَرُوا - (آيت : ٣٠) ص : ٥٥٠  
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ - (آيت : ٦٤) ص : ٦٠٤  
 وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ - (آيت : ٥٠) ص : ٦٣٢

## سُورَةُ التَّوْبَةِ

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِذَا وَلَّوْهُ عَامَا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامَا  
 لِيُؤْاطُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ - (آيت : ٣٤) ص : ٤٤ - ٢٣٠  
 وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ إِنَّ اللَّهَ بَرِئٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ -  
 (آيت : ٣) ص : ٤٨  
 وَمَنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهُ لَنْ لَا تُنْفِرَ مِنْهُمْ فُجْرًا وَلَنْ يَلْقَوْهُ فِي غَمٍّ عَظِيمٍ -  
 (آيت : ٤٥) ص : ٩٢  
 فَأَعْقِبَهُمْ نِقَابًا فِي قُلُوبِهِمْ الْحَيُّ يَوْمَ يَلْقَوْتَهُ - (آيت : ٤٤) ص : ٩٣  
 وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ - (آيت : ٤٢) ص : ١٢٩ - ٢٠٠ - ٢٠٥  
 هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ - (آيت : ٣٣) ص : ١٣٠  
 قَاتِلْهُمْ اللَّهُ أَتَىٰ يَوْفُكُونَ - (آيت : ٣٠) ص : ١٢٥  
 وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي  
 الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ - (آيت : ١٢٢) ص : ١٩٨

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

وَرَسُولُهُ أَتَا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ - (آيت : ٥٩) ص : ٢٠٠ - ٢٠٦

أَتَا يَعْبُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مِنْ أَمْنٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ - (آيت : ١٨) ص : ٢٠٦

قَالَ اللَّهُ أَتَى أَتَى تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ - (آيت : ١٣) ص : ٢٠٨ - ٢٠٩

يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ - (آيت : ٢٥) ص : ٢٣٠

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ لِيَقُولُوا إِنَّمَا كُنَّا نَخَوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ

تَسْتَهْزِءُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ - (آيت : ٦٥ - ٦٦)

ص : ٣٩٥ - ٥٩٣ - ٥٩٨

خَصَمْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا - (آيت : ٦٩) ص : ٢٢٦

لَا تَعْلَمُهُمْ - (آيت : ١٠١) ص : ٢٥٨

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ - (آيت : ٦١) ص : ٢٦٠ - ٥٢٢ - ٥٤٨

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَى قَرْبَى مِنْ بَعْدِ

مَا تَبَيَّنَ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَهَنَّمَ - (آيت : ١١٣) ص : ٢٤٢ - ٢٨٩

فَآجِرُهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ - (آيت : ٦) ص : ٢٩٢

وَمَرْحَمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ - (آيت : ٦١) ص : ٥٢٢ - ٥٢٢

هَؤُلَاءِ - (آيت : ٦١) ص : ٥٢١

أَذِنَ خَيْرَ لَكُمْ - (آيت : ٦١) ص : ٥٢٢

يَوْمَ مِنَ بِاللَّهِ - (آيت : ٦١) ص : ٥٢٢

وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا - (آيت : ٢٠) ص : ٥٢٩

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ - (آيت : ٢٣) ص : ٥٥٥

أَتَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ - (آيت : ٢٨) ص : ٥٥٨

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكَنٌ تَرْضَوْنَهَا (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الْفَاسِقِينَ - (آيت : ٢٢) ص : ٥٤٢

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنَّ اسْتِجْوَاءَ الْكُفَرِ عَلَى

الايهان ومن يتولهم منكم فاولئك هم الظالمون - (آيت : ٢٣) ص : ٥٤٤  
يحلّفون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم - (آيت : ٤٠)

ص : ٥٩٢ - ٥٩٨ - ٦٠٢

وما منعهم ان تقبل منهم نفقتهم الا انهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلوة  
الا وهم كسالى ولا ينفقون الا وهم كرهون - (آيت : ٥٢) ص : ٥٩٥

فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزكوة فاخوانكم في الدين وتفصل الايت لقوم يعلمون  
وان نكثوا ايما نهم من بعد عهدهم وطعنوا في دينكم فقاتلوا ائمة الكفر انهم لا ايمان

لهم لعلهم ينتهون - (آيت : ١١ - ١٢) ص : ٥٩٦

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلاتك سكن

لهم - (آيت : ١٠٣) ص : ٦١٣

والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض - (آيت : ٤١) ص : ٦٢١

قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله -

(آيت : ٢٩) ص : ٦٣٢

## سورة يونس

ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون - (آيت : ٦٩) والنحل (آيت : ١١٦)

ص : ١٢٢ - ١٥٤

قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا - (آيت : ٥٨) ص : ١٣٣ - ٣٣٣ - ٣٩٥ - ٣٩٦

قل من يرزقكم من السماء والارض امن يملك السماء والابصار ومن يخرج

الحى من الميت ويخرج الميت من الحى ومن يدبر الامر فسيقولون الله فقل افلا

تتقون - (آيت : ٣١) ص : ١٢٢ - ١٢٣ - ٦١٤

يدبر الامر - (آيت : ٣) ص : ١٢٣

جعل الشمس ضياء والقمر نورا - (آيت : ٥) ص : ١٢٤

سبحنه وتعالى عما يشركون - (آيت : ١٨) والنحل (آيت : ١) والروم (آيت : ٢٠)

ص : ١٢٨



وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ - (آيت : ٦١) ص : ١٥١  
 مَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ - (آيت : ٣٤) ص : ٢١٢

أَنْ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ - (آيت : ٣) ص : ٢٥٦

حَتَّى إِذَا دَرَسَكَ الْفِرْقَ قَالَ أَمَنْتَ إِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي أَمَنْتَ بِهِ بَنُوا إِسْرَائِيلَ وَ  
 أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ه الثَّنِ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلَ وَكُنْتَ مِنَ الْفَاسِدِينَ - (آيت : ٩٠ - ٩١)

ص : ٢٨٨

## سُورَةُ هُود

أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ أَنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ - (آيت : ٢٦) ص : ٦٤ - ٢٦٨ - ٥٦٩  
 وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ - (آيت : ١١٣) ص : ٤٠

أَلَا أَعْنَتُ اللَّهَ عَلَى الظَّالِمِينَ ه الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ  
 بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ - (آيت : ١٨ - ١٩) ص : ١٢٢ - ٥٩٨

أَنْ رَبَّكَ فَعَالَ لِمَا يُرِيدُ - (آيت : ١٠٤) والبروج (آيت : ١٦) ص : ١٢٩ - ١٩٦ - ٢٢٦  
 أَنْتَ الْحَسَنَاتِ يَذْهَبُنَ السَّيِّئَاتِ - (آيت : ١١٢) ص : ٣٠٦

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ - (آيت : ٢٩) ص : ٣٢٣  
 إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ - (آيت : ١٠٤ - ١٠٨) ص : ٢٠٠ - ٣٠١

مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ - (آيت : ١٠٤ - ١٠٨) ص : ٢٠٠  
 وَمَنْ خَزَى يَوْمَئِذٍ - (آيت : ٦٦) ص : ٢٩٥ - ٥٠١

يَتَوَحَّاهُ بِطَبَسْلَمًا - (آيت : ٢٨) ص : ٥٢٩

يَنُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا - (آيت : ٣٢) ص : ٥٣٢

يَشْعِبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ - (آيت : ٩١) ص : ٥٣٢  
 أَنَا لَنُرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْ لَمْ يَهْطِكْ لَمْ يَجْعَلْكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بَعِيزٌ - (آيت : ٩١)

ص : ٥٣٨

يَقُومُ أَمْهَطُ اعْزَ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ ط وَاتَّخَذَ تَمْوَةً وَرَاءَكُمْ ظَهْرِيَا - (آيت : ٩٢) ص : ٥٣٨

ص: ٥٢٢

يَعْبَادُنَا فِي قَوْمِ لُوط - (آيت: ٤٢)

ص: ٥٥٢

يَا اِبْرَاهِيمَ اعْرِضْ عَنْ هَذَا - (آيت: ٤٦)

## سُورَةُ يُوسُفَ

ص: ١٠٩-١٢٦

وَانه لَذُو عِلْمٍ لَمَّا عَلِمْتَهُ - (آيت: ٦٨)

ص: ١٢٤

وَأَسْأَلُ الْقَرْيَةَ - (آيت: ٨٢)

ص: ١٥٠

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ - (آيت: ٢٠)

ص: ١٦٩

فَاللَّهُ خَيْرٌ حَقًّا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ - (آيت: ٦٢)

ص: ١٨٢

إِنِّي سَأَتِي أَحَدَ عَشَرَ كُوكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مَأْتِيَهُمْ لِي سَاجِدِينَ - (آيت: ٢٤)  
مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ - (آيت: ١١١)

ص: ٢١٢-٢٥٦

ص: ٣٥٣

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ - (آيت: ٢٠)

ص: ٢٢٠

ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ - (آيت: ١٠٢)

ص: ٥٢٥

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا - (آيت: ١٠٩)

ص: ٥٢٥

إِلَّا رَجُلًا نُوحي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى - (آيت: ١٠٩)

ص: ٦٠٤

إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنُ مَشْوًى - (آيت: ٢٣)

ص: ٦٠٨

أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقُ رَبُّهُ خَمْرًا - (آيت: ٢١)

ص: ٦٠٨

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ - (آيت: ٢٢)

ص: ٦٠٨

فَأَنسَلْهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ - (آيت: ٢٢)

ص: ٦٠٨

فَسَأَلَهُ مَا بَالَ النُّسُوءِ أَلَمْ يَقْطَعْ أَيْدِيَهُنَّ - (آيت: ٥٠)

ص: ٦٢٠

إِنِّي أَتُوبُ إِيَّاهُ أَتُوبُ الْكَلِيلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ - (آيت: ٥٩)

## سُورَةُ الرَّعْدِ

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ

ص: ١٠٥

بِمَقْعَدِ الرَّعْدِ عُلُومُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ - (آيت: ٨ - ٩)

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لِمَعْقِبِ لِحْكَمِهِ - (آيت ٢١٠)  
لَهُ مَعْقِبَتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِّنْ أَمْرِ اللّٰهِ - (آيت ١١)

ص: ١٩٩ - ٢٠٢

أَن مَّ رِبِّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ - (آيت ٦٠)  
لَهُمُ الْعَذَابُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ - (آيت ٢٥)  
اللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ - (آيت ٢٠)

ص: ٣٥٦

لَسْتُ مَرْسَلًا - (آيت ٢٣)

ص: ٥٢١

## سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ

يٰٓاَيُّهَا الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِبَيِّنَةٍ - (آيت ١٤)

ص: ١٢٢

وَذَكَّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ - (آيت ٥)

ص: ١٣٣ - ٣٢٢ - ٣٩٥ - ٣٩٦

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ - (آيت ٢٤)

ص: ١٢٩ - ١٩٦ - ٢٠٨

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرَهُمْ ؕ وَإِنْ كَانَ مَكْرَهُمْ لَتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ -

(آيت ٢٦)

ص: ١٤٢ - ٢٢٤

وَأَنذَرْنَا النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخْرِنَا إِلَىٰ أَجَلٍ

قَرِيبٍ نَّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرِّسَالَ ؕ وَلَمْ تَكُنْ تَقْسِمُ مِّنْ قَبْلِ مَا لَكُمْ مِنْ

نَرِوَالٍ - (آيت ٢٢)

ص: ١٤٤ - ١٤٨

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَٰثِبَيْنِ - (آيت ٣٣)

ص: ١٩٢ - ٥٠٤

وَأَن تَعْدُوَ وَالنَّعْمَةُ لِلّٰهِ لَا تَحْصُوهَا - (آيت ٣٢)

ص: ٢٣١

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ - (آيت ٢)

ص: ٥١٨

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ - (آيت ٢١)

ص: ٥٥١

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دَعَاءَ - (آيت ٢٠)

ص: ٥٥٢

الرَّءِ كُتِبَ أَنْزَلَهُ إِلَيْكَ لَتُخْرِجَنَّ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ

ص: ٤٣٣

إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ - (آيت ١)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ - (آيت : ٥) ص : ٦٣٣

## سُورَةُ الْحَجَرِ

وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ عِنْدَنَا الْأَخْزَائِيُّهُ وَمَا نَزَّلَهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ - (آيت : ٢١) ص : ٨٠  
وَأَنَّا لَهُ لِحَفْظُونَ - (آيت : ٩) ص : ٩١  
فَأَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ - (آيت : ٩٢) ص : ٢٨٢  
لَا تَمْدَنْ عَيْنِيكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَاهُ بِنُحْرٍ وَأَجَانِمِهِمْ - (آيت : ٨٨) ص : ٥٢٢  
وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نَزَّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرَ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ - (آيت : ٦) ص : ٥٣٢ - ٥٣٩  
لَعَمْرُكَ أَنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ - (آيت : ٤٢) ص : ٥٣٥

## سُورَةُ النَّحْلِ

وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بَطُونٍ امْتَهْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ - (آيت : ٤٨) ص : ١١٠  
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ - (آيت : ٨٩) ص : ١٢٨ - ٢٢٩ - ٢٥٦  
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ - (آيت : ٢٢) ص : ١٢٨ - ٣٢٨  
فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ - (آيت : ٢٣) والانبیاء (آيت : ٤) ص : ١٢٨ - ١٩٨ - ٢٣٠  
إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ٥ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ الْآيَةَ - (آيت : ٢٣ - ٢٢) ص : ١٢٨  
وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ - (آيت : ١٥) ص : ١٢٠  
مَا مَلَكَتْ إِيْمَانُهُمْ - (آيت : ٤١) ص : ١٢٤  
وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ إِيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مِنْ يَمُوتٍ - (آيت : ٣٨) ص : ١٤٦  
إِنِّي أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلْهُ - (آيت : ١) ص : ٣٠٣  
وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ - (آيت : ١١٨) ص : ٢١٠  
وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السُّنْتُمْ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لَتُفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ  
إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يَفْلَحُونَ - (آيت : ١١٦ - ١١٤) ص : ٢٣٩  
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ط وَالنُّجُومُ مُسْتَخَرَاتٌ بِأَمْرِهِ - (آيت : ١٢) ص : ٥٠٩

آن الحزى اليوم والسوء على الكافرين ٥ الذين تتوفهم الملكة ظالمى انفسهم -

(آيت ٢٤ - ٢٨)

ص: ٢٣٢

كذلك يجزى الله المتقين ٥ الذين تتوفهم الملكة طيبين - (آيت ٣١ - ٣٢)

ص: ٢٣٢

## سورة بنى اسرائيل

سبحن الذى اسرى بعبدة ليلاً من المسجد الحرام - (آيت ١)

ص: ١٣٠ - ٢٦٢ - ٢٦٦ - ٥٢٨

تسبح له السموات السبع والارض ومن فيهن ط وان من شئ الا يسبح بحمده ولكن

ص: ١٣٥ - ١٣٦

لا تفقهون تسبيحهم - (آيت ٢٢)

ص: ١٢١

سبحنه وتعالى عما يقولون علواً كبيراً - (آيت ٢٣)

ص: ١٨٣ - ١٨٦

اقم الصلوة لعلك الشمس - (آيت ٤٨)

ص: ٢٢٠

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا - (آيت ١٥)

ص: ٢٢٢

ابعث الله بشرا رسولا - (آيت ٩٢)

ص: ٣٢٨

لا تقل لهما اف ولا تنهرهما - (آيت ٢٣)

ومن اراد الاخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فاولئك كان سعيهم مشكورا -

ص: ٢٢٠

(آيت ١٩)

عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا - (آيت ٤٩)

ص: ٢٥٩ - ٢٦١ - ٢٦٩ - ٥٢٥ - ٥٥١

ص: ٥٢٢

ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك - (آيت ٢٩)

ص: ٥٣٨

انى لاطنك يموسى مسحورا - (آيت ١٠١)

لقد علمت ما انزل هؤلاء الا رب السموات والارض بصائر وانى لاطنك يفرعون

ص: ٥٣٨

مبشورا - (آيت ١٠٢)

## سُورَةُ الْكَهْفِ

- وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا - (آيت ٦٥) ص: ٢٢١ - ٥٨٣
- كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ط ان يقولون الا كذبا - (آيت ٥١) ص: ١١٣
- حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَمْ يَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا - (آيت ٩٠) ص: ١٨٦
- وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزُورُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشَّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ط ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ - (آيت ١٤) ص: ١٨٦
- قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَاتِ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا - (آيت ١٠٩) ص: ٢٤٥
- فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسًا عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ اسفًا - (آيت ٦) ص: ٢٠٦
- وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ إِنَّا نَعْتَدُ لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا - (آيت ٢٩) ص: ٢١١
- وَلَا يَشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا - (آيت ٢٦) ص: ٢٢٢
- الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا - (آيت ١) ص: ٢٦٢
- فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا - (آيت ٦٥ تا ٨٢) ص: ٢٤٤
- مَالِهِمْ مِنْ دُونِهِ مَتًى وَلِي - (آيت ٢٦) ص: ٢٢١

## سُورَةُ مَرْيَمَ

- وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا - (آيت ٥٤) ص: ٤٩
- لَمْ يَمَسَّ سِنِي بُشْرًا وَلَمْ يَكْ بُغْيًا - (آيت ٢٠) ص: ٩٩
- إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا - (آيت ١٩) ص: ١٣٠ - ١٩٩ - ٩١٨

- سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا - (آيت : ٨٢)  
 ١٥٣ : ص  
 أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا - (آيت : ٦٤)  
 ١٥٢ : ص  
 لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ - (آيت : ٦٢)  
 ٢١١ : ص  
 هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا - (آيت : ٦٥)  
 ٣٥١ - ٢٢٢ : ص  
 وَنَادَيْنَاهُ مِن جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا - (آيت : ٥٢)  
 ٣٨٤ : ص  
 وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِذِ انَّهُ كَانَ صَدِّيقًا نَبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا - (آيت : ٥٦ - ٥٤)  
 ٢٦٤ : ص  
 يَذْكُرِيَا أَنَا بِشْرُكَ - (آيت : ٤٠)  
 ٥٣٠ : ص  
 يَبْجِي خِذْ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ - (آيت : ١٢)  
 ٥٣٠ : ص  
 لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا - (آيت : ٨٤)  
 ٦١٣ : ص

## سُورَةُ طه

- أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى - (آيت : ٥٠)  
 ١٢٨ : ص  
 الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا - (آيت : ٥٣) وَالزَّخْرَفَ (آيت : ١٠) ص ١٦٣ - ١٨٨  
 وَتَسْبِيحٌ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا - (آيت : ١٣٠)  
 ١٨٦ : ص  
 وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا - (آيت : ١٠٨)  
 ٢٠٤ : ص  
 وَقَدْ خَابَ مِنْ أَفْتَرَى - (آيت : ٦١)  
 ٢٢٠ : ص  
 الرَّحْمَنِ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى - (آيت : ٥)  
 ٣٥٣ - ٣٢٩ : ص  
 تَنْزِيلًا مِّن مَّن خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمُوتِ الْعُلَى الرَّحْمَنِ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى -  
 ٣٥٦ : ص  
 (آيت : ٢ - ٥)  
 وَعَصَى أَدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى - (آيت : ١٢١)  
 ٢٢٥ - ٢٣٥ : ص  
 فَتَنَّى وَلَمْ تَجِدْ لَهُ عَزْمًا - (آيت : ١١٥)  
 ٢٣٥ : ص  
 فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طَوًى - (آيت : ١٢)  
 ٢٩٠ : ص  
 وَلَا تَنِيَّافِي ذِكْرِي - (آيت : ٢٢)  
 ٥٢٢ : ص  
 طه ه ما انزلنا عليك القُرْآنَ لِتَشْقَى - (آيت : ١ - ٢)  
 ٥٣١ : ص



وَعَجَّلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لَتَرْضَى الْحَمْدَ - (آيت : ٨٢) ص : ٥٢٩  
وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى ۚ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي -

(آيت : ١٣ - ١٢) ص : ٥٥٠

رَبَّنَا إِنَّا أَمَّا خِيفَتْنَا أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا وَأَنْ يَطْفِئَ - (آيت : ٢٥) ص : ٥٥٢

لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا وَأَسْمَعُ وَأَمْرِي - (آيت : ٢٦) ص : ٥٥٢

## سُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا - (آيت : ٤٣) ص : ٤٩

وَرَبَّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ - (آيت : ١١٢) ص : ١٢٢

لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ - (آيت : ٢٣) ص : ١٢٩ - ٣٠٨

أَقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ - (آيت : ١) ص : ٢٢٥

أَنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحَسَنَىٰ أُولَٰئِكَ مَعَهَا مَعْدُونٌ ۚ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا  
وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَلَدُونَ ۚ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَرَقَ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهِمُ الْبُشُكَّةُ  
هَٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۚ (آيت : ١٠ - ١٠٣)

ص : ٣٠٦ - ٣٢٥ - ٣٩٢ - ٣٩٣ - ٢٠١ - ٢٠٢ - ٢٢٤ - ٢٢٨

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لَتَحْصُنَكُمْ مِنْ بِأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ - (آيت : ٨٠) ص : ٢١٥  
وَمَنْ يَقِلْ مِنْهُمْ إِلَىٰ آلِهِ مِنْ دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ - (آيت : ٢٩)

ص : ٥١٤

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ - (آيت : ١٠٤) ص : ٥١٤ - ٦٠٣ - ٦٢٨

عَآءَنْتَ فَعَلْتَ هَٰذَا يَا لَهْتَ تَنَالِيَا بَرَاهِيمَ - (آيت : ٦٢) ص : ٥٣٤

## سُورَةُ الْحَجِّ

وَتَقَرَّفِي الْأَرْضَ حَامٍ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى - (آيت : ٥) ص : ١٠٥

وَمَنْ يَعِظْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ - (آيت : ٣٢) ص : ١٣٢ - ٣٢٤

وَمَنْ يَعِظْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ - (آيت : ٣٠) ص : ١٣٢

- ضَعَفَ الطَّالِبَ وَالْمَطْلُوبَ - (آيت : ٤٣) ص : ١٢٢
- يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِثْلُ فَاسْتَمْعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ - (آيت : ٤٣) ص : ١٢٢
- أَنَّهُ لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ - (آيت : ٢٤) ص : ١٢٩
- وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهَدَّتُم صَوَامِعَ وَبِيعَ وَصَلَاتٍ وَمَسْجِدَ يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمَ اللَّهِ كَثِيرًا - (آيت : ٢٠٠) ص : ٢٠٦ - ٢٠٧ - ٢٠٨ - ٢٠٩ - ٢١٠
- ثُمَّ مَحَلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ - (آيت : ٣٣) ص : ٢٢٤
- وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ - (آيت : ٢٤) ص : ٢٣٢
- هُوَ سِتْرُكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِ - (آيت : ٤٨) ص : ٢٢٥
- وَلَنْ يَخْلَفَ اللَّهُ وَعْدَهُ - (آيت : ٢٤) ص : ٢٠٠
- وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ - (آيت : ٢٠) ص : ٢٩٢

## سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ

- ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَإِخَاهَ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَنٍ مُبِينٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ - (آيت : ٢٥ - ٢٦) ص : ٩٤
- فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ - (آيت : ١٢) ص : ١٢٣
- إِنَّ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ - (آيت : ٣٤) ص : ١٤٦
- قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ - (آيت : ٨٩ تا ٨٢) ص : ٢٢٢
- وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ - (آيت : ١٢ - ١٣) ص : ٣٠٣

- وهو يجير ولا يجار عليه - (آيت : ٨٨)  
 رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كُنْتُ بُون - (آيت : ٢٦)  
 وَقُلْ رَبِّ انْزِلْنِي مَنَزَلًا مَبْرُكًا وَانْتَ خَيْرُ الْمَنَزِلِينَ - (آيت : ٢٩)  
 ص : ٣٠٥  
 ص : ٥٥٠  
 ص : ٦٢١

## سُورَةُ النُّورِ

- الْمَثَرَانِ اللَّهُ لِيَسْمَحَ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَّتْ كُلُّ قَدِّعِلْمِ صَلَاتِهِ  
 وَتَسْبِيحِهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ - (آيت : ٢١)  
 لَا تَحْسِبُونَهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ - (آيت : ١١)  
 وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ - (آيت : ٢٠)  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى  
 يُؤْذَنَ لَكُمْ - (آيت : ٢٤ - ٢٨)  
 فِي بُيُوتِ أَذْنِ اللَّهِ أَنْ تَرْفَعَ وَيَذْكُرَ فِيهَا اسْمَهُ - (آيت : ٣٦)  
 فَاذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ فَالْوَلِيُّكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَذَّابُونَ - (آيت : ١٣)  
 إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَفْلَتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
 عَظِيمٌ - (آيت : ٢٣)  
 وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ - (آيت : ٥٢)  
 وَلِيَشْهَدَ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ - (آيت : ٢)  
 لَا تَجْعَلُوا دَعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدَاءٍ بَعْضُكُمْ بَعْضًا - (آيت : ٦٣)  
 وَأَنْكَحُوا الْإِيَامِي مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَأَمَّا ثَكُمْ - (آيت : ٣٢)  
 ص : ٣٩٢  
 ص : ٤٠٦  
 ص : ٤٢٠  
 ص : ٥٣٣  
 ص : ٦٠٩

## سُورَةُ الْفُرْقَانِ

- وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بِشَرِّ بَيْنِ يَدَيْ رَحْمَتِهِ - (آيت : ٢٨)  
 قَالَ هَذَا الرَّسُولُ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ - (آيت : ٤٠)  
 أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا - (آيت : ٢٢)  
 الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ (آيت : ٥٩)  
 ص : ٢١٣  
 ص : ٢٢٢  
 ص : ٣١٥  
 ص : ٣٥٤

٢٠  
تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا - (آيت ١٠)

ص: ٣٤٤ - ٣٦٢ - ٥٢٠ - ٦٢٩

لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ - (آيت ٢٠) ص: ٣٢٢

تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ جِثَّتْ تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ وَ

يَجْعَلُ لَكَ قَصُورًا - (آيت ١٠٠) ص: ٣٦٠

وَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى عَبْدِهِ لِيُكَفِّرَ عَنْ سَيِّئَاتِهِ وَيُجْزِيَ الْغُلَامَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيَّةِ مِنْ نَبِيِّهِ الَّذِي يَتْلُو آيَاتِهِ بِالْهَيْكَلِ الْمُبِينِ - (آيت ٢٣)

ص: ٣٦٨ - ٥٦٢ - ٥٤٣

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا - (آيت ٦٢) ص: ٣٩٣

أَمْ أَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ

يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۝ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا - (آيت ٢٣ - ٢٤) ص: ٥٨٥

## سُورَةُ الشُّعَرَاءِ

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مَنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ - (آيت ٢٢٤) ص: ١٢٣ - ٣٢٦ - ٣٦٠

وَمَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَزْتُ لَكُمْ إِلَهًا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ - (آيت ١٠٩ - ١٢٤ - ١٢٥ - ١٢٦ - ١٢٧) ص: ٣٦٠

قَالَ الْمَلَأُ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عَمَلِكِ سِنِينَ - (آيت ١٨) ص: ٣٨٢

وَأَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ - (آيت ٢١٥) ص: ٥٢٣

وَلَا تَحْزَنْ فِي يَوْمٍ يَبْعَثُونَ - (آيت ٨٤) ص: ٥٢٨

فَفَرَرْتَ مِنْكُمْ لِمَا خَفْتَكُمْ - (آيت ٢١٠) ص: ٥٢٩

وَأَجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ - (آيت ٨٢) ص: ٥٥١

وَيُضِيقْ صُدْرِي وَلَا يَنْطَلِقْ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ - (آيت ١٣٠) ص: ٥٥٣

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَتَقْلِبُكَ فِي السُّجْدِينَ -

(آيت ٢١٤ تا ٢١٩) ص: ٥٥٩

## سُورَةُ النَّملِ

أَمِنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيحَ بِشَوَّابِينَ يَدُورُ فِي رَحْمَتِهِ (آيت ٦٣) ص: ٢١٣

فَلَمَّا جَاءَهَا نَادَىٰ أَنْ بورك من في النار ومن حولها وسبحن الله رب العالمين .

(آيت : ٨٠) ص : ٣٨٤

قَلَّ لَا يَعْلَمُ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبِ إِلَّا اللَّهُ . (آيت : ٦٥) ص : ٢٢٠ - ٦٠٠

أَنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ . (آيت : ١٠٠) ص : ٥٢٢

أَنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ . (آيت : ٢٣)

ص : ٦١٩

## سُورَةُ الْقَصَصِ

وَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ امْرَأَتَيْنِ تَزُودَانِ . (آيت : ٢٣) ص : ١٠٣

أَحْسَنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ . (آيت : ٤٤) ص : ١١٢

أَنَّا أَوْتَيْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي . (آيت : ٤٨) ص : ١١٢

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِإِمرَأَةِ الْاَرْضِ فَمَا كَانَتْ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يُنصِرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَتْ

مِنَ الْمُنصَرِينَ . (آيت : ٨١) ص : ١١٢

وَرَبِّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا

يُشْرِكُونَ . (آيت : ٦٨) ص : ١٥٠

فَجَاءَتْهُ أَحَدُهُمَا تَمْشِي عَلَىٰ اسْتِحْيَاءٍ . (آيت : ٢٥) ص : ٢٣١

جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (آيت : ٤٣)

ص : ٣٣٤

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ . (آيت : ١٢) ص : ٢٥٥

قَالَ أَنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَبِيبَ

(إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ . (آيت : ٢٤ - ٢٨) ص : ٢١٦ - ٥٠٤

فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ . (آيت : ١٥) ص : ٢٢٦

أَنكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ .

(آيت : ٥٦) ص : ٢٤٠ - ٦٣٢

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا (آية : ٨)  
 ص : ٢٨٢  
 ص : ٥٣٠  
 قُودَى مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْإِيْمَنِ فِي الْبَقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ - (آية : ٣٠) ص : ٥٥٢

## سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُ - (آية : ٢٣)  
 وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ  
 فَاتَى يُؤْفَكُونَ - (آية : ٦١)  
 ص : ٢٢٢  
 ص : ٥٥٢  
 نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا - (آية : ٣٢)  
 ص : ٥٥٢  
 أَلَمْ أَحْصِ النَّاسَ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ - (آية : ١-٢)  
 ص : ٥٤٥

## سُورَةُ الرُّومِ

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ مَرَّتْكُمْ ثُمَّ بَيَّتَكُمْ ثُمَّ يَحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شَرِكَاكُمْ مَنْ يَفْعَلُ  
 مِنْ ذَلِكَ مِثْلَ شَيْءٍ تُسَبِّحُوهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ - (آية : ٣٠) ص : ١٢٥-١٢٢  
 وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ - (آية : ٢٤) ص : ٣١٥  
 وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ - (آية : ٢٤) ص : ٣٩٢

## سُورَةُ الْقَمَرِ

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَ كُلِّ نَفْسٍ لَمِيقَاتٍ وَيَنْزِلُ الْغَيْثُ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ  
 مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
 خَبِيرٌ - (آية : ٣٢) ص : ١٠٦  
 هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ط بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ  
 مُبِينٍ - (آية : ١١) ص : ١٢٥

وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ - (آيت : ٢٥) والنمر (آيت : ٣٨)

ص : ١٢٥

ص : ٣٥١

ص : ٥٠٤

ص : ٥٦٣

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ - (آيت : ٢٦)

كُلٌّ يَجْرِي إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى - (آيت : ٢٩)

إِنِّي أَشْكُرُ وَلَوْ أَلَيْكَ - (آيت : ١٢)

## سُورَةُ السَّجْدَةِ

ص : ١٩٩ - ٦١٨

ص : ٦١٥

قُلْ يَتُوبُكُمْ مَلِكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ - (آيت : ١١)

يَدَّبَّرُوا لَمْرًا - (آيت : ٥)

## سُورَةُ الْأَحْزَابِ

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ (إلى قوله تعالى) أَدْعَوْهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ اقْطَعُ عِنْدَ

ص : ٦٤

اللَّهِ - (آيت : ٢ - ٥)

أَدْعَوْهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ اقْطَعُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاَتُوا نَكَمُ فِي الدِّينِ

ص : ٤١

وَمَوَالِيكُمْ - (آيت : ٥)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

ص : ٦٠١ - ٤١

شَيْءٍ عَلِيمًا - (آيت : ٢٠)

ص : ٤٢

لَكِي لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَنْزِلِ أَدْعِيَاءَهُمْ - (آيت : ٣٤)

ص : ١٣٠

اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا - (آيت : ٢١)

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا مَا كَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بِهَتَانَا وَ

ص : ١٩٨

أَتَاهَا مِنَّا - (آيت : ٥٨)

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (آيت : ٥٤)

ص : ٢٦١ - ٥٤٩

ص : ٥٢٣

فَوَيْحٌ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ - (آيت : ٢٨)

ص : ٥٣٠

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ - (آيت : ٢٥)



أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنعَمْتَ عَلَيْهِ (آيت : ٣٤) ص : ٦٠٦

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُبِينًا. (آيت : ٢٥ - ٢٦) ص : ٦٣٥

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا. (آيت : ٢٥ - ٢٦) ص : ٦٣٤

## سُورَةُ سَبَأٍ

عَلَّمَ الْغَيْبَ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمُوتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ. (آيت : ٣٠) ص : ١

وَمَزَقْنَاهُمْ كُلَّ مَجْزَأٍ (آيت : ١٩) ص : ١٩٦

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ تُؤْمِنُ بِهِ هَذَا الْقُرْآنُ وَالَّذِينَ بَيْنَ يَدَيْهِ. (آيت : ٣١) ص : ٢١٢

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. (آيت : ٩) ص : ٢١٢

وَمَنْ الْجِنُّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِأَذْنِ رَبِّهِ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ

مِنْ مَحَارِبٍ وَتَمَاثِيلٍ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَتٍ. (آيت : ١٢ - ١٣) ص : ٢١٢

مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ. (آيت : ٢٦) ص : ٢١٢

إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ. (آيت : ٥٠) ص : ٣٨٤

وَالنَّالَةَ الْحَدِيدَ إِنْ أَعْمَلَ سَبَّغَتْ وَقَدَّرَ فِي السَّرْدِ وَأَعْمَلُوا صَالِحًا أَفِي بَاتِعُونَ

بَصِيرٍ. (آيت : ١٠ - ١١) ص : ٢١٥

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

(آيت : ٢٨) ص : ٥٢٠

تَبَيَّنَتْ الْجِنُّ إِنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ (آيت : ١٢) ص : ٦٠٠

## سُورَةُ فَاطِرٍ

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نَظْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَمْزًا وَأَجَاظًا وَمَاتَحْمِلًا مِنْ أَنْثَى وَ

لَا تَضَعُ إِلَّا بُعْلَةً وَمَا يَعْرِفُ مِنْ مَعْمَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابَاتٍ ذَلِكَ

عَلَى اللَّهِ لَيْسِيرٌ (آيت : ١١) ص : ١٠٦

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ. (آيت : ٣) ص : ١٢٢ - ٢١٠ - ٢٢٢

أَن اللّٰهُ يَسْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِنْ تَزُولَا وَلَئِنْ تَرٰ اِلٰهَانِ اٰمَسْكُهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ بَعْدِ اَنَّهُ  
كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا - (آيت : ٢١) ص : ١٦٢ - ١٤٤ - ١٨٥ - ٥٠٨

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِاَجَلٍ مُّسَمًّى - (آيت : ١٣) ص : ١٩٢  
اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (آيت : ١٠) ص : ٢٦٣

## سُورَةُ يُسُ

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ - (آيت : ٣٨)

ص : ١٢١ - ١٦٣ - ١٩٣ - ٥٠٤

فَهَمَّ لَهَا مَا لَكُوْنَ - (آيت : ٤١) ص : ١٢٤

كُلٌّ فِيْ فَلَكَ يُسَبِّحُوْنَ - (آيت : ٢٠) ص : ١٦٢ - ١٩٢ - ١٩٦ - ٥٠٤ - ٥٠٩

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًا - (آيت : ٩) ص : ٢١٢ - ٢٢٢

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اتَّقُوا مَا بَيْنَ اَيْدِيكُمْ وَما خَلْفَكُمْ - (آيت : ٢٥) ص : ٢١٢

تَنْزِيْلُ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لَتَنْذِرُ قَوْمًا مَّا اَنْذَرْتَهُمْ اَبَآءَهُمْ قَهْمُ غُفْلُوْنَ - (آيت : ٥-٦)

ص : ٢٢١ - ٢٢٢

بَيِّنَةٌ مِّنْ مَّلَكُوْتِ كُلِّ شَيْءٍ - (آيت : ٨٣) ص : ٣٤٥

وَكَلُّ شَيْءٍ اَحْصِيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ - (آيت : ١٢) ص : ٢١٥ - ٢٥٤

يٰۤاَيُّهَا الْوَرٰثَةُ الْحَكِيْمُ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (آيت : ٣) ص : ٥٣٠ - ٥٢١

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُ اِنْ هُوَ اِلَّا ذَكْرٌ وَّاقِرٌ اَنْ مُّبِيْنٍ - (آيت : ٦٩) ص : ٥٢١

## سُورَةُ الصُّفٰتِ

اِنَّ اِيْلَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ - (آيت : ١٢٣) ص : ٤٦

اَتَفَكَّا اِلٰهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تَرِيْدُوْنَ - (آيت : ٨٦) ص : ١٠٢

وَمَا مَثٰ اِلٰهَةً مَّقَامَ مَعْلُوْمٍ - (آيت : ١٦٢) ص : ٢٢٤

وَاَمْرٌ سَلْنٰهُ اِلَى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ - (آيت : ١٢٤) ص : ٥١٩

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا (آيت : ١٠٢-١٠٥) ص : ٥٣٠

أَتَى ذَاهِبَ إِلَى رَبِّي سَيَّهْدِين - (آيت : ٩٩)

ص : ٥٢٨

## سُورَةُ ص

فَسَجِدَ لِلْمَلِكَةِ كُلِّهِمْ اجْمَعُونَ - (آيت : ٤٣)  
 وَادْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَاسْحُقْ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ - (آيت : ٢٥) ص : ١١٠  
 يَدَاؤُدَانَا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ - (آيت : ٢٦) ص : ٢٠٠ - ٥٣٠  
 أَنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعُشِيِّ وَالْأَشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مُحْشُورَةً كُلِّ لَه  
 أَوَّاب - (آيت : ١٨ - ١٩) ص : ٢٠٠  
 فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرٍ رَاحٍ حَيْثُ أَصَاب - (آيت : ٣٦) ص : ٢٠٠  
 وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَيِّنَةٍ وَغَوَّاصٍ - (آيت : ٣٤) ص : ٢٠٠ - ٢٢٢  
 وَآخِرِينَ مَقْرَنِينَ فِي الْأَصْفَادِ - (آيت : ٣٨) ص : ٢٠٠  
 هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ - (آيت : ٣٩) ص : ٢٠٠  
 وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ - (آيت : ٢٦) ص : ٥٥٠  
 حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ - (آيت : ٣٢) ص : ٦٢٩  
 مَرَدُّهَا عَلَتْ - (آيت : ٣٣) ص : ٦٢٩

## سُورَةُ الزَّمَر

فِي ظِلْمَتٍ ثَلَاثٌ - (آيت : ٦) ص : ١١١  
 ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ  
 مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ - (آيت : ٢٩) ص : ١٣٢  
 وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ - (آيت : ٤١) ص : ٢٢٦  
 ثُمَّ نَفَخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ - (آيت : ٦٨) ص : ٢٩٣  
 قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ - (آيت : ٩) ص : ١ - ٦  
 اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا - (آيت : ٢٢) ص : ٦١٨

## سُورَةُ الْمُؤْمِنِ

- كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ - (آيت : ٣٥)  
 أَمْتَابَ اللَّهِ وَحْدَهُ - (آيت : ٨٢)  
 وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ - (آيت : ٦٠)  
 وَاسْتَغْفِرْ لَذَنْبِكَ (آيت : ٥٥) وَمَحْسِنًا <sup>مِنْ أَعْلَى سُلَيْمٍ</sup> (آيت : ١٩)  
 وَمَنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ - (آيت : ٤٨)  
 فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَاسَنَا طَسَّتَ اللَّهُ التَّى قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادَةٍ  
 وَخَسِرَ هُنَاكَ الْكَافِرُونَ - (آيت : ٨٥)  
 ص : ١١٢  
 ص : ١٢٣  
 ص : ٢١٤ - ٥٥٢  
 ص : ٢٣٣  
 ص : ٢٥٤  
 ص : ٢٨٤

## سُورَةُ حَمِّ السَّجْدَةِ

- إِلَيْهِ يَرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ط وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْبَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى  
 وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ - (آيت : ٣٤)  
 وَأَنَّهُ لَكُتِبَ عَلَيْهِ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ - (آيت : ٢١-٢٢)  
 ص : ٢١٢  
 إِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ - (آيت : ١٢) ص : ٢١٣ - ٢١٦  
 وَقَضَيْنَا لَهُمْ قُرْآنًا فَرِيقَيْنِ لَّهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ - (آيت : ٢٥) ص : ٢١٢  
 قَالَتِ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لِيَسْبَحُنَّ لَهُ - (آيت : ٣٨) ص : ٢٢٤  
 أَنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ - (آيت : ٣٦) ص : ٢٢٨  
 فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ ضُغَّةً مِثْلَ ضُغَّةِ عَادٍ وَثَمُودَ - (آيت : ١٣) ص : ٣٠٣  
 إِلَّا أَنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ ط إِلَّا أَنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ - (آيت : ٥٢) ص : ٣٠٢  
 أَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ أَنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ - (آيت : ٢٠) ص : ٣١١

## سُورَةُ الشُّورَى

- وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ - (آيت : ٣٠) ص : ١٢٠

- مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكُتُبُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْتَهُ تَوْحِيدًا (آيت: ٥٢) ص: ٢٢٦  
 لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ - (آيت: ١١) ص: ٣٥١ - ٢٢٢  
 فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ - (آيت: ٤) ص: ٢٢٠ - ٢٢٢ - ٢٢٥  
 قُلْ لَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى - (آيت: ٢٣) ص: ٢٢٨  
 أَمَرَ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ - (آيت: ٢١) ص: ٢٣٠

## سُورَةُ الزَّخْرَفِ

أَنَّهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةً رَبِّكَ طَنَحْنَاهُمْ فَبَيْنَهُمْ مَعِشْرَتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - (آيت: ٣٢)

- ص: ٢٠٨  
 ص: ٢٢٣  
 ص: ٢٢٢  
 ص: ٥٣٥  
 قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ - (آيت: ٨١)  
 وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ - (آيت: ٨٢)  
 وَقِيلَ لَهُ يَرْبِّ إِنَّا هُمْ لَأَيُّومُنَّ - (آيت: ٨٨)  
 وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ -  
 ص: ٢١٣ (آيت: ٨٦)

## سُورَةُ الْحَاجَّةِ

أَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ  
 وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غَشَاةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ - (آيت: ٢٣) ص: ٥٨٨

## سُورَةُ الْحَقَّافِ

- ص: ١٠١  
 كَتَبَ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً - (آيت: ١٢)  
 قَالُوا يَقُومُنَا إِنَّا سَمِعْنَا كُتُبًا أَنْزَلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ - (آيت: ٣٠)  
 ص: ٢١٢  
 ص: ٢١٣  
 ص: ٥٢٣  
 إِذَا نَذَرَ قَوْمُهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَّتِ النَّذْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ - (آيت: ٢١)  
 فَأَصْدُرْكُمْ أَصْدَارًا أُولَئِكَ الْغُرُ - (آيت: ٣٥)

## سُورَةُ مُحَمَّدٍ ﷺ

ص: ١٣٨

وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ. (آيت: ٣٣)

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. (آيت: ١٩)

ص: ٢٣٥ - ٢٦٢ - ٢٦٩ - ٥٥١

ص: ٢٣٥

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلِّبَكُمْ وَمُتَوَلِّكُمْ. (آيت: ١٩)

## سُورَةُ الْفَتْحِ

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ.

ص: ١٣١ - ٣٢٢ - ٣٩٤ - ٥٨٣

(آيت: ٨ - ٩)

إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَ اللَّهَ يَدِ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (آيت: ١٠)

ص: ١٣٢ - ١٣٤ - ١٣٨

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. (آيت: ١٨) ص: ١٣٥ - ١٣٤

ص: ١٩٤

فَمَنْ نَكَثَ فَنَامَا يَنْكُثْ عَلَى نَفْسِهِ. (آيت: ١٠)

ص: ٣٥٦

كُزْمَعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً فَأَرْسَاهُ فَاسْتَغْلَطَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقِهِ. (آيت: ٢٩)

ص: ٢٢٦ - ٢٥٨

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. (آيت: ٢)

لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

ص: ٢٥٨

يَكْفُرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا. (آيت: ٥)

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

ص: ٢٦٢ - ٥٢٩

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا. (آيت: ٢٨)

ص: ٢٦٩

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ. (آيت: ٢٩)

ص: ٢٩٢

يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ. (آيت: ١٥)

ص: ٥٢٨

وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا. (آيت: ٢٠)

ص: ٥٥١

وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا. (آيت: ٣)

وَلَا رَجَالَ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءً مُؤْمِنَاتٍ لَمْ يَعْلَمُوا أَن تَطَّوَّهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ

فَوَافِقُ

معرفة بغير علم ليدخل الله في رحمته من يشاء؟ لوتزيتوا العذبنا الذين  
كفروا منهم عذاباً أليماً (آيت : ٢٥)  
أنا فتحنا لك فتحاً مبيناً - (آيت : ١)

ص : ٢٠٤

ص : ٢٠٥

## سورة الحُجرات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ  
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (إلى قوله تعالى) لَهُمْ مَغْفِرَةٌ  
وَاجْرُءُ عَظِيمٍ - (آيت : ٢ - ٣)

ص : ٢٠٤

ص : ٢١٥

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ - (آيت : ١)

ص : ٢٢٥

أَنَّ الَّذِينَ يَغْضَوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أَلَا هِيَ (آيت : ٣)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنَا خَلَقْتُكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْتُكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ

عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (آيت : ١٣) ص : ٢٢٨ - ٣٢٥ - ٢٢٩ - ٥٦٥

ص : ٢٢٤

أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى - (آيت : ٣)

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا بِمَا نَدَّعَى وَلَكِنْ قُلُوبُنَا لَمْ تَقْنَعْ قُلُوبُهُمْ لِلتَّقْوَى - (آيت : ١٣)

ص : ٥٩٢

قُلُوبَكُمْ - (آيت : ١٣)

## سورة ق

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ - (آيت : ٣٩) ص : ١٨٦

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ يُبْدِئُهَا وَزَيِّتُهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ - (آيت : ٦)

ص : ١٩٤

ص : ٣٤٤ - ٣٨٦

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ جَبَلِ الْوَرِيدِ - (آيت : ١٦)

ص : ٢٠٠

مَا يَبْدُلُ الْقَوْلَ لَدَيَّ - (آيت : ٢٩)

قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتَهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَ

قَدْ قَدِمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ مَا يُبْدِلُ الْقَوْلَ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ (آيت : ٢٤ تا ٢٩)

ص : ٢١١



## سُورَةُ الذَّرِيَّتِ

- والأرض فرشتها فنعم المهدون - (آيت : ٢٨)  
 فما استطاعوا من قيام وما كانوا منتصرين - (آيت : ٢٥)  
 هل أتاك حديث ضيف إبراهيم المكرمين - (آيت : ٢٢)  
 وبشره بغلام عليم - (آيت : ٢٨)

## سُورَةُ الطَّوْرِ

- يؤميدعون الى نار جهنم دعا - (آيت : ١٣)  
 افسح هذا امر انتم لا تبصرون - (آيت : ١٥)  
 والبحر المسجور - (آيت : ٦)  
 يؤميدعون الى نار جهنم دعا هذه النار التي كنتم لها تكذبون افسح  
 هذا امر انتم لا تبصرون - (آيت : ٣ تا ١٥)  
 ص : ١٥٥  
 ص : ١٥٥  
 ص : ١٩٥  
 ص : ٢٠٢

## سُورَةُ النَّجْمِ

- هو اعلم بكم اذ انشأكم من الارض واذا انتم اجنّة في بطون امهتكم فلا تزكوا  
 انفسكم هو اعلم بين اتقى - (آيت : ٣٢)  
 ان هي الا اسماء ستينوها انتم واباؤكم ما انزل الله بها من سلطان - (آيت : ٢٣)  
 ص : ١٥٣  
 ص : ١٥٢  
 ص : ٣٠٦  
 ص : ٥٥٠  
 ص : ٥٥٢  
 ص : ٦٣٨  
 وآتاه اهلك عاد الاولى وثمود فما بقی - (آيت : ٥٠ - ٥١)  
 ان ربك واسع المغفرة - (آيت : ٣٢)  
 وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى - (آيت : ٣ - ٤)  
 عند سدرة المنتهى عند حاجّة البأوى - (آيت : ١٢ - ١٥)  
 والنجم اذا هوى - (آيت : ١)

## سُورَةُ الْقَمَرِ

أَقْرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ - (آيت ١٠)  
 ص: ٢٢٥ - ٢٤١  
 إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدٍ صَدُوقٍ عِنْدَ مُلِكٍ مُّقْتَدِرٍ - (آيت ٥٣-٥٥)  
 ص: ٢٢٩ - ٢٨٣  
 وَكُلٌّ صَغِيرٌ وَكَبِيرٌ مُسْتَطَرٍّ - (آيت ٥٣)  
 ص: ٢١٢

## سُورَةُ الرَّحْمَنِ

الرَّحْمَنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ - (آيت ١-٤)  
 ص: ١١٠  
 كُلٌّ مِنْ عَلَيْهَا فَأَنْوَيبُ وَجْهِ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ - (آيت ٢٩-٣٠)  
 ص: ١٥٢  
 الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ - (آيت ٥)  
 ص: ١٩٣

## سُورَةُ الْحَدِيدِ

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ - (آيت ٢١)  
 ص: ١٧٣ - ٥٣٩  
 يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ - (آيت ١٢)  
 ص: ٢١٥  
 وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ  
 أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ - (آيت ١٩)  
 ص: ٣٢٢ - ٣٩٢  
 لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلٍ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ  
 أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَتْلِهِ ۚ وَكُلًّا وَعدَّ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ -  
 (آيت ١٠) ص: ٣٢٢ - ٣٥٢ - ٣٩١ - ٣٩٣ - ٢٠١ - ٢٠٢ - ٢٠٣ - ٢٠٤ - ٣٠٤  
 - ٢٢٤ - ٢٢٨ -  
 هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ (آيت ٢)  
 ص: ٣٥٤  
 وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ - (آيت ٢)  
 ص: ٣٨٤

## سُورَةُ الْمَجَادِلَةِ

- أَن أَمَّهُتْهُمْ آلَافٌ وَلَدَنَهُمْ - (آيت : ٢) ص : ٦٣
- يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ - (آيت : ١١) ص : ١١٠
- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِمْوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ - (آيت : ١٢) ص : ٢١٥
- عَاشِقْتُمْ أَنْ تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ - (آيت : ١٣) ص : ٢١٥
- لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) إِلَّا أَنْ حَزَبَ اللَّهُ هُمْ الْمُفْلِحُونَ - (آيت : ٢٢) ص : ٥٤٦

## سُورَةُ الْحَشْرِ

- وَمَا أَتاكمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا - (آيت : ٤) ص : ١٢٨
- وَلَكِنْ اللَّهُ يَسْلُطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ - (آيت : ٦) ص : ٢٠٠
- أُولَئِكَ هُمُ الصَّدَاقُوتُ - (آيت : ٨) ص : ٢٨٨
- الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ - (آيت : ٢٣) ص : ٣٥١
- لَا يَسْتَوِي اصْطَحِبُ النَّارَ وَاصْطَحِبُ الْجَنَّةَ اصْطَحِبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ - (آيت : ٢٠) ص : ٥٦٣
- وَيَتَصَرَّوْنَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ - (آيت : ٨) ص : ٦٣٤

## سُورَةُ الْمُتَحَنِّةِ

- يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايَعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِهَتَّانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَ أَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْمِيْنَكَ فِي مَعْرُوفٍ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ - (آيت : ١٢) ص : ١٣٤ - ٢١٥

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) تَسْرُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَةِ  
وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا خَفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ سَاءَ السَّبِيلُ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

بصير - (آيت : ٣٦١)

ص : ٥٤٨

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) وَمَنْ يَتَوَلَّ فَاتُ اللَّهِ هُوَ

ص : ٥٨٤

الغنى الحميد - (آيت : ٦٦٢)

## سُورَةُ الصَّفِّ

مَّصَدَقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ

ص : ٥١٢ - ٢١٢

احمد - (آيت : ٦)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا

ص : ٢٨٠

مَا لَا تَفْعَلُونَ - (آيت : ٢ - ٣)

## سُورَةُ الْجُمُعَةِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَادَى لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ -

ص : ٢٠٥

(آيت : ٩)

ص : ٢٠٥

وَذَرُوا الْبَيْعَ - (آيت : ٩)

ص : ٢٢٣

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ - (آيت : ٢)

ص : ٢٦٣

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ - (آيت : ٢)

مِثْلَ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمِثْلِ الْحَمَارِ يَحْمِلُ سِفَارًا إِبْرَئِيلَ

مِثْلَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بَايَاتِ اللَّهِ وَآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ - (آيت : ٥) ص : ٥٨٩

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

ص : ٦١١

وَالْحِكْمَةَ (إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ - (آيت : ٢ تا ٢٢)

## سُورَةُ الْمُتَفِقُونَ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّاسُكُمْ وَسُوءُ مَا يُبْدُونَ

ص : ١٥٩ - ٢٦٣

وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ - (آيت : ٥)

هَمَّ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تَنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا - (آيت : ٤) ص : ٢٢٦  
 ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ - (آيت : ٣) ص : ٢٣٠  
 نَشْهَدُ أَنَّكَ لِرَسُولِ اللَّهِ - (آيت : ١٠) ص : ٢٨٩  
 وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّكَ لِرَسُولِهِ ط وَاللَّهُ لِيَشْهَدَ أَنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ - (آيت : ١) ص : ٢٨٩  
 لَئِنْ أَرْجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ - (آيت : ٨) ص : ٥٢٢  
 وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ - (آيت : ٨) ص : ٥٢٢-٥٢٥  
 إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّكَ لِرَسُولِهِ ط  
 وَاللَّهُ لِيَشْهَدَ أَنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ - (آيت : ١) ص : ٥٩٢

## سُورَةُ الطَّلَق

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا - (آيت : ١٢) ص : ١١١ - ٣٤٢  
 وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ - (آيت : ٢-٣) ص : ١٦٢

## سُورَةُ التَّحْرِيمِ

قُوَّ أَنْفُسَكُمْ وَآهْلِيكُمْ نَارًا - (آيت : ٦) ص : ١٣٢  
 يَوْمَ لَا يَخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ -  
 (آيت : ٨) ص : ٥٢٨-٢٥٩-٢١٥  
 أَذْكَاتٌ رَبَّتْ أَبْنَاءَ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ - (آيت : ١١) ص : ٢٢٤  
 فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ -  
 (آيت : ٢) ص : ٥٢٩-٤١٨-٦٣٤

## سُورَةُ الْمَلِكِ

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ - (آيت : ٢) ص : ١٢٢  
 وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ه قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ  
 مُبِينٌ - (آيت : ٢٥-٢٦) ص : ١٥٢

- ص: ١٩٢ (آيت: ١٢) **الّٰيَ عَلَّمَ مَنِ الْخَلْقَ وَهُوَ اللّٰطِيفُ الْخَبِيرُ**  
 ص: ٣٤٢ (آيت: ١٩٠) **اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ**  
 ص: ٣٨٢ (آيت: ١٦٠) **وَآمَنْتُمْ مِّنْ فِى السَّمَاءِ**  
 ص: ٣٨٢ (آيت: ١٤٠) **اَمْ اَمْنْتُمْ مِّنْ فِى السَّمَاءِ**

## سُورَةُ الْقَلَمِ

- ص: ١٢٤ (آيت: ٢٠) **سَلِّمُوا عَلَيْهِمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ مُرْسِلِهِمْ**  
 ص: ٢٢٤ (آيت: ٣٢) **اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتِ النَّعِيْمِ**  
 ص: ٥٣٩ (آيت: ١٠-٢) **قَالُوا الْقَلَمُ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ**  
 ص: ٥٣٩ (آيت: ٣) **اِنَّكَ لَاجْرًا غَيْرَ مَسْنُوْنٍ**  
 ص: ٥٣٩ (آيت: ٢٠) **وَاِنَّكَ لَعَلٰى خَلْقٍ عَظِيْمٍ**  
 ص: ٥٢٠ (آيت: ٥-٦) **فَسَتَبْصُرُ وَيَبْصُرُوْنَ بِاَيِّكُمْ الْمَفْتُوْنَ**  
 ص: ٥١٥ (آيت: ٣٣) **كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَالْعَذَابُ الْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ**

## سُورَةُ الْمَعَارِجِ

- ص: ٢٨٢ (آيت: ١٥-١٦) **اِنَّهَا لَظَىٰ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى**  
 ص: ٥٠١ (آيت: ١١) **مِّنْ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ**

## سُورَةُ نُّوحٍ

- ص: ١٩٠ (آيت: ١٩) **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا**  
 (آيت: ٢٨) **رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ**  
 ص: ٢٣٤ (آيت: ١٦) **وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِمْ نُوْرًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا**

## سُورَةُ الْحَجْنِ

وَمَتَادُونَ ذَلِكَ - (آيت ١١) : ص ١٠٢  
 عَلَّمَ الْغَيْبَ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَاتَّه بِسَلْكَ مِنْ  
 بَيْنَ يَدَيْهِ وَمَنْ خَلْفَهُ مِنْ صِدْقٍ - (آيت ٢٦ - ٢٤)

ص ٢١٥ - ٣٢٣ - ٢٠٢ - ٢٢٠ - ٢٥٣ - ٢٣٦

## سُورَةُ الْمَزْمَلِ

طَعَامًا ذَا غَصَّةٍ - (آيت ١٣) : ص ٩٦  
 أَنَا سَلَقْتُ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا - (آيت ٥) : ص ٥٢٢  
 يَأْتِيهَا الْمَزْمَلُ هَ قَمِ الْبَلِيلُ - (آيت ١٠ - ٢) : ص ٥٣٠ - ٥٣١

## سُورَةُ الْمُدَّثِّرِ

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ - (آيت ٣١) : ص ١٥٢  
 يَأْتِيهَا الْمُدَّثِّرُ هَ قَمِ فَانذُرْ - (آيت ١ - ٢) : ص ٥٣٠ - ٥٣١

## سُورَةُ الْقِيَمَةِ

أَنَا عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقَرَأْنَهُ - (آيت ١٤) : ص ٩٠ - ٨٣  
 وَجْهَ يَوْمَئِذٍ نَاضِرًا ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ - (آيت ٢٣ - ٢٢) : ص ١٥٥

## سُورَةُ الذَّهَرِ

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا - (آيت ٢) : ص ١٢٦

## سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ - (آيت ٥٠) : ص ١٢٣



## سُورَةُ النَّبَاِ

ص: ١٢٠

وَالْجِبَالِ اَوْتَادًا - (آيت ٤٠)

ص: ١٦٣ - ١٨٩

الْمَنْ جَعَلَ الْاَرْضَ مَهْدًا - (آيت ٦٠)

ص: ٣٣٤

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا - (آيت ١٠)

## سُورَةُ الزُّرْعَاتِ

ص: ١٩٩ - ٢١٢ - ٢٣٠

فَالْمَدْبُرَاتِ اِمْرًا - (آيت ٥)

## سُورَةُ التَّكْوِيْرِ

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ هٗ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ هٗ مَطَاعٌ ثَمَّ اٰمِيْنٍ - (آيت ٢١٩) ص: ١٩٩

ص: ٢٢٠ - ٢١٠

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ - (آيت ٢٩)

ص: ٣٢٣ - ٣٢٠ - ٣٢١

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ - (آيت ٢٢)

ص: ٥٠٩

فَلَا اَقْسَمُ بِالْخَنَسِ هٗ الْجَوَارِ الْكُنَسِ - (آيت ١٥١ - ١٦)

## سُورَةُ الْمَطَفِِّيْنَ

ص: ٢٢٠

كَذٰلِكَ رَاٰنَ عَلَىٰ قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ - (آيت ١٢)

## سُورَةُ الْبُرُوْجِ

ص: ٣٤٢

وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مَّحِيْطٌ - (آيت ٢٠)

## سُورَةُ الطَّارِقِ

ص: ٢٣٢

اِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لِّمَّا عَلِيْهَا حَافِظٌ - (آيت ٢)

ص: ٢٣٨

وَمَا اَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۚ النُّجُومُ الثَّاقِبُ - (آيت ٢ - ٣)

## سُورَةُ الْأَعْلَى

يَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلِي النَّارَ الْكُبْرَى - (آيت : ١١ - ١٢)  
سَنَبِّحُ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى - (آيت : ١)

ص : ٢٨٢

ص : ٣١٨

## سُورَةُ الْغَاشِيَةِ

عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ۝ تَصْلِي نَارًا حَامِيَةً - (آيت : ٣ - ٤)

ص : ٥٤٣

## سُورَةُ الْبَلَد

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا - (آيت : ١٤)  
لَا أَقْسَمُ بِهِذَا الْبَلَد ۝ وَأَنْتَ حَلَّ بِهَذَا الْبَلَد - (آيت : ١٠ - ٢)

ص : ٣٤١

ص : ٥٣٥

## سُورَةُ الْاِيل

وَسَيَجْزِيهَا الْاَتَقَى ۝ الَّذِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِحَدِّ عُنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝  
الْاِبْتِغَاءُ وَجْهَ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَى - (آيت : ١٤٠ تا ٢١١) ص : ٢٥١ - ٣٠٢ - ٣٣٢ - ٣٢٩  
فَأَنْذَرْتُكَ نَارًا تَلْقَى ۝ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَبَ وَتَوَلَّى - (آيت : ١٦ تا ١٧)

ص : ٢٨١ - ٢٩٢ - ٣٠٢

ص : ٢٢٠

ص : ٢٢٠

فَسَيَسِّرُهُ لِّلْيسْرَى - (آيت : ٤٠)

فَسَيَسِّرُهُ لِّلْعُسْرَى - (آيت : ١٠)

## سُورَةُ الضُّحَى

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ - (آيت : ١١) ص : ١٣١ - ١٣٣ - ٣٢٢ - ٣٩٥ - ٣٩٦  
وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولَى - (آيت : ٢) ص : ٢٥٩ - ٥٢٠  
وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى - (آيت : ٥) ص : ٢٥٩ - ٥٢١ - ٥٢٩ - ٥٦٠  
وَالضُّحَى ۝ وَاللَّيْلُ إِذَا سَجَى - (آيت : ١ - ٢) ص : ٥٢٠

ص: ٥٢٠

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى (آيت ٣)

ص: ٥٢١

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى - (آيت ٦)

## سُورَةُ الْاَنْشُرَاحِ

ص: ١٣٠ - ٥٥١

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ - (آيت ٢)

ص: ٥٥٣

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ - (آيت ١)

## سُورَةُ الْعَلَقِ

ص: ١١٠ - ٢٢٥

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ - (آيت ٥)

ص: ٣٨٦

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ - (آيت ١٩)

اَمْ اُرَايْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا اِذَا صَلَّاهُ اَمْ اُرَايْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى اَوْ اَمْرًا بِالتَّقْوَى -

ص: ٢٣٢

(آيت ٩ تا ١٢)

## سُورَةُ الْبَيِّنَةِ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ هَٓٓٓ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ - (آيت ٦ - ٤)

ص: ٥٤٠

## سُورَةُ الْعَصْرِ

ص: ٥٣٥

وَالْعَصْرِ - (آيت ١)

## سُورَةُ الْهُمَزَةِ

ص: ١٥٢

تَطْلُعُ عَلَى الْاَفْقِ دَاخِلَةٌ - (آيت ٤)

ص: ١٥٥

فِيْ عَمْدٍ مَّتَدَّةٍ - (آيت ٩)

## سُورَةُ الْقُرَيْشِ

ص: ٢٦٥

سَاحِلَةُ الشَّتَاءِ وَالصَّيْفِ - (آيت : ٢)

## سُورَةُ الْكَوْثِرِ

ص: ٥٢٢

أَنَا أَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ - (آيت : ١)

ص: ٥٢٣

فَقَصِّلْ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرِ - (آيت : ٢)

ص: ٥٢٣

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ - (آيت : ٣)

## سُورَةُ الْلَّهَبِ

ص: ٥٢٢

تَبَّتْ يُدَى ابْنِ الْلَهَبِ وَتَبَّ - (آيت : ١)

ص: ٥٢٢

مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ - (آيت : ٢)

ص: ٥٢٢

سَيَصْلَىٰ نَارًا إِذَا تَلَهَبَ - (آيت : ٣)

ص: ٥٢٢

وَأَمْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ - (آيت : ٤)

ص: ٥٢٢

فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ - (آيت : ٥)

## سُورَةُ الْاٰخِلَاصِ

ص: ٣٥١

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ - (آيت : ٢)





## فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶

(۱) متبثی بنانے کے بارے میں فرمایا:

رہا متبثی کرنا، وہ شرعاً کوئی چیز نہیں،

قال الله تعالى ان امهتہم الا الٰہی ولدنہم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

(فتاویٰ رضوی ج ۲۶ ص ۹۲)

(۲) زیدادائیگی مہر سے قبل فوت ہو گیا۔ زوجہ تقسیم مہر جبکہ ورثہ تقسیم ترکہ چاہتے ہیں۔ اس مسئلہ کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا،

ادارہ مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہے جب تک مہر ادا یا معاف نہ ہو لے کوئی وارث کچھ نہیں پاسکتا جبکہ اس کی مقدار ترکہ سے زائد ہے۔

”قال تعالیٰ من بعد وصیۃ توصون بہا اودین بھ“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس وصیت کے بعد جو تم کو جاؤ اور قرض کے بعد۔ (ت)

مگر عین جائداد کا مہر میں دیا جانا ضروری نہیں ورثہ کو اختیار ہے کہ مہر اپنے پاس سے ادا کریں اور جائداد تقسیم ترکہ کے لئے بچالیں یا جائداد بیچ کر ادائے مہر میں صرف کی جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۹۶)

(۳) ارث جبری ہے ساقط نہیں ہو سکتی نیز بیٹیوں اور شوہر کے حصہ شرعی کے بارے میں فرمایا،

یہاں تک کہ نہ مانگنا درکنار اگر وارث صراحتہ کہہ دے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اس کی

۱۵ القرآن الکریم ۴/۲۴

۱۶ ۲/۵۸

۱۷ ۱۲/۴

ملک زائل نہ ہوگی تو شاہ محمد عیسیٰ کے ترکہ میں بشرط عدم مانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت، ہر دختر سات سهام سے ایک سهم کی مالک ہوتی اور ہر دختر کے متروکہ سے بشرط مذکورہ اگر لاولد تھی شوہر نصف ورنہ ربع کا جس کے ثبوت میں دو آیہ قرآنیہ :

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)  
 وقوله تعالیٰ "ولکم نصف مما ترک انما واکم ان لم یکن لہن ولد فان کان لہن ولد فلکم الربع ما ترکن من بعد وصیة یوصین بہا و دین"۔

اور اس کا فرمان ہے، اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارے چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر۔ (ت)  
 اشباہ میں ہے،

لا یدخل ملک الانسان شیئ بغیر اختیارہ الا الاراث اتفاقاً۔

انسان کی ملکیت میں اس کے اختیار کے بغیر کوئی شے داخل نہیں ہوتی مگر میراث بالاتفاق داخل ہوتی ہے الخ (ت)  
 اسی میں ہے،

لو قال الوارث توکت حق لی یبطل حقہ اذا الملك لا یبطل بالترک  
 اگر وارث نے کہا کہ میں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے تو اس کا حق باطل نہیں ہوگا کیونکہ ملک چھوڑ دینے سے باطل نہیں ہوتا۔ (ت)  
 (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۱۱۳، ۱۱۴)

(۴) عورت لاولد فوت ہوتی جس کا مہر شوہر کے ذمہ ہے تو کیا شوہر (زید) اس واجب الادا مہر میں سے نصف حصہ پاسکتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :  
 صورت مستفسرہ میں ضرور نصف مہر ذمہ زید سے ساقط ہوا نہ بمعنی عدم وجوب راساً کہ مہر بعد تاکہ

۱۱/۴ لہ القرآن الکریم

۱۲/۴ " "

۲۰۲/۲ ۳۱ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارة القرآن کراچی

۱۶۰/۲ ۳۲ " " " " احکام النقد " " " " " "

بالموت باین معنی قابلیت سقوط نہیں رکھتا اور غایت مذکورہ میں اگر کچھ نقص آتا تو اسی صورت سے، بلکہ معنی تملک بخلافت و وراثت زوجہ لقولہ تعالیٰ "ولکم نصف ما ترک امرؤا جکم ان لہ یکن لہن وللا" (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے "اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں ان میں سے تمہیں ادا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو۔) اور شک نہیں کہ مہر بھی متروکہ زوجہ میں داخل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۱۴۸)

(۵) زید فوت ہوا، ایک بیوی اس کی فوت ہو چکی ہے دوسری زندہ ہے، مہر دونوں کا واجب الادا ہے، زید کی اولاد بھی ہے، اور ترکہ سے پورا مہر بھی ادا نہیں ہو سکتا، تو اب حکم شرعی کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں دونوں مہر اور اسی طرح اور جو دینِ ذمہ زید ہو حصہ رسد ادا کریں، پہلی بی بی اس سبب سے کہ اس کا نکاح پہلے ہوا پہلے پانے کی (کہ جب تک اس کا مہر ادا نہ ہو لے زوجہ ثانیہ کا بقیہ مہر یا اور کسی دائن کا دین ثابت ادا نہ کیا جائے) ہرگز مستحق نہیں بلکہ وہ سب ایک ساتھ ادا کئے جائیں گے اور جبکہ جائداد اور نہیں کافی نہیں دونوں مہروں اور ہر دین ثابت کو حصہ رسد ادا کیا جائے گا اور جب کچھ نہ بچے ورثہ کچھ بذریعہ وراثت نہ پائیں گے۔

قال اللہ تعالیٰ "من بعد وصیة تو صون بہا و دین"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ اور قرض کے بعد۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۱۵۰)

(۶) عصبہ بنفسہ، خصوصاً اس کی قسم چارم میں جو الفاظ "او عالیہا" ہیں ان کا ماخذ کیا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

ماخذ اس کا کلام اللہ عز وجل و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ:

تعالیٰ:

و ادلو الامر حام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتب اللہ ات اللہ بکل شیء علیم

اور رشتہ والے ایک سے دوسرے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں۔ بیشک اللہ سب کچھ

۱۲/۴ القرآن اکیم

۱۲/۴ " ۱۵

۷۵/۸ " ۱۵



حدیث اول: عبد بن حمید و ابن جریر اپنی تفسیر میں قتادہ سے راوی:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: خبردار وہ آیت جس میں سورۃ انفال ختم کی گئی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو رشتہ والوں کے بارے میں نازل فرمایا کہ ”ان میں سے بعض بعض سے اولیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں“۔ یعنی ہر وہ عصبہ جس میں نسبی رشتہ جاری ہو۔ یہ مختصر ہے (ت)  
حدیث دوم: احمد و بخاری و مسلم و ترمذی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فرائض ذوی الفروض کو دو، اور جو بیچ جائے وہ قریب ترین مرد کے لئے۔ (ت)

ما من مؤمن الا وانا اولى به في الدنيا والاخرة اقرءوا ان شئتم النبي اولى بالؤمنين  
من انفسهم فايما مؤمن مات وترك مالا فليورثه عصبته من كانوا ومن ترك ديناً او ضياءً  
فليأتني فانا مولاه، والحديث عند الشيخين واحمد والنسائي وابن ماجه وغيرهم عنه نحوه.  
کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ میں دُنیا و آخرت میں اس کا ولی ہوں، اگر تم چاہو تو آیت پڑھو "یہ نبی (صلی اللہ

كتاب التفسير سورة الاحزاب " " " ٤٥/٢

تعالیٰ علیہ وسلم) مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ پس جو کوئی مومن مر گیا اور اس نے کوئی مال چھوڑا تو وہ اس کے قریبی وارثوں اور عصبہ کے لئے ہے جو بھی وہ ہوں، اور جس نے قرض یا کمزور اولاد چھوڑی ہو تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا مولیٰ ہوں۔ اور یہ حدیث شیخین، امام احمد اور نسائی وغیرہ کے نزدیک ثابت ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

(۷) کیا عصبات نسبی کا غیر موجود ہونا ممکن ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا، ہرگز ناممکن نہیں بلکہ بارہا واقع ہوا اور خود زمانہ رسالت میں ہوا، اور اب واقع ہے اور عادتہ واقع ہوتا رہے گا۔

**اولاً** فرض کیجئے مجھس وہندو و نصاریٰ یہود وغیرہم کفار کی اقوام سے ایک شخص مسلمان ہوا اور اس کے باقی رشتہ دار اپنے کفر پر ہیں ان میں ان کا عصبہ نسبی کون ہے کوئی نہیں۔  
قال اللہ تعالیٰ انہ لیس من اہلک انہ عمل بغیر صالح لے  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۱۵۸)

(۸) کسی کا منہ بولا بیٹا اپنے حقیقی باپ کے ترکہ سے پائے گیا نہیں۔ اس کے بارے میں فرمایا،  
پسر خواندہ نہ جنیں کس را پسر میشود نہ خود بے علاقہ از پدر ان الحقائق لا تغیر، شرعاً وارث پدرست نہ اینکس دیگر، خواستہ اش حسب خواستہ است کہ وصیت کرد بدست متبنی آمدہ باشد ایں وراثت نیست الا لا وصیۃ لوارث، قال اللہ تعالیٰ ”وما جعل ادعیاءکم ابناءکم“ الی قولہ تعالیٰ ”ادعوہم لابنائہم“  
ہو اقسط عند اللہ الایۃ، وقال اللہ تعالیٰ ”یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین“  
نیست خاصہ متبنی کسیہ از موانع ارث ارث پسر از پدر و هذا اظہر من ان یتظہر۔  
منہ بولا بیٹا نہ ایسے شخص کا بیٹا ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے باپ سے بے تعلق ہوتا ہے کیونکہ حقیقتوں میں

۱۔ العتہ آن الکریم ۱۱ / ۴۶  
۲۔ سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب الاوصیۃ لوارث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۹  
۳۔ العتہ آن الکریم ۳۳ / ۵۰  
۴۔ ۱۱ / ۴

تغیر نہیں ہوتا۔ شرعی طور پر وہ اپنے باپ کا وارث ہے نہ کہ اس دوسرے شخص کا جس نے اُس کو منہ بولا بیٹا بنایا ہے۔ اگر دوسرا شخص چاہے تو منہ بولے بیٹے کے حق میں وصیت کر دے تاکہ اس کا مال اس کے منہ بولے بیٹے کے ہاتھ میں آجائے۔ اور یہ وراثت نہ ہوگی۔ خبردار وارث کے لئے وصیت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پاکوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا“ (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک) ”انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے“ الایہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں“ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ ”اور کسی کا منہ بولا بیٹا بن جانا اس کے لئے باپ کی میراث سے مانع نہیں ہوتا۔ اور یہ بات سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۱۷۸، ۱۷۹)

(۹) نافرمان اولاد سخت گنہگار ہے مگر نافرمانی کی وجہ سے میراث سے محروم نہ ہوگی اگرچہ والدین لکھ دیں۔

اس مسئلہ میں ارشاد فرمایا،

اگر اللہ عز وجل والدین کو راضی کر کے اس کا گناہ معاف نہ فرمائے تو اس کی سزا جہنم ہے والعیاذ باللہ، مگر میراث پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا، نہ والدین کا لکھ دینا کہ ہماری اولاد میں فلاں شخص عاق ہے ہمارا ترکہ اسے نہ پہنچے اصلاً و جبراً محرومی ہو سکتا ہے کہ اولاد کا حق میراث قرآن عظیم نے مقرر فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ”یوصیکم اللہ فی ادلائکم للذکر مثل حظ الانثیین۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ

دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)

والدین خواہ تمام جہان میں کسی کا لکھا اللہ عز وجل کے لکھے پر غالب نہیں آ سکتا و لہذا تمام کتب فرائض

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۱۸۱، ۱۸۲)

فقہ میں کسی نے اسے موافق ارث سے نہ گنا۔

(۱۰) مولوی عبدالحی کھنوی کے ایک فتویٰ کی رو سے بہن کو بیوی کا حصہ نکال کر نصف باقی ملنا لازم آتا ہے،

اعلحضرت علیہ الرحمہ مولوی صاحب کی اس لغزش کی نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

اس تقریر پر بہن کا حصہ نصف باقی بعد فرض الزوج ہو جائے گا یعنی زوجہ کا حصہ نکال کر جو بچا

اس کا آدھا، حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا۔

قال اللہ تعالیٰ ”ان امرؤ اھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا

نصف ما ترک ۛ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترک میں اس کی بہن کا آدھا ہے۔ (ت)

لا جرم یہ سراسر غلط اور حسب تصریح علمائے کرام خلاف اجماع ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۲۱۵، ۲۱۶)

(۱۱) شوھر مقروض کے ترک سے بیوی اپنا آٹھواں حصہ الگ کر کے دیون دوسرے وارثوں کے سہام پر ڈالنا چاہتی ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد فرمایا،

عورت کا مہر اگر باقی ہے تو وہ بھی مثل سائر دیون ایک دین ہے اس کے ذریعہ سے حصہ رسد ثمن میں نصف ثلث کم زائد جو کچھ پڑے اپنے لئے بجا سکتی ہے مگر یہ خواہش کہ ترک سے اپنا ثمن حق زوجیت بذریعہ ورثہ جدا کرے اور دیون صرف دیگر ورثہ سہام پڑنے پر محض باطل تغیر حکم شرع ہے۔

قال تعالیٰ "فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بہا و دین ۛ"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان (بیویوں) کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس وصیت کو نکالنے کے بعد جو

تم کر جاؤ اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۲۷۸، ۲۷۹)

(۱۲) ترک میں سے لڑکیوں کو حصہ نہ دینے والوں کے بارے میں فرمایا،

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے اور قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "یوصیکم اللہ فی ادکادکم للذکر مثل حظ الانثیین ۛ"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا

حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)

ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة ۛ

ۛ القرآن الکریم ۴/۱۷۶

ۛ " ۴/۱۲

ۛ " ۴/۱۱

ۛ سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحیف فی الوصیة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸

جو اپنے وارث کو میراث پہنچنے سے بھاگے گا اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث قطع فرما دے گا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۱۴)

(۱۳) باپ کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرنے والی لڑکی اپنے باپ کے ترکہ سے محروم نہیں ہوتی چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا :

پھر اگر غیر کفو کے معنی یہ ہیں کہ جس سے نکاح ہوا وہ مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے باپ کے لئے باعث تنگ و عار ہو تو وہ نکاح برے سے ہوا ہی نہیں محض باطل ہے اگر قربت ہوگی زنا ہوگی ان دونوں مرد و عورت پر فوراً جُدا ہو جانا لازم ہے بایں ہمہ لڑکی ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔

قال الله تعالى يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين ۱۱

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۱۵)

دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

(۱۴) مرتد کی امامت کے بارے میں فرمایا :

اس کی امامت کے کیا معنی جو اس کی اس حالت پر آگاہ ہو کہ اسے قابلِ امامت جانے کا اس کی نماز

درکنار ایمان بھی نہ رہے گا،

لان من شك في عذابه وكفره فقد كفر ۱۲

اس لئے کہ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ (ت)

قال الله تعالى ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار ۱۳

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی (ت)

وقال الله تعالى واما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين ۱۴

۱۱ القرآن الکریم ۱۱/۱۱

۱۲ حسام الحرمین

مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۲

۱۳ الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی

۲۵۶/۱

۱۴ القرآن الکریم ۱۱/۱۱

۱۵ " ۶۸/۶

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۱۸)

(۱۵) کیا زید کے مسلمان بچے زید کی ہندو ماں کو پرورش کے لئے دیئے جاسکتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

زید کی ماں یا کسی ہندو کا اُن میں کچھ حق نہیں۔ قرآن عظیم میں ہے:  
 لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا  
 اور اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنین پر کوئی راہ نہیں دے گا۔ (ت)  
 (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۲۷)

(۱۶) متبّع کرنے اور اس کو وارث بنانے سے متعلق حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:  
 متبّع کرنا اسلام میں کچھ اصل نہیں رکھتا، نہ وہ وارث ہو سکے۔

قال الله تعالى ادعوهم لأبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا آبائهم فاخوانكم في الدين وهو اليكم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انھیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمہارے چچا زاد۔ (ت)  
 (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۳۱، ۳۳۲)

(۱۷) متبّع کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ بیان صحیح ہے تو مولوی یعقوب علی خاں صاحب وزیر خاں کے سپر ہیں، نواب غلام احمد خاں سے کوئی تعلق نہیں، متبّع بنانے کا مسئلہ ہنود کے یہاں ہے شریعتِ مطہرہ نے اسے باطل فرما دیا ہے۔

قال الله تعالى ادعوهم لأبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا آبائهم فاخوانكم في الدين وهو اليكم وقال الله تعالى ما كان محمد اباً احداً من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وقال الله تعالى لكيلا يكون على المؤمنين حرج

فی ازدواج ادعیائہم ینہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمہارے چچ زاد۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لئے پالکوں کی بیویوں میں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۳۳، ۳۳۴)

(۱۸) دنیوی فائدے کے لئے اپنے آپ کو ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانے اور اپنے خاندان کو اس کی طرف منسوب کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

اپنے دنیوی فائدے مال حرام خلاف شرع ملنے کے لئے اپنے آپ کو برخلاف احکام قرآن مجید ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانا معاذ اللہ اپنے کفر کا اقرار کرنا ہے اور اپنے سارے خاندان کی طرف اُسے نسبت کرنا سارے خاندان کو کافر بنانا ہے، ایسے لوگوں کو تجدید اسلام کا حکم ہے پھر از سر نو اپنی عورتوں سے نکاح کریں۔

قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فادلبک ہم الکفر ون۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو اللہ کے آمارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۴۱)

(۱۹) قانونِ شریعت کے بجائے ہندو مذہب کے مطابق میراث لینے اور دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

قال اللہ عز وجل اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُونَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوا بِمَا اَنْزَلَ اِلَیْکَ وَمَا اَنْزَلَ مِنْ قَبْلِکَ یَرِیدُونَ اَنْ یَّتَحٰکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اَمَرُوْا اَنْ یَّکْفُوْا بِهٖ وِیْرِیدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۔

(اللہ عز وجل نے فرمایا:) کیا تم انہیں نہیں دیکھتے جن کا زبانی دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف آتا رہا اور جو تم سے پہلے آتا رہا، پھر فیصلہ چاہتے ہیں کفر کا، اور انہیں حکم

لہ القرآن الکریم ۳۳/۳۷

۲۲/۵

۶۰/۴

تو یہ تھا کہ اس سے انکار کریں، اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر کے دُور پھینک دے۔  
 جو لوگ شریعتِ مطہرہ کے خلاف میراث مانگیں یا لیں یا بخوشی دیں یا اس میں سعی کریں سب گمراہ  
 ہیں اور عذابِ شدید کے سزاوار، اور اگر اسے پسند کریں تو کھلے کفار۔ بہر حال وہ مال اُن کے لئے حرام و  
 قطعہ نار، اور جو مجبور ہو کر دے وہ مظلوم و معذور۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۴۷)

(۲۰) جس بیٹے کو والد عاق قرار دے دے وہ والد کا وارث بنے گا یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا،  
 اولاد کسی طرح اولاد ہونے سے خارج نہیں ہو سکتی سوا کفر کے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور کسی طرح ترکہ سے  
 محروم نہیں ہو سکتی سوا مانعِ خمسہ معلومہ کے کہ دین مختلف ہو یا دار مختلف یا مملوک ہو یا معاذ اللہ مورث کو قتل کئے  
 یا دونوں کا اس طرح انتقال ہو کہ معلوم نہ ہو ان میں پہلے کون مرا، ان کے سوا وہی عام حکم ہے کہ،  
 یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(۲۱) ایک شخص ایک بیٹی، دو حقیقی بہنیں، چار بھتیجے اور ایک بیوی چھوڑ کر فوت ہوا، اس کے ترکہ  
 کی تقسیم کے بارے میں فرمایا،

صورتِ مستفسرہ میں حسب شرائطِ فرائض ترکہ اس شخص کا سولہ سہام ہو کر دو سہام اس کی زوجہ اور  
 آٹھ سہام دختر اور تین تین سہام ہر بہن کو ملیں گے اور بھتیجے کچھ نہ پائیں گے۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے،  
 فان کانکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم۔

پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان (بیویوں) کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے (ت)

اور فرماتا ہے،

وان کانت واحدة فلہا النصف۔

اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ آدھا ہے (یعنی ترکہ کا نصف)۔ (ت)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

۱۔ القرآن الکریم ۴/۱۱

۲۔ " ۴/۱۲

۳۔ " ۴/۱۱



اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة۔

بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنا دو۔ (ت)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله

اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں۔ (ت)

جو لوگ بیٹیوں اور بہنوں کو ترکہ نہیں دیتے قرآن مجید کے خلاف ہیں، اور جن کا یہ قول ہو کہ ان کو میت کے مال سے کچھ نہیں پہنچتا جس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اُن کا ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا یہ صریح کلمہ کفر ہے، ایسوں پر توبہ فرض ہے نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۵۲، ۳۵۳)

(۲۲) کچھ ہندو مسلمان ہو گئے مگر اسلامی قانونِ وراثت کو نہیں مانتے، ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ اور کیا وہ مسجد کے متولی ہو سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ لوگ ہرگز مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوئے بھی تھے تو دوبارہ وراثت احکام شرعیہ ماننے سے انکار کر کے مرتد ہو گئے، وہ مسجد کے متولی کئے جاسکتے ہیں نہ اوقافِ مسلمین کے۔

قال الله تعالى "فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في

انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۵۴)

(۲۳) زید نے بوقتِ نکاح زوجہ کے لئے مہر معجل رکھا جو بعد از مدتِ طویلہ بواسطہ کچہری ادا ہوا۔ زید کے مرنے کے بعد اس کی زوجہ وارث ہے یا نہیں کیونکہ طلاق کا کوئی ثبوت تقریری و تحریری نہیں ہے۔

۱۵ سنن الدارمی کتاب الفرائض باب فی بنت و اخت حدیث ۲۸۸۴ دار المحاسن للطباعة القاہرہ ۲/۲۵۱

السراجی فی المیراث فصل فی النسار مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۶

۱۵ القرآن الکریم ۸/۷۵

۱۵ " ۴/۶۵

اس سوال کے جواب میں فرمایا :

مہر عجل کا ادا کرنا پیش رخصت ضرور ہوتا ہے اور اگر عورت قبل رخصت نہ مانگے تو جب طلب کرے اس کا ادا کرنا کسی طرح طلاق دینے کی دلیل کیا شبہ بھی نہیں ہو سکتا اور بے ثبوت شرعی طلاق ہرگز نہیں مانی جاسکتی عورت ضرور مستحق میراث ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ولہن الربع مما ترکتم ان لکم ولدان کان لکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا و دین" ۱۷

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے اٹھواں حصہ ہے بعد اس کے جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض نکال کر۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۵۶)

(۲۴) اناث کو ترکہ سے محروم سمجھنے والوں کے بارے میں فرمایا :

اناث کو محروم کرنا حرام قطعی ہے، ہنود کا اتباع اور شریعت مطہرہ سے منہ پھیرنا ہے جبکہ اس میں نابالغوں کا حق مخلوط ہے اور معلوم ہے کہ یہ خالص اپنے حصے سے نہیں کرتے بلکہ کل کو اپنا ہی حصہ جانتے ہیں تو اس میں سے نہ کھانا جائز نہ کچھ لینا۔

قال اللہ تعالیٰ "ان الذین یاکلون اموال الیتیمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا" و سیصلون سعیراً۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نہیں بھرتے مگر آگ اور عنقریب بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۶۶)

(۲۵) ہاروت و ماروت کی حقیقت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

ان کو جن یا انس مانا جائے جب بھی درازی عمر مستبعد نہیں۔ سیدنا خضر و سیدنا الیاس و سیدنا عیسیٰ صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم انس ہیں اور ابلیس جن ہے۔

اور راجح یہی ہے کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں جن کو رب عز و جل نے ابتلائے خلق کے لئے مقرر فرمایا کہ جو سحر سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ :

انما نحن فتنة فلا تكفر  
ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کرو۔  
اور جو نہ مانے اپنے پاؤں جہنم میں جائے اسے تعلیم کریں تو وہ طاعت میں ہیں نہ کہ معصیت میں۔  
بہ قال اکثر المفسرين على ما عثر اليهم في الشفاء الشريف  
اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے جیسا کہ شفاء شریف میں یہی ان کی طرف منسوب ہے (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۳۹۷)

(۲۶) اعراب قرآن کی ایجاد کس سنہ میں ہوئی اور اس کا بانی کون ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا،  
زمین عبدالملک بن مروان میں اس کی درخواست سے مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے شاگرد رشید  
حضرت ابو الاسود دہلی نے یہ کاریگری کیا، بدعتِ حسنہ تھا، اور تمام ممالک عجم میں یقیناً واجب کہ عام لوگ اس کے  
اس کی صحیح تلاوت نہیں کر سکتے۔ بدعتِ ضلالت وہ ہے کہ رد و مزاحمت سنت کرے، اور یہ تو مؤید و معین سنت،  
بلکہ ذریعہ ادا کے فرض ہے،

فان الحسن حرام بلا خلاف كما في العلمیة فتو کہ فرض و هذا سبيله -  
کیونکہ الحسن بلا خلاف حرام ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔ لہذا اس کا چھوڑنا فرض ہے اور یہ اس سے  
بچنے کا راستہ ہے۔ (ت)  
(۲۷) حضرت خضر الیاس علیہما السلام کے آپس میں رشتہ داری کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے  
فرمایا،

سیدنا الیاس علیہ السلام نبی مرسل ہیں،  
قال الله تعالى "ات الیاس لمن المرسلین"  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک الیاس (علیہ السلام) مرسلین میں سے ہیں (ت)

۱۔ القرآن الکریم ۱۰۲/۲  
۲۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ فصل فی القول فی عصمة الملائكة دار الکتب العلمیة بیروت ۱۰۹/۲  
۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکرہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳۱۷/۵  
۴۔ القرآن الکریم ۱۲۳/۳۷

اور سیدنا خضر علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علم غیب عطا ہوا ہے۔  
 قال اللہ تعالیٰ "وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔ (ت)

یہ دونوں حضرات ان چار انبیاء میں ہیں جن کی وفات ابھی واقع ہی نہیں ہوئی۔ دو آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے، سیدنا ادریس و سیدنا عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اور یہ دونوں (خضر اور الیاس) زمین پر تشریف فرما ہیں، دریا خضر علیہ السلام کے متعلق ہے اور خشکی سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ دونوں صاحبان حج کو ہر سال تشریف لاتے ہیں، بعد حج آب زمزم شریف پیتے ہیں کہ وہی سال بھر تک ان کے کھانے پینے کو کفایت کرتا ہے۔ دونوں صاحب اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپس میں بھائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبياء بنو علات یٰ

سارے نبی آپس میں بھائی ہیں (ت)

اس کے سوا ان دونوں صاحبوں کا اور کوئی رشتہ معلوم نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۰۱، ۴۰۲)

(۲۸) زمانہ جاہلیت میں مہینوں کی تعیین کے بارے میں فرمایا:

لکنی اقول وبالله التوفیق (لیکن میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مہینے زمانہ جاہلیت

میں معین نہ تھے اہل عرب ہمیشہ شہر حرم کی تقدیم تاخیر کر لیتے جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ میں دورہ کر جاتا۔

قال اللہ تعالیٰ انما النسئ نریادة فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونہ عاصدا

یجرمونہ عاصدا لیواطئوا عداة ما حرم اللہ یٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کا مہینہ پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا، اس سے کافر بہکائے جاتے

ہیں، ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر

۱۔ القرآن الکریم ۱۸/۶۵

۲۔ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۹، ۳۲۴، ۴۳۳، ۵۴۱

صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ واذکرن فی الکتاب مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸۹

صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام " " " ۲/۲۶۴، ۲۶۵

۳۔ القرآن الکریم ۹/۳۷

ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی (ت)

یہاں تک کہ صدیق اکبر و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہما نے جو ہجرت سے نویں سال حج کیا وہ مہینہ واقع میں ذیقعدہ تھا سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج فرمایا اور ارشاد کیا:

ان الزمان قد استدار کھیاة يوم خلق السموات والارض الحديث ،  
رواہ الشیخان۔

یعنی زمانہ دورہ کر کے اُسی حالت پر آ گیا جس پر روز تخلیق زمین و آسمان تھا اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت فرمایا ہے (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۰۹، ۴۱۰)

(۲۹) بارہ اماموں کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر امامت بمعنی خلافت عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المؤمنین مولیٰ علی و سیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی و بس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، باقی جو منصب امامت ولایت سے بڑھ کر ہے وہ خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے جس کو فرمایا:

اَفِیْ جَاعِلْکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۖ (میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ت)

عہ اس پر اعتراض ہے کہ بروز عرفہ صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اعلان احکام الہیہ فرمایا جسے رب عز وجل نے و اذ ان من اللہ ورسوله الی الناس يوم الحج الاکبر انت اللہ برئ من المشرکین ورسولہ (اور منادی پکار دیتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ت) فرمایا اگر وہ ذی الحجہ نہ ہوتا ایسا نہ فرماتا اقول و فیہ نظر بوجوہ فامل منه غفر له (میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے پس غور کرو۔ ت)

صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ براتۃ باب قوله ان عدة الشهور الخ قیدی کتب خانہ پشاور ۶۷۲/۲  
صحیح مسلم کتاب القسامة باب تغلیط تحريم الدمار " " " ۶۰/۲  
القرآن الکریم ۱۲۲/۲  
القرآن الکریم ۳/۹

وہ امامت کسی غیر نبی کے لئے نہیں مانی جاسکتی۔

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

ہر نبی کی امامت اولی الامر منکم تک ہے جسے فرمایا،

وجعلنہم ائمة یہدون بامرنا۔

اور ہم نے انھیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔ (ت)

مگر اطیعوا الرسول کے مرتبہ تک نہیں ہو سکتی اس حد پر ماننا جیسے روافض مانتے ہیں صریح ضلالت و بے دینی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تو بلاشبہ یہ حضرات مجتہدین و ائمہ مجتہدین تھے اور باقی حضرات بھی غالباً مجتہد ہوں گے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۰، ۴۳۱)

(۴۰) سورۃ فاتحہ کے شان نزول سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا،

سورۃ فاتحہ رحمت الہی ہے، دعا و ثنا ہے کہ رب عزوجل نے اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی، کسی خاص واقع کے لئے اس کا نزول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۵)

(۴۱) آیت کریمہ ”انما اموالکم واولادکم فتنۃ“ اور آیت کریمہ ”یا ایہا الذین لا تلہکم اموالکم واولادکم عن ذکر اللہ“ کے مسدق کے بارے میں سوال آیا۔ اس کے جواب میں فرمایا،

یہ خطاب عام ہے خاص اشخاص اس سے مراد نہیں، سب مسلمانوں سے فرمایا جاتا ہے کہ تمہارے مال و اولاد آزمائش ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے سبب یاد الہی سے تم غافل ہو جاؤ اور جو ایسا کرے گا وہ نقصان پائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۵، ۴۳۶)

(۴۲) ایک سوال کہ خضر علیہ السلام مالک بری ہیں یا بحری اور ادریس علیہ السلام اب کہاں ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا،

مالک بحر و بر و ہر خشک و تر اللہ عزوجل ہے اور اس کی عطا سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کی نیابت سے خضر علیہ السلام کے تصرفات خشکی و دریا دونوں میں ہیں۔ ادریس علیہ السلام آسمان پر ہیں، قال اللہ تعالیٰ ”ورفعنہ مکانا علینا“ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا) (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۰، ۴۳۱)

(۳۳) معراج شریف سے متعلق ایک روایت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا،  
یہ روایت بعض کتب تصوف میں ہے، حدیث میں اس کی کچھ اصل نہیں، اور ہو تو وہ عالم مثال کی  
تصویریں ہیں۔

قال الله تعالى "وان من شئ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم" <sup>۱</sup>  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں، ہم اسے نہیں اتارتے  
مگر ایک معلوم انداز سے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۲۳۷)  
(۳۴) تاریخ جمع و تدوین قرآن اور اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنے کا سبب  
بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جو مندرجہ ذیل ہے،

## جمع القرآن وبمَعزِوہ لعثمان (۱۳۲۲ھ)

(قرآن کو جمع کرنا اور اس کی نسبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں کرتے ہیں)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدك ونصلي على رسوله الكريم

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

مسئلہ ۲۴۸ از شہر کتبہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ قرآن شریف حضرت عثمان غنی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ نے جمع کیا تھا یا ان سے پہلے بھی کسی نے جمع کیا؟ اور یہ جو سنا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے جمع کیا، اور ان کا جمع کیا ہوا مہ فون کر دیا گیا یہ سچ ہے یا غلط؟ بیٹنوا توجسدوا (بیان فرمائیے اجماع سے کیا ہوگا۔)

## الجواب

قرآن عظیم کی جمع و ترتیب آیات و تکمیل تفصیل سورہات اقدس حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں  
بامر الہی حبیب بن جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام و التسلیم و ارشاد و تعلیم حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقع ہوئی تھی،  
مگر قرآن عظیم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سینوں اور متفرق کاغذوں، پتھروں کی تختیوں، بکری دُنبے کی پوستوں، شانوں

پسلیوں وغیرہ میں تھا، ایک جگہ سارا قرآن عظیم مجموعہ نہ تھا۔ جب جنگ یمامہ میں کہ مسلمانوں نے کذاب ملعون مدعی نبوت سے زمانہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوئی صد ہا صحابہ کرام حفظ قرآن نے شہادت پائی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل الہام منزل میں حق جل و علا نے القا کیا کہ حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس لڑائی میں بہت صحابہ جن کے سینوں میں قرآن عظیم تھا شہید ہوئے، یونہی جہادوں میں حفاظ صحابہ شہید ہوتے گئے اور قرآن عظیم متفرق رہا تو بہت قرآن جاتے رہنے کا اندیشہ ہے میری رائے میں حکم دیجئے کہ قرآن عظیم کی سب سورتیں یکجا کر لی جائیں۔ خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی رائے پسند فرمائی اور حضرت زید بن ثابت وغیرہ حفاظ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس امر جلیل کا حکم دیا کہ مجملہ تعالیٰ سارا قرآن عظیم یکجا ہو گیا، ہر سورت ایک جہا صحیفے میں تھی، وہ صحیفے تاحیات صدیقی حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے بعد حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم اور ان کے بعد حضرت امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت امیر المومنین حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہے۔ عرب میں ہر قوم و قبیلہ کی زبان بعض الفاظ کے تلفظ میں مختلف تھی، مثلاً حرف تعریف میں کوئی الف لام کہتا تھا کوئی الف میم کہ اسی لغت پر حدیث:

لیس من امہامیام فی امسفر

سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ (ت)

وارد ہے۔ علامات مضارع حروف اتین کو کوئی مفتوح پڑھتا تھا کوئی مکسور، مآش بہ بلیس کی خبر کو کوئی منصوب کرتا کوئی مرفوع، اِنَّ و اَنَّ وغیرہما کے اسم کوئی نصب دیتا کوئی رفع پر رکھتا۔ بعض قبائل ہر جگہ (ب) کو (م) بولتے (م) کو (ب)، تار حمة و نحوہا کوئی حالت و فنی میں کوئی (ہ) کہتا کوئی (ت) منصوب منون پر، کوئی (الف) سے وقف کرتا کوئی حرف سکون سے، بعض مرفوع و مجرد پر بھی واو و یا سے وقف کرتے۔ بعض قومیں حروف مدہ حرکات موافقہ پر قناعت کرتیں اَعُوْذُ کُوْا عُوْذُ، تعالیٰ کو تعالیٰ وغیرہ ذالک کہتیں۔ اسی قسم کے بہت سے تفاوت لہجہ و طرز ادا تھے۔ قرآن عظیم خاص لغت قریش پر اتر ا تھا کہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریشی تھے۔

زاں سبب آمد قرآن بزبان قریشی

گلبن تو کہ زگلزار قریشی گل کرد

(آپ کا شجرہ گلاب چونکہ قریش کے باغ سے ظاہر ہوا اسی سبب سے قرآن مجید

قریش کی لغت پر آیا۔ ت)



زمانہ اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلا علیہ میں کہ قرآن عظیم نیا نیا اتر ا تھا اور ہر قوم وقبیلہ کو اپنے مادری  
 لہجہ قدیمی عادات کا دفعۂ بدل دینا دشوار تھا آسانی فرمائی گئی تھی کہ ہر قوم عرب اپنے طرز و لہجہ میں قرأت قرآن عظیم کرے،  
 زمانہ نبوت کے بعد شدہ شدہ اقوام مختلفہ سے بعض بعض لوگوں کے ذہن میں جم گیا جس لہجہ و لغت میں ہم پڑھتے ہیں اسی  
 میں قرآن کریم نازل ہوا ہے یہاں تک کہ زمانہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بعض لوگوں کو اس بات پر  
 باہم جنگ وجدل و زد و کوب کی نوبت پہنچی یہ کہتا تھا قرآن اس لہجہ میں ہے وہ کہتا تھا نہیں بلکہ دوسرے میں ہے  
 ہر ایک اپنے لغت پر دعویٰ کرتا تھا، جب یہ خبر امیر المؤمنین عثمان غنی کو پہنچی فرمایا ابھی سے تم میں اختلاف پیدا ہوا تو  
 آئندہ کیا امید ہے۔ لہذا حسبِ مشورۃ امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و دیگر اعیان صحابہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ قرار پایا کہ اب ہر قوم کو اس کے لب و لہجہ کی اجازت میں مصلحت نہ رہی بلکہ فتنہ اٹھتا ہے لہذا  
 تمام امت کو خاص لغت قریش پر جس میں قرآن عظیم نازل ہوا ہے جمع کر دینا اور باقی لغات سے باز رکھنا چاہئے،  
 صحیفہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حضرت ام المؤمنین بنت الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
 کے پاس محفوظ ہیں منگا کر ان کی نقلیں لے کر تمام سورتیں ایک مصحف میں جمع کریں اور وہ مصاحف بلاد اسلام  
 میں بھیج دیں کہ سب اسی لہجہ کا اتباع کریں اس کے خلاف اپنے اپنے طرز ادا کے مطابق جو صحائف یا مصاحف  
 بعض لوگوں نے لکھے ہیں دفعِ فتنہ کے لئے تلف کر دیئے جائیں۔ اسی رائے صائب کی بنا پر امیر المؤمنین  
 عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہلا بھیجا کہ صحیفہ خلیفہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہم ان کی نقلیں لے کر شہروں کو بھیجیں اور اصل آپ کو واپس کر دیں گے۔ ام المؤمنین نے بھیج دیئے، امیر المؤمنین  
 نے زید بن ثابت و عبد اللہ بن زبیر و سعید بن عاص و عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو  
 نقلیں کرنے کا حکم دیا، وہ نقلیں مکہ معظمہ و شام و یمن و بحرین و بصرہ و کوفہ کو بھیج گئیں اور ایک مدینہ طیبہ میں  
 رہی اور اصل صحیفہ جمع فرمودہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے یہ نقلیں ہوئی تھیں حضرت ام المؤمنین  
 حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس کر دیئے، ان کی نسبت معاذ اللہ دفن کرنے یا کسی طرح تلف کر دینے کا بیان محض  
 جھوٹ ہے، وہ مبارک صحیفہ خلافت عثمانی پھر خلافت رضوی پھر خلافت امام حسن پھر خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہم تک بعیدنا محفوظ تھے یہاں تک کہ مروان نے لے کر چاک کر دیئے۔ بالکلہ اصل جمع قرآن تو بحکم رب العزت  
 حسب ارشاد حضور پر نور سیدہ الایسا د صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو یا تھا سب سورتیں کا یکجا کرنا باقی تھا امیر المؤمنین  
 صدیق اکبر نے بمشورۃ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمع کیا پھر اسی جمع فرمودہ صدیقی کی نقلوں کے مصاحف  
 بنا کر امیر المؤمنین عثمان غنی نے بمشورۃ امیر المؤمنین مولانا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلاد اسلام میں شائع کئے اور تمام  
 امت کو اصل لہجہ قریش پر مجتمع ہونے کی ہدایت فرمائی اسی وجہ سے وہ جناب جامع القرآن کہلائے ورنہ حقیقۃً

جامع القرآن رب العزت تعالیٰ شانہ ہے، کما قال عز من قائل :  
ات علينا جمعة وقرأناه

بیشک اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ (ت)

اور بنظر ظاہر حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایک جگہ اجتماع کے لحاظ سے سب میں پہلے جامع القرآن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حاکم مستدرک میں بشرط بخاری و مسلم حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال کنا عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نؤلف القرآن من الرقاع

یعنی ہم زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قرآن پارچوں میں جمع کرتے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی اتقان شریف میں فرماتے ہیں :

قد كان القرآن كتب كله في عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لكن

غير مجموع في موضع واحد ولا مرتب السور

سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں لکھا گیا تھا لیکن وہ ایک جگہ جمع

نہیں تھا اور سورتیں مرتب نہیں ہوتی تھیں۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں انھیں سے مروی :

فارس الى ابوبكم مقتل اهل اليمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده فقال ابوبكر ان عمر

اتاني فقال ان القتل قد استحيوم اليمامة بقراء القرآن وافي اخشي ان يستجر القتل بالقاء

بالمواطن فيذهب كثير من القراء وافي امرى ان تأمر بجمع القرآن قال نريد قال

ابوبكر انك رجل شاب عاقل لا تهملك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله تعالى

عليه وسلم فتبّع القرآن فاجمعه فتبعت القرآن اجمعه من العصب والخاف وصدور

الرجال، فكانت الصحف عند ابى بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة

بنت عمر وهذا مختصر۔

۱۔ القرآن الکریم ۱۴/۵

۲۔ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر جمع القرآن لم یکن مرة واحدة دار الفکر بیروت ۲۲۹/۲

۳۔ الاتقان النوع الثامن عشر فی جمعه وترتیبه دار الکتب العربی بیروت ۲۰۴/۱

۴۔ صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۴۶، ۴۴۵/۲

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جنگ یمامہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلوایا میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں موجود تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے پاس حضرت عمر آئے ہیں اور کہا ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قرآن شہید ہوئے ہیں مجھے خوف ہے کہ اگر جنگوں میں قرآن کثرت سے شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائیگا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں، حضرت زید نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا تم ایک نوجوان عقلمند مرد ہو ہم آپ کو کسی معاملے میں تہمت نہیں لگاتے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے قرآن مجید کو تلاش کر دو اور اس کو جمع کر دو، چنانچہ میں نے قرآن مجید کو ڈھونڈھا اور اس کو کھجور کے پٹھوں، پتھر کی سلوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا تھا، وہ صحیفے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہے آپ کے وصال کے بعد سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس موجود رہے، اختصار - (د)

اس حدیث طویل کا خلاصہ وہی ہے کہ بعد جنگ یمامہ فاروق نے صدیق کو جمع قرآن کا مشورہ دیا اور صدیق نے زید بن ثابت کو اس کا حکم دیا کہ متفرق پرچوں سے سب سورتیں یکجا ہو کر صدیق پھر عمر فاروق پھر امیر المؤمنین کے پاس رہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

اعظم الناس في المصاحف اجرا ابوبكر رحمة الله على ابى بكر هو اول من جمع كتاب الله - رواه ابن ابى داود في المصاحف بسند حسن عن عبد خير قال سمعت عليا يقول فذكره - مصاحف میں سب سے زیادہ ثواب ابوبکر کا ہے اللہ ابوبکر پر رحمت کرے سب سے پہلے انھیں نے قرآن جمع کیا (اس کو ابن ابی داؤد نے مصاحف میں سند حسن کے ساتھ عبد خیر سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا، پھر وہی حدیث ذکر کی - ت)

امام اہل عارف باللہ محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب فہم السنن میں فرماتے ہیں:

كتابة القرآن ليست بمحدثة فانه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يأمر بكتابتہ ولكنہ كان مفرقا في الرقاع والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق بنسخها من مکات المکان مجتمعاً وكان ذلك بمنزلة اوراق وجدت في بیت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فيها القرآن منتشر فجمعها جامع و ربطها بخيط حتى لا يضيع منها

شیء - نقلہ فی الاتقان۔

یعنی قرآن کا لکھنا کوئی نیا کام نہیں یہ تو زمانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں محکم اقدس ہو چکا تھا مگر متفرق تھا پارچوں، شانے کی ہڈیوں اور کھجور کے پٹھوں پر لکھا ہوا تھا صدیق نے یکجا کر دیا، تو گویا یہ ایسا ہوا کہ قرآن کے اوراق جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کا شانہ مبارک میں منتشر تھے وہ جمع کرنے والے نے ایک ڈورے میں باندھ دیئے تاکہ اس میں سے کوئی شے ضائع نہ ہو (اس کو اتقان میں نقل کیا۔ ت)۔  
صحیح بخاری شریف میں ہے :

حدثنا موسى ثنا ابراهيم ثنا بن شهاب ان انس بن مالك حدثه ان حذيفة بن اليمان قدم على عثمان وكان يغامري اهل الشام في فتح ارمينية واذر بيجان مع اهل العراق فامرغ حذيفة اخلافهم في القراءة فقال حذيفة لعثمان يا امير المؤمنين ادرك هذه الامة قبل ان يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارى فارسل عثمان الى حفصة مرضى الله تعالى عنها ان امرسلى اليها بالصحف ننسخها في المصاحف ثم نردّها اليك فارسلت بها حفصة الى عثمان فامر يزيد بن ثابت وعبد الله بن عمر وسعيد بن العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة اذا اختلفتم انتم وزميد بن ثابت في شئ من القران فاكتبوه بلسان قرشي فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتى اذا نسخوا الصحف في المصاحف ردد عثمان الصحف الى حفصة وارسل الى كل ائق ببصحف مما نسخوا وامر بها سواه من القران في كل صحيفة او مصحف ان يحرق به

ہیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہیں ابراہیم نے انھوں نے کہا ہیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں حدیث بیان کی کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے جبکہ وہ اہل شام اور اہل عراق کو ارمینہ اور آذر بایجان کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کو فتح کرنے کے لئے لشکر تیار کر رہے تھے حذیفہ کو اہل شام اور اہل عراق کے قرآن پڑھنے کے اختلاف نے گھبراہٹ میں ڈال دیا تو انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کہا اے امیر المؤمنین! اس امت کو یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے سے روکیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا کہ وہ صحیفے ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان کو مصحف میں لکھ کر پھر آپ کو واپس کر دیں گے۔ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صحیفے امیر المؤمنین کے پاس بھیج دیئے تو انھوں نے زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبد الرحمن بن عارض بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا، انھوں نے اس کو مصاحف میں لکھ دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں قریشیوں کو حکم دیا کہ جب تمہارا اور زید بن ثابت کا قرآن مجید کے کسی کلمے میں اختلاف ہو جائے تو اس کو لغت قریش کے مطابق لکھو کیونکہ قرآن مجید صرف لغت قریش پر نازل ہوا تو انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تعمیل کی حتیٰ کہ جب انھوں نے صحیفوں کو مصاحف میں لکھ دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ صحیفے ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس بھیج دیئے، اور ملک کے ہر کو نے میں ایک مصحف بھیج دیا جو انھوں نے لکھا تھا اور حکم دیا اس کے سوا جو قرآن کسی صحیفہ یا مصحف میں ہے اس کو جلا دیا جائے۔ (ت)

دیکھو یہ حدیث صحیح بخاری صاف گواہ عدل ہے کہ امیر المؤمنین عثمان نے اختلاف لہجہ و لغات سن کر صحیفہائے صدیقی حضرت حفصہ سے منگائے اور انھیں کی نقلوں سے مصحف بنا کر بلاد اسلام میں بھیجے اور وہ صحیفے بعد نقل حضرت ام المؤمنین کو واپس دیئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ابن اسثثہ کتاب المصاحف میں راوی :

اختلفوا في القراءة على عهد عثمان رضي الله تعالى حتى اقتتل الغلمان والمعلمون فبلغ ذلك عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه فقال عندي تكذيبون به وتلحنون فيه، فمن نأى عني كان اشد تكذيبا واكثر لحنيا واصحاب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم اجتمعوا فاكتبوا للناس اماما فاجتمعوا فكتبوا الحديث رواه من طريق ايوب عن ابى قلابة قال حدثني رجل من بني عامر يقال له انس بن مالك فذكره۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگوں میں قرآن مجید کے اندر اس قدر اختلاف پڑ گیا جس کی وجہ سے پڑھنے والے بچوں اور پڑھانے والے اساتذہ میں لڑائی ہونے لگی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ تم میرے سامنے قرآن کو جھٹلاتے اور اس میں غلطی کرتے ہو تو جو مجھ سے دُور ہیں

وہ اس سے بھی زیادہ جھٹلاتے اور غلطی کرتے ہوں گے، اے اصحابِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لئے ایک امام (قرآن) لکھو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جمع ہو کر قرآن لکھا۔ اس حدیث کو ابنِ اشعث نے ایوب کے طریق پر ابوقلابہ سے روایت کیا اس نے کہا مجھ سے بنی عامر کے ایک مرد نے بیان کیا جس کو انس بن مالک کہا جاتا ہے، پھر وہی حدیث مذکور ذکر کی۔ (ت)

سیدنا مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں :

لَا تَقُولُوا فِي عَثْمَانَ الْآخِرَ فَإِنَّ اللَّهَ مَا فَعَلَ فِي الْمَصَاحِفِ الْآخِرَ مَلَأْنَا قَالِ مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا الْقِرَاءَةِ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ بَعْضَهُمْ يَقُولُ إِنَّ قِرَاءَتِي خَيْرٌ مِنْ قِرَاءَتِكَ وَهَذَا يَكُونُ كُفْرًا قُلْنَا فَمَا تَرَى ، قَالَ أَسْرَى أَنْ يَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى مَصْحَفٍ وَاحِدٍ فَلَا تَكُونُ فِرْقَةٌ وَلَا اخْتِلَافٌ ، قُلْنَا نَعَمْ مَا سَأَلْتَهُ . سَأَلَهُ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي دَاوُدَ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَذَكَرَهُ .

یعنی عثمان کے حق میں سوائے کلمہ خیر کے کچھ نہ کو خدا کی قسم معاملہ مصاحف میں انھوں نے جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ و اتفاق سے کیا انھوں نے ہم سے کہا کہ تم ان مختلف لہجوں میں کیا کہتے ہو مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اور اس سے کہتے ہیں میری قرات تیری قرات سے اچھی ہے اور یہ بات کفر کے قریب تک پہنچی ہوئی ہے ، ہم نے کہا بھلا آپ کی کیا رائے ہے ، فرمایا میری رائے یہ ہے کہ سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں کہ پھر باہم نزاع و اختلاف نہ ہو ، ہم سب نے کہا آپ کی رائے بہت خوب ہے ( اس کو ابوبکر بن ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ سُؤید بن غفلہ سے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ، پھر حدیث مذکور ذکر کی۔ ت )

اتقان میں ہے :

قال ابن التين وغيره الفرق بين جمع ابى بكر وجمع عثمان ان جمع ابى بكر كان لخشية ان يذهب من القرآن شئ بذهاب حملته لانه لم يكن مجموعا في موضع واحد فجمعه في صحائف مرتبا لايات سورة على ما وقفهم عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وجمع عثمان كان لما كثرا الاختلاف في وجوه القراءة حين قرووه بلغاتهم على اتساع اللغات فادى ذلك بعضهم الى تخطئة بعض فخشى من تفاقم الامر في ذلك فنسخ تلك الصحف في مصحف واحد مرتبا السورة واقصر من سائر اللغات على لغة







السورۃ انتھی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کی تالیف عہد نبوی میں ہوئی۔ صحیفوں میں جمع زمانہ صدیقی میں ہوا اور مصاحف میں اس کی کتابت زمانہ عثمانی میں ہوئی، بیشک سارا قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھا ہوا تھا لیکن وہ سارا یکجا لکھا ہوا نہیں تھا اور نہ ہی سورتیں ترتیب وار لکھی ہوئی تھیں انتہی (ت) (فتاویٰ رضویہ ۲۶ ص ۴۳۹ تا ۴۵۰) (۳۵) سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جامع قرآن کہنے کے بارے میں ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

قرآن عظیم کا جامع حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، قال جل وعلا:

اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقِرَانُهُ۔

بیشک ہمارے ذمے ہے قرآن کا جمع کرنا اور پڑھنا۔

پھر جامع عز وجل کے مظہر اولیٰ و اتم و اکمل حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے۔ آیات قرآنیہ اسی ترتیب جمیل پر کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے مطابق ترتیب لوح محفوظ حسب تبلیغ جبریل تعالیٰ صاحب تنزیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اپنی اپنی سورتوں میں جمع ہوئیں، قرآن عظیم ۲۳ برس میں حسب حاجت عبادت متفرق آیتیں ہو کر اُترا، کسی سورت کی کچھ آیات اُترتیں پھر دوسری سورت کی آیتیں آئیں پھر سورت اولیٰ کی نازل ہوئیں، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر بار ارشاد فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت کی ہیں فلاں آیت کے بعد فلاں کے پتلے رکھی جائیں، اسی طرح سورہ قرآنیہ منظم ہوئیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر حضور سے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی ترتیب پر اسے نمازوں تلاوتوں میں پڑھتے، قرآن عظیم صرف ایک واحد لغت قریش پر نازل ہوا، عرب میں مختلف قبائل اور ان کے لہجے باہم حرکات و سکنات و بعض اجزائے کلمات میں مختلف تھے، علامات مضارع کو قریش مفتوح رکھتے دیگر بعض قبائل ات ن کو مکسور کر کے فَعِدَ فِئْتَعِینَ کہتے، لغت قریش میں ”تابوت“ آخر میں تائے قرشت سے تھا دوسروں کی لغت میں ”تابوۃ“ ہائے ہوز سے۔ اسی قسم کے بالائی اختیارات بکثرت تھے جن سے معنی کلام بلکہ جوہر نظم کو بھی کوئی ضرر نہ پہنچتا، اور مادری لہجہ زبانوں پر چڑھا ہوا دفعۃً بدل دینا سخت دشوار۔ لہذا حضور پر نور رحمت مہدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب سے عرض کر کے دیگر قبائل والوں کے لئے ان کے لہجوں کی

رخصت لے لی تھی، جبریل امین علیہ التحیۃ والتسلیم ہر رمضان مبارک میں جس قدر قرآن عظیم اب تک اُتر چکا ہوتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا دور کرتے جو سنتِ سنیہ اب تک بحمد اللہ تعالیٰ حفاظِ اہلسنت میں باقی ہے اور باقی رہے گی حتیٰ یا قیام اللہ وہم علی ذلک (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا اور وہ اس پر قائم ہوں گے۔ ت) سالِ اخیر میں حاملِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبار صرف اصل لغتِ قریش پر جس میں قرآن مجید نازل ہوا تھا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دور کیا، اور اس کی تکرار سے اشارہ ہوا کہ وہ رخصت منسوخ اور اب صرف اسی لغت پر جس میں اصل نزول ہے استقرارِ امر ہوا احسور اگرچہ زمانہ اقدس میں مرتب ہو چکی تھیں مگر یکجا مجتمع نہ تھیں متفرق پرچوں، بکری کے شانوں وغیرہا میں متفرق جگہ تھیں سو ان مبارک سینوں کے جن میں سارا قرآن عظیم محفوظ تھا حال یہی تھا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نظرِ عوام سے احتجاب فرمایا، خلافتِ خلیفہ برحق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگِ یمامہ واقع ہوئی جس میں بکثرت صحابہ کرام حافظانِ قرآن شہید ہوئے، حافظ حقیقی جامع ازلی جل جلالہ نے اپنا وعدہ صادقہ و انا لہ لحفظون (اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ت) پورا فرمانے کو پہلے یرکیم داعیہ قلبِ کریم حضرت موافق الرائے بالوحی والکتاب سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ڈالا حضرت فاروق نے بارگاہِ صدیقی میں عرض کی کہ جنگِ یمامہ میں بہت حفاظ شہید ہوئے اور میں ڈرتا ہوں کہ یوں ہی قرآن متفرق پرچوں میں رہا اور حفاظِ شہادت پاگئے تو بہت سا قرآن مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہے گا میری رائے ہے کہ حضرت جمع قرآن کا حکم فرمائیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابتداءً اس میں تامل ہوا کہ جو فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا ہم کیونکر کریں، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگرچہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر واللہ وہ کام خیر ہے، بالآخر رائے صدیقی بھی موافق ہوئی اور زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کہ فرمانِ خلافت نسبت جمع کتاب اللہ صادر ہوا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وہی شبہ پیش کہ کیونکر کیجے گا وہ کام جو حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی جواب دیا کہ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر واللہ وہ کام خیر کا ہے، یہاں تک کہ صدیق و فاروق و زید بن ثابت و جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع سے یہ مسئلہ طے ہوا اور قرآن عظیم متفرق مواضع سے جمع کر لیا گیا، اور وہابیہ کا یہ شبہ جس پر آدھی وہابیت کا دار و مدار ہے کہ جو فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا دوسرا کیا ان سے زیادہ مصالحِ دین جانتا ہے کہ

اُسے کمرے کا باجماع صحابہ مردود قرار پایا، والحمد للہ رب العالمین، سورۃ قرآنیہ اگرچہ متفرق مواقع سے ایک مجموعہ میں مجتمع ہوگئی تھیں اور وہ مجموعہ صدیق پھر فاروق پھر ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تھا مکہ منورہ میں کام باقی تھے،

(۱) ان مجموعہ صحیفوں کا ایک مصحف واحد میں نقل ہونا۔

(۲) اُس مصحف کے نسخے معظم بلاد اسلام مملکت اسلامیہ کے عظیم عظیم قسمتوں میں تقسیم ہونا۔

(۳) رخصت سابقہ کی بنا پر جو بعض اختلافات لہجہ کے آثار کتابت قرآن عظیم میں متفرق لوگوں کے پاس تھے اور وہ قرآن عظیم کے حقیقی اصل منزل من اللہ ثابت مستقر غیر منسوخ لہجہ سے جدا تھے دفعِ فتنہ کے لئے اُن کا محو ہونا۔

یہ تینوں کام حفظ حافظ حقیقی جامع ازلی جلالت نے اپنے تیسرے بندے امیر المومنین جامع القرآن ذی النورین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لئے اور قرآن عظیم کا جمع کرنا حسب وعدۃ الہیہ تام و کامل ہوا اس لئے اس جناب کو جامع القرآن کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۵۰ تا ۴۵۲)

(۴) آیت کریمہ ”ومنہم من عاہد اللہ لئن آتانا من فضلہ لنصدقن ولنكونن من الصالحین“ کا شان نزول حدیث ثعلبہ ابن حاطب ہے یا کوئی اور؟ یہ ثعلبہ بن حاطب بدری ہیں یا کوئی اور؟ اس سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے فرمایا،

بدری حضرت سیدنا ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبیدہ انصاری ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت اُتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے اگرچہ یہ بھی قوم اوس سے تھا۔ اور بعض نے اس کا نام ثعلبہ ابن حاطب کہا۔ مگر وہ بدری خود زمانہ اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جنگِ احد میں شہید ہوئے، اور یہ منافق زمانہ خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مرا جب اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اور آیہ کریمہ اس کی مذمت میں اُتری۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ممت اقدس میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا حضور نے قبول نہ فرمائی، پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں لایا انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیری زکوٰۃ قبول نہ فرمائی اور میں قبول کروں، ہرگز نہ ہوگا۔ پھر خلافت فاروق عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر لایا۔ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والوبکر قبول نہ فرمائیں اور میں لے لوں، یہ بھی نہ ہوگا۔ پھر خلافت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لایا۔ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم وصدیق و فاروق نے قبول نہ فرمائی میں بھی نہ لوں گا۔ آخر انھیں کی خلافت میں مر گیا۔  
اللہ عز و جل اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرما چکا،

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔

جو چاہو کرو میں تمہیں بخش چکا۔

اور اس منافق کے باب میں فرماتا ہے،

فاعقبهم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ۔

اس کے پیچھے اللہ نے اُن کے دلوں میں نفاق پیدا کیا کہ مرتے دم تک نہ جائے گا۔

حاشا للہ نور و ظلمت کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔

امام حافظ الشان اصابعہ میں فرماتے ہیں،

ثعلبۃ بن حاطب بن عمرو الانصاری ذکرہ موسیٰ بن عقبۃ و ابن اسحاق فی

البدسریین و کذا ذکرہ ابن الکلبی و مراد انہ قتل باحد۔

ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے اہل بدر میں ذکر کیا۔ اسی طرح

ابن کلبی نے ذکر کیا اور یہ اضافہ کیا کہ وہ اُحد میں شہید ہوئے۔ (ت)

تفسیر امام ابن جریر میں ہے،

حدثنی محمد بن سعد حدثنی ابی حدثنی عمی حدثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رجلا یقال لہ ثعلبۃ ابن حاطب اخلف ما وعدہ

فقصص اللہ تعالیٰ شانہ فی القرآن و منهم من عاہد اللہ الی قولہ یکذبون۔

مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا انھوں نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اس نے کہا

مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے میرے باپ نے اپنے باپ سے روایت کرتے

ہوئے بیان کیا انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ایک شخص کو ثعلبہ بن

۱۔ الاصابہ فی تمییز الصحابة ترجمہ ۹۲۸ دار صادر بیروت ۱۹۸/۱

کنز العمال حدیث ۳۷۹۵۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹۹/۱۲

۲۔ القرآن الکریم ۷/۷۷

۳۔ الاصابہ فی تمییز الصحابة ترجمہ ۹۲۷ دار صادر بیروت ۱۹۸/۱

۴۔ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت لایۃ ۷/۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۳/۱۰

حاطب کہا جاتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اللہ تعالیٰ نے اس کے حال کو قرآن مجید میں بیان فرمایا یعنی ”وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ سَے ”يَكْذِبُونَ“ تک۔ (ت) تفسیر معالم میں ہے :

قال الحسن ومجاهد نزلت في ثعلبة بن حاطب الخ۔

امام حسن اور مجاہد نے کہا یہ آیت ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی الخ (ت)

تفسیر ابن جریر و ثعلبی وغیرہم میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی :

فانزل الله تعالى فيه ”وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ الخ وعند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رجل من اقارب ثعلبة فسمع ذلك فخرج حتى اتاه فقال ويحك يا ثعلبة قد انزل الله فيك كذا وكذا فخرج ثعلبة حتى اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فسأله ان يقبل منه صدقته فقال ان الله منعني ان اقبل منك صدقتك ، ثم اتى ابا بكر حين استخلف فقال اقبل صدقتي فقال ابو بكر لم يقبلها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وانا اقبلها ؟ فلما ولي عمر اتاه فقال يا امير المؤمنين اقبل صدقتي فقال لم يقبلها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا ابو بكر وانا لا اقبلها منك ثم ولي عثمان فاتاه فسأله فقال لم يقبلها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا ابو بكر ولا عمر رضوان الله تعالى عليهم انا لا اقبلها منك فلم يقبلها منه وهلك ثعلبة في خلافة عثمان رضي الله تعالى عنه اه مختصراً۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ”اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا“ الخ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک شخص موجود تھا جس نے اس آیت کو سنا تو وہ وہاں سے نکلا اور ثعلبہ کے پاس آکر کہا اے ثعلبہ ! تیرے لئے ہلاکت ہو اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں ایسا حکم نازل فرمایا ہے۔ تو ثعلبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرمادیا ہے کہ میں تیرا صدقہ قبول کروں۔ پھر جب ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو ثعلبہ نے ان کے پاس آکر کہا میرا صدقہ قبول کر لیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور میں قبول کر لوں؟ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین بنے تو ثعلبہ نے آکر کہا اے امیر المؤمنین! میرا صدقہ قبول فرمالیں، تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قبول فرمایا اور میں بھی اس کو قبول نہیں کرتا۔ پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین بنے تو اس نے آکر صدقہ قبول کرنے کی درخواست پیش کی آپ نے فرمایا اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قبول فرمایا تو میں بھی اسے قبول نہیں کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے قبول نہیں فرمایا اور آپ ہی کی خلافت میں ثعلبہ مر گیا اھ اختصار (ت)

یہ سب اس حدیث ثعلبہ کی تسلیم پر ہے، ورنہ وہ سمرے سے ثابت الصحت نہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے اصحابہ میں فرمایا،

ان صحیح الخبر ولا اظنہ یصح۔

اگر یہ خبر صحیح ہو اور میں اس کو صحیح گمان نہیں کرتا۔ (ت)

**اقول** یہ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں بجائے ابن ابی حاطب، ابن حاطب کہا۔ ابن جریر و بنو ثعلبی و ابن اسکن و ابن شاہین و باوردی سب کے یہاں بطریق معاذ ابن رفیعہ عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، اور علی بن یزید میں کلام معلوم ہے۔ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا، ضعیف۔ امام دارقطنی نے فرمایا، متروک۔ امام بخاری نے فرمایا، منکر الحدیث۔ اور فرمایا، کل من اقول فیہ منکر الحدیث لا تحل الروایۃ عنہ۔

جسے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت حلال نہیں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۲۵۳ تا ۲۵۷)

۱۹۸/۱	دار صادر بیروت	ترجمہ ۹۲۸	۱۱ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ
۷۰۵/۱	دار الکتب العلمیہ بیروت	ترجمہ علی بن یزید ۴۸۳۳	۱۲ تقریب التہذیب
۱۹۱/۳	دار المعرفۃ بیروت	بحوالہ دارقطنی ترجمہ ۵۹۶۶	۱۳ میزان الاعتدال
"	"	"	۱۴ بحوالہ البخاری
۶/۱	"	ترجمہ ابان بن جملہ ۳	۱۵ " "

(۳۷) ترجمہ قرآن مجید کے بارے میں مولوی حکیم غلام محی الدین لاہوری کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:  
فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ پیش نظر رکھا جائے اور اس میں چار تبدیلیں محفوظ رہیں:

- (۱) وہ الفاظ کہ متروک یا نامانوس ہو گئے فصیح و سلیس و رائج الفاظ سے بدل دیئے جائیں۔
- (۲) مطلب اصح جس کے مطالعہ کو جلالین کے اصح الاقوال پر اقتصار کا جن کو التزام ہے سر دست لبس ہے ہاتھ سے نہ جائے۔

(۳) اصل معنی لفظ اور محاورات عرفیہ دونوں کے لحاظ سے ہر مقام پر اس کے کمال پاس رہے، مثلاً غیر المغضوب علیہ کا یہ ترجمہ کہ ”جن پر غصہ ہوا یا تو نے غصہ کیا“ فقیر کو سخت ناگوار ہے، غصہ کے اصل معنی اُچھو کے ہیں یعنی کھانے کا گلے میں پھنسنا، جیسے طعاماً ذا غصۃ فسرمایا، اس سے استعارہ کر کے ایسے غضب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جسے آدمی کسی خوف یا لحاظ سے ظاہر نہ کر سکے، گویا دل کا جوش گلے میں پھنس کر رہ گیا۔ عوام کہ دقائق کلام سے آگاہ نہیں فرق نہ کریں، مگر اصل حقیقت یہی ہے کہ علماء پر اس کا لحاظ لازم ہے۔ ترجمہ یوں ہوا: ”نہ ان کی جن پر تو نے غضب فرمایا“ یا جن پر تیرا غضب ہے، یا جن پر غضب ہوا، یا جو غضب میں ہیں“ خیال کرنے سے ان کے ترجمہ میں اس کی بہت سی نظر معلوم ہو سکتی ہیں۔

(۴) سب سے اہم و اعظم و اقدم و الزم مراعات و متشابہات کہ ان میں ہمارے ائمہ کرام سے دو مذہب ہیں:

**اول** ہم نصوص پر ایمان لائے، نہ تاویل کریں نہ اپنی رائے کو دخل دیں امتناہ کل من عند ربنا (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ ت) معنی ہمیں معلوم ہی نہیں، ان سے اگر قولہ تعالیٰ ”ثم استوی الی السماء“ کا ترجمہ کر ایسے تو وہ فرمائیں گے، ”پھر استواء فرمایا آسمان کی طرف“ اگر پوچھئے استوی کے کیا معنی، تو لاندہری (ہم نہیں جانتے۔ ت) سے جواب ملے گا۔

**دوم** تاویل کہ متاخرین نے تفہیم جہال کے لئے اختیار کیا کہ کسی خوبصورت معنی کی طرف پھیر دیں

جس کا ظاہر شانِ عزت پر محال نہ ہو۔ اور طرف تجویز و تجارب میں لفظِ کریم سے قُرب بھی رکھتا ہو۔ ان سے اگر آیہ کریمہ مذکورہ کا ترجمہ کرایے تو وہ کہیں گے؛ پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا "مگر یہ کہ تفویض چھوڑیں اور تاویل بھی نہ کریں بلکہ معنی محال و ظاہر کا صریح ادا کرنے والا لفظ قائم کر دیں جیسے کریمہ مذکورہ کا ترجمہ "پھر چڑھ گیا آسمان کو" کہ چڑھنا اور اُترنا شانِ عزت پر محال قطعی اور جہال کے لئے معاذ اللہ موہم بلکہ مصرح بر جہانیت ہے۔ یہ ہمارے ائمہ متقدمین کا دین نہ متاخرین کا مسلک، اس سے احتراز فرض قطعی ہے۔ فقیر نے جہاں تک دیکھا ترجمہ منسوبہ بحضرت قدسی منزلت سیدنا مصلح الدین سعدی قدس سرہ العزیز اس عیب مشابہ سے پاک و منزہ ہے، ان میں اس سے مدد لی جائے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۵۷، ۴۵۸)

(۳۸) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار پر ابلیس کو خطاب کرتے ہوئے اللہ عز و جل نے فرمایا، "استکبرت ام کنت من العالین" یہ عالین کون لوگ ہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا، "عالی بمعنی متکبر ہے، قال اللہ تعالیٰ؛

ثم امرسلنا موسیٰ و اخاه هارون بآیلتنا و سلطن مبین<sup>۱</sup> الی فرعون و ملائکته فاستکبروا و کانوا قوما عالین<sup>۲</sup>

پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیں اور روشن حجت کے ساتھ فرعون اور اس کے جتھے کی طرف بھیجا تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ تھے ہی متکبر لوگ۔

تو معنی آیت یہ ہوئے کہ رب عز و جل نے شیطان لعین سے فرمایا کہ تُو نے جو آدم کو سجدہ نہ کیا یہ ایک تکبر تھا کہ اس وقت تجھے پیدا ہوا، یا تو قدیم سے متکبر ہی تھا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے؛

يقول تعالى لابليس تعظمت عن السجود لادم فتركت السجود له استكبارا عليه، و لم تكن من المتكبرين العالین قبل ذلك "ام کنت من العالین" يقول ام کنت کذا لك من قبل ذا علو و تکبر علی ربك<sup>۳</sup>

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا تُو نے حضرت آدم کے سجدہ سے اپنے کو بڑا سمجھا اور اُن پر بڑائی ظاہر کرتے تُو نے سجدہ ترک کر دیا دراصل تُو متکبرین میں سے نہ تھا، یا یہ کہ پہلے ہی سے اپنے رب پر علو و تکبر ظاہر کرنے والا تھا۔

تو ان کی تفسیر جلد ۳

۱۔ القرآن الکریم ۲۳/۴۵، ۴۶

۲۔ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت لایۃ ۳۸/۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳/۲۱۷



”یا تو عالین متکبرین میں سے تھا“ فرماتا ہے کہ تو نے خود ہی تکبر کیا، یا تو متکبرین کے گروہ میں سے تھا تو سجدہ سے تکبر کیا۔ (ت)

”استکبرت ام کنت من العالین“ تکبرت من غیر استحقاق او کنت ممن علا  
واستحق التفوق۔<sup>۱۷</sup>

اور یہ معنی نہیں کہ ملائکہ میں کوئی گروہ عالین ہے کہ وہ حکم سجدہ سے مستثنیٰ تھا و ان وقع فی کلام  
سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اگرچہ ہمارے سردار شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام  
میں واقع ہوا ہے۔ ت) رب عز وجل نے متعدد تاکیدوں سے مومک فرمایا فبجد الملئکہ کلہم اجمعون  
تمام، جمیع، سب ملائکہ نے سجدہ کیا، فاللام للاستغراق و اکدت بكل و اکد یا جمعون  
(لام استغراق کے لئے ہے پھر کل اور اجمعون کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے) (ت)

(۳۹) ایک استفہار میں تین سوال پوچھے گئے :

(۱) بعد ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم باکرہ تھیں یا نہیں؟

(۲) قرآن مجید میں ناسخ آیات کتنی اور منسوخ کتنی ہیں؟

(۳) آنحضرت اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کوئی اور رسول تھے یا نہیں؟

۱۰/۴

۵۵/۵ دار الفکر بیروت

٣٨/٤٣ القرآن الكريم

اس استفتاء میں مندرج تینوں سوالوں کا ترتیب وار جواب دیتے ہوئے فرمایا :

(۱) سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت کے بعد بھی حضرت بتول طیّتبہ طاہرہ سیدنا مریم بکر تھیں، بکر ہی رہیں، اور بکر ہی اٹھیں گی، اور بکر ہی جنت النعیم میں داخل ہوں گی یہاں تک حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کے نکاح اقدس سے مشرف ہوں گی۔  
ان کی شانِ کریم :

لعلی سسنبی بشر ولم اک بغیا۔

نہ مجھے کسی نے ہاتھ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔

ظاہر ہے کہ بعد ولادت بھی صادق ہے، اور یہی معنی بکریت ہے۔ رہا بکارت بمعنی پردہ عروق کا زوال، اولاً اس ولادت معجزہ میں ہونا کیا ضرور اور اس کا کہاں ثبوت۔ جو بے باپ کے پیدا کر سکتا ہے بے زوال بکارت ولادت دینے پر بھی قادر ہے۔ بکر کے لئے بھی منفذ ہوتا ہے جس سے خون آتا ہے، اور بالفرض اس کا زوال ہو بھی تو منافی بکریت نہیں۔ بہت ابکار کا یہ پردہ کسی صدمہ یا خون حیض کی حدت وغیرہ سے جاتا رہتا ہے، مگر وہ بکر سے شیب، نارسیدہ سے شوہر دیدہ نہیں ہو جاتیں بلکہ حقیقتہً بھی بکر ہوتی ہیں، اور حکم شرع میں بھی بکر ہی رہتی ہیں۔ ان کا نکاح ابکار کی طرح ہوتا ہے اور وہ ابکار کے لئے وصیت میں داخل ہوتی ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے :

من نزلت بکارتھا بوثبة او دسوس حیض او جراحة ادکبر بکری حقیقة۔

جس کا پردہ بکارت کوڈنے، حیض آنے یا زخم یا زیادتی عمر کی وجہ سے زائل ہوا وہ عورت حقیقتہً بکرہ ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ اور رد المحتار میں ہے :

البکرا اسم لامرأة له تجامع بنکاح ولا غيرة۔

بکرہ اس عورت کو کہتے ہیں جس سے نہ نکاح یا بلا نکاح صحبت نہ کی گئی ہو۔ (ت)

بحرہ شامی میں ہے :

حاصل کلامہم ان الزائل فی هذا المسائل العذرة ای العجدة التي علی

لہ القرآن الکریم ۲۰/۱۹

۱۹۲/۱ مطبع مجتہائی دہلی باب الولی کتاب النکاح

۳۰۲/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت باب الولی کتاب النکاح

الحل لا البکامرة فكانت بکس حقیقة وحکما ولذا تدخل فی الوصیة لابکار بنی فلان لے  
ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ان مسائل میں عذرة زائل ہوئی ہے یعنی وہ جھٹی جو شرمگاہ میں ہوتی ہے، تو  
عورت ان صورتوں میں حقیقة اور علما ہر طرح باکرہ ہوتی ہے، اس لئے کہ اگر کسی نے بنی فلاں کی باکرہ عورتوں  
کے لئے وصیت کی تو یہ بھی ان میں داخل ہوگی۔ (ت)

(۲) اس میں اختلاف کثیرہ ہیں۔ حازمی کی کتاب النسخ والمفسوخ اور اتقان وغیرہ میں مفصل بیان  
ہے اور اختلاف کا بڑا منشاء اختلاف اصطلاح بھی ہے کما لا یخفی علی من سیر و نظر و تأمل و تدبر  
(جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو گھوما پھرا، دیکھا اور غور و فکر کیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔  
(۳) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والاخرة لیس بینی و بینہ نبی، رواہ احمد  
والشیخان وابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ عیسیٰ ابن مریم کا ولی میں ہوں، مجھ میں اور اُن میں کوئی نبی نہیں۔  
(اس کو امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:  
انا دعوة ابراہیم وکان اخر من بشر بنی عیسیٰ بن مریم۔ رواہ الطیالسی وابن عساکر  
وغیرہما عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور سب میں پچھلے میری بشارت دینے والے عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ  
والسلام تھے (اس کو طیالسی اور ابن عساکر وغیرہ نے سیدنا عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کیا ہے۔

۳۰۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الولی	۱۰ رد المحتار کتاب النکاح
۲۹۰، ۲۸۹/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	وا ذکر فی الکتاب مریم	۱۱ صحیح البخاری کتاب الانبیاء
۲۸۶/۲	سنن ابی داؤد	۲۶۵، ۲۶۴	صحیح مسلم کتاب الفضائل
۳۱۹/۲	المکتب الاسلامی بیروت	عن ابی ہریرۃ	مسند احمد بن حنبل
۲۰۵/۱۱	مؤسستہ الرسالہ بیروت	حدیث ۳۱۸۸۹	کنز العمال

حدیث صحیحین اصح ما ورد فی الباب ہے۔ فلا یعارضہ ما ینکر من حدیث خالد بن سنان وغیرہ لہذا خالد بن سنان وغیرہ کی روایت سے مذکور حدیث اس کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ (ت) معتمد انبیاء علیہم السلام میں احتیاط یہ ہے کہ:

أما بانبیاء الله جميعا لا نفرق بين أحد من رسله۔

ہم تمام انبیاء پر ایمان لائے ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے،

کہ بعض پر ایمان لائیں اور معاذ اللہ بعض پر نہیں، جیسا کہ یہود و نصاریٰ خذلہم اللہ تعالیٰ نے کیا، اور بالیقین کسی کو نبی ماننے کے لئے تو اثر شرط ہے، یہاں احاد کا فی نہیں لہذا تقریر ان الاحاد لا تفید الاعتماد فی مثل الاعتقاد واللہ الہادی الی سبیل الرشاد (کیونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اخبار احاد اعتقادات جیسے امور میں اعتماد کا فائدہ نہیں دیتیں اور اللہ تعالیٰ ہی راہ ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۵۹ تا ۴۶۳)

(۴۰) ”اولی الامر“ کے معنی کی تعیین اور حدیث ”جس نے امام وقت کو نہ پہچانا جاہلیت کی موت مرا“ کے معنی کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا:

”اولی الامر“ میں اصح قول یہی ہے کہ اس سے مراد علماء دین ہیں کما نص علیہ الزمر قافی وغیرہ (جیسا کہ اس پر زر قافی وغیرہ نے نص فرمائی ہے۔ ت) نہ کہ سلاطین جن کے بہت احکام خلاف شریعہ ہوتے ہیں۔ یزید پلیدی کے وقت میں بکثرت صحابہ کرام و تابعین اعلام تھے وہی ”اولی الامر“ تھے نہ کہ یزید علیہ مایستحقہ۔ ہر رسالت کے زمانہ میں وہ رسول اور اس کی کتاب امام ہوتی ہے۔ قال تعالیٰ کتب موسیٰ اماما ورحمۃ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور مہربانی ہے۔ (ت)

زمانہ ختمیت میں آخر دہر تک قرآن عظیم و حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام ہیں، جس نے

انہیں نہ پہچانا ظاہر کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۶۳، ۴۶۴)

(۴۱) خطبہ میں ”لا یکلف الله نفسا الا دون وسعها“ پڑھنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں

لفظ دون کے معانی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

آیہ کریمہ بدون ”دون“ ہے، خطبہ میں اگرچہ زندہ آیت ہونا ضرور نہ قرآن عظیم سے اقتباس محذور، مگر زیاداتِ موبہومہ خلافِ مراد محذور۔

دون زبانِ عرب میں دس معنی پر مشتمل ہے :

(۱) غیر، اِنْفَكَ الْهَيْةُ دُونَ اللَّهِ تَرْيَدُونَ، ای غیر کا۔

غیر، کیا بہتان سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور خدا چاہتے ہو یعنی اس کا غیر۔ (ت)

(۲) تحت، و مَنَادُونَ ذَلِكَ۔

تحت، اور ہم میں سے کچھ اس سے کمتر ہیں۔ (ت)

(۳) فوق، فَهِيَ اَذُنٌ مِنَ الْاَضْدَادِ كَمَا افَادَهُ الْمَجْدُ۔

فوق، تو اس صورت میں یہ اضداد کے قبیلہ سے ہوگا جیسا کہ مجد نے اس کا افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

(۴) اقل، لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسٍ اَوْ اَقْصَدَقَةً۔

اقل، پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (ت)

(۵) وراء و امام، یعنی اس پار یا اُس پار۔

كَيْفَ الْوَصُولُ اِلَى سَعَادٍ وَ دُونَهَا قُلُلُ الْجِبَالِ وَ دُونَهَا حَتُوفٌ

وراء و امام، سعادت تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے حالانکہ اس کے سامنے بلند چوٹیوں والے پہاڑ ہیں اور

ان کے پیچھے موتی ہیں۔ (ت)

وَفِي الْحَدِيثِ مَنْ قَتَلَ دُونَ اَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ اَي اِمَامُهُمْ فِي حِفْظِهِمْ وَالدِّفَاعِ عَنْهُمْ،

۱۔ القرآن الکریم ۸۶/۳۷

۲۔ تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۸۶/۳۷ صحیح المطابع دہلی ص ۲۷۶

۳۔ القرآن الکریم ۸۶/۳۷

۴۔ المقاموس المحیط باب النون فصل الدال تحت لفظ ”دون“ مصطفیٰ البابی مصر ۲۲۵/۴

۵۔ صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱۸۹/۱ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۳۱۵/۱

۶۔ الجبل العلوم علم التعابی فی الحروب ۱۶۵/۲

۷۔ جامع الترمذی ابواب الایات باب ماجاء فیمن قتل دون ماله فوشہید الخ امین کمپنی دہلی ۱۷۰/۱

اور حدیث میں ہے جو اپنے اہل و عیال کے سامنے قتل کیا گیا وہ شہید ہے یعنی ان کے سامنے ان کا دفاع کرتے ہوئے۔ اور حدیث میں ہے : اللہ تعالیٰ سے آگے کوئی ملتی نہیں۔ اور شراب سے متعلق شاعر کے قول نے ان معانی کو جمع کر دیا ہے یہ شراب تجھے دکھاتی ہے کہ تنکا اس کے آگے ہے اور وہ اس کے پیچھے ہے۔ (ت)

و یقنہ بالحدوث من کاف دونہ  
حقیر چیز پر قناعت کر لیتا ہے وہ جو حقیر ہوتا ہے۔ (ت)

(۸) شریف،

حكاية بعض النخاة وقال المجد عليه ضد.

بعض نحویوں نے اس کو حکایت کیا ہے، اور مجد نے کہا کہ یہ پہلے معنی کی ضد ہے۔ (ت)

(۹) نزدیک تر پیمیزے بہ نسبت مضاف الیہ، وجود من دونہم امراتین تذودان ۛ مضاف الیہ کی بہ نسبت زیادہ قریب چیز، اور اس نے ان مردوں کے قریب دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور روک رہی ہیں۔ (ت)

(۱۰) مقارب مضاف الیه مکاناً مکانة "هَذَا دُونَكَ" ای قریب۔

مضاف الیہ کے قریب مکان، یہ تیرے قریب ہے۔

ظاہر ہے کہ معنی ، وہ کو توہاں سے تعلق ہی نہیں ، اور باقی معانی سب مخالفِ قرآن ہیں۔

٢ / ٢١٦ مكتبة دار الايمان المدينة المنورة

٢٠٣/٩ فصل الدال داراجاء التراث العربى بيروت

" " " " " " " "

٢٢٥/٢ مصطفی البابی مصر " " " " القاموس المحيط

تاج العروس تحت لفظ دون دار احياء التراث العربي بيروت ٢٠٣/٩

٢٨/٢٣ القرآن الكريم

٢٠٢/٩ ٦ تاج العروس باب النون فصل الدال عت لفظ دون داراجاء التراث العربی بیروت

قرآن عظیم یہ حصر فرماتا یہ چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر قدرت و وسعت و طاقت۔ اور یہاں یہ حصر ہو گا کہ اللہ سبحانہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے سوا، یا طاقت سے نیچے، یا طاقت کے اوپر، یا طاقت سے کم، یا طاقت سے اس پار، یا طاقت سے اس پار۔ اور یہی نیچے اور کم اور اس پار کا حاصل۔ دو معنی اخیر میں نکلے گا کہ ان پانچوں معنی میں منتہی تک نہ پہنچنا ملحوظ ہے۔ صحاح و صراح و مجمع البحار وغیرہ میں ہے،

معناه تقصیر عن الغاية<sup>۱</sup>

اس کا معنی ہے کہ غایت تک نہ پہنچنا۔ (ت)

تو ان پانچوں کا حصر صریح مخالف قرآن ہے اور ان دو یعنی اوپر اور اس پار کا شدید مناقض۔ اور سوا تو صراحتاً نفیض معنی قرآن ہے، وبعد التیاء التی تاویلات دُور از کار کو گنجائش دی جائے تو ایہام معانی باطلہ نقد وقت ہے اور اسی قدر منع کے لئے بس ہے۔

فی رد المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع<sup>۲</sup>

رد المحتار وغیرہ معتمد کتابوں میں ہے کہ محض معنی محال کا ایہام ممانعت کے لئے کافی ہے (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۲۶۴ تا ۲۶۶)

(۴۲) حضرت مولانا قاضی محمد عبدالوحید حنفی فردوسی کی طرف سے ایک استفتاء اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ بچہ ذکر سے ہے یا اناث سے حالانکہ ایک آلہ نکلا ہے جس سے سب حال معلوم ہو جاتا ہے اور پتا ملتا ہے؟ اس سوال کا تفصیلی و تحقیقی جواب دیتے ہوئے رسالہ الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام تحریر فرمایا جو حسب ذیل ہے :

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي لا يخفى عليه شيء في الارض ولا في السماء هو الذي يصوركم في الارحام كيف يشاء، والصلوة والسلام على خاتم الانبياء، الاتي بكتاب مبين فيه رحمة

و شفاءً و ما حظّ الکفرین منه الا نعمة و شقاء و علی الہ و صحبہ البررة الاتقیاء، الذین ہم فی بطون امہاتہم سعداء ما جئت جنیناً فی ظلمت ثلاث بین غشاء و غطاء، امین! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ وہی ہے جو تمہاری صورت بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جیسے چاہے، اور درود و سلام ہو خاتم الانبیاء پر جو روشن کائنات لے کر تشریف لانے والے ہیں جس میں رحمت و شفاء ہے، کافروں کا اس سے سوائے انتقام اور بد بختی کے کچھ حصہ نہیں، اور آپ کے آل و اصحاب پر جو نیک اور متقی ہیں اور وہ ماؤں کے پیٹوں میں سعادتمند ہوئے، جبکہ جنین تین تاریکیوں میں پردے اور اندھیرے کے درمیان پوشیدہ رہے۔ آمین! (ت)

مولانا حامی سنت، حاجی بدعت اکرم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالیٰ جلّ و علا سورہ آل عمران شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الله لا يخفى عليه شئ في الارض ولا في السماء ۝ هو الذي يصوركم في الارحام كيف يشاء ۝ لا اله الا الله هو العزيز الحكيم ۝  
بیشک اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں، وہی ہے جو تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جیسا چاہے، کوئی سچا معبود نہیں مگر وہی زبردست حکمت والا۔  
سورہ رعد شریف میں فرماتا ہے:

الله يعلم ما تحمل كل انثى وما تفيض الارحام وما تزداد ط و كل شئ عنده بمقدار ۝ علم الغیب والشهادة الكبير المتعال ۝  
اللہ جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جتنے سمٹتے ہیں پیٹ اور جتنے پھیلتے یا جو کچھ گھٹتے ہیں اور جو کچھ بڑھتے، اور ہر چیز اس کے یہاں ایک اندازے سے ہے، جاننے والا نہاں عیاں کا سب سے بڑا بلندی والا۔

سورہ حج شریف میں فرماتا ہے:

ونقر في الارحام ما نشاء الى اجل مستی ۝  
اور ہم پٹھرائے رکھتے ہیں مادہ کے پیٹ میں جو کچھ چاہیں ایک مقرر وعدے تک۔



سورہ لقمان شریف میں فرماتا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْضِ حَامِطٌ وَمَا تَدْرِي  
نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ اَرْضٍ تَمُوتُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔

بیشک اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے مینہ، اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے  
اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا، اور کسی کو اپنی خبر نہیں کہ کہاں مرے گا، بیشک اللہ ہی جاننے والا  
خبردار۔

اور سورہ ملکہ شریف میں فرماتا ہے :

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نَظْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَنْرًا وَاَجَاطٌ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اَنْثَىٰ  
وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهِ ط وَمَا يَعْمُرُ مِنْ مَعْمَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمُرِهِ اِلَّا فِي كِتَبٍ ط  
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔

اللہ نے بنایا تمہیں مٹی سے، پھر مٹی سے، پھر کیا تمہیں جوڑے جوڑے، اور نہیں گا بھن ہوتی کوئی ماؤ  
اور نہ جنے مگر اس کے علم سے، اور نہ کوئی عمر والا عمر دیا جائے اور نہ گھٹایا جائے اس کی عمر سے، مگر یہ  
سب لکھا ہے ایک نوشتہ میں، بیشک یہ سب اللہ کو آسان ہے۔

سورہ حم السجدہ شریف میں فرماتا ہے :

اِلَيْهِ يَرْدُ عِلْمُ السَّاعَةِ ط وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اَنْثَىٰ  
وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهِ۔

اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے علم قیامت کا اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے غلاف سے، اور نہ پیٹ  
رہے کسی مادہ کو اور نہ جنے مگر اس کی آگاہی سے۔

اور سورہ النجم شریف میں فرماتا ہے :

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذَا نَشَأْتُمْ مِنَ الْاَرْضِ ۚ وَاِذَا اَنْتُمْ اِجْتَهْتُمْ فِي بَطُوْنِ اُمَمٍ ۚ  
فَلَا تَرْكُوْا اَنْفُسَكُمْ ط هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اَتَقٰۤی۔

اللہ خوب جانتا ہے تمہیں جب اس نے بنایا تم کو زمین سے اور جب تم چھپے ہوئے تھے ماں کے

پیٹ میں، تو آپ اپنی جان کو ستھرا نہ کہو، اسے خوب خبر ہے کون پرہیزگار ہوا۔

آیاتِ کریمہ میں مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ اپنے بے پایاں علوم کے بشمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال پیٹ رہتے وقت اور اس سے پہلے اور پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور جو کچھ اس پر گزرا اور گزرنے والا ہے، جتنی عمر پائے گا، جو کچھ کام کرے گا، جب تک پیٹ میں رہے گا، اس کا اندرونی بیرونی ایک ایک عضو ایک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا جو دیا جائے گا، ہر ہر ونگٹا جو مقدار مساحت وزن پائے گا۔ بچنے کی لاغری، فرہی، غذا، حرکت خفیفہ زائدہ، انبساط، انقباض اور زیادت و قلت خون، طث و حصول فضلات و ہوا و رطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں غرض ذرہ ذرہ سب اُسے معلوم ہے ان میں کہیں نہ تخصیص ذکورت و انوشت کا ذکر نہ مطلق علم کی نفی و حصر، تو یہ مہمل و مختل اعتراض پا در ہوا کہ بعض پادریان پا در بند ہوا کی تازہ گھڑت ہے اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسبِ عادت دیدہ و دانستہ کلامِ الہی پر اقرار و تہمت ہے۔ قرآنِ عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے محل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کر سکتا کہ نہ ہے یا مادہ۔ اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشانِ دو۔ اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض محل کا حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص نے بعدِ جہلِ طویل و عجزِ مدید کے بعض آلاتِ یحجان کا فقیر و محتاج ہو کر اس فانی و زائل و بے اصل و بے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم و قدرت سے (کہ وہ بھی اسی بارگاہِ علیم و قدیر سے حصہ رسد چند روز سے چند روز کئے پائے اور اب بھی اسی کے قبضہ و اقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں) اگر صحرا سے ذرہ سمندر سے قطرہ معلوم کر لیا تو یہ آیاتِ کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا، وہ خود فرماتا ہے:

یَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ

اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روز اول سے ابد الابد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے کا سبب اسی الہامِ شفاء کے استثناء میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروڑوں سرِ فلک کشیدہ پہاڑوں سے ایک نہایت قلیل ذلیل و بے مقدار ذرہ یہ آلم بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گزشتہ و آئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں نہ اعتراض کرے جو صیغہ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں

بعینہ وہی صیغہ یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آئے گا اور جو کچھ گزرا۔ جب ان بے شمار علوم تاریخی و آسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیت کو میر پر لب کشائی کا جنون اچھلا تو اب ایک ذرا سی آلیا نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہو سکتا ہے، یا عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے، یا انصاف نہ ملے تو انکھیاں را بھی کور ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

**ثُمَّ اَقُولُ** و باللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے۔ ت) مَفْصَلًا

حق واضح کو واضح تر کروں۔ **اصل** یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزت عز وجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چن دوجہ پر ہے،

**اَوَّل** علم کا ذاتی ہونا کہ بذاتِ خود بے عطائے غیر ہو۔

**دوم** علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ و تدبیر و فکر و نظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

**سوم** علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

**چہارم** علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

**پنجم** علم کا ثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر، تبدل، فرق، تفاوت کا امکان نہ ہو۔

**ششم** علم کا اقصیٰ غایات کمالات پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراض، احوال، لازمہ

مفارقة، ذاتیہ اضافیہ، ضمیمہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل و علا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی

یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں جو کسی غیر الہی

کے لئے عقول مفارقة ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر

مشرک ہے۔ ان تمام وجہ کی طرف آیاتِ کریمہ میں باطلاق کلمہ یعلم اشارہ فرمایا کہ یہاں علم کو

مطلق رکھا اور مطلق فرد کامل کی طرف منصرف اور علم کامل بلکہ علم حقیقی حق الحقیقیہ وہی ہے جو ان وجہ

ستہ کا جامع ہو اسی لحاظ پر ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا :

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا

جس دن اللہ عزوجل رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

گفتار کے پاس ان محبوبانِ خدا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم کا تشریف لانا ہدایت فرماتا ان ملاعنہ کا تکذیب و انکار و اصرار و استکبار و یہودہ گفتار سے پیش آنا کسے معلوم نہیں، مگر حضرات انبیاء عرض کریں گے لا علم لنا ہمیں اصلاً علم نہیں، لا نفی جنس کا ہے سلب مطلق فرمائیں گے یعنی وہی علم کامل کہ بحقیقت حقیقہ علم اسی کا نام ہے اصلاً اس کا کوئی فرد ہمیں حاصل نہیں، حتیٰ حقیقت تو یہ ہے جب اس سے تجاوز کر کے حقیقت عرفیہ یعنی مطلق دانستن کی طرف چلے خواہ بالذات ہو یا بالغیر ہو غنی ہو یا محتاج، سرمدی ہو یا حادث، ابدی ہو یا فانی واجب ہو یا ممکن، ثابت ہو یا متغیر، تام ہو یا ناقص، بالکنہ ہو یا بالوجہ، بایں معنی مطلق علم کہ ایک آدھ چیز کے جاننے سے بھی صادق زہار مختص بحضرت عروت عزت عظمتہ نہیں، نہ معاذ اللہ قرآن عظیم نے ہرگز کہیں اس کا دعویٰ کیا بلکہ جس طرح معنی اول کا غیر کے لئے اثبات کفر ہے اس معنی کے غیر سے نفی مطلق بھی کفر ہے کہ یہ خود صد بانصوص قسمہ آن عظیم بلکہ تمام قرآن عظیم بلکہ تمام مل و مشرائع و عقل و نقل و حس سب کی تکذیب ہوگی قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں کے لئے بے شمار علوم عظیمہ ثابت فرمائے اور ان کے عطا سے منت رکھی۔

○ قال تعالیٰ "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا"

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور سکھا دیا اللہ نے تجھے اے نبی! جو تجھے معلوم نہ تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔

○ وِبَشْرَةٍ بَعْلَمَ عَلِيمٌ

اور فرشتوں نے ابراہیم کو فرودہ دیا علم والے لڑکے کا۔

○ وَاتَّه لَذَوْعِلْمَ لِمَا عَلَّمْتَهُ

اور بیشک یعقوب علم والا ہے ہمارے علم عطا فرمانے سے۔

○ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

سکھا دئے آدم کو سب نام۔

- واذا كسر عبدنا ابراهيم واسحق ويعقوب اولى الایدی والابصار لی  
اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم واسحق و یعقوب قدرت والوں اور علم والوں کو۔
- یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجۃً ط  
بلند کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کو اور ان کو جنہیں علم عطا ہوا درجوں میں۔
- بلکہ عام بشر کو فرماتا ہے ،
- الرحمن ۵ علم القرآن ۵ خلق الانسان ۵ علمہ البیان ۳  
رحمان نے سکھایا قرآن ، بنایا آدمی ، اسے بتایا بیان ۔
- علم الانسان ما لم یعلم ۴  
سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا ۔
- واللہ اخرجکم من بطون امہتکم لاتعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار  
والافئدة لا لعلکم تشکرون ۵  
اللہ نے نکالا تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نہ نادان اور دیئے تمہیں کان اور آنکھیں  
اور دل ، شاید تم حق مانو ۔
- بلکہ عام تر فرماتا ہے ،
- الم تر ان اللہ یسبح له من فی السموات والارض والطیر صفت کل قد علم  
صلاته وتسبیحه ط واللہ علیم بما یفعلون ۵  
کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی پاکی بولتے ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں اور پرندے پراباندھے  
ب نے جان لی ہے اپنی نماز و تسبیح ، اور اللہ کو خوب خبر ہے جو وہ کرتے ہیں ۔
- تو کوئی اندھے سے اندھا بھی کسی آیت کا یہ مطلب نہیں کہہ سکتا کہ بایں معنی مطلق علم کو غیر سے نفی  
فرمایا ہے ہاں اس معنی پر علم مطلق غیر سے ضرور منسلوب ۔ اور یہ وجہ مقسم حصہ و تخصیص کی ہے یعنی تمام  
موجودات و ممکنات و مفہومات و ذوات و صفات و نصب و اضافات و واقعات و مہومات غرض

۱۱ / ۵۸ القرآن الکریم

۵ / ۹۶ " ۴

۲۱ / ۲۲ " ۵

۳۵ / ۳۸ القرآن الکریم

۴ / ۵۵ " ۳

۴۸ / ۱۶ " ۵

ہر شے و مفہوم کو علم کا عام و تمام محیط و مستغرق ہونا کہ غیر متناہی معلومات کے غیر متناہی سلاسل اور ہر سلسلے کے ہر فرد سے غیر متناہی علوم متعلق اور یہ سب نامتناہی نامتناہی نامتناہی علوم معا حاصل ہوں جن کے احاطے سے کوئی فرد اصلاً خارج نہ ہو جسے فرماتا ہے :

وَاتَّاللہُ قَدْ احاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔

بیشک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہوا۔

اور فرماتا ہے :

علم الغیب ج لا یعذب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبینۃ

جاننے والا ہر چھپی چیز کا ، اس سے چھپی نہیں کوئی ذرہ بھر چیز آسمانوں میں نہ زمین میں ، اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر سب ایک روشن کتاب میں ہے۔

ایسا علم بھی غیر کے لئے محال اور دوسرے کے واسطے اس کا اثبات کفر و ضلال کا بیّنۃ فی

رسالتنا ”مقامہ الحديد علیٰ خد المنطق الجدید“ (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ مقامہ الحديد علیٰ خد المنطق الجدید میں بیان کر دیا ہے۔ ت) مانحن فیہ میں مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے اس وجہ ہفتم کی طرف اشارہ فرمایا کُل انشیٰ میں کلمہ کُل اور ما تحمل من انشیٰ میں نکرہ منفیہ پھر تاکید بہ من اور ما فی الامر حامر عموم ما اور لام استغراق سے ، و علیٰ هذا القیاس۔ اب آئہ محدثہ کی طرف چلے ، فقیر اس پر مطلع نہ ہوا ، نہ کسی سے اس کا کچھ حال سنا ، ظاہر ایسی صورت طیر نہیں کہ جنین رحم میں بحال و فی ظلمت ثلاث تین اندھیلوں میں رہے اور بذریعہ آئہ مشہود ہو جائے اس کا جسم بالتفصیل آنکھوں سے نظر آئے کہ بعد علقو رحم سخت منضم ہو جاتا ہے جس میں میل سرمہ بدقت جائے اور اس جائے تنگ و تاریں جنین مجوس ہوتا ہے وہ بھی یوں نہیں بلکہ خود اس پر تین غلاف اور چڑھے ہوتے ہیں ایک غشائے رقیق ملاقی جسم جنین جس میں اس کا فضلہ عرق جمع ہوتا ہے اس پر ایک اور حجاب اس سے کثیف تر مستحکم غشائے لغافی جس میں فضلہ بول مجتمع رہتا ہے اس پر ایک اور

غلاف الشف کہ سب کو محیط ہے جسے شیمہ کہتے ہیں، ایسی حالتوں میں بدن نظر آنے کا کیا محل ہے، تو ظاہراً آئے کا محصل صرف بعض علامات و امارات ممیزہ منجملہ خواص خارجیہ کا بتانا ہوگا جن سے ذکر و انوثت کا قیاس ہو سکے جیسے رحم کی تجویف امین یا الیسر میں حمل کا ہونا یا اور بعض تجربات کہ تازہ حاصل کئے گئے ہوں اگر اسی قدر ہے جب تو کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی مجربین قیاسات فارقہ رکھتے تھے جیسے دہنی یا بانیں طرف جنین کا بیشتر جنبش، یا حاملہ کی پستان راست یا چپ کے حجم میں افزائش، یا سرہائے پستان میں سُرخی یا ادواہٹ آنا، یا رنگِ رُوئے زن پر شادابی یا تیرگی چھانا، یا حرکاتِ زن میں خفت یا ثقل پانا، یا قارورے میں اکثر اوقات حرمت یا بیاض غالب رہنی، یا عورت کے خلافِ عادت بعض اطعمہ حبیہ یا ردیہ کی رغبت ہونی، یا پشیم کہو میں زراوند و دقوق بعسل سرشتہ کا صبح علی الریق محمول اور ظہر تک مثل صائم رہ کر مزہ دہن کا امتحان کہ شیریں ہو یا تلخ، اخی غیر ذلک مما یلعہا فہ اهل الفن و لكل شروط یراعیہا البصیر فی صیلب الظن (اس کے علاوہ جس کو اہل فن جانتا ہے، اور عقلمند تمام شرائط کو ملحوظ رکھتا ہے تو گمان درست ہوتا ہے۔ ت)۔

اور عجائب صنع الہی جلت حکمت سے یہ بھی محتمل کہ کچھ ایسی تدابیر القار فرمائی ہوں جن سے جنین مشاہدہ ہی ہو جاتا ہو مثلاً بذریعہ قواسم یا نچوں جگہوں میں بقدر حاجت کچھ توسیع و تفریح دے کر روشنی پہنچا کر کچھ شیشے ایسی اوضاع پر لگائیں کہ باہم تادیہ عکس کرتے ہوئے زجاجِ اقرب پر عکس لے آئیں یا زجاجات متخالفۃ الملالی ایسی وضعیں پائیں کہ اشعۃ بصریہ کو حسبِ قاعدہ معروضہ علم مناظر العطفات دیتے ہوئے جنین تک لے جائیں جس طرح آفتاب کا کنارہ کہ ہنوز افق سے دُور اور مقابلہ نظر سے محجوب و مستور ہوتا ہے بوجہ اختلاف ملا و غلظت عالم نسیم میں محاذاتِ بصر سے پہلے ہی نظر آ جاتا اور طلوعِ حقیقی سے طلوعِ مرئی کہ وہی ملحوظ فی الشرع ہے پیشتر ہوتا ہے یوں ہی جانبِ غروب بعد زوال محاذات و وقوعِ حجاب میں کچھ دیر تک دکھائی دیتا اور غروبِ مرئی معتبر فی الشرع غروبِ حقیقی کے بعد ہوتا ہے، ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے جب کبھی موارثِ زنجیہ سے محاسبہ کیا اور اسے مشاہدہ بصری سے ملایا ہے ہمیشہ نہارِ عرفی کو نہارِ نجومی پر اس سے بھی زائد پایا ہے جو طرفینِ طلوع و غروب میں تفاوتِ افقین حسی و حقیقی بحسب ارتفاع قامت مقتدلہ انسانی و تفاضل نیم قطر فاصل میان حاجت و مرکز کا مقتضی ہے نیز اسی لئے فقیر کا مشاہدہ ہے کہ قرص شمس تمام و

عہ ہر سہ غشاہائے مذکورہ و فوقِ آنہا زیر و بالا دو طبقہ زہدان برہنگر غلاف است ۱۲  
تین مذکورہ پر مے اور ان پر اوپر نیچے دو طبقہ زہد کے ایک دوسرے پر غلاف ہیں ۱۲ (ت)

کمال بالاے افق مشہور ہونے پر بھی ظلمت شب مطلع و مغرب میں نظر آتی ہے حالانکہ مخروط ظلی و شمسی میں ہرگز نیم دور سے کم فصل نہیں اور اختلاف منظر آفتاب غایت قلت میں ہے کہ مقدار عشر قطر تک بھی نہیں پہنچتا۔ خیر کچھ بھی ہو ہم یہی صورت فرض کرتے ہیں کہ مجرد کسی امارت خارجہ کی بنا پر قیاس ہی نہیں بلکہ بذریعہ آلہ اعضاء جنیں باچناں و چنیں حجابات و کمیں مشہود ہو جاتے ہیں بہر حال آخر تمام منشا و بنائے اعتراض مہل صرف اس قدر کہ جو علم قرآن عظیم نے مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ کے لئے خاص مانا تھا ہمیں اس آلے سے حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ لا واللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ط ان یقولون الا کذباً ۵

کیا بڑا بول ہے جو اُن کے منہ سے نکلتا ہے وہ تو نہیں کہتے مگر جھوٹ۔ ہم پوچھتے ہیں اس آلے سے تم کو اتنا ہی علم دیا جو وہ ہاشتم عام و شامل میں ہے جس کا باری عز و جل سے خاص جاننا محال اور خود حکم قرآن عظیم کفر و ضلال تھا جب تو اعتراض کتنا مایں گویا اور کس درجہ کا جنون ہے کہ سرے سے مبنی ہی باطل و ملعون ہے اس قسم علم یعنی دانستن کو اگرچہ کیسا ہی ہو حضرت عزت عزت عظمیٰ سے قرآن عظیم نے کب خاص مانا تھا اس قسم کے کردار علم عام انسان بلکہ تمام حیوانات کو روزانہ ملتے رہتے ہیں اور قرآن عظیم خود غیر خدا کے لئے انھیں ثابت فرماتا ہے ایک اس کے ملنے میں کیسا ہی شاخ و تنگی کہ آیت الہی کا خلاف ہو گیا یہ بھی اس علم الا انسان ما لہ یعلم (انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا) کے ناپید کنار صحراؤں سے ایک ذلیل ذرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سکھایا آدمی کو جو اسے معلوم نہ تھا دیکھو ابھی تمھیں آیت سنا چکا ہوں کہ اللہ نے تمھیں نکالا ماں کے پیٹ سے بڑے جاہل کہ کچھ نہ جانتے تھے پھر تمھیں عقل و ہوش و چشم و گوش دیئے کہ اس کا حق مانو، تم نے اچھا حق مانا کہ اسی کی برابری کرنے لگے۔ اور اگر یہ مقصود کہ اس سے تمھیں اُن سات وجوہ مخصوصہ بحضرت باری عز و جل سے کسی وجہ کا علم مل گیا تو یہ اس سے بھی لاکھوں درجہ بدتر جنون ہے۔ کیا یہ علم تمھارا ذاتی ہے، عطائے الہی سے نہیں؟ اہل کتاب کہلاتے ہو شاید، ایسا خدا تعالیٰ دعویٰ تو نہ کرو، ابھی چند روز ہوئے تم اس آلے سے جاہل تھے اللہ عز و جل نے تمھیں تمھاری بساط کے لائق عقل دی، ریاضی سکھائی، دنیا کمانے کی راہ بتائی، تمھارے ذہن میں اس کا طریقہ ڈالا، آنکھیں ہاتھ جو ارج دیئے جن کے ذریعہ سے کام کر سکو، جس چیز کا کوئی آکر بناؤ اور جس چیز پر اسے استعمال میں لاؤ انھیں تمھارے لئے مسخر کیا، اسباب مہیا کر کے تمھارے دل میں اس کا خیال ڈالا پھر تمھارے جوارح کو کام کی طرف مصروف فرمایا پھر محض اپنی



قدرتِ کاملہ سے بنا دیا اور اس کا بننا تمہارے ہاتھوں پر ظاہر ہوا تم سمجھے ہم نے اپنی قدرت اپنے علم سے بنایا  
اندھے ہمیشہ ایسا ہی سمجھا کرتے ہیں جو ظاہری سبب کے غلام اور حلقہ بگوش اور مسبب و خالق و عالم و قادر حقیقی  
سے غافل و بیہوش ہیں کذلک یطعم اللہ علیٰ کل قلب متکبر جیسا (اللہ تعالیٰ یوں ہی مہر کر دیتا ہے  
متکبر کرش کے سارے دل پر۔ ت) جیسے قارون ملعون جسے اللہ عز و جل نے بے شمار خزانے دیئے  
دنیا بھر کی نعمتیں بخشیں جب اس سے کہا گیا :

احسن کما احسن اللہ الیک۔

بھلائی کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی۔ (ت)

تو کافر کیا بکتا ہے :

انما اوتیتہ علیٰ علم عندی۔

یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو مجھے آتا ہے۔

پھر بدلا دیکھا کس مزے کا چکھا :

فخسفناہ وبادامہ الارض ففماکانلہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ ق

وماکان من المنتصرین۔

دھنسا دیا ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں پھر نہ ہوئے اس کے کچھ یار کہ اسے بچا لیتے اللہ کی

گرفت سے اور نہ وہ مدد لاسکا۔

اور اس علم کا غنی نہ ہونا خود بدیہی کہ ایک بے جان آلے کی بودگی پر ہے جب تک آلہ نہ تھا تو ڈاکٹر صاحب

کچھ نہ کہہ سکتے تھے کہ نیم صاحب کے پیٹ میں میڈیم ہے یا باوالوگ، ازلی ابدی واجب کیسے کہہ سکتے ہو

جب تم خود ہی حادث فانی باطل ہو۔ ازلی بڑی چیز ہے ایام حمل ہی میں مدتوں اپنے جہل و عجز کا اقرار کرنا پڑے گا

جب تک نطفہ صورت نہ پکڑے پانی کی بوند یا خون بستہ یا گوشت کا ٹکڑا رہے ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری

کچھ نہیں چل سکتی کہ نہ نظر آتا ہے یا مادہ۔ کیا تمہارا علم ثابت ناقابل نقصان و زیادت ہے استغفر اللہ

قبل مشاہدہ کی حالت کو مشاہدہ اجمالی، مشاہدہ اجمالی کو نظر تفصیلی، نظر تفصیلی بالائی کو نظر بعد تصریح

عملی سے ملاؤ۔ حالت التفات و ذہول کافرق دیکھو پھر طریق بیان نسیان تو سرے سے ارتفاع ہے۔ کیا

تھمارا علم کامل ہے، حاشیہ اضافات بتانے کی کیا قدرت کہ وہ غیر متناہی ہیں مثلاً اس کے بدن کا کوئی ذرہ لے لیجئے اور اس کی ماں کے بدن اور تمام اجسام عالم میں جتنے نقطے فرض کئے جاسکتے ہیں اس کے بدن کے ہر ذرے کا اس ہر نقطہ ارضی و سماوی و شرقی و غربی و جنوبی و شمالی و نزدیک و دور و موجود و حال و ماضی و استقبال سے بعد بتاویہ لائق و لا تحصى خطوط جو ہر نقطہ جسم جنین سے تمام نقاط عالم تک نکل کر پیچہ بیشمار زاویے بناتے آئے ہر زاویے کی مقدار بولو، نہ سہی یہی بتا دو کتنے خطوط پیدا ہوں گے، نہ سہی یہی کہہ دو کہ تمام اجسام جہان میں کتنے نقطے نکلیں گے، نہ سہی اتنا ہی کہو کہ صرف جنین کے بدن میں کس قدر نقاط مانے جائیں گے اور جب یہ ادنیٰ علم جو علوم الہیہ متعلقہ بخنین کے کروہا کروہ کے حصوں سے ایک حصہ بھی نہیں ایک جنین میں بھی اس قلیل کے اقل القلیل حصے کا جواب نہیں دے سکتے اگرچہ دنیا بھر کے ڈاکٹر و پادری اکٹھے ہو جاؤ تو باقی علوم کی کیا گنتی ہے حالانکہ واللہ العظیم یہ تمام علوم، تمام نسبتیں، تمام خطوط، تمام نقاط، تمام زاویے، تمام مقادیر گزشتہ و موجودہ و آئندہ تمام جن و بشر و حیوانات کے تمام حلوں میں رب العزت اُن احاد میں معاً تفصیلاً ازلہ ابداً جانتا ہے اور یہ اس کے بجائے علوم سے ایک قطرہ بلکہ بے شماریم سے ادنیٰ نم ہے اور یہ سب کا سب مع ایسے ایسے ہزار ہا علوم کے جن کی اجناس کلیہ تک بھی وہم بشری نہ پہنچ سکے شمار افراد درکنار سب انھیں دو کلموں کے شرح میں داخل ہیں کہ یعلمہ ما فی الکاس حاتم جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے۔ تمھاری تنگ نظری، کوتاہ فہمی و لفظ دیکھ کر ایسے سستے سمجھ لئے کہ ایک آلے کی ناچیس زوہے حقیقت ہستی پر علم ارحام کے مدعی بن بیٹھے، ہاں نصب و اضافات کو جانے دو کہ نامتناہی ہیں معدود و معدود ہی اشیاء بتاؤ اور وہ بھی کسی ایک جنین کی نسبت اور وہ بھی خاص اپنے گھر کے کہ آدمی کو گھر کا حال خوب معلوم ہوتا ہے اپنا اور اپنی جو رو کا واقعہ تو خود اسی پر گزرا اس کے سامنے ہی گزرا اور اوپر سے مدد دینے کو آلہ موجود۔ کوئی پادری صاحب آلہ لگا کر بولیں کہ جس وقت ان کی میم صاحب کو پیٹ رہا نطفہ کتنے وزن کا گرا تھا اس میں کتنے حیوان منوی تھے، گرتے وقت رحم کے کس حصہ پر پڑا، رحم میں کتنی دیر بعد کون سی خمل و فقرہ میں مستقر ہوا، جب سے اب تک کتنا خون حیض اس کے کام آیا، یہ اصل نطفہ کس کس غذا کے کس کس کے جز اور کتنے وزن کا فضلہ تھا، وہ کہاں کی مٹی سے پیدا ہوتی تھی، کھانے کے کتنی دیر بعد اس نے صورتِ نطفیہ اخذ کی تھی، جب سے اب تک ایک ایک منٹ کے فاصلہ پر اس کی وزن و مساحت و ہیات میں کیا کیا اور کتنا کتنا تغیر ہوا، حوادث مذکورہ بالا کے باعث جب سے اب تک میم صاحبہ کی رحم شریف کے بار اور کتنی کتنی دیر کو اور کس کس قدر سمٹی پھیلی، بچہ کتنی دفعہ اور کس کس قدر اور کدھر کدھر کو پھیر چڑھایا، ہر جنبش پر وضع اعضا میں کیا کیا تغیر ہوا۔ یہی سب احوال اب سے پیدا ہونے تک کس کس طرح گزریں گے، منٹ منٹ پر وضع و وزن و مساحت و مکان و حرکت و سکون

غذا و احوال جنین و رحم میں کیا کیا تغیرات ہوں گے، با والوں رحم شریف میں کب تک بسیں گے، کس گھنٹے منٹ سکندھ ٹھڈ پر برآمد ہوں گے، پہلے کون سا عضو اُگے بڑھائیں گے، اس وقت کتنے فربہ کتنے دراز ہوں گے، دروازہ برآمد کی وسعت کس مقدار مخصوص تک چاہیں گے، آسانی گزر کو کتنی رطوبت کی پچکاریاں ساتھ لائیں گے، آپ کے بارزور لگائیں گے، میم صاحبہ سے کتنے کرائیں گے، کون سی چیخ پر باہر آئیں گے، برآمد بھی ہوں گے یا کچے ہی گر جاتیں گے، جی بچے تو کیا عمر پائیں گے، کہاں کہاں بسیں گے، کیا کیا کھائیں گے، کس کس مشن میں لونڈے پڑھائیں گے، الی غیر ذلک مما لا یعد و لا یحصى (اس کے علاوہ جن کی گنتی اور شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ت)۔

واللہ کہ تمام عالم کی تمام ماضی و موجود و مستقبل حملوں و رحموں کے ایک ایک ذرہ احوال مذکورہ و غیر مذکورہ گزشتہ و موجودہ و آئندہ کو رب العزت عز وجل کا علم ازلاً ابداً معاً تفصیلاً محیط ہے اور یہ سب انھیں دو پاک کلمہ یعلم ما فی الاثر حامد (جانتا ہے جو کچھ پیٹوں میں ہے۔ ت) کی شرح میں داخل، تم اپنے ہی گھر کے ایک ہی پیٹ کے مختصر احوال کے کروڑوں حصوں سے ایک حصہ کا بھی ہزارواں حصہ نہیں بتا سکتے اور عالم ارحام بننے کے مدعی نہ سہی ماضیہ و آتیہ کو بھی جانے دو صرف موجودہ ہی لو اور حالات میں بھی فقط موجودہ ہی پر قناعت کرو۔ کیا انھیں کو تمہارا علم عام ہے، سبحان اللہ!

اَوَّلًا ان کا بھی علم بالفعل کہاں تمام عالم میں جتنے حمل اس وقت موجود ہیں سب کی گنتی تو کوئی بتا ہی نہیں سکتا سب کے حال پر اطلاع کجا۔

ثانیاً اچھا علم بالفعل سے بھی گزر و صرف بذریعہ آلہ امکان علم ہی پر قناعت کرو کہ گو ہمیں کچھ معلوم نہیں مگر جو پاس آئے اور قدرت ملے تو آلہ لگا کر جان سکتے ہیں اگرچہ صاف ظاہر کہ یہ علم نہ ہوا کھلا جہل و اقرار جہل ہوا، تاہم موجود حملوں میں آدمی کے حمل اور ہر گونہ جانور طیر و وحش و سباع و بہائم و ہوام سب کے سب کا بعد داخل، ذرا کوئی پادری صاحب آلہ آپ لگا کر یا کسی ڈاکٹر صاحب سے لگو کر بتائیں تو کہ چیونٹی کے پیٹ میں گے انڈے ہیں اُن میں کتنی چیونٹیاں ہیں کتنے چیونٹے ہیں۔ ایک چیونٹی کیا خفاش کے سوا سب پرند اور نیز مچھلیاں، سانپ، گرگٹ، گوہ، ناکا، سقنقر و غیرہ ہا لاکھوں میں داخل نہ تھے۔

ثالثاً اور اتروں فقط بچے ہی والوں پر قناعت سہی کیا ان سب کے پیٹ آلے کے

قابل ہیں۔

رابعاً خامساً تا عاشراً وغیرہ، اس سے بھی درگزر وں فقط قابل آلہ بلکہ فقط

انسان بلکہ فقط امریکا یا انگلستان بلکہ فقط پادریان بلکہ فقط پادری فلاں بلکہ ان کے گھر کا بھی فقط ایک ہی پیٹ بلکہ وہ بھی فقط اُسی وقت جب بچہ خوب بن لیا اور اپنی نہایت تصویر کو پہنچ چکا اور وہ بھی فقط اتنی دیر کے لئے جبکہ میم صاحبہ کے پیٹ میں آلہ لگا ہوا ہے کلام کروں اب نولاکھوں عوم کے دریا سمٹ کر صرف بالشت بھر کی ایک ہی گھڑیا کی تلاش رہ گئی کیوں پادری صاحب! کیا آپ کے مافی الرحم میں صرف بچہ کا آلہ تناسل داخل ہے کہ زماہہ بتایا اور یعلہ مافی الاسر حام صادق آیا اس کے اعضائے اندرونی کیا رحم میں نہیں جنین کے دل و دماغ گردے شش سپرز مشانے تلخے امعا معدے رگ پٹھے عظم عضلے ایک ایک پُرزے کا وزن مقدار مساحت طول عرض عمق فرہی لاغری کے اختلافات غرض سب حالات صحیح صحیح محقق مفصل نہ فقط شرابی کی زق یا اندھے کی اٹکل بیان کرو۔ اچھا جانے دو اندرونی اعضائے آلہ و آلہ پرست سب کورے کور ہیں بیرونی ہی سطح کا حصہ سہی۔ بولورس میڈم! جو پیٹ میں جلوہ آرائیں ان کے سر پر کتنے بال ہیں، ہر بال کا طول کس قدر، عرض کتنا، عمق کس قدر، وزن کتنا، جلد میں مسام کتنے ہیں، ہر سوراخ کے ابعاد ثلثہ کیا کیا ہیں، ان میں کتنے باہم ایک دوسرے سے  $\frac{9}{11}$  کی نسبت رکھتے ہیں ہر ایک باقی سے کتنا متفاوت ہے بغل اور سینے اور ران اور پیر اور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں وغیرہ جوڑوں وصلوں میں ہر ایک کا زاویہ کس حد نہایت تک پھیل سکتا ہے، کسے درجے دقیقے ثنائیے عاشترے وغیرہ بات تک پہنچتا ہے دسل تجا ویف ظاہرہ میں طبعاً و قسراً کہاں تک پھیلنے کی قابلیت ہے کہ اس سے ذرہ بھر قسراً اندواق ہو تو قطعاً خارق ہو اور اس حد تک یقیناً تحمل کے قابل و لائق ہو تجا ویف حاصسہ و تجا ویف صالحہ میں ہر جگہ کتنا تفرق ہے الی غیر ذلک من احوال الزاہرۃ فی السطوح الظاہرۃ (اس کے علاوہ روشن احوال، ظاہر سطوں میں۔ ت) یہ تمام تفصیل تو یعلہ مافی الاسر حام کے لاکھوں سمندروں سے ایک خفیف

عہ پنچ در نصف بالا صماخین و منخرین و دہن و پنچ در نصف زیریں ثقبہ در قلعہ جبل الزہرہ کہ سترہ و ناف تا مندوسہ در دامان ازا نہادو در ابرۃ الزہرہ کہ بطرونوف خوانندہ یکے پائینش کہ مہبل گویند کہ و پنجم فرجہ پسین ۱۲۔

پانچ اوپر والے نصف میں، دو کانوں کے اندر، دو ناک کے اندر اور ایک منہ۔ اسی طرح پانچ نیچے والے نصف میں، جبل الزہرہ کے بالائی حصہ میں سوراخ جسے سترہ اور ناف کہا جاتا ہے، اور تین اس کے دامان میں ہیں جن میں سے دو ابرۃ الزہرہ میں جن کا نام بطر اور نوف ہے، اور ایک نیچے کی طرف جسے مہبل کہتے ہیں، اور پانچو ان سوراخ پیچھے کی طرف ۱۲ (ت)

قطرہ بھی نہیں اسی کو بتا دو۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا الناس التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين۔

پھر اگر نہ بتاؤ اور ہرگز نہ بتا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن ہیں آدمی اور پہاڑ، تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔

بالجملہ اس اعتراض کی ایک بہت ناقص نظیر یہ ہو سکتی کہ بادشاہ تمام روئے زمین اپنی مدح کرے میں ہوں مالک خزانہ عامرہ، میں ہوں صاحبِ اموال متکاثرہ، میرے لئے ہیں بلاد و قریے کے محصول، پہاڑوں کے حاصل، صحراؤں کی کانیں، دریاؤں کے محاصل۔ یہ سن کر ایک بے ادب، گستاخ، فقیر، قلاش، گداگر، بے معاش، لہجہ، بولا، اندھا، ہیولے چوڑوں کے بل گھسٹتا بادشاہی کے کسی گاؤں میں بادشاہی کی رعیت سے ہاتھ پاؤں جوڑ کر بادشاہی کے دیئے ہوئے مال سے ایک چھوٹی کوڑی مانگ لائے اور سہرا بازار تاپیاں بجائے کہ لیجئے بادشاہ تو اپنے ہی آپ کو مالکِ خزانہ و اموال و محاصل معادن و بحار و جبال بتاتا تھا یہ دیکھو مدتوں مصیبت جھیل کر پاڑ پیل کر ہم نے بھی ایک کافی کوڑی پائی ہے کیوں ہم بھی مالکِ خزانہ و محاصل بحار ہوئے یا نہیں، مسلمانو! نہ فقط مسلمانو، ہر قوم کے عاقلو! کیا اس اندھے کا ہلکا سا لقب مجنون ہوگا، کیا اس سے نہ کہا جائے گا کہ او بے عقل اندھے! کیا بادشاہ نے کہیں یہ فرمایا تھا کہ ہمارے خزانے عامرہ کے سوا ممکن نہیں کسی کے پاس کوئی چھوٹی کوڑی نکل سکے اگرچہ ہماری عطا کی ہوئی ہو، حاش! سلطان نے تو جا بجا صاف فرمادیا ہے کہ ہم نے اپنی رعایا کو بہت اموال کثیرہ عطایا عجزیہ انعام فرمائے ہیں اور ہمیشہ فرماتے گئے، ہاں اصل مالک ہمارے سوا کوئی نہیں، نہ ہمارے برابر کسی کا خزانہ ہو، اونچوں اندھے! کیا یہ بھیک کی کوڑی لاکر تو اس کا ذاتی مالک بے عطائے سلطان ہو گیا یا اس چھوٹی کوڑی سے تیرا مال خزانہ شاہی کے برابر ہو لیا اور جب کچھ نہیں تو کس ملعون بنا پر فرمانِ شاہی کی تکذیب کرتا اور قہرِ جبارِ قہار سے نہیں ڈرتا ہے۔ ہاں یہ پادری معترض اس اندھے سے بھی بہت بدتر حالت میں ہے اندھا فقیر اور وہ بادشاہ کبیر دونوں ان باتوں میں کانٹے کی تول برابر ہیں کہ دونوں مالک بالذات نہیں، دونوں مالک حقیقی نہیں، دونوں کی ملک مجازی حادث، دونوں کی ملک فانی زائل، دونوں حقیقت میں بڑے محتاج، دونوں بیشمار خزانوں کے مجازاً ابھی مالک نہیں، پھر اس کوڑی کو اس کے خزانہ سے ایک نسبت ضرور کہ دونوں محدود اور ہر متناہی کو دوسری متناہی سے کچھ نسبت ضرور دے سکتے ہیں اگرچہ نسبت نما میں ہزار صفر ٹکڑے، بخلاف

علم حقیقی خالق و علم اسمی مخلوق جن میں اصلاً کوئی تناسب ہی نہیں وہ ذاتی یہ عطائی، وہ غنی یہ محتاج، وہ ازلہ یہ حادث، وہ ابدی یہ فانی، وہ واجب یہ ممکن، وہ ثابت یہ متغیر، وہ کامل یہ ناقص، وہ محیط یہ قاصر، وہ ازلہ ابداً نامتناہی در نامتناہی در نامتناہی، یہ ہمیشہ ہر وقت معدود و محدود، پھر متناہی کو نامتناہی سے کوئی نسبت بتا ہی نہیں سکتے کہ یہ اس کا فلاں حصہ ہے، بھلا اُس اندھے کو تو ہر عاقل مجنون کتنا ان اندھوں کو کیا کہا جائے، یہ تو مجنون سے بھی کئی لاکھ درجے بدتر ہوئے، اور اندھے پن میں بھی اس سے کہیں بڑھ کر، اس کی آنکھیں تو باقی ہیں اگرچہ بے نور ہیں، یہاں آنکھوں کا نشان تک نہیں، ہاں ہاں کون سی آنکھیں، یہ دو چپکی کوڑیاں نہیں خر و شوک سب کے منہ پر لگی ہوتی ہیں بلکہ دل کی، جنھیں قرآن عظیم میں فرماتا ہے،

فَاتَّهَمُوا لَمْ يَكُنْ لَهُمُ الْبُصْرُ وَلَكِنْ عَمُوا الْقُلُوبَ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

تو ہے یوں کہ ان کافروں کی آنکھیں اندھی نہیں وہ دل اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

خیر کسی کافر سے کیا شکایت، مجھے تو ان ناسمجھ مسلمانوں سے تعجب آتا ہے جو مہمل و بے معنی شکوک و اہیہ سن کر متحیر ہوتے ہیں، سبحان اللہ، اللہ اللہ اللہ، کہاں اللہ رب السموات والارض عالم الغیب و الشہادہ سبحنہ و تعالیٰ اور کہاں کوئی بے تمیز بونگا ہیولی ہینقہ ناپاک ناشستہ کھڑے ہو کر مٹوتے والا صرہ ہیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

(دیکھا تو نے کس سے قطع تعلق کیا اور کس کے ساتھ منسلک ہوا ہے۔ ت)

خدا را انصاف، وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جہنم کے کودن کہ ایک اور تین میں فرق نہ جانیں، ایک خدا کے تین مانیں، پھر ان تینوں کو ایک ہی جانیں، بے مثل بے کفو کے لئے جو رو بتائیں، بیٹا ٹھہرائیں، اس کی پاک باندی سُتھری کنواری پاکیزہ بتول مریم پر ایک بڑھئی کی جو رو ہونے کی تہمت لگائیں، پھر خاوند کی حیات خاوند کی موجودگی میں بی بی کے جو بچہ ہوا سے دوسرے کا گائیں، خدا کا بیٹا ٹھہرا کر ادھر کافروں کے ہاتھ سے سُولی دلوائیں، ادھر آپ کے خون کے پیاسے بوٹیوں کے بھوکے روٹی کو اس کا گوشت بنا کر دُر در چبائیں، شراب ناپاک کو اس پاک معصوم کا خون ٹھہرا کر غٹ غٹ چڑھائیں، دنیا یوں گزری اُدھر موت کے بعد گھٹائے کو اسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں، لعنتی کہیں ملعون بنائیں، اے سبحان اللہ اچھا خدا جسے سُولی دی جائے، عجب خدا جسے دوزخ جلائے۔ طرہ خدا جس پر لعنت آئے جو بکرا بنا کر بھینٹ دیا جائے۔

اے سبحان اللہ باپ کی خدائی اور بیٹے کو سولی، باپ خدا بیٹا کس کھیت کی مٹی، باپ کی جہنم کو بیٹے ہی سے لاگ، سرکشوں کو چھٹی بے گناہ پر آگ، اُمّی ناجی رسول ملعون، معبود پر لعنت بندے مامون۔ تفت وہ بندے جو اپنے ہی خدا کا خون چکیں، اسی کے گوشت پر دانت رکھیں۔ اُف اُف وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ الزام لگائیں کہ بھنگی چار بھی جن سے گھن کھائیں، سخت فحش یہودہ کلام گھڑیں اور کلام الہی ٹھہرا کر پڑھیں، زندہ زندہ کی تختہ تعظیم پر یہ تہذیب قدّہ تعلیم (مثال کے لئے دیکھو بائبل پرانا عہد نامہ لسیعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۳ ورس ۱۵ تا ۱۸) خدا کا معاذ اللہ زنا کی خرچی کو مقدس ٹھہرانا اور اپنے مقربوں کے لئے اسے چُن رکھا کہ کھائیں اور مستائیں۔

ایضاً کتاب پیدائش باب ۱۹ ورس ۳۰ تا ۳۸) سیدنا لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ اللہ اپنی دختر توں سے زنا کرنا بیٹیوں کا باپ سے حاملہ ہو کر بیٹے جننا۔ ایضاً کتاب دوم اشموئیل نبی باب ۱۱ ورس ۲۵ سیدنا داؤد علیہ وہ عبارت یہ ہے (۱۵) اس دن ایسا ہو گا کہ صورتی بادشاہ ایام کے مطابق ستر برس تک فراموش ہو جائیگی اور ستر برس کے پیچھے صورت کو چھال کے مانند گیت گانے کی فبت ہوگی (۱۶) اوچھال جو کہ فراموش ہو گئی ہے بربط اٹھالے اور شہر میں پھر کر تار کو خوب چھیڑ اور بہت سی غزلیں گانا کہ تجھے یاد کریں (۱۷) کیونکہ ستر برس کے بعد ایسا ہو گا کہ خداوند صورت کی خبر لینے آئے گا اور پھر خرچی کے لئے جائے گی اور روئے زمین کی ساری مملکتوں سے زنا کرے گی (۱۸) لیکن اس کی تجارت اور اس کی خرچی خداوند کے لئے مقدس ہوگی اس کا مال ذخیرہ نہ کیا جائے گا اور رکھ چھوڑا جائے گا بلکہ اس کی تجارت کا حاصل ان کے لئے ہو گا جو خداوند کے حضور رہتے ہیں کہ کھا کے سیر ہوں اور نفیس پوشاک پہنیں۔

ع ۳۰) لوط اپنی دونوں بیٹیوں سمیت پہاڑ پر جا رہا (۳۱) پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا (۳۲) آؤ ہم باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم بستر ہوں (۳۳) پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی (۳۴) دوسرے روز پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا دیکھ کل رات میں اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کے اس سے ہم بستر ہو (۳۵) سو اس رات چھوٹی اس سے ہم بستر ہوئی (۳۶) سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (۳۷) اور بڑی ایک بیٹا جنی اس کا نام مواب رکھا وہ موابیوں کا جواب تک میں باپ ہو (۳۸) اور چھوٹی بھی ایک بیٹا جنی اس کا نام بنی عمون رکھا وہ بنی عمون کا جواب تک میں باپ ہو (۳۹) مختصراً ۱۲۔

ع ۳ (۲) ایک دن شام کو داؤد دھت پر ٹھلنے لگا وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہار ہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی (۳) تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے آدمی بھیجے انھوں نے کہا حتیٰ اور یاہ کی جو رو (۴) داؤد نے لوگ بھیج کے اس عورت کو بلالیا اور اس سے ہم بستر ہوا وہ اپنے گھر چلی گئی (۵) اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں اور مختصراً۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے ہمسائے کی خوبصورت جوہر کو ننگی نہاتے دیکھ کر بلانا اور معاذ اللہ اس سے زنا کر کے پیٹ رکھانا، ایضاً کتاب حزیل نبی باب ۲۳ و رسم یکم تا ۲۱ معاذ اللہ خدا کی دو جوہروں کا قصہ

عہ (۱) خداوند کا کلام مجھے پہنچا اس نے کہا (۲) اے آدم زاد! دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں (۳) انھوں نے مصر میں زنا کاری کی وے اپنی جوانی میں یار باز ہوئیں وہاں ان کی چھاتیاں ملی گئیں ان کی بکر کے پستان چھوئے گئے (۴) ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن اہولہ اور وے میری جوہر واں ہوئیں (۵) اہولہ جن دنوں میں میری تھی چھٹا لاکر نے لگی اور اسوریوں پر عاشق ہو گئی (۶) وے سرشکر اور حاکمان تھے دلپسند جوان ارغوانی پوشاک (۷) اس نے ان سب کے ساتھ چھٹا لہ کیا (۸) اس نے ہرگز اس زنا کاری کو جو اس نے مصر میں کی تھی نہ چھوڑا کیونکہ انھوں نے اس کی بکر کی پستانوں کو ملاتھا اور اپنی زنا اس پر انڈیلی تھی (۹) اس لئے میں نے اس کے یاروں کے یاروں کے ہاتھ میں، ہاں اسوریوں کے ہاتھ میں ہاں اسوریوں کے ہاتھ میں جن پر وہ مرتی تھی کرنا (۱۰) انھوں نے اس کو بے کیا (۱۱) اس کی بہن اہولہ نے یہ سب کچھ دیکھا پر وہ شہوت پرستی میں اس سے بدتر ہوئی، اس نے اپنی بہن کی زنا کاری سے زیادہ زنا کاری کی (۱۲) وہ بنی اسور جو اس کے ہمسایہ تھے جو بھڑکیلی پوشاک پہنتے اور گھوڑوں پر چڑھتے اور دلپسند جوان تھے، عاشق ہوئی (۱۳) اور میں نے دیکھا کہ وہ بھی ناپاک ہو گئی (۱۴) بلکہ اس نے زنا کاری زیادہ کی کیونکہ جب اس نے دیوار پر مردوں کی صورتیں دیکھیں کسیدیوں کی تصویریں شنکوف سے کھچی تھیں (۱۵) کمرؤں پر پٹکے کسے، سروں پر اچھی رنگین پگڑیاں (۱۶) تب دیکھتے ہی وہ ان پر مرنے لگی اور قاصدوں کو ان کے پاس بھیجا (۱۷) سو بابل کے بیٹے اس پاس آئے بستر پر چڑھے اور انھوں نے اس سے زنا کر کے اسے آلودہ کیا اور جب وہ ان سے ناپاک ہوئی تو اس کا جی ان سے بھر گیا (۱۸) تب اس کی زنا کاری علانیہ ہوئی اور اس کی برہنگی بے ستر ہوئی تب جیسا میراجی اس کی بہن سے ہٹ گیا تھا ویسا میرادل اس سے بھی ہٹا (۱۹) اس پر بھی اس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کر کے جب وہ مصر کی زمین میں چھٹا لاکرتی تھی زنا کاری پر زنا کاری کی (۲۰) سو وہ پھر اپنے ان یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا (۲۱) اس طرح تو نے اپنی جوانی کی شہوت پرستی کہ جس وقت مصری تیری جوانی کے پستانوں کے سبب تیری چھاتیاں ملتے تھے یاد دلاتی اھ ملخصاً۔



اور سخت شرمناک الفاظ میں ان کی بچہ زنا کاریوں سے شہوت رانیوں کا تذکرہ کیا عہد نامہ پورس رسول کا خط کلیٹوں کو باب ۳ ورٹس ۱۳ نصاریٰ کے یسوع مسیح مصنوع کا ملعون ہونا الی غیر ذلک مما لا یعد ولا یحصى ۔

امتاباللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم واسمعیل واسحق و یعقوب و الاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربہم لانفرق بین احد منهم تف ونحن لہ مسلمون ۱

ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اُتر اور جو اتار اگیا ابراہیم واسمعیل واسحق و یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں ۔ (ت)

الا لعنة الله علی الظالمین ۵ الذین یصدّون عن سبیل اللہ ویبغونها عوجاء وہم بالآخرۃ ہم کفرون ۶

ارے ظالموں پر خدا کی لعنت جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں ۔ (ت)

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۷

وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا ۔ (ت)

فویل للذین یکتبون الکتب بایدیہم ثم یقولون هذا من عند اللہ لیشتروا

بہ ثمنًا قلیلًا فویل لہم مما کتبت ایدیہم وویل لہم مما یکسبون ۸

تو خرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں ، تو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے ۔ (ت)

اللہ اللہ یہ قوم یہ قوم یہ سرسروم ، یہ لوگ یہ لوگ جنہں عقل سے لاگ جنہیں جنون کا روگ ، یہ اس

قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں انا للہ وانا الیہ راجعون ،

عہ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکا دیا گیا سو لعنتی ہے ۱۲۔

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم (بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اور نہیں ہے گناہ سے بچنے کی طاقت اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو بلندی و عظمت والا ہے۔ ت) یہ پہلے اپنی ساختہ بابل تو سنبھالیں قاہر اعتراض باہر اriad اس پر سے اٹھالیں، انگریزی میں ایک مثل کیا خوب ہے کہ شیش محل کے رہنے والے پتھر پھینکنے کی ابتداء کرو یعنی رب جبار قہار کے حکم قلعوں کو تمھاری کنکریوں سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے مگر ادھر سے ایک پتھر بھی آیا تو حجاز مآ من سبیل (کنکر کا پتھر۔ ت) کا سماں کعصف ماکول (کھائی ہوئی کھیتی۔ ت) کا مزہ چکھا دے گا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ وَاُخْرَدَعُوْنَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْن !

اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ اور ہماری دُعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سرایا اللہ ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا، اور درود و سلام ہو آخری نبی پر جو ہمارے آقا و مولانا محمد مصطفیٰ ہیں اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر، آمین ! (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۲۶۸ تا ۲۸۷)

(۳۴) سوال ہوا کہ قرآن مجید میں اہل نار کی حالت یوں لکھی ہے ”لایموت فیہا ولا یحییٰ“ اس سے ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے تو یہ کیسے جائز ہوگا؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

قرآن عظیم محاورہ عرب پر اُترا ہے،

قال اللہ تعالیٰ ”فوسرّب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون“  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ (ت)

اور عرب بلکہ تمام عرب و عجم کا محاورہ ہے کہ ایسی کرب شدید و مصیبت مدید کی زندگی کو یوں ہی کہتے ہیں کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں نہ زندوں میں نہ مردوں میں، لاجی فیرج و لامیت فیرفی (نہ زندہ ہے نہ امید رکھی جائے اور نہ مردہ ہے نہ مرثیہ کہا جائے۔ ت) اس کا بیان دوسری آیت کریمہ

میں ہے کہ:

يَا تِيَه الْمَوْت مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٌ ۚ

اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں۔

يَا تِيَه الْمَوْت مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يَه "لَا يَحْيِي" ہوا، اور ماہو بمیت یہ "لَا يَمُوت فِيهَا" ہوا، اور موت و حیات نفیضین نہیں کہ انسان نہ موت ہے نہ حیات، بلکہ ان میں تقابل و تضاد ہے اگر موت وجودی ہے اور عدم و ملکہ اگر عدمی۔

والاؤل هو الصحيح عندی لظاہر قوله تعالى "خلق الموت والحیوة" والحديث ذبح الكبش يوم القيمة۔

اور اول ہی میرے نزدیک صحیح ہے اللہ تعالیٰ کے ظاہر فرمان کی وجہ سے کہ اس نے موت اور حیات کو پیدا کیا، اور قیامت کے دن مینڈھے کو ذبح کرنے والی حدیث کی وجہ سے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۸۸، ۴۸۹)

(۴۴) آیہ کریمہ فلما اخذتهم الرجفة میں مرجفہ کا معنی ایک شخص "کڑکڑانا" اور دوسرا "زلزلہ" بتاتا ہے، کون سا معنی صحیح ہے؟ اس سوال کے جواب میں لفظ مرجفہ کی معنوی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا،

مرجفہ کے معنی میں یہ کڑکڑانا محض باطل و بے اصل ہے جس پر نہ لغت شاہد نہ تفسیر، تو یہ ضرور تفسیر بالرائے ہے اور اس کا حصر کرنا کہ یہی ہیں حضرت عورت عظمتہ پرافترار، اور اس کا استدلال کہ وہ سبب استدلال آیت میں دوسری تحویل اور لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف تبدیل ہے کہ اخذ عذاب حقیقت ہے اور سبب کی طرف اسناد مجاز یا بحذف مضاف تقدیر و بال کی جائے، بہر حال محض بلا و جہر بلکہ بلا مجال وحی عدول بہ مجاز ہے کہ باطل نامجاز ہے۔ اسی قصہ میں دوسری جگہ فاخذتکم الصعقة (تو تم کو صاعقہ نے پکڑا۔ ت) فرمایا ہے

۱۔ القرآن الکریم ۱۴/۱۷

۲۔ ۲/۶۷

۳۔ روح البیان تحت آیہ وفیناہ بنزع عظیم ۲۳/۴۷ و مرقاة المفاتیح تحت الحدیث ۵۵۹/۹ ۵۵۵

۴۔ القرآن الکریم ۱۵۵/۷

۵۔ ۵۵/۲

صاعقہ کے معنی میں بھی اسی دلیل سے یہی کڑکڑانا ہوگا بلکہ جہاں جہاں قرآن عظیم نے اقوال کفار پر نار یا حمیم یا غساق وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے ان سب کے معنی میں یہی کڑکڑانا آئے گا کہ یہی اس عذاب کا سبب ہوا ایسی بات علم تو علم عقل سے بعید ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۲۸۹، ۲۹۰)

(۴۵) ایک تفسیری قول کے حوالہ سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:  
درمثور جلد ۴ ص ۵۸ :

اخرج ابن المنذر وابن مردويه عن انس رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يأتي أحد اكل عام فاذا اتفوه الشعب سلم على قيوم الشهداء فقال "سلم عليكم بها صبرتم فنعمة عقي الدار" وابوبكر وعمر وعثمان رضي الله تعالى عنهم

ابن منذر اور ابن مردويه رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال اُحد میں تشریف لاتے تھے، جب گھاٹی کی فراخی میں داخل ہوتے تو قبورِ شہداء پر سلام کہتے ہوئے یوں فرماتے: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پھلایا گیا ہی خوب بلا۔ سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ت)

ابن جریر جلد ۱۳ ص ۸۴ :

حدثني المثنى ثنا سويد قال اخبرنا ابن الباري عن ابراهيم بن محمد عن سهل بن ابى صالح عن محمد بن ابراهيم قال كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يأتي قبور الشهداء على رأس كل حول فيقول "السلام عليكم بها صبرتم فنعمة عقي الدار" وابوبكر وعمر وعثمان رضي الله تعالى عنهم

مجھے مثنیٰ نے بوالہ سويد حدیث بیان کی، سويد نے کہا ہمیں ابن المبارک نے خبر دی، انھوں نے ابراہیم بن محمد سے، انھوں نے سهل بن ابوصالح سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کا

بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ت)  
تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۹۵ :

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه کان یأتی قبور الشهداء مرأس کل حول فیقول "السلام علیکم بما صیرتم فنعیم عقبی الدار" والخلفاء الاربعة هکذا کانوا یفعلون رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہیدوں کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے : سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو آخرت کا گھر کیا ہی خوب ملا۔ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ت)

تفسیر نیشاپوری جلد ۱۳ ص ۹۲ :

وروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه کان یأتی قبور الشهداء علی مرأس کل حول فیقول "سلم علیکم بما صیرتم فنعیم عقبی الدار"۔

نبی انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہیدوں کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے : سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۹۰ تا ۴۹۲)

(۴۶) قرآن مجید کی تینسٹ پاروں پر تقسیم سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :  
پاروں پر تقسیم امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ کی نہ کسی صحابی نہ کسی تابعی نے۔ معلوم نہیں اس کی ابتداء کس نے کی، یہ بہت حادث ہے، ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اس کی ابتداء کی اس نے اپنے پاس کے مصحف شریف کو تینسٹ حصوں پر کہ باعتبار عدد اوراق مساوی تھے تقسیم کر لیا اور یہ تقسیم ان مواقع پر آ کے واقع ہوئی، اور یہی ان بلاد میں رائج ہو گئی، سب جگہ اس پر اتفاق بھی نہیں بلکہ شام وغیرہ کی تقسیم اس سے کچھ مختلف ہے۔ بہر حال یہ کچھ ضروری بات نہیں، نہ اس کے ماننے میں حرج۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۹۲)

(۴۷) قرآن مجید پر اعراب لگانے سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا :

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن عظیم کی عبارت کریمہ نازل ہوئی عبارت میں اعراب نہیں لگائے جاتے حضور کے حکم سے صحابہ کرام مثل امیر المؤمنین عثمان غنی و حضرت زید بن ثابت و امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے لکھتے ان کی تحریر میں بھی اعراب نہ تھے یہ تابعین کے زمانے سے رائج ہوئے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۹۲ ، ۴۹۳)

(۴۸) بوقت ذکر ولادت مبارکہ قیام تعظیمی کے اثبات میں رسالہ ”اقامة القيامة على طاعن القيام لنبی تہامة“ میں فرمایا :

**مقام اول :** اللہ عزوجل نے شریعت نغرا، بیضا، زہرا، عامہ، تامہ، کاملہ، شاملہ اتار دی اور کچھ تعالیٰ ہمارے لئے ہمارا دین کامل فرمادیا اور اس کے حکم نے اپنے حبیب اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔ قال اللہ تعالیٰ :

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند فرمایا۔ (ت)

والحمد لله رب العالمين و صلى الله تعالى على من به انعم علينا في الدنيا والدين و به ينعم ان شاء الله تعالى في الآخرة الى ابد الابدين۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود نازل ہو اس ذات پر جس کے صدقے اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی نعمتیں ہمیں عطا فرمائیں، اور ان کے طفیل ان شاء اللہ ابد الاباد تک آخرت کی نعمتیں بھی ہمیں عطا ہوں گی۔ (ت)

الحمد لله ہمارى شریعت مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

حسبنا کتاب اللہ (ہمیں قرآن عظیم بس ہے۔ ت)

مگر قرآن عظیم کا پورا سمجھنا اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا عام کو نامقدور ہے اس لئے قرآن کریم عہ قرآن امام حدیث ہے، حدیث امام مجتہدین، مجتہدین امام علماء، علماء امام حوام الناس۔ اس سلسلہ کا توڑنا گمراہ کا کام۔

لے القرآن الکریم ۵/۳

لے صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابہ العلم فتیعی کتب خانہ کراچی ۲۲/۱

نے دو مبارک قانون ہیں عطا فرمائے :

**اول :** مَا أَتَاكَ الرَّسُولُ فَخُذْهُ وَمَانْهَكَ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ”لو“ صیغہ امر کا ہے اور امر و وجوب کے لئے ہے تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی، اور ”باز رہو“ نہیں ہے، اور نہی منع فرمانا ہے، یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی۔ حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے :

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۖ

اے محبوب! ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شے ہر چیز ہر موجود کا روشن بیان ہے۔

مگر اُمت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی، لہذا فرمایا :

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۚ

اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن مجید اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرما دو جو کچھ اُن کی طرف اُتر ہے۔

یعنی اے محبوب! تم پر تو قرآن مجید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے

وہ تم ان پر روشن فرما دو، لہذا آیہ کریمہ اولیٰ میں نَزَّلْنَا عَلَيْكَ فرمایا جو خاص حضور کی نسبت ہے اور آیہ کریمہ ثانیہ

میں مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ فرمایا جو نسبت بہ امت ہے۔

**دوم :** فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۹۷ تا ۴۹۹)

علم والوں سے پوچھو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔

عہ اس آیہ کریمہ کے متصل ہی کریمہ ثانیہ ہے :

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۖ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ الْاٰیَةَ۔

اگر تمہیں علم نہیں تو روشن دلیلوں اور کتابوں کے جاننے والوں سے پوچھو، اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف

(باقی بر صفحہ آئندہ)

یہ قرآن مجید اتارا الایۃ۔ (ت)

۱۶/۸۹ القرآن الکریم

۱۶/۴۳ والاٰنبیاء۔ ۷۰

۵۹/۷ القرآن الکریم

۱۶/۴۴

۱۶/۴۳ و ۴۴

(۴۹) وہابیہ صرف تسکینِ عوام کے لئے قرآن و حدیث کا نام لیتے ہیں، چنانچہ اس کی تائید میں فرمایا :  
ان سب کے منہ سے قرآن و حدیث کا نام محض برائے تسکینِ عوام ہے کہ کھلا منکرہ جان میں ورنہ حالت  
وہ ہے جو ان کے مذہبی قرآن تقویۃ الایمان سے ظاہر، جو کہ ”اللہ و رسول“ نے غنی کر دیا۔ وہ مشرک، حالانکہ  
حالانکہ خود قرآن عظیم فرماتا ہے :

اغْنِهِمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ  
اللہ و رسول نے انھیں دو لقمہ کر دیا اپنے فضل سے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

مصنف نے یہاں معالم التنزیل کے حاشیہ پر تحریر فرمایا :

اقول هذا من محاسن نظم القرآن العظيم امر الناس ان يسئلوا اهل الذکر العلماء بالقرآن  
العظیم و امر شد العلماء ان لا يعتمدوا علی اذہانہم فی فہم القرآن بل یرجعوا الی  
ما بین لہم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرد الناس الی العلماء و العلماء الی الحدیث  
و الحدیث الی القرآن و ان الی سربك المنتہی فکما ان المجتہدین لو ترکوا الحدیث و رجعوا الی  
القرآن لضلوا کذلک العامة لو ترکوا المجتہدین و رجعوا الی الحدیث فضلوا و لہذا قال  
الامام سفین بن عیینة احد ائمة الحدیث قریب من الامام الاعظم و الامام المالک  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم الحدیث مضلۃ الا للفقہاء نقلہ عند الامام ابن الحاج العسکری فی  
المدخل ۳

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت قرآن عظیم کی خوبیوں سے ہے، لوگوں کو حکم دیا کہ علماء سے پوچھو جو قرآن مجید کا  
علم رکھتے، اور علماء کو ہدایت فرمائی کہ قرآن کے سمجھنے میں اپنے ذہن پر اعتماد نہ کریں بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے بیان فرمایا اس کی طرف رجوع لائیں، تو لوگوں کو علماء کی طرف پھیرا اور علماء کو حدیث کی طرف اور  
حدیث کو قرآن کی طرف، اور بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے، تو جس طرح مجتہدین اگر حدیث چھوڑ کر  
قرآن کی طرف رجوع کرتے بہک جاتے، یونہی غیر مجتہد اگر مجتہدین کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع لائیں تو ضروری  
گمراہ ہو جائیں ماسی لئے امام سفیان بن عیینہ نے کہ امام اعظم و امام مالک کے زمانہ کے قریب حدیث کے اماموں سے  
تھے فرمایا کہ حدیث بہت گمراہ کرنے والی ہے مگر فقہاء کو۔ اسے امام ابن حاج کی نے ان سے مدخل میں نقل فرمایا ۱۲ صحیح غفرلہ (ت)

۱۵ القرآن الکریم ۴/۹

لہ تقویۃ الایمان

۳۵ تعلیقات المصنف علی معالم التنزیل تحت الآیۃ ۱۶/۴۳، ۴۴ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۳۲



محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک، حالانکہ خود قرآن حمید فرماتا ہے کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت سیدنا مریم کے پاس آئے کیا کہایہ کہ:

انما انا رسول ربك لاهب لك غلما منكيتا۔

میں تمہارے رب کا رسول ہوں اس لئے کہ میں تم کو سُتھرا بیٹا دوں۔

صرف محمد بخش نام شرک ہوا حالانکہ وہ معنی عطا میں متعین بھی نہیں، بخش بہرہ و حصہ کو بھی کہتے ہیں تو جبریل کہ صریح لفظوں میں اپنا بیٹا دینا کہہ رہے ہیں دین اسمعیلی میں کیسے مشرک نہ ہوں گے اور قرآن عظیم کہ اس شرک و ہابیت کو ذکر فرما کر مقرر رکھتا ہے کیوں نہ اسے شرک پسند کتاب ٹھہرائیں گے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲۶ ص ۵۰۴)

(۵۰) ذکر نبی بعینہ ذکر خدا ہے، اس نکتہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اب سُنے ذکر الہی کی خوبی شرع سے مطلقاً ثابت:

قال الله تعالى اذكر و الله ذكر اکثیر الے

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خدا کو یاد کر و بہت یاد کرنا۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے تو اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں، معہذا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے انھیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے اب چاہے اسے نعمت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہیں جنھیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے درجے دیتے اس وقت یہ کلام کریمہ و رفع بعضہم درجات (اور کوئی وہ ہے جس کو سب پر درجوں بلند کیا۔ ت) کی قبیل سے ہوگا، چاہے حمد و سجدہ کو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبہ بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ سبحن الذی اسری بعبدہ (پاک ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ت) و آیہ کریمہ هو الذی ارسل رسوله بالہدیٰ (وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ ت) کے طور پر ہو جائے گا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے: و رفعناک ذکرک اور بلند کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

ف: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بعینہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

۲۵۳/۲	۳ القرآن الکریم	۴۱/۳۳	۵ القرآن الکریم	۱۹/۱۹	۱۹ القرآن الکریم
۴/۹۴	۵	۳۳/۹	۵	۱/۱۴	۵

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں اس آیت کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں :

جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك ذكر في

یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد بعینہ خدا کی یاد ہے پس حکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن و محمود ہی رہے گی اور مجلس میلاد و صلوة بعد اذان وغیرہا کسی خاص طریقہ کے لئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہو گی ہاں جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے، اسی طرح نعمت الہی کے بیان و اظہار کا بھی مطلقاً حکم دیا گیا،

قال الله تعالى "وَمَا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ"

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اپنے رب کی نعمت خوب بیان کرو۔

اور ولادت اقدس حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے تو اس کے خوب بیان و اظہار کا نص قطعی ہے۔ ان سے ہمیں حکم ہو اور بیان و اظہار مجمع میں بخوبی ہو گا تو ضرور چاہئے کہ جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے اسی کا نام مجلس میلاد ہے علیٰ ہذا القیاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمان کا ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت۔ قال اللہ تعالیٰ :

اَنَّا ارسلناك شاهداً و مبشراً و نذيراً ۝ لتؤمنوا بالله و برسوله و تعذروا ۝ و توقدروا ۝

اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو۔

۱۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفیٰ الباب الاول الفصل الاول دار الكتب العلمية بيروت ۲۱/۱

۲۔ القرآن الکریم ۱۱/۹۳

۳۔ ۹۰/۴۸

وقال تعالى ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب  
 (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بیشک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے  
 وقال تعالى ومن يعظم حرمت الله فهو خير له عند ربه  
 (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جو تعظیم کرے خدا کی حُرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے  
 رب کے یہاں۔

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسنِ محمود  
 رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوتِ جداگانہ درکار نہ ہوگا، ہاں اگر کسی خاص طریقہ کی بُرائی بالتحصیص  
 شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا  
 جانوروں کو ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا۔ اسی لئے علامہ ابن حجر مکی جو مہنظم میں فرماتے ہیں:  
 تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجميع انواع التعظیم التي ليس فيها  
 مشاركة الله تعالى في الألوهية أمر مستحسن عند من نور الله ابصارهم  
 یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تمام انواعِ تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے  
 ساتھ الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ لے ہر طرحِ مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور  
 بخشا ہے۔

پس یہ قیام کہ وقتِ ذکرِ ولادت شریفِ اہلِ اسلام محض بنظرِ تعظیم و اکرام حضور سید الانام  
 علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بجالاتے ہیں بیشک حسن و محمود ٹھہرے گا تا وقتیکہ مانعین خاص اس صورت کی  
 بُرائی کا قرآن و حدیث سے ثبوت دیں وافیٰ لہم ذلک (اور یہ ان کے لئے کہاں سے ہوگا۔ ت)۔  
 تنبیہ: یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین و تبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم نے مجلس و قیام کی  
 خوبی ثابت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۲۹ تا ۵۳۱)

ف: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نفیس طریقہ۔

۱۵ القرآن الکریم ۳۲/۲۲

۱۶ " ۳۰/۲۲

۱۷ الجوہر المنظم مقدمہ فی آداب السفر الفصل الاول المکتبۃ القادیانیہ فی الجامعۃ النظامیہ لاہور ص ۱۲

(۵۱) جو میلاد شریف آج کل مروج ہے اس کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا،  
مسلمانوں کو جمع کر کے ذکر ولادت اقدس و فضائل علیہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنانا،  
ولادت اقدس کی خوشی کرنی، اس میں حاضرین کو کھانا یا شیرینی تقسیم کرنی بلاشبہ جائز و مستحب ہے اور جائز  
زینت فی نفسہ جائز، اور بنیت فرحت ولادت شریفہ و تعظیم ذکر انور قطعاً مستحب۔ اللہ عز و جل  
فرماتا ہے:

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ<sup>۱</sup>

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ<sup>۲</sup>

اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا<sup>۳</sup>

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ لوگ خوشی کریں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ<sup>۴</sup>

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۵۳، ۵۵۴)

(۵۲) ایک شخص کے دو شیخ طریقت ہو سکتے ہیں؟ اور مرید و طالب میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب  
دیتے ہوئے فرمایا:

مرید غلام ہے اور طالب وہ کہ غیبت شیخ میں بضرورت یا باوجود شیخ کسی مصلحت سے، جسے شیخ

جانتا ہے یا مرید شیخ غیر شیخ سے استفادہ کرے، اسے جو کچھ اس سے حاصل ہو وہ بھی فیض شیخ ہی جانے،  
ورنہ دو در کبھی فلاح نہیں پاتا۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں:

لا یفلم مرید بین شیخین  
جو دو پیروں کے درمیان ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ (ت)  
اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ضرب الله مثلاً من جلا فيه شركاء متشاكسون و من جلا سلماً لرجل ٓهل يستویان  
مثلاً الحمد لله بل اکثرهم لا یعلمون

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے، ایک غلام میں کئی بدخواہ شریک ہوں اور ایک نرے ایک  
مولیٰ کا، کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے۔ سب خوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۵۸)

(۵۳) کوئی شیخ طریقت اپنی زوجہ مرید بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:  
زوجہ کو مرید کرنا جائز ہے۔ تمام اُمت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مرید ہی ہوتی ہے پھر وہ  
انہیں میں سے تزوج فرماتے ہیں۔ مرید حقیقتہً اولاد نہیں ہوتی وہ ایک دینی علاقہ ہے جو نہ صرف پر بلکہ استاذ  
علم دین کو بھی شگرد پر حاصل ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے والد کی طرح ہوں تمہیں تعلیم  
دیتا ہوں۔ (ت)

اور زوجہ کو مال دینی تعلیم کرنے کا زوج کو حکم ہے۔  
قال تعالیٰ قُواْ انفسکم واهلیکم ناما

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خود اپنی ذاتوں کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۶۴)

(۵۴) بیعت غائبانہ کے جواز کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے:  
ان الذین یمیبا یعونک انما یمیبا یعون اللہ ید اللہ فوق ایدہم

لے

۱۵ القرآن الکریم ۲۹/۳۹

۱۶ سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب کراہیۃ استقبال القبلة الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۳/۱

۱۷ القرآن الکریم ۱۰/۴۸

۱۸ القرآن الکریم ۶/۶۶

وہ جو تم سے بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

اور فرماتا ہے ،

لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة ۱۷

بیشک اللہ راضی ہوا مسلمانوں سے جب وہ تم سے بیعت کرتے ہیں درخت کے نیچے۔

صحیح بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب یہ بیعت ہوئی ہے امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب تھے۔ بیعت حدیبیہ میں ہوئی اور وہ مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے ، پھر اسے اپنے دوسرے دست مبارک پر مار کر ان کی طرف سے بیعت فرمائی اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے۔ لفظ حدیث یہ ہیں ،  
واما تغيبه عن بيعت الرضوان فانه لو كانت احدا اعز بطن مكة من عثمان بن عفان لبعثه مكانه فبعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عثمان وكانت بيعت الرضوان بعد ما ذهب عثمان الى مكة فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بيده اليمنى هذه يد عثمان فضرب بها على يده وقال هذه لعثمان ۱۸

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۶۵ ، ۵۶۶)

(۵۵) بوجہ غفلت تسبیح گرجانے والے درخت یا پتہ اور ذبح ہو جانے والے جانور کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں ؟ اس کے جواب میں فرمایا ،  
رب عز وجل فرماتا ہے :

تسبح له السموات السبع والارض ومن فيهن وان من شئ الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم ۱۹

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے ، اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔  
یہ کلیہ عامہ جمیع اشیائے عالم کو شامل ہے ، ذی رُوح ہو یا بے رُوح۔ اجسام محضہ جن کے ساتھ

۱۷ القرآن الکریم ۴۸/۱۸

۱۸ صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین تولوا منکم الا قیدی کتب خانہ کراچی ۵۸۲/۲

۱۹ القرآن الکریم ۱۷/۲۲

کوئی روح نباتی بھی متعلق نہیں، دائم التسبیح ہیں کہ ”ان من شئ“ کے دائرے سے خارج نہیں، مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم۔ اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جتنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں، ایک تسبیح جسم، کہ اس روح متعلق کے اختیار میں نہیں وہ اسی ان من شئ کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے دوسری تسبیح روح، یہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قطع سے دی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد یا جب جانور مر جا یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے۔ ولہذا اللہ دین نے فرمایا کہ ترگھاس مقابر سے نہ اکھاڑیں فائدہ ماد امر سطلایسبح للہ فیؤنس المیت کہ جب تک تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہو تو میت کا دل ہلکا ہے مگر قتل و قطع موت و مہس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزو و لای تجزی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی کہ ”ان من شئ الا یسبح بحمدہ“ (اور کوئی چیز نہیں جو اسے سرائتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے) اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۶۹)

(۵۶) مرید ہونے کا حکم شرعی اور اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا :

مرید ہونا سنت ہے اور اس سے فائدہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتصال مسلسل۔  
تفسیر عزیزی دیکھو آیہ کریمہ :

صراط الذین النعمت علیہم

راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا۔ (ت)

میں اُس کی طرف ہدایت ہے، یہاں تک فرمایا گیا،

من لا شیخ له فشیخه الشیطن

جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۷۰)

۱۔ رد المحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی وضع الجرید ونحو الاس علی القبور دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۶/۹۰

۲۔ القرآن الکریم ۱۷۴/۲۴

۳۔ ۱/۷

۴۔ عوارف المعارف الباب الثانی عشر مطبعة المشهد الحسینی القاہرہ ص ۷۸

الرسالۃ القشیریۃ الوصیۃ للمریدین دار الفکر بیروت ص ۲۵۵

(۵۷) بیعت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

بیعت بیشک سنت محبوبہ ہے۔ امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عوارف شریف سے شاہ ولی اللہ دہلوی کی قول الجمل تک اس کی تصریح اور ائمہ و اکابر کا اس پر عمل ہے، اور رب العزت عز وجل فرماتا ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ لَی

بیشک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یُبَایِعُوْا سِوَ اللّٰهِ

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۗ

بے شک اللہ تعالیٰ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ (ت)

اور بیعت کو خاص بجا دیکھنا جہالت ہے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے :

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنَتِ یُبَایِعْنِکَ عَلٰی اَنْ لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ

وَلَا یُزْنِنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْ لَا دِہْنَ وَلَا یَاتِیْنَ بِہَتَّانِ یَفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْہِمْنَ وَاَسْرَ جُلُہُنَّ

وَلَا یُعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوفٍ فَبَایِعْہُمْ وَاَسْتَغْفِرْ لَہُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

اے نبی! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی

اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور

پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی، تو ان سے

بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

(۵۸) پیالہ پلا کر بیعت کرنے کو سنت رسول قرار دینے والے شخص کی تردید کرتے ہوئے فرمایا :

اُس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کیا کہ حضور کا طریقہ بیعت پانی پلانا تھا



حاشیہ اللہ بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا، اور یہی طریقہ آج تک مشائخ میں ہے، پیالہ پلانا بھنگاؤں بیقیدوں کے یہاں ہے۔  
اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اَنْمَآ يَبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۗ

اے نبی! یہ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں یہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں یہ تمہارا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر نہیں اللہ کا دست قدرت اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

معلوم ہوا کہ طریقہ بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا تھا نہ کہ پیالہ پلانا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۸۹)

(۵۹) نماز میں حرکات اور شور و غل کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا :

صحابہ کرام اور اکابر اولیاء عظام سے ایسا کبھی منقول نہ ہوا ان سے زیادہ تاثیر و برکت کس کی ہو سکتی ہے۔  
مگر صادقین سے برکت ہوتی ہے اور کاذبین سے حرکت۔

قال اللہ تعالیٰ ”لَا تَبْطُلُوا اَعْمَالَكُمْ بِهٖ“

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اپنے عمل باطل نہ کرو۔

وقال تعالیٰ ”وَقَوْمُوا اللّٰهَ فَنَتِّبِنَ ۖ“

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۹۲)

(۶۰) اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان جمال و جلال کی مثالیں پیش کرتے ہوئے فرمایا :

اللہ جل و علا رحیم بھی ہے اور قہار بھی ہے رحمت شان جمال ہے اور قہر شان جلال۔ دوستوں کو انواعِ نعمت سے نوازنا اُن کے لئے بہشت اور اس کی خوبیاں آراستہ فرمانا، انھیں اپنی رضا و دیدار سے بہرہ مندی بخشنا تجلی شان جمال ہے۔ دشمنوں کو اقسامِ عذاب کی سزا دینا ان کے لئے دوزخ اور اس کی سختیاں مہیا فرمانا انھیں اپنے غضب و حجاب میں مبتلا کرنا تجلی شان جلال ہے۔ پھر دنیا میں جو کچھ نعمت و نفعت و راحت و آفت ہے انھیں دونوں شانوں کی تجلی سے ہے۔ کبھی یہ شانیں ایک دوسرے کے لباس میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ مثلاً دنیا میں اپنے محبوبوں کے لئے بلا بھیجنا کہ :

اشد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل اليه

تمام لوگوں سے بڑھ کر تکلیفیں نبیوں پر آئیں پھر ان سے کم درجہ والوں پر پھر ان سے کم درجہ والوں پر۔  
 بظاہر شانِ جلال ہے اور حقیقتہً شانِ جمال کہ اس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں  
 پاتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

لا تحسبوه شراً لكم بل هو خير لكم طے

اسے اپنے لئے بُرا نہ جانو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

کفار کو کثرتِ مال وغیرہ دُنیا کی راحتیں دینا بظاہر شانِ جمال ہے اور درحقیقت شانِ جلال ہے کہ اُس کے  
 سبب وہ اپنی غفلت و گمراہی کے نشے میں پڑے رہتے ہیں اور ہدایت کی توفیق نہیں پاتے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ولا يحسبن الذين كفروا انما نملي لهم خيراً لانفسهم انما نملي لهم ليزدادوا اثماً  
 ولهم عذاب مهين طے

کافر مگر اس خیال میں نہ پڑیں کہ یہ دُھیل جو ہم انھیں دے رہے ہیں کچھ اُن کے لئے بھلا ہے، یہ دُھیل تو ہم اس لئے  
 دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں پڑیں، اور ان کے لئے ذلت کی مار ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۵۹۶، ۵۹۷)

(۶۱) سورۃ یس میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم مقدس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:  
 وہ سورۃ مبارکہ کی ایک پوری آیت ہے، کارڈ میں آیت نہیں لکھی جاسکتی، اس کا اول س ل م  
 اور آخر س ح ی م۔ اس سائل نے ۱۶ حرف یوں بتائے کہ سلام چار حرف سمجھے یہ غلط ہے مصحفِ کریم  
 میں یہ لفظ بے الف ہے تو پندرہ ہی حرف ہیں اور اس میں چار حرف منقوٹ ہیں ق ن ب ی، مگر نون کے  
 اوپر نقطہ کہنا نہ چاہئے کہ وہ جوف میں ہے فقط۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۶۰۹)

لے کنز العمال حدیث ۶۷۸۰ و ۶۷۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۳۲۸ و ۳۲۹

لے القرآن الکریم ۲۳/۱۱

لے ۱۷۸/۳

## فتاویٰ رضویہ جلد ۲

(۱) ابتداء آفرینش زمین کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا :

خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

راوی :

قال ان اول شئ خلق الله القلم فقال له ، اكتب ، فقال يا رب وما اكتب ؟ قال اكتب  
القدر فجري من ذلك اليوم ما هو كائن الى ان تقوم الساعة ثم طوى الكتاب و  
ارتفع القلم وكان عرشه على الماء فارفعه بخار الماء ففتقت منه السموات ثم  
خلق النون فبسطت الارض عليه والارض على ظهر النون فاضطرب النون  
فمادت الارض فابثت بالجبال له كما قال تعالى والجبال اوتادا ۝ وقال تعالى والقف في  
مر و اسي ان تميد بكم ۝

فرمایا : اللہ عز وجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام  
مقادیر لکھوائے ، اور عرش الہی پانی پر تھا ، پانی کے بخارات اُٹھے اُن سے آسمان جدا جدا بنائے گئے ،  
پھر مولے عز وجل نے مچھلی پیدا کی اس پر زمین بچھائی ، زمین پشتِ ماہی پر ہے ، مچھلی تڑپتی ، زمین جھونکے  
لینے لگی اس پر پہاڑ جھاکر بوجھل کر دی گئی ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور پہاڑوں کو مچھلیں بنایا ۔ اور اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا : اور اس نے زمین میں نگر ڈالے کہ میں تمہیں لے کر نہ فانیسے ۔ (ت)

مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو تھا ۔ خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا دوسری جگہ نہ ہونا ، اور جہاں ہونا وہاں  
بھی شدت و خفت میں مختلف ہونا ، اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں ، سبب حقیقی تو وہی ارادہ اللہ  
ہے ، اور عالم اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی ۔

ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم وليعقوا عن كثير ۝

تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے، اور بہت کچھ معاف فرمادیتا ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۹۵، ۹۶)

(۲) دن رات کی تبدیلی کا سبب گردشِ ارضی ہے یا سماوی؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا، دن رات کی تبدیلی گردشِ ارضی سے ماننا قرآنِ عظیم کے خلاف اور نصاریٰ کا مذہب ہے، اور گردشِ سماوی بھی ہمارے نزدیک باطل ہے، حقیقتہً اس کا سبب گردشِ آفتاب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ،

والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیرا العزیز العلیم  
اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے، یہ اندازہ ہے زبردست علم والے کا۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۰۲)

(۳) مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی کی آٹھ فلسفیانہ اقوال پر مشتمل کتاب ”المنطق الجدید لناطق النالہ الحدید“ کا ردِ بلیغ کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مستقل کتاب ”مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید“ لکھی، اس میں سنبھلی صاحب کے پہلے قول کا رد کرتے ہوئے فرمایا:  
**قول اول** کہ اس میں بالتصریح باری عزّوجلّہ کو تدبیر و تصرفِ مادیات سے بے علاقہ مانا — مثلاً بدنِ انسانی میں جو مبین متین، ظاہر باہر، زاہر قاہر تدبیریں صبح شام، دن رات ہر وقت عیاں و نہاں ہوتی رہتی ہیں جن کی حکمتوں میں عقولِ متوسّطہ انگشت بردنداں ہیں، یہ سب جلیل و جمیل کام نفسِ ناطقہ کی خوبیاں ہیں، اللہ تعالیٰ کو اصلاً ان سے تعلق نہیں، نہ اس کا بندوں کے بدنوں میں کوئی تصرف۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ت) — استغفر اللہ (میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ ت) — والعیاذ باللہ (اللہ کی پناہ۔ ت) — ہیہات ہیہات!! اس سے بڑھ کر کون سا کفر ملعون ہوگا — سبحنہ و تعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً (اُسے پاکی اور برتری اُن کی باتوں سے بڑی برتری۔ ت)۔



دیتا ہے۔ اور وہ ان طریقوں کا محتاج نہیں، چاہے تو بے غذا ہزار برس جلائے اور نماز کام پر پھر پہنچائے۔ پھر جو فضلہ رہا اُسے منی بنا کر صُلب و ترائب میں رکھتا ہے۔ عقد و العقد کی قوت دیتا ہے۔ زن و مرد میں تالیف کرتا ہے۔ عورت کو باوجود مشقتِ محل و صعوبتِ وضع شوقِ بخشا ہے۔ حفظِ نوع کا سامان فرماتا ہے۔ ہر جسم کو اذنِ جذب دیتا ہے۔ پھر اس کے امساک کا حکم کرتا ہے۔ پھر اُسے پکا کر خون بناتا ہے۔ پھر طبعِ دے کو گوشت کا ٹکڑا کرتا ہے۔ پھر اس میں کلیاں، کنجھیاں نکالتا ہے۔ قسم قسم کی ہڈیاں، ہڈیوں پر گوشت، گوشت پر پوست، سیکڑوں رگیں، ہزاروں عجائب۔ پھر جیسی چاہے تصویر بناتا ہے۔ پھر اپنی قدرت سے رُوح ڈالتا ہے۔ بے دست و پا کو ان ظلمتوں میں رزق پہنچاتا ہے۔ پھر قوت آنے کو ایک مدت تک روکے رہتا ہے۔ پھر وقتِ معین پر حرکت و خروج کا حکم دیتا ہے۔ اُس کے لئے راہ آسان فرماتا ہے۔ مٹی کی مورت کو پیاری صورت، عقل کا پتلا، چمکتا آرا، چاند کا ٹکڑا کر دکھاتا ہے۔ فَبَرَكَ اللهُ احسن الخالقین (تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ ت) اور وہ ان باتوں کا محتاج نہیں، چاہے تو کروڑوں انسان پتھر سے نکلے آسمان سے برسائے۔

ہاں بتاؤ وہ کون ہے جس کے یہ سب کام ہیں؟ فسیقولون اللہ ﷻ فقل افلا تتقون ۵

اب کہا چاہتے ہیں کہ اللہ، تو قریب پھر ڈرتے کیوں نہیں؟

امَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ (ہم ایک اللہ پر ایمان لائے۔ ت) — آہ! آہ! اے مُتَفَلِّسِفِ مسکین! کیوں اب بھی یقین آیا یا نہیں کہ تدبیر و تصرف اسی حکیمِ علیم کے کام ہیں! جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَالُهُ۔ فَبَايَ حَدِيثٍ بَعْدَ هَٰؤُلَاءِ يُؤْمِنُونَ (پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔ ت)۔

فقیرِ غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں یہ دو حرف مخفی بقدر ضرورت ذکر کئے، ورنہ روزِ اول سے اب تک جو کچھ ہوا اور آج سے قیامت، اور قیامت سے ابد الابد تک جو کچھ ہوگا وہ سب کا سب ان دو لفظوں کی شرح ہے کہ:

يَذُبُّ الْاَمْسَ (وہ تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ ت)

سُبْحَانَهُ مَا اعْظَمَ شَانَهُ (وہ پاک ہے اور کتنی عظیم اس کی شان ہے۔ ت)

مسلمان غور کرے کہ یہ عظیم حکیم کام جن کے بحر سے ایک قطرے، اور صحرا سے ایک ذرے کی طرف ہم نے

اجمالی اشارہ کیا، شبانہ روز انسان کے بدن میں ہوا کرتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں نفوسِ ناطقہ کی زمین کو اُن کی خبر نہیں ہوتی۔ ہزاروں میں دو ایک، سا لہا سال کے ریاض و تعلیم میں، اُن میں سے اقل قلیل پر بقدرِ قدرت اطلاع پاتے ہیں۔ اس پر جو کل بگڑی بنائے نہیں بنتی۔ جو دُور اُلجھے سلجھائے نہیں سلجھے۔ پھر کیسا سخت جاہل ہے جو تدبیرِ ابدانِ نفس کے سردھرے۔ اچھا مُدبّر اور اچھے مُعْتَقِدُ! — ضَعْفُ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ (کتنا کمزور چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔ ت)۔

سُبْحَنَ اللّٰہ! اگر یہی بات واقعی ہے، اور ہمارے رب تعالیٰ کو ان امور سے اصلاً عِلّٰتہ نہیں، جیسا کہ اس مُتَفَلِّسُ نے اِدّعا کیا تو اُسے جہالتِ اِنْفُسِ ہی کو نہ پوچھے جو ایسی قدرتِ قاہرہ رکھتا، اور بہ طورِ خود اپنے بدن کی یہ جلیل تدبیر کیا کرتا ہے — وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعٰنُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (اور ہمارے رب رحمان ہی کی مدد درکار ہے ان باتوں پر جو تم بتاتے ہو۔ ت)۔

زید کے اس قول میں ایک کُفرِ جلی تو یہ ہے — ثُمَّ اَقُولُ (میں پھر کہتا ہوں۔ ت) ناظرِ عارف، مناظرِ منصف آگاہ و واقف کہ سوچی عبارت سے خالقیتِ عقول متبادر و منکشف — اور قائلانِ عقول کا یہ مسلک ہونا اس کا اقویٰ مُشْتَدِد و مرتصف — اگرچہ پائے مکارِ لنگ، نہ مجالِ مناقشہ تنگ — اور اگر نہ سہی، تاہم تعادُلِ کَفْتِیْنِ میں اشتباہ نہیں — اور نہ بھی مانو تو ایہامِ شدید سے بچنے کی راہ نہیں — اور ایسی جگہ مجرّد ایہامِ حکمِ شرعِ ممنوع و حرام، کما سیاتی۔

بہر حال اگر یہی مقصود، تو اس کا کفرِ بواح ہونا خود ایسا بتیں کہ محتاجِ بیان نہیں — رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے :

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ ۖ

کیا کوئی اور بھی خالق ہے خدا کے سوا۔

اور ارشاد فرماتا ہے عَزَّ وَجَلَّ :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ۚ ضَرْبٌ مِّثْلُ مَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذَبَابًا وَّلَوْ اٰجْتَمَعُوْا لَهٗ

اے لوگو! ایک کہاوت بیان کی گئی اسے کان لگا کر سُنو، بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود

ٹھہراتے ہو ہرگز ایک مکھی نہ بنائیں اگرچہ اس پر ایسا کر لیں۔  
اور فرماتا ہے جَلَّتْ عَظَمَتُهُ؛

الاله الخلق والامر تبارك الله رب العلمين۔

سُن لو! خاص اُسی کے کام ہیں خلق و تکوین، برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔  
اور فرماتا ہے تعالیٰ شانہ؛

اللہ الذی خلقکم ثم مرزقکم ثم یبیتکم ثم یحییکم ہل من شرکاکم  
من یفعل من ذلکم من شیء سبخنہ و تعالیٰ عما یشرکون۔

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں بنایا، پھر روزی دی، پھر مارے گا، پھر جلانے گا۔ تمہارے  
شرکیوں میں کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کرے؟ پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شرک سے۔  
اور سورۃ لقمن میں افلاک و عناصر و جمادات و حیوانات و آثارِ علویہ و نباتات سب کی طرف اجمالی  
اشارہ کر کے ارشاد فرماتا ہے تَقَدَّسَ اسْمُہ؛

ہذا خلق اللہ فارو فی ما ذا خلق الذین من دونہ بیل الظلمون فی ضلل مبین۔  
یہ تو سب خدا کا بنایا ہوا ہے وہ مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا بنایا، بلکہ نا انصاف  
لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

صدق اللہ سبخنہ — یہاں تک کہ اس امر کا باری عزَّ اسْمُہ سے حاص ہونا  
مدارِکِ مشرکینِ عرب میں بھی مرسوم تھا۔ قال جَلَّتْ ذِکْرُہ؛  
ولئن سألتہم من خلق السموات والارض ليقولن اللہ۔

اور بیشک اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمان و زمین کس نے بنائے، ضرور کہیں گے اللہ نے۔  
یہ سخافتِ جلیہ و غرافاتِ علیہ جس نے انھیں امیرِ الخیر بنایا عقلاً فلسفہ کا حصہ تھی قاتلہم اللہ  
اتّی یؤفکون (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت)۔

سَلَمْنَا کہ زید کا یہ مطلب نہیں، نہ وہ عقولِ عشرہ کو خالق بالذات و موجدِ مستقل مانے بلکہ انھیں صرف

۴۰/۳۰ القرآن الکریم

۵۴/۷ القرآن الکریم

۴۵ " ۲۵/۳۱ و ۲۸/۳۹

۵۳ " ۱۱/۳۱

۵۵ " ۳۰/۹ و ۴/۶۳



شرط و واسطہ جانتا، اور باری تعالیٰ کی تاثیر و فاعلیت کا متمم مانتا ہے تو گویا ”مثلاً“ اسی تنویح کی طرف  
 مُشیر، کہ علاقہ خلق ہو یا وساطت فی الخلق — اور اس قدر سے اُسے انکار کی گنجائش نہیں کہ دوسرے  
 رسالہ میں خود اس کا اقرار کیا اور اُسے مذہب محقق و مشرب حق قرار دیا — تو یہ خود کفر و اصرار و فاضح  
 ہونے میں کیا کم ہے کہ اس میں صراحت اُس قادر ذوالجلال، غنی متعال تبارک و تعالیٰ کو خلق و ایجاد میں  
 غیر کافی، اور دوسری چیز کے توسط و آلیت کا محتاج — اور صاف صاف اس قدر مجید عز و جل کو فاعلیت  
 میں ناقص، اور عقول عشرہ کو اُس کا کامل و تمام کرنے والا مانا — وَ اَيُّ كُفْرٍ اَفْحَشُ مِنْ هَذَا؟ (اور  
 کون سا کفر اس سے بدتر ہے؟۔ ت) — یہ ایک کفر نہیں بلکہ معدن کفر ہے۔

باری کا عجز ایک کفر — دوسرے کی طرف نیاز و دو کفر — آپ ناقص ہونا تین کفر غیر سے  
 تکمیل پانا چار کفر — خالق مستقل نہ ہونا پانچ کفر سے

فَكَفَرُ فَوْقَ كُفْرٍ فَوْقَ كُفْرٍ      كَانِ الْكُفْرُ مِنْ كَثْرَةِ دُفْرِ  
 كَمَاءٍ اَسْبَغَ فِي نَتَبِ دُفْرِ      تَتَابَعُ قَطْرَةٌ مِنْ ثَقْبِ كُفْرِ  
 (وہ ایک کفر ہے اور کفر کے اور کفر کے۔ گویا کہ کفر اس کی کثرت و بہتات سے ہے  
 جیسے گندہ بدبودار متعفن پانی جس کے قطرے بڑے پہاڑ کے سوراخ سے پے در پے  
 نکل رہے ہیں۔ ت)

لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

ثُمَّ اَقُولُ (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) استقصاء کیجئے تو ہنوز تعدد خالق کے لواحق، کلام زید  
 سے علانیہ لائح — قولِ وسط کی تقریر — اس میں چاند سورج کی تنظیم — قید ”بالذات“ کی بار بار  
 تکریر صاف صاف بتا رہی ہے کہ عقول سے صرف خالقیت ذاتیہ منتفی مانتا ہے۔ نہ خالقیت مستفادہ۔  
 اور اس قدر واقع و نفس الامر میں صدق خالق کا منافی نہیں — یوں تو علم و سمع و بصر و حیات بلکہ نفس  
 وجود تمام عالم سے منفی اور حضرت حق جل و علا سے خاص — پھر بایں ہمہ اِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ (بیشک وہ  
 صاحب علم ہے۔ ت) فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (ہم نے اسے سُننا دیکھنا کر دیا۔ ت) و ”بَلْ  
 اَحْيَا۟هُ عِنْدَ رَبِّهٖ“ (بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ ت) فَاَنۡهٰۤا يَقُوْلُ لَهٗ

کن فیکون (تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ ت) قضایا کے حقہ صادق ہیں۔ اور حقائق الاشیاء ثابتہ (اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں۔ ت)۔

پہلا عقیدہ خود اپنی ہی نظیر میں دیکھے کہ نورِ قمر تاب آفتاب سے مستفاد ہونا جعل الشمس ضیاء والقمر نور (اس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا۔ ت) کے مخالف نہ ٹھہرا۔ اور لفظ "مجازی" جس طرح "حقیقت" کے مقابل بولتے ہیں، یوں ہی برعکس ذاتی اطلاق، او ذاتی کو بر لفظ حقیقت خاص کرتے ہیں — ہمازی ملک ملک مجازی ہے یعنی بر عطائے الہی نہ اپنی ذات سے، نہ یہ کہ حقیقت و نفس الامر میں باطل ہے۔

قال تعالیٰ: فہم لہا مال کون (تو یہ ان کے مالک ہیں۔ ت) وقال تعالیٰ: ما ملکت ایمانہم (وہ جس کے مالک ہوئے ان کے دانتیں ہاتھ۔ ت) ولہذا واسئل القریۃ (اور اس بستی سے پوچھ۔ ت) مجاز ہوا کہ علم و سماع و قدرت علی الجواب جو مُصَحَّح استفسار حقیقی ہیں وہاں مسلوب و معدوم — اور سلہم ایتہم بذلک نرعیہم (تم ان سے پوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے۔ ت) قطعاً حقیقت کہ ثبوت یقینی — اگرچہ عطائی ہے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مدار حقیقت ثبوت فی الواقع پر ہے — اور وہ ذاتی و مستفاد دونوں سے عام — ص

ہذا الذی تعرف البطحاء وطأته  
(یہ وہی ہے جس کے روندنے کو وادی بطل پچانتی ہے۔ ت)

اور — ص

العرب تعرف من انکرت والعجم  
(جس کا تو نے انکار کیا اس کو عرب و عجم پہچانتے ہیں۔ ت)

ص ۸

دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان

۱۱۷/۲ القرآن الکریم

۱۱۷/۱۶ " ۱۱۷/۱۶

۱۱۷/۲ القرآن الکریم

۱۱۷/۱۶ " ۱۱۷/۱۶

۱۱۷/۱۶ " ۱۱۷/۱۶

۱۱۷/۱۶ " ۱۱۷/۱۶

۱۱۷/۱۶ " ۱۱۷/۱۶

میں جو فرق استعمال ہے عاقل پرستور نہیں۔ یہاں! اگر حقیقت منسوط بہ ذاتیت ہو تو لازم آئے کہ معاذ اللہ غلطی اشیاء حقیقہ جناب باری سے مسلوب بلکہ محال ہو اور اس کا اثبات فقط مجازی خیال کہ جب حقیقہٴ افاصلہ وجود نہ ہوا تو واقع میں کچھ نہ بنا۔ اعطی کل شیئ خلقہ (اس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی۔ ت) کیونکہ صادق آئے، و قس علیٰ ہذا شئنا نغنی (اسی پر دوسری برائیوں کو قیاس کر لو۔ ت)۔

لا جرم ایسی مجازیت صدق حقیقی کی نافی، نہ ثبوت واقعی کے منافی۔ تو زید کا یہ بیان علی الاعلان منادی کہ عقول عشرہ سے صرف خالقیت ذاتیہ منفی، ورنہ حقیقہٴ وہ خالق عالم ہیں۔ جیسے چاند منیر زمین اگرچہ خالقیت حق جل و علا سے مستعار، جس طرح شمس سے قمر کے انوار۔

قرآن و اہل قرآن سے پوچھ دیکھئے کہ یہ عقیدہ اُن کے نزدیک کس درجہ بطلان پر ہے۔ حاشا للہ! نہ اللہ کے سوا کوئی خالق بالذات، نہ ہرگز ہرگز اُس نے منصب ایجاد عالم کسی کو عطا فرمایا کہ قدرت متفادہ خالقیت کیا کرے۔ سبحنہ و تعالیٰ عتداٰ شر کوٹ (اسے پاکی اور برتری ہے ان کے شرک سے۔ ت)۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۱۳ تا ۱۲۴)

(۴) سبیل صاحب کے پانچویں قول کا رد کرتے ہوئے فرمایا :  
ثانیاً اور اشد و اعظم قباحہ لازم کہ اس تقدیر پر قدرت الہیہ صرف انواع موجودہ میں منحصر ہوئی جاتی ہے۔ اور جو نوع نہ بنی اس کے یہ معنی کہ حق جل و علا کو اس پر قدرت ہی نہ تھی کہ اگر مقدور ہوتی تو ممکن ہوتی۔ اور طبیعت مطلقہ میں نفس امکان مستلزم فیضان۔ تو انتفاع لازم انتفاع ملزوم پر دلیل جازم۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ شناعیت خبیثہ تو ایسی ہے کہ جس طرح اسلامیوں کے نزدیک کفر، یونہی شاید فلسفیوں کو بھی مقبول نہ ہو کہ وہ بھی تقاسیم کلی میں کلی معدوم الافراد کو قسیم متمتع الافراد کی قسم بتاتے ہیں۔ کسا صوۃ بہ فی اسفار ہم (جیسا کہ ان کی معتمد کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ت)۔  
یا للجب! اگر باقر غافل تھا تو ”تبقر“ تو عاقل تھا، ولکن صدق ربنا تبارک و تعالیٰ  
(لیکن ہمارے رب تعالیٰ نے صدق فرمایا۔ ت) :

انہا لا تعمی الابصار، ولكن تعمی القلوب التي في الصدور۔

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)

ثالثاً تابع و متبوع کا یہ قول کہ ”جانب مبدیٰ میں نخل نہ ہونا مستلزم فیضان ہے“ اصول سنت

سے محض مباین۔ اہل سنت کا ایمان ہے کہ مبدیٰ تبارک و تعالیٰ جو اد، کریم، اکرم الاکرمین ہے جل جلالہ و تقدس فعالہ۔ مگر بایں ہمہ کوئی شے اس پر واجب نہیں مانتے۔

عالم جب نہ بنایا تھا وہ جب بھی جو اد تھا، اور اگر کبھی نہ بناتا تاہم جو اد ہوتا۔ نہ اس نہ بنانے سے کوئی عیب اُسے لگتا نہ کوئی نقصان اس کے کمالِ اکمل میں آتا۔ کسی شے کا ایجاد و اعدام کچھ اس پر ضرور نہیں۔

قال تعالیٰ: فَعَالٌ لِّمَآ يُرِيدُ (تھارارب جو چاہے کرے۔ ت) وقال تعالیٰ: يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ (اور اللہ جو چاہے کرے اور وہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ ت) وقال تعالیٰ: لَا يَسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ (اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ت) وهذا واضح جلی عند کل من نور اللہ بصیرتہ (اور یہ واضح اور خوب روشن ہے ہر اُس شخص پر جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے منور فرمایا۔ ت) — ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور؟ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ ت)۔

تو یہ استلزام بھی اسی فلسفہ ملعونہ پر مبنی کہ قادر مختار تعالیٰ شانہ کو فاعل موجب اور ایجاد عالم کو اس کے کمال کا سبب جانتے ہیں۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں۔ ت)۔

رابعاً متفلسف تابع نے شطرنج میں یغلہ اور طنبور میں ایک نغمہ اور زائد کیا کہ ”اگر غیر اُحق صادر اور اُحق غیر صادر ہو تو ترجیح مروج لازم آئے گی۔“

سُبْحَانَ اللَّهِ! نہ وہاں کوئی اُحق، نہ قادر حمید، فَعَالٌ لِّمَآ يُرِيدُ پر بھی تمہاری عقول سفید

۲ القرآن الکریم ۱۰۷/۱۱ و ۸۵/۱۶

۴ ۵/۱

۶ ۲۴/۳۰

۱ القرآن الکریم ۲۲/۴۶

۳ ۱۴/۲۷

۵ ۲۱/۲۳

حاکم — نہ ہمارے نزدیک اس کے ارادہ کے سوا کوئی مُرجع — اور ہو بھی تو اس پر کچھ اعتراض نہیں۔  
 قال تعالیٰ: **إِنِ الْحُكْمُ لِلَّهِ** (حکم نہیں مگر اللہ کا۔ ت) — وقال تعالیٰ: **وَاللَّهُ يَحْكُمُ**  
 لا معقب لحكمته (اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں۔ ت) —  
 وقال تعالیٰ:

وَمَنْ يَكُ يَخْلُقْ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا  
 يُشْرِكُونَ ۝

اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں، پاکی اور برتری ہے  
 اللہ کو ان کے شرک سے۔ (ت)

واضح تر کہوں — حاصلِ مذہبِ اہلِ سنت یہ ہے کہ تمام مقدورات اُس جنابِ رفیع کے حضور  
 یکساں ہیں۔ کوئی اپنی ذات سے کچھ استحقاق نہیں رکھتا کہ ایک کو رائج دوسرے کو مرجوح کہیں۔  
 (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۱۳۸ تا ۱۴۰)

(۵) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

شرح عقائدِ نسفی میں ہے:

لیت شعری ما معنی وجوب الشئ علی اللہ تعالیٰ؛ اذ لیس معناه استحقاق تارکہ  
 الذم والعقاب وهو ظاهر، ولا لزم صدوره عنه تعالیٰ بحیث لا یتمکن من الترتک  
 بناءً علی استلزامه محالاً من سفہ او جہل او عبث او بخل او نحو ذلک۔ لانه  
 مرفض لقاعدة الاختیار، ومیل الی الفلسفة الظاہرة العوامیہ

کاش میرا علم حاضر ہو، اللہ تعالیٰ پر کسی شے کے واجب ہونے کا کیا معنی ہے اس لئے کہ یہاں  
 یہ معنی تو ہو نہیں سکتا کہ اس کا تارکِ ذم و عقاب کا مستحق ہے اور وہ ظاہر ہے۔ اور نہ ہی یہ معنی  
 ہو سکتا ہے کہ اُس واجب کا صدور اللہ تعالیٰ سے لازم ہے بایں طور کہ اس کے ترک پر قادر نہیں

۱۲/۴۰ القرآن الکریم

۱۳/۴۱ " ۵۲

۲۸/۶۸ " ۵۳

اس بنیاد پر یہ محال کو مستلزم ہے یعنی سفہ، جہل، عبث، بخل یا اس کی مثل کوئی اور قباحۃ لازم آئے گی۔ یہ معنی اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس سے مختار ہونے کے قاعدے کا ٹوٹ جانا اور اس سے فلسفہ کی طرف میلان لازم آتا ہے جس کا عیب ظاہر ہے۔ (ت)

دیکھو اس عبارت میں اُس فلسفی کے الزام بخل کا بھی رد ہے واللہ الحجة السامیة (اور اللہ تعالیٰ ہی کی حجت بلند ہے۔ ت) — اور یہ سب مطالب کہ علماء نے افادہ فرمائے فرداً فرداً اُن آیات کریمہ سے کہ فقیر نے تلاوت کیں، ثابت۔ اور اگر کچھ نہ ہوتا سوا آیت کریمہ ”ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قَدِیرٌ“ (بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ت) کے، تو بس تنہی، کہ مروج بھی ایک شے ہے اور ہر شے مقدور — اور معنی قدرت نہیں مگر صحتِ فعل و ترک، یعنی کرے یا نہ کرے دونوں یکساں، اور کسی تقدیر پر کچھ حرج و نقصان نہیں۔ طوابع میں ہے :

القادر هو الذي يصح منه ان يفعل المقدور وان لا يفعل له۔

قادر وہ ہے جس سے مقدور کو کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہوں (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۴۲، ۱۴۳)

(۶) سنبھلی صاحب کے چٹے قول کی تردید میں فرمایا :

**قول ششم** میں کہ ”عقول عشرہ کا تمام نقائص و قبائح سے مقدس و مُنَزَّہ، اور ان کے علم کا تمام و محیط با حاطہ تمام ہونا نقل کیا، یہاں تک کہ کوئی ذرہ ذراتِ عالم سے اُن پر مخفی رہنا ممکن نہیں“ یہ خاص صفت حضرت عالم الغیب والشہادۃ کی ہے جَلَّ و علا۔ قال تعالیٰ :

وما يعزب عن ربك من مثقال ذرّة في الارض ولا في السماء۔

نہیں چھپتی تیرے رب سے ذرہ برابر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔

اور اس کا غیر خدا کے لئے ثابت کرنا قطعاً کفر، العزّة لله (عزت اللہ کے لئے ہے۔ ت) اس عَدَمِ امکان کو مسلمان غور کرے کہ کیسا کفر و اشکاف، اور کتنے صریح نصوصِ قرآنیہ کا خلاف ہے۔ قال تعالیٰ :

لہ القرآن الکریم ۲۰/۲ و ۱۰۹/۲ و ۱۴۸/۲

طوابع الانوار من مطالع الانظار

لہ القرآن الکریم ۶۱/۱۰

وما یعلم جنود ربك الا هو۔  
کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا۔  
وقال تعالیٰ :

الیہ یرد علم الساعة۔  
اسی کی طرف پھیرا جاتا ہے علم قیامت کا۔  
وقال تعالیٰ :

ويقولون متى هذا الوعد ان كنتم صدقین ۝ قل انما العلم عند الله وانما  
انا نذیر مبین ۝

کافر کہتے ہیں یہ قیامت کا وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو۔ تو فرما اس کا علم تو خدا ہی کو ہے، اور  
میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں صاف صاف۔

وقال تعالیٰ :  
لا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء۔  
نہیں گھیرتے اس کے علم سے کچھ مگر جتنا وہ چاہے۔  
وقال تعالیٰ حکایۃ عن ملئکۃ :

سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔  
پاک ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، بیشک تو ہی ہے دانا، حکمت والا۔  
سبحان اللہ! متفلسفہ کہتے ہیں کہ ”عقولِ عشرہ“ ملئکہ سے عبارت ہے۔ اگرچہ یہ بات  
محض غلط کہ جو امور وہ بے عقول ان وشل عقول کے لئے ثابت کرتے ہیں صفاتِ ملائکہ سے اصلاً  
علاقہ نہیں رکھتے۔ ولا کذب متین کذبہ القرات (اس سے بڑھ کر کوئی جھوٹا نہیں جس کو  
قرآن نے جھوٹا قرار دیا۔ ت) بلکہ یہ صرف اُن سفہار کے ادبام تراشیدہ ہیں جن کی اصل نام  
کو نہیں۔

۱۵ القرآن الکریم ۴۱/۲۴  
۲۵۵/۲ ” ۴۳

۱۶ القرآن الکریم ۴۲/۳۱  
۲۶۰/۲۵ ” ۴۴  
۳۲/۲ ” ۴۵

ان ہی الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بہما من سلطان لہ  
وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند  
نہیں اتاری۔ (ت)

تاہم اگر مان لیں اور یوں سمجھیں کہ مشرکین عرب نے شانِ اِلاک (فرشتے) میں غلو کے ساتھ تفریط  
بھی کی کہ انھیں عورتیں ٹھہرایا۔ کفارِ یونان نے وہ افراطِ خالص بنایا کہ اوصافِ غلی سے متعالی بتایا۔  
تو اب اس آیہِ کریمہ سے اُن عقول کی حالتِ اور اک کیجئے۔

کس طرح اِن احمقوں کو جھٹلاتے، اور اپنے مالک کے حضور اپنے عجز و بے علمی کا اقرار لاتے، اور  
پاک و قدوسی اُس کے وجہِ کریم کے لئے خاص ٹھہراتے ہیں۔ صدق اللہ تعالیٰ؛

سَیْکْفِرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ یُکُونُونَ عَلَیْہِمُ ضَلَّالًا۔

عنقریب وہ ان کی بندگی سے منکر ہوں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۴۴ تا ۱۴۶)

(۷) تنبیہی صاحب کے ساتویں قول کا ردِ کلاتے ہوئے فرمایا؛

**قول**، منقسم میں اس کفرِ بواح کو خوب چمکایا اور رُفے ریا سے پردہ حیا اٹھا کر حقِ مبین و قول  
محققین ٹھہرایا، صاف لکھا کہ؛

”عدمِ زمانی حقیقتہً عدم نہیں جس نے کسی وقت میں خلعتِ وجود پایا یا پائے گا وہ نہ معدوم تھا“

نہ معدوم ہو، بلکہ یہ فقط پردہ و حجاب ہیں۔ پہلے نہ تھا، یعنی پوشیدہ تھا۔ اور اب نہ رہا،

یعنی چُپ گیا۔ ورنہ حقیقتہً وہ واقع و نفس الامر میں وجود سے مُنْفَک نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ و

اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ (بیشک ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)۔

اس قولِ شنیع پر جو شنائاتِ شدیدہ لازم، حدِّ عد سے خارج۔ و لکن مَا لَا یُدْرَاکُ کُلُّہُ

لَا یَتَرَکُ کُلُّہُ (لیکن جو چیز مکمل طور پر پائی نہ جاسکتی ہو وہ مکمل طور پر چھوڑی نہ جائے گی۔ ت)

**فایقول** وباللہ التوفیق (تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے توفیق ہے)۔

**اولاً** بصوصِ صریحہ قرآنیہ کا خلاف، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے؛



أَوَّلَايْذَكَرُ الْإِنْسَانَ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَعَلَّكَ شَيْثَانٌ

کیا آدمی یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اسے بنایا اس سے پہلے، اور وہ کچھ نہ تھا۔

زید مُتَفَلِّسِفٌ کہتا ہے : تھا کیوں نہیں؟ البتہ پوشیدہ تھا۔ حق بَلَّ وَعَلَا فرماتا ہے :

وَإِنَّ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ۝ وَثَمُودَ فَمَا ابْقَىٰ

اللہ نے ہلاک کر دیا اگلی قوم عاد اور ثمود کو، سوان میں کوئی باقی نہ رکھا۔

زید متفلسف کہتا ہے : باقی کیسے نہیں؟ واقع و نفس الامر میں رُوحیں بدن سے متعلق ہیں یاں

نگاہوں سے چُھپ گئے۔

رب تعالیٰ و تقدس فرماتا ہے :

كُلٌّ مِنْ عَلَيْهَا فَأَنْ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا تیرے رب کا و جبرِ کریم عظمت و

تکبریم والا۔

زید متفلسف کہتا ہے : باقی تو سبھی رہیں گے مگر — اور پردہ میں، اور تو ظاہر۔

اسی طرح صد ہا آیات و احادیث میں جن سے زہار زید کو جواب ممکن نہیں، مگر یہ کہ جہاں جہاں قرآن و

حدیث میں غلتی و ایجاد و ابداع و تگن واقع ہوئے ہیں، انہیں بمعنی ظہور اور امانت و اہلاک و افنا و

اعدام کو بمعنی تغیب، اور عدم و فنا و موت و ہلاک کو بمعنی غیبوبت (کے)۔

اور پُر ظاہر کہ یہ تاویل نہیں، تبدیل ہے کہ ہرگز لغت و عرف کچھ اس کے مُساعد نہیں —

اشقیائے فلاسفہ قرآن عظیم میں یوں ہی تحریف معنوی کرتے ہیں — جنت کیا ہے؟ — لذتِ نفسانی

نار کیا ہے؟ — اَلْمُروحانی — تطلع علی الافئدة (وہ آگ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ ت) دیکھا،

ع سقط من نسختنا المخطوطة ولا بد منه او من نحوه ۱۲ محمد احمد

۱۹ / ۶۷

۵۱، ۵۰ / ۵۳

۲۷، ۲۶ / ۵۵

۷ / ۱۰۴

فی عمد ممدّۃ ( لمبے لمبے ستونوں میں اُن پر بند کر دی جائے گی۔ ت) سے کام نہیں۔ عیاذاً باللہ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ت)۔

وہ دن قریب آتا ہے کہ:

یوم یدعون الٰہ ناس جہنم دعاً۔

جس دن جہنم کی طرف دھکادے کر دھکیلے جائیں گے۔ (ت)

جہنم میں دھکادے کر پوچھا جائے گا،

افسحٰرُ هٰذَا ام انتہ لا تبصرون۔

کیوں بھلا یہ جادو ہے یا تمہیں سُوجھتا نہیں؟

اُس وقت ان تاویلوں کا مزہ آئے گا۔

فانتظروا انّی معکم من المنتظرین۔

تو راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔ (ت)

اور ایک انھیں پر کیا ہے، دُنیا بھر کے بدعتی نصوصِ شرع کے ساتھ یوں ہی کھیلتے ہیں۔ خود اصلِ بدعت

مُشارِ ضلالت اسی قسم کی تاویلیں ہیں۔ معترکہ کہتے ہیں،

والو من یومئذ الحقّی قول اس دن حق ہے یعنی جانچ ہوگی، میزان کچھ نہیں۔

وجہ یومئذ ناصرة الٰہی سبھا ناظرۃ۔

کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۴۷ تا ۱۴۹)

(۸) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

ثالثاً جو مسلمان بشفاعتِ سید الشافعیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا بہ محضِ رحمتِ ارحم الراحمین

۱۵ القرآن الکریم ۹/۱۰۴

۱۳/۵۲ " ۱۵

۱۵/۵۲ " ۱۵

۱۰۲ و ۴/۴۱ و ۲۰/۱۰ " ۱۵

۱۵ القرآن الکریم ۲۳، ۲۲/۴۵

۸/۴ " ۱۵

جلت عظمتہ جہنم سے نکل کر جنت میں جائیں اس مذہب پر لازم کہ وہ واقع و نفس الامر میں جہنم میں ہوں، اور اس نکلنے کا صرف یہ حاصل کہ اُن کا دوزخ میں ہونا مخفی ہے۔  
یوں ہی ابلیس قبل انکارِ سجود جنت میں تھا۔ قال تعالیٰ :  
فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا لَئِنْ  
أَنْتَ جُنْتَ مِنْهُ لَتَكُنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ  
تو لازم کہ واقع و نفس الامر میں وہ جنت میں ہے اور یہ نکال فقط اُس امر کا چھپا ڈالنا۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۵۰)

(۹) مزید فرمایا،

اے مسکین! البتہ یہ شان ہمارے نزدیک علم باری عزّ مجدّہ کی ہے کہ ازلاً وابداً تمام کو اس ضیہ  
آئینہ کو محیط، اور زمانہ سے مُنزّہ۔

لا يعذب عنه مثقال ذرّة في السموات ولا في الارض

اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۵۳)

(۱۰) سنبھلی کی کتاب کے نام کی تغلیط کرتے ہوئے فرمایا،

**فَاقُولْ وَبِعَوْنِ اللَّهِ أَجُولْ** (چنانچہ میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے گھومتا ہوں۔ ت)  
اُس میں باعتبار اختلافِ اضافت و توصیف لفظ ”ناطق“ احتمالاتِ عدیدہ پیدا۔ مگر کوئی محذورِ شرعی سے  
خالی نہیں۔

**بر تقدیرِ اضافت** عام ازاں کہ نام میں لام ہو یا من۔ ظاہر و متبادر ”ناطق النّالہ  
الحدید“ سے جناب الہی ہے تعالیٰ و تقدس۔ کہ اس کا صریح ترجمہ النّالہ الحدید کہنے والے کا  
منطقِ جدید۔ یا۔ اس کی طرف سے منطقِ جدید۔ اور پُر ظاہر کہ اس کلام کا فرمانے والا کون ہے؟  
ہمارا مولے تبارک و تعالیٰ۔

اس تقدیر پر متعدد شناعاتِ شدیدہ لازم،

اولاً مضامین کتاب کو حضرت عزت تبارک مجہد کی طرف نسبت کرنا، کہ جناب الہی جل ذکرہ پر کھلا افتراء۔ حق عزّ من قائل فرماتا ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یَفْلَحُوْنَ ۚ

بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں مراد کو نہ پہنچیں گے۔

اور فرماتا ہے :

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ کَذِبًا ۚ

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر بہتان اٹھائے۔

یہاں تک کہ جمہور علماء ایسے شخص کو مطلقاً کافر کہتے ہیں۔ شرح فقہ اکبر میں ہے :

فی الفتاوی الصغری من قال " یعلم اللہ انی فعلت کذا " وکانت لم یفعل

کفر، ای لانتہ کذب علی اللہ ۚ

فتاوی صغریٰ میں ہے جس نے کہا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے

وہ کام نہ کیا ہو تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۶۲)

(۱۱) مزید فرمایا :

ثانیاً یہود و نصاریٰ سے کامل مشابہت۔ قال تعالیٰ :

فویل للذین یمکتبون الکتب بایدیہم ثم یقولون هذا من عند اللہ لیشتروا

به ثمناً قليلاً فویل لهم مما کتبت ایدیرہم وویل لهم مما یکسبون ۚ

سو غرابی ہے اُن کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے

تاکہ اس کے بدلے تھوڑی قیمت لیں۔ سو غرابی ہے انھیں ان کے ہاتھوں کے لکھے سے۔ اور غرابی ہے

انھیں اس چیز سے جو کماتے ہیں :

۱۔ القرآن الکریم ۱۰/۶۹ و ۱۶/۱۱۶

۲۔ " ۶/۱۴۴ و ۷/۳۷ و ۱۰/۱۷ و ۱۸/۱۵

۳۔ منہج الروض الازھر شرح الفتنہ الاکبر مسائل متفرقة دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۵۱۱

۴۔ القرآن الکریم ۲/۷۹

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من تشبہ بقومٍ فهو منهم - اخرجہ احمد و ابوداؤد و ابویعلیٰ و الطبرانی  
فی الکبیر عن ابن عمر بإسناد حسن، وعلقہ نخ - و اخرجہ الطبرانی فی الاوسط  
بسند حسن عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ابویعلیٰ اور  
طبرانی نے معجم کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج کی۔ اور بخ نے  
اس کو بطور تعلیق بیان کیا۔ اور طبرانی نے معجم اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۱۶۳، ۱۶۴)

(۱۲) کتاب "مقامہ الحدید" کے خاتمہ میں چند تنبیہات ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

**تنبیہ اول :** اے عزیز! آدمی کو اس کی انانیت نے ہلاک کیا، گناہ کرتا ہے، اور جب اس سے  
کہا جائے تو برکے، تو اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ عقل رکھتا تو اصرار میں زیادہ ذلت و خواری جانتا۔

یا ہذا، ہرگز منصبِ علم کے منافی نہیں کہ حق کی طرف رجوع کیجے، بلکہ یہ عین مقتضائے علم ہے  
اور سخن پروری ہر جہل سے بدتر جہل — وہ بھی کا ہے میں؟ کفریات میں — والعیاذ باللہ (اللہ کی پناہ۔ ت)۔  
یا ہذا، صغیرہ پر اصرار اُسے کبیرہ کر دیتا ہے — کفریات پر اصرار کس قعرِ نار میں پہنچائے گا۔

یا ہذا، تیرا رب ایک شخص کی مذمت کرتا ہے :

وَ اِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ اخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبِهِ جَهَنَّمُ و لِبَئْسَ الْمِهَادُ۔

یعنی جب اس سے کہا جائے خدا سے ڈر، تو اُسے غرور کے مارے گناہ کی ضد چڑھتی ہے۔ سو

کافی ہے اسے جہنم، اور بیشک کیا بُرا ٹھکانا ہے۔

للہ! اپنی جان پر رحم کر، اور اس شخص کا شریک حاصل نہ ہو۔

یا ہذا، تیرا مالک ایک قوم پر رد فرماتا ہے :

وَ اِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا و سَهَوْا و اُتِيتُمْ بِصِدْقٍ

وہم مستکبرون علیہ

جب ان سے کہا جائے اوتھارے لئے بخشش چاہے خدا کا رسول، تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انہیں دیکھے کہ باز رہتے ہیں تکبر کرتے ہوئے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

(۱۳) مزید فرمایا:

عزیزو! احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جبران، حاکم، بیہقی، عبد بن حمید، لغوی، بلسانید  
صحیح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان العبد اذا اخطأ خطيئة نكثت في قلبه نكثة سوداء فان هو نزع واستغفر  
وتاب صقل قلبه، وان عاد نرید فیہا حتی تعلو علی قلبه، وهو التران الذی  
ذکر اللہ تعالیٰ: "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ"۔

جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، پس اگر وہ اس  
سے جدا ہو گیا اور توبہ استغفار کی تو اس کے دل پر صیقل ہو جاتی ہے۔ اور اگر دوبارہ کیا تو سیاہی  
بڑھتی ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چڑھ جاتی ہے۔ اور یہی ہے وہ زنگ جس کا اللہ تعالیٰ نے  
ذکر فرمایا کہ: یوں نہیں بلکہ زنگ چڑھا دی ہے اُن کے دلوں پر ان کے گناہوں نے کہ وہ کرتے تھے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۹۱)

(۱۴) حضرت مولانا پروفیسر حاکم علی صاحب نے زمین و آسمان کی حرکت و سکون سے متعلق کچھ تفسیری  
حوالہ جات پر مشتمل ایک مفصل استفتاء علیہ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے جواب میں آپ نے  
آیات قرآنیہ اور ان کی تفاسیر پر مشتمل ایک رسالہ بنام "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" تحریر  
فرمایا، چونکہ وہ رسالہ مکمل طور پر فوائد وبحاث تفسیریہ پر مشتمل ہے لہذا مع استغفار درج کیا جاتا ہے۔

لہ القرآن الکریم ۵/۶۳

لہ کنز العمال برمزحم، ت، ۵، حب، ن، حب عن ابی ہریرہ حدیث ۱۰۸۹۔ موسۃ الرسالہ بیروت ۲/۲۱۰

جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین امین کمپنی دہلی ۲/۱۶۸ و ۱۶۹

موارد الطمان کتاب التفسیر " " " " حدیث ۱۷۷۰ المكتبة السلفیہ ص ۴۲۹

" کتاب التوبۃ باب ما جاز فی الذنوب " ۲۴۴۸ " ص ۶۰۷

مسئلہ از مرقی بازار لاہور مسئلہ مولوی حاکم علی صاحب ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ  
یا سیدی اعلیٰ حضرت سلم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

اما بعد هذا من تفسیر جلالین (ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا) ای  
ینعہما من الزوال، وایضاً (اولھن تكونوا اقسمتم) حلقتم (من قبل) فی الدنیا  
(ما لکم من) ثم ائدة (نزوال) عنها الی الآخرۃ، وایضاً (وان) ما (کانت مکرهم) وان  
عظم (لتزول منه الجبال) المعنی لا یعبأ به ولا یضر الا انفسهم والمراد بالجبال هنا  
قل حقیقتہا وقیل شرائع الاسلام المشبہة بها فی القرائر والنبات وفي قراءة بفتح  
لام لتزول ورفع الفعل فان مخففة والمراد تعظیم مکرهم وقیل المراد بالمکر  
کفرهم ویناسبہ علی الثانیة تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر  
الجبال هذا وعلی الاول ما قرئ وما کان۔ وروای من دامت برکاتکم واین ست از تفسیر حسینی  
(ان الله) بدرستی کہ خدائے تعالیٰ (یمسک السموات والارض) نگاہ میدارد آسمانها وزمین را (ان  
تزولا) برائے آنکہ زائل نہ شوند از اماکن خود چہ ممکن را در حال بقا ناچار است از نگاہ دارنده آورده اند  
کہ چون یہود و نصاریٰ عزیر و عیسیٰ را بفرزند یحییٰ سبحنہ نسبت کردند آسمان وزمین نزدیک بآں رسید کہ شکافہ  
گرد و حتی تعالیٰ فرمود کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشان را تا زوال نیابند یعنی از جائے خود نزول و ایضاً

عہ والمعنی ولان کان مکرهم من الشدة بحيث تزول عنها الجبال تنقطع عن  
اماکنها ۲۱ کمالین۔

معنی یہ ہے کہ اُن کا مکر اس قدر شدید ہے کہ اس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ  
جائیں ۲۱ کمالین۔ (د)

۳۶۵	نصف ثانی	مطبع مجتبیٰ دہلی	تحت لآیہ ۳۵ / ۴۱	۱	تفسیر جلالین
۲۰۸	اول	" "	۴۲ / ۱۴	۲	"
"	"	" "	۴۶ / ۱۴	۳	"
۷۰۵	واقع بمبئی انڈیا	مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا	تحت لآیہ ۳۵ / ۴۱	۴	تفسیر حسینی
۲۰۸	نصف اول	مطبع مجتبیٰ دہلی	۴۶ / ۱۴	۵	کمالین علی ہاشم جلالین

(اولہ تکنونوا) در جواب ایشاں گویند فرشتگان آیا نبودید شما کہ از روی مبالغہ (ا قسمت من قبل) سو گندے خوردید پیش ازیں در دنیا کہ شما پایندہ و خوابیدہ بودید (مالکم من زوال) نباشد شمارا بیچ زوالے مراد آنست کہ می گفتند کہ ما در دنیا خواہیم بود و بسرائے دیگر نقل خواہیم نمود، و ایضاً (و ان کان مکرہم) و بد رستیکہ بود مکر ایشاں در سختی و ہول ساختہ پرداختہ (لتزول) تا از جائے برود (منہ الجبال) ازاں مکرہ کوہ ہا۔

بعد ازیں یہ تفسیر جلالین کی عبارت ہے (بیشک اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کی جنبش نہ کریں) یعنی ان کو زوال سے روکے ہوئے ہے۔ یہ بھی اسی میں ہے (تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے) دنیا میں (نہیں ہے تمہیں) من زائدہ ہے (ہٹ کے کہیں جانا) دنیا سے آخرت کی طرف۔ اور یہ بھی اسی میں ہے (اور نہیں ہے ان کا مکر) اگرچہ بہت بڑا ہے (کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں) معنی یہ ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اور ان کا نقصان خود انہی کو ہے۔ اور یہاں پہاڑوں سے مراد ایک قول کے مطابق حقیقتاً خود پہاڑ ہیں اور ایک قول کے مطابق احکام شرع ہیں جن کو قرار و ثبات میں پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور جس قرآنہ میں لتزول کا لام مفتوح اور فعل مرفوع ہے اُس قرآنہ میں ان مخففہ ہوگا اور مراد ان کے مکر کی بڑائی۔ اور کہا گیا ہے کہ مکر سے مراد ان کا کفر ہے۔ اور قرآنہ ثانیہ کی صورت میں اس قول کی تائید قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ کرتی ہے (قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شقی ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھکے) اور اول کی صورت میں جو پڑھا گیا ہے و ما کان یعنی نہیں تھا (ان کا مکر) اور میرے سردار! آپ کی برکتیں ہمیشہ رہیں، یہ ہے تفسیر حسینی کی عبارت (ان اللہ) بیشک اللہ تعالیٰ (یمسک السموات والارض) محفوظ رکھتا ہے آسمانوں اور زمین کو (ان تزولا) اس واسطے کہ اپنی جگہوں سے زائل نہ ہو جائیں کیونکہ ممکن کے لئے حالت بقا میں کسی محافظ کا ہونا ضروری ہے۔ منقول ہے کہ جب یہود نصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا تو آسمان وزمین پھٹنے کے قریب ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی قدرت کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتا ہوں تاکہ یہ زوال نہ پائیں یعنی اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔ اُسی میں ہے (اولہ تکنونوا ا قسمت من قبل) ان کے جواب میں فرشتے بطور مبالغہ کہیں گے کہ کیا تم نے اس سے پہلے دنیا میں قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم دنیا میں ہمیشہ رہو گے



(مالکم من زوال) تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہیں گے اور دوسرے جہان میں منتقل نہیں ہوں گے۔ اور اسی میں ہے (وان کان مکسرہم) یقیناً ان کا مکر سختی و ہولناکی میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ (لتزدل منه الجبال) اس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے۔ (ت)

اے محبوب و محبوب فقیر! تبارک اللہ تعالیٰ فی کل حال (اللہ تعالیٰ ہر حال میں آپ کی مدد فرماتا ہے) جب کافروں کے زوال کا معنی ان کا اس دنیا سے دارالآخرۃ میں جانا مسلم ہوا تو معاملہ صاف ہو گیا کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں، اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہ ہوا کہ یہ ان کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے ان کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوا، یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا ان کا زوال ہوا۔ جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہو سکتا۔ شکر ہے اس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی گریز نہ ہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہ حل مشکلات حل ہو گئی ببرکتہ کلام کریم،

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور وہ اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہوگا۔ (ت)

اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی۔ قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک و تعالیٰ کے اور باعث خلق عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور حضرت معلم التیمات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کے لئے زمین کے زوال اس کے اماکن کے معنی آپ کے اس تالبعدار مجاہد کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی مگر ان اماکن میں اس کو حرکت امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ ان کا زوال نہیں ہے۔ اسی طرح سے اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور

جاذبہ اور رفتار کیا ہے صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں، اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کر دیں اور ہر چیز کو اس کے پیڑ میں ساکن فرمادیں اس سے زائل نہیں ہو سکتی جیسے کہ سورج والشمس تجوی لمستقر لہما (اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے۔ ت) کی رو سے اپنے مجرے میں امساک میں امساک کیا گیا ہوا ہے اور اپنے مجرے میں چل رہا ہے مگر اس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء، فالحمد لله رب العالمين والشكر والمنة۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جانوں کا، اور اس کا شکر اور احسان ہے۔ (ت)

غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شار اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا ہاں اللہ نجعل الامرض مہداداً (کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ ت) کے بجائے الذی جعل لكم الامرض مہداداً الخ (وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ ت) درج فرمادیں دیباچہ میں۔ سب کو سلام سنون قبول ہو۔

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى بامرہ قامت السماء والارض والصلوة والسلام على

شفيع يوم العرض والہ وصحبہ وابنتہ وحزبہ اجمعین، آمین!  
تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، اور درود و سلام ہو روز قیامت شفاعت کرنے والے پر اور ان کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر آمین۔

۱۵ القرآن الکریم ۳۶/۳۸

۱۶ " ۵۷/۲۱

۱۷ " ۷۸/۶

۱۸ " ۲۰/۵۳ و ۴۳/۱۰

مجاہد کبیر، مخلص فقیر، حق طلب حق پذیر سلمہ اللہ القدیر! وعلیکہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دسواں دن ہے آپ کی جسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۱۰۸ تک کاتب لکھ چکے اور ۱۰۹۰ کے بعد سے مجھے تقریباً چالیس صفحات کے قدر مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ مباحث جلیلہ و دقیقہ پر مشتمل تھی، میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری ہے، اُدھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرما گئے ہیں وہی کیفیت اب تک ہے، اب بھی چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں، ان اوراق کی تحریر اور ان مباحث جلیلہ غامضہ کی تنقیح و تقریر سے بچہ تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو ناگوار نہ رکھیں گے۔

آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا اسد اللہ الاسد الاشہد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا اپنے جے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آتا جس کام میں بار بار آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں بامرک اللہ تعالیٰ و تقبل، آمین! امید ہے کہ بعونہ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لئے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا واللہ الحمد۔ اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں کو اکب چل رہے ہیں کل فی فلک یسبحون ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں پھل۔ اللہ عز و جل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَسْکُنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِنْ تَزُوْلٰتُ وَلَیْنِ مِنَ السَّمٰوٰتِ اَمْسٰکُھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ۝۱۰

بیشک اللہ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے، بے شک وہ علم والا بخشنے والا ہے۔ (ت)

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کر دوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں، پھر قدرے تفصیل۔

**اجمال** یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود و صاحب برسر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی ، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا (دیکھئے نمبر ۲)

حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔ (دیکھئے آخر نمبر ۲)

ان حضرات سے زائد عربی زبان و معانی قرآن سمجھنے والا کون !

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیت کریمہ کی تفسیر فرمائی :

(ان تزولا) کراہۃ نوا والہما عن مقرہما و مرکزہما۔

یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں۔

مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے ، قرار سکون ہے منافی حرکت۔ قاموس میں آتا ہے : قرسک۔ مگر انھوں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکزہما زائد کیا مرکز جائے مرکز۔ مرکز کاڑنا ، جمانا۔ یعنی آسمان و زمین جہاں جتے ہوئے گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ ہرکیں۔ نیز غرائب القرآن میں زیر قولہ تعالیٰ :

الذی جعل لکم الارض فرشا (اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔)

فرمایا :

لا یتیم الافتراض علیہا ما لم تکن ساکنۃ ، و یکفی فی ذلک ما اعطاها خالقہا و مرکز فیہا من الميل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدر متہ و اختیارہ ان اللہ یمسک السموات و الارض ان تزولا۔

زمین کو بچھونا بنانا اس وقت تک تام نہیں ہوتا جب تک وہ ساکن نہ ہو۔ اور اس میں کافی ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و اختیار کے ساتھ اس میں وسط حقیقی کی طرف میل طبعی مرکز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ ہرکنے

۸۴/۲۲	مصطفیٰ البابی مصر	تحت لآیۃ ۳۵/۴۱	۱۰ غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری)
۱۱۹/۲	" " "	فصل القاف	۱۱ القاموس المحيط باب الرار
۱۹۳، ۱۹۲/۱	" " "	تحت لآیۃ ۲۲/۲	۱۳ غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری)

نہ پائیں۔ (ت)

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے :

اعلم ان کون الارض فراضا مشروط بكونها ساكنة ، فالارض غير متحركة  
لابل استدامة ولا بالاستقامة ، وسكون الارض ليس الا من الله تعالى بقدرته واختياره  
ولهذا قال الله تعالى ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا اه ملقطا۔

جان لے کہ زمین کا بچھونا ہونا اس کے ساکن ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ لہذا زمین نہ تو حرکت  
مستدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ۔ اور زمین کا ساکن ہونا محض اللہ تعالیٰ کی  
قدرت و اختیار سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے  
ہوئے ہے کہ سر کرنے نہ پائیں اھ التقاط (ت)

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے میں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے ان سب کے خلاف وہ  
معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر بالرائے  
اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے ،  
فليتبوا مقعده من النار

وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

یہ تو اُس سے بھی بڑھ کر ہو گا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق و العیاذ  
باللہ ، یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے اپنے اسرار سکھائے ان کا لقب ہی صاحب سِرِّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے امیر المؤمنین  
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے ، اور عبد اللہ توحید اللہ ہیں ، رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھا مو تمسکوا بعھد ابن مسعود  
(ابن مسعود کے فرمان کو مضبوطی سے تھا مو۔ ت) ، اور ایک حدیث میں ارشاد ہے :

۱۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت لایۃ ۲۲/۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۹۳ و ۹۵

۲۔ جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن براہ امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۹

۳۔ جامع الترمذی باب المناقب مناقب عبد اللہ بن مسعود " " " ۲/۲۲۱

حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۱ عبد اللہ بن مسعود حدیث ۳۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۷۶

مرطیت لامتی ما رضی لہا بیت ام عبد وکرہت لامتی ماکرہ لہا بن ام عبد۔  
میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبد اللہ بن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت  
کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔

اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا:

استقر أو القرآن من أربعة من عبد الله ابن مسعود الحديث.

قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ سب میں پہلے عبد اللہ ابن مسعود کا نام لیا۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

اور عجائبِ نعمائے الہیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ ان تذولا کی تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجبِ زوال ہے  
چہ جائے حرکت علی المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت  
حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں  
حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔ اوّل :

ماجد ثم ابن مسعود فصد قوة.

جو بات تم سے ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

دوم :

ما حدّثكم حذيفة فصدقوه.

جو بات تم سے حذیفہ بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو

له مجمع الزوائد كتاب المناقب باب ما جازني عبد الله بن مسعود دار الكتاب العربي بيروت ٢٩٠/٩

۵۳۱/۱ قديمي کتب خانہ کراچی " " " " " صحیح البخاری

صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل " " " " " ۲۹۳/۲

جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمار بن یاسر امین مکنی دہلی ۲/۲۲۱

مسند احمد بن حنبل      حديث حذيفة بن اليمان      المكتبة الاسلامي بيروت      ٥ / ٣٨٥ ، ٢٠٢٠

جامع الترمذی ابواب المناقب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب حذیفہ ابن الیمان امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۲

اس کی تصدیق کرو، والحمد للہ سرب العلمین، ہمارے معنی کی تو عین غلط شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اُس کی تصدیق کا حکم۔

اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع اُمت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے و باللہ التوفیق۔ آپ نے جو معنی لئے کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دورہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔ حاشا للہ! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچے، رقعہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصاریٰ کے۔ آگے آپ انصاف کر لیں کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔ مجاہد مخلصا! وہ کون سا نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گھڑ سکتے یہاں تک کہ قادیانی کافر نے و خاتم النبیین میں تاویل گھڑ دی کہ رسالت کی افضلیت اُن پر ختم ہو گئی اُن جیسا کوئی رسول نہیں۔ نانو تو ی نے گھڑ دی کہ وہ نبی بالذات اور سوائے آپ کے اور نبی بالعرض، اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں حتیٰ کہ یوں ہی کوئی مشرک لا الہ الا اللہ میں تاویل کر سکتا ہے کہ اعلیٰ میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں، جیسے حدیث شریف میں ہے:

لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقارؐ

نہیں ہے کوئی جو ان مگر علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذو الفقار۔ (ت)

دوسری حدیث:

لا وجه الا وجه العین ولا ہم الا ہم الدینؐ

۱

۲ تحذیر الناس

کتب خانہ رحیمہ سہارن پور انڈیا ص ۴

ص ۲۶۵

دار الکتب العلمیہ بیروت

حدیث ۱۰۶۰

۳ الاسرار المرفوعہ

ص ۱۸۷

المکتب الاسلامی بیروت

حدیث ۴۴۹

۴ الدرر المنشرۃ فی الاحادیث المشترکہ حرف لا

درد نہیں مگر آنکھ کا درد، اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔

ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہئے بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو

مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اُسی پر اعتقاد لائے۔

جمعی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو سچا مستقل نسیبی کیا ہے آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کا ہے سے رافضی ہوئے، کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہ ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے؟ ہرگز نہیں، انھیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی۔

مجاہد کو صحابہ کی عظمت سے ملو کر لینا فرض ہے انھوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھا حضور سے اس کے معانی سیکھے اُن کے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔

مجاہد! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ و عبد اللہ بن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم انھوں نے سچے غلط میں ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں۔ میں آپ کو اللہ عز و جل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔

فالله خير حافظا وهو ارحم الراحمين .

تو اللہ تعالیٰ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)

تیس امیدِ واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمالِ حیل آپ کے انصافِ جزیل کو بس۔ اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں :

(۱) نرد وال کے اصلی معنی 'سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا' ہیں۔

قاموس میں ہے :

النزول الذهاب والاستحالة

نردال کا معنی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔ (ت)

اُسی میں ہے :

كل ما تحول فقد حال واستحال ۛ

له القرآن الكريم ١٢/٦٢

٤٢ القاموس المحيط فصل الزاء باب اللام تحت لفظ "الزوال" مصطفى الباني مصر ٢٠٠٢/٣

٥٣ " فصل الحمار " " الحول " " " " ٣/٤٢٢



ہر وہ جس نے جبکہ بدلی تو ہمیشہ اس نے حال بد لا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوا۔  
ایک نسخہ میں ہے:

كل ما تحرك او تغير له

یوں ہی عجباب میں ہے،  
مہرہ جس نے حرکت کی یا تبدیل ہوا۔ (ت)

تحويل أو تحرك<sup>۲</sup> - (بدلا یا حرکت کی - ت)  
تاج العروس میں ہے؛

(انزال الله تعالى نزواله) ای اذهب الله حرکتہ ونزال نزواله ای ذہبت حرکتہ

اللہ تعالیٰ نے اس کے زوال کا ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرما دیا۔ اور اس کا زوال زائل ہوا یعنی اس کی حرکت ختم ہو گئی۔ (ت)  
نہایہ ابن اثیر میں ہے :

في حديث جندب الجهني "والله لقد خالطه سهمي ولو كان نرائلة لتحركت"  
النرائلة كل شيء من الحيوان يزول عن مكانه ولا يستقر، وكان هذا المرعى قد سكن  
نفسه لا يتحرك لألا يحس به فيجهر عليه<sup>٢</sup>

کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور قرار نہ پکڑے۔ جس کو تیر لگا تھا اس نے اپنے آپ کو حرکت سے روک لیا تاکہ اس کے بارے میں پتا نہ چل سکے اور اس کو ہلاک نہ کر دیا جائے (ت)

(۲) دیکھو خدا وال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان و زمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکت زمین و حرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) ”نردال“ جانا اور بدلنا ہے، حرکتِ محوری میں بدلنا ہے اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ و درنثیر امام جلال الدین سیوطی میں ہے :

له تاج العروس فصل الحار من باب اللام تحت لفظ الحول دار احياء التراث العربي بيروت ٢٩٢/٤

٥٢ " بحواله العيب. " " " " " " " " " " " "

٣٩٢/٤ " " " " " فصل الزا " "

سكّه النہایۃ فی غریب الحدیث والاثار باب الزرار مع الواو تحت لفظ "زول" دار الكتب العلمیہ بروٹ ۲/۲۸۸

النزول الانزعاج بحيث لا يستقر على المكان وهو النزول بمعنى  
 "نزول" کا معنی بقراری ہے اس طور پر کہ کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔ نزول اور نزوال کا  
 معنی ایک ہی ہے۔ (ت)

قاموس میں ہے ،

نزعجہ اقلقہ وقلعہ من مكانہ كانزعجہ فانزعج<sup>۱</sup>

اس کو بقرار و مضطرب کیا اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا ، جیسے اس کو بقرار کیا تو وہ بقرار

ہو گیا۔ (ت)

لسان میں ہے ،

الانزعاج نقیض الاقرار<sup>۲</sup>

انزعاج (بقرار کرنا) اقرار (ایک جگہ ٹھہرانے) کی ضد ہے۔ (ت)

تاج میں ہے ،

قلق الشيء قلقا وهوان لا يستقر في مكان واحد<sup>۳</sup>

قلق الشيء قلقا کا معنی یہ ہے کہ شے ایک جگہ میں قرار نہ پکڑے۔ (ت)

مفردات امام راغب میں ہے ،

قر في مكانه يقر قرارا اذا ثبت ثبوتا جامدا واصله من القرو هو البدد

وهو يقتضي السكون والحركة يقتضي الحركة<sup>۴</sup>

قر فی مکانہ یقر قرارا اذا ثبت ثبوتا جامدا اصلہ من القرو هو البدد

قر فی مکانہ یقر قرارا کا معنی یہ ہے کہ شے اپنی جگہ ثابت ہو کر ٹھہر گئی۔ یہ اصل میں مشتق

ہے قر سے ، جس کا معنی سردی ہے اور وہ سکون کا تقاضا کرتی ہے جبکہ گرمی حرکت کی مقتضی

ہے۔ (ت)

۱۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثار باب الزاء مع الواو تحت لفظ "زول" دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/

۲۔ القاموس المحیط فصل الزاء والباء باب الجیم تحت لفظ "زج" مصطفی البابی مصر ۱۹۸/۱

۳۔ لسان العرب تحت لفظ "زج" دارصادر بیروت ۲۸۸/۲

۴۔ تاج العروس فصل القاف تحت لفظ "القلق" دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۸/۷

۵۔ المفردات فی غرائب القرآن القاف مع الزاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

قاموس میں ہے ،

قربا المكان ثبت وسكن كاستقرار

قربا المكان کا معنی ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیسا کہ استقر کا معنی بھی یہی ہے۔ (ت)  
دیکھو زوال انزعاج ہے ، اور انزعاج قلق ، اور قلق مقابل قرار ، اور قرار سکون تو زوال  
مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت ، تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان و زمین کے  
زوال سے انکار فرماتا ہے ، لا جرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔

(د) صراح میں ہے :

زالمة جنبیه ورونده و آسندہ

زالمة کا معنی جنبش کرنے والا ، جانے والا اور آنے والا ہے۔ (ت)  
زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیہ ہوتی اور مدار پر تو آسندہ ورونده بھی بہر حال زالمة ہوتی اور قرآن عظیم  
اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے ، لا جرم اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

(۲) کریمہ دان کان مکرھہ لتزول منه الجبال ان کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ جگہ سے  
ٹل جائیں ، یا اگرچہ ان کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں ، یہ قطعاً ہماری ہی مویہ اور گونہ حرکت  
جبال کی نفی ہے۔

(۱) ہر مائل بلکہ غیبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً  
جنبش نہیں۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے ،  
ثبوت الجبل يعرفه الغیبی والذی کی

پہاڑ کے ثبوت و قرار کو گند ذہن اور تیز ذہن والا دونوں جانتے ہیں۔ (ت)  
قرآن عظیم میں ان کو مساوی فرمایا ، مساوی ایک جگہ جا ہوا پہاڑ ، اگر ایک انگل بھی ہلک جائے گا  
قطعاً نہال الجبل صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے۔ اور نہال الجبل نہ کہا جائے

۱۱۹/۲ مصطفیٰ البابی مصر فصل القاف باب الار

۳۲۳ ص نوکشور نکھنو فصل الزار باب اللام

۴۶/۱۴ القرآن الکریم

۴۸۶/۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴۶/۱۴ حاشیۃ الشہاب تحت لایۃ ۴۶/۱۴

ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہو گیا۔ اپنی منقولہ عبارت جلالین دیکھئے پہاڑ کے اسی ثبات و استقرار پر شرائع اسلام کو اُس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارت جلالین کا آخردیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت آیۃ و تخر الجبال هداً کے مناسب ہے یعنی ان کی طعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھک کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے،

وهو معنى قوله تعالى "وتخر الجبال هداً"

اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا "اور پہاڑ ڈھک کر گر پڑتے۔" (ت)

یہ مضمون ابو عبیدہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، نیز جویر صحاک سے راوی ہوئے،  
کقولہ تعالیٰ "وتخر الجبال هداً"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قول "اور وہ پہاڑ گر جائیں گے ڈھک کر۔" (ت)

اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ظاہر ہے کہ ڈھک کر گرنا اُس جنگل سے بھی اسے نہ نکال دے گا جس میں تھا نہ کہ دنیا سے۔ ہاں جا ہوا اس کن مستقر نہ رہے گا تو اُسی کو زوال سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جی ہوئی سا کن مستقر ہے۔

(ج) رب عز وجل نے سیدنا موسیٰ علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا،

لن ترانی ولكن انظر الى الجبل فان استقر مكانه فسوف ترانی

تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے۔

پھر فرمایا:

فلما تجلّٰ رابه للجبل جعله دكا وخر موسىٰ صعقاً

۱۔ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیت ۱۴/۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۶

۲۔ جامع البیان عن الضحاك (تفسیر ابن جریر) ۴۶/۱۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/۲۹۰

۳۔ القرآن الکریم ۴/۱۴۳

۴۔ " ۴/۱۴۳

جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گرے۔  
کیا ٹکڑے ہو کر دُنیا سے نکل گیا یا ایشیا یا اُس ملک سے۔ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا، ہاں وہ  
خاص محل جس میں جما ہوا تھا وہاں نہ جما رہا۔ تو معلوم ہوا اسی قدر عدم استقرار کو کافی ہے۔ اور اوپر  
گزرنا کہ عدم استقرار عین زوال ہے، زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سر کے تو بیشک زائد  
ہوگی اگرچہ دُنیا یا مدار سے باہر نہ جائے۔

(د) اس آیت کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے،

ولم کان مکرمهم فی غایة المتانة والشدّة معد الانزاله الجبال عن مقارها۔  
اگرچہ ان کا مکرم مضبوطی اور سختی کی زیادتی کے سبب سے پہاڑوں کو اپنی جگہوں سے ہٹانے کی  
صلاحیت رکھتا تھا۔ (ت)

نیشاپوری میں ہے،

انزاله الجبال عن اماکنھا۔

پہاڑوں کو ان کی جگہوں سے ہٹانا۔ (ت)

غازن میں ہے،

تزلزل عن اماکنھا (پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں۔ ت)

کشاف میں ہے،

تنقلع عن اماکنھا (پہاڑ اپنی جگہوں سے اُکھڑ جائیں۔ ت)

مدارک میں ہے،

تنقطع عن اماکنھا (پہاڑ اپنی جگہوں سے جدا ہو جائیں۔ ت)

اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا، یہاں بھی مکان و مقر سے قطعاً وہی مراد ہے جو کریمہ فات

۱۔ ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت لایۃ ۴/۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۸

۲۔ غرائب القرآن و رغائب القرآن " مصطفیٰ البابی مصر ۱۳/۱۴۲

۳۔ باب التأویل فی معانی التنزیل (تفسیر غازی) " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۴

۴۔ الکشاف تحت لایۃ ۴/۲۶ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۲/۵۶۶

۵۔ مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) " دار الکتب العربی بیروت ۲/۲۶۶

استقر مکانہ میں تھا ارشاد کا ارشاد مقارن ہا جا جائے قرار اور کشف کا لفظ تنقلع خاص قابل لحاظ ہے کہ اکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا۔

(۵) سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابومالک غزوہ ان غفاری کو فی استاد امام سندی کبیر و تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی،  
وان کان مکروہم لتزول منه الجبال قال تحکرت بہ

اگرچہ ان کا مکروہ اس حد تک تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ حرکت کریں۔ (ت)  
انہوں نے صاف تصریح کر دی کہ زوال جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے۔ اسی کی زمین سے نفی ہے واللہ الحمد۔

(۳) اوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار وثبات ہے اور قرار وثبات حقیقی سکون مطلق ہے، دوبارہ قرار ہمارے امام راغب گزرا ہے اور قاموس میں ہے :  
المثبت مکروہ من لا حراك به من المرض وبكسر الباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش  
وداء ثبات بالضم معجز عن الحركة

مثبت بر وزن مکروہ شخص ہے جس میں بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو، اور اگر مثبت یعنی بار کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہو گا وہ شخص جس کی بیماری بڑھ گئی اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔ اور داء کا معنی ثبات ہوا، ثار پر ضمہ کے ساتھ، یعنی حرکت سے عاجز کر دینے والا مرض۔ (ت)

مگر توسعا قرار وثبات ایک حالت پر بقا کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو تو اس کا مقابل زوال اُسی حالت سے انفصال ہو گا۔ یونہی مقرر و مستقر مکان ہر جسم کے لئے حقیقتہً وہ سطح یا بُعد مجرد یا مہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو عادی اور اس سے ملاصق ہے یعنی علمائے اسلام کے نزدیک وہ فضا ہے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہ دبے دبے رکھنے سے بدل گئی، لہذا اس حرکت کو حرکت اینیہ کہتے ہیں یعنی جس سے دمدم این کہ مکان و جائے کا نام ہے بدلتا ہے یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں

قرار و ثبات حقیقی ہے اس کے لئے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے، گرہ کہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے مکان نہیں بدلتا مگر اسے قار و ثابت و ساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل و حائل و متحرک۔ پھر اسی توسیع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصہ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقرر و مستقر و مکان کہتے ہیں، قال تعالیٰ :

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مَسْكَنٌ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۖ

اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ (ت)

اور اس سے جب تک جدائی نہ ہو اُسے قرار و قیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو و لہذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں وہ ان کے ساکن ہیں حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متبائن مگر یہ معنی مجازی ہیں، لہذا جائے اعتراض نہیں۔ لاجرم محل نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی و توسیع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک اُن سے انتقال نہ ہو، کفار کی وہ قسم کہ سالنا من زوال اسی معنی پر تھی یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں اس سے منتقل نہیں ہو سکتے بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں،

اِنَّ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۚ

وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔ (ت)

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَاقْسُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اِيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْ يَمُوْتٍ ۚ

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اللہ تعالیٰ مُرے نہ اٹھائے گا۔ (ت)  
لاجرم تیسری آیہ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہونہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا پھرتا، زوال نہیں قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سن چکے، اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے، مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی وہ قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال۔ معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار

ہوتا ہے یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہ ہیں بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریح مقالہ موجود کہ روز قیامت ہی کے سوال و جواب کا ذکر ہے، فرماتا ہے :

وانذر الناس يوم يأتيتهم العذاب فيقول الذين ظلموا ربنا اخبرنا الى اجل قريب  
نحب دعوتك ونتبع الرسل اولم تَكُونُوا الْقِسْمَةَ مِنْ قَبْلِ مَا لَكُمْ مِنْ نَزَالٍ

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب اُن پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب !  
تھوڑی دیر ہمیں ہملت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں، تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں  
دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔ (ت)

لیکن کریمہ ان اللہ یمسک السُّوْتِ وَالْاَرْضَ ان تَزُولَا (بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو  
روکے ہوئے ہے کہ کہیں جنبش نہ کریں۔ ت) میں کوئی قرینہ نہیں تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا  
بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار و ثبات و سکون حقیقی کا چھوڑنا، اس کی نفی ہے تو ضرور  
سکون کا اثبات ہے ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلا قرینہ مجاز مراد لینا ہرگز  
حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں بلکہ خلاف قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریر معنی  
کا پہلو دے گا، رب عز وجل نے یمسک فرمایا ہے، اور اصساك روکنا، تھا منا، بند کرنا ہے۔ ولہذا  
جو زمین کے پانی کو بننے نہ دے روک رکھے اسے مسك اور صساك کہتے ہیں انہار و ابجار کو نہیں کہتے  
حالانکہ اُن میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی جہاں تک احسن النخالین جل و علانے اس کا امکان دیا ہے۔  
قاموس میں ہے :

امسكه حبسه والمسك محرکة الموضع یمسك الماء كالصساك كسحاب۔

امسكه کا معنی ہے اس کو روکا اور المسك (س) پر حرکت کے ساتھ) اس جگہ کو کہتے ہیں جو پانی

کو روکے، جیسے صساك بروزن سحاب (ت)

یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن النخالین تعالیٰ نے امکان دیا ہے

۱۷۷/۱۲ القرآن الکریم

۱۷۷/۳۵

۳۲۹/۳ مصطفیٰ البانی مصر

فصل المیم باب الکاف

۱۷۷ القاموس المحیط



اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

12  
12

(۵) اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از اعم سے جدا ہونا سب اس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے جیسے زید و عمرو و بکر و غیر ہم کسی فرد کو انسان کہنا تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہو گا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا۔ تزدولا فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان و زمین کو کسی قسم کا زوال نہیں، نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے ولہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن نے اُل ہو جانا اس کا زوال ہو گا۔ زائل ہو جانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، "زائل ہو جانا" زوال کا ترجمہ ہی تو ہے مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے، مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوتی یونہی فرمایا زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا، جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اُس کو امساک کیا ہے اس سے باہر ہر کہ نہیں سکتی۔ پھر فرمایا، اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے اس سے زائل نہیں ہو سکتی۔ اور نفی کی جگہ فرمایا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا۔ یہاں جمع اماکن کا ظاہر کر دیا مگر رب عزوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی مطلقاً یمسک فرمایا ہے اور مطلق ان تزدولا۔ اللہ آسمان و زمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکے نہ پائے۔ یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں اُن اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلام الہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہو گا از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصوص بنانا ہو گا۔

اور یہ ہرگز روا نہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے جو اُن کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ النصوص تحمل علی ظواہرہا (نصوص اپنے ظواہر پر محمول ہوتی ہیں۔ ت) بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پچانک یہی ہے کہ بطورِ خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں مطلق کو مقید عام کو مخصوص کریں، مالکہ صنف زوال (تمہارے لئے زوال نہیں۔ مح) کی تخصیص واضح سے ان تزدولا کو بھی مخصوص کر لینا اس کی نظیر یہی ہے کہ ان اللہ علی کل شیء قدید (بیشک

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ت) کی تخصیص دیکھ کر ان اللہ بکلی شئی علیم (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ت) کو بھی مخصوص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات و صفات و محالات زیر قدرت نہیں یونہی معاملہ صاف ہو گیا کہ ذات و صفات و محالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی مجھہ تعالیٰ نمبرہ میں آتی ہے جس سے واضح ہو جائے گا کہ اللہ و رسول و صحابہ و مسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنامرا ہوا ہے اگرچہ امکان معینہ سے باہر نہ جائے یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا، فانظر (چنانچہ انتظار کر۔ ت)۔

(۶) لاجرم وہ جنہوں نے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے انہوں نے آیہ کریمہ کو ہر گز زوال کی نافی اور کون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانہ رسالت میں پائے ہوئے تھے روایت کی اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح بحال صحیح بخاری و مسلم ہے :

حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفیان عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الى عبد الله رضى الله عنه فقال من اين جئت؟ قال من الشام۔ فقال من لقيت؟ قال لقيت كعباً۔ فقال ما حدثك كعب؟ قال حدثني ان السموات تدور على منكب ملك۔ قال فصدقته او كذبتہ؟ قال ما صدقته ولا كذبتہ۔ قال لوددت انك افتديت من رحلتك اليه براحتك وراحلها وكذب كعب ان الله يقول ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ۝ ولئن نزلت ان امسكها من احد من بعدك، مراد غير ابن جرير وكفى بهما نردالا ات تدوراً۔

ہیں ابن بشار نے حدیث بیان کی کہ ہم کو عبد الرحمن نے حدیث بیان کی کہ ہم کو اعمش نے بحوالہ ابو وائل حدیث بیان کی، ابو وائل نے کہا کہ ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوئے، فرمایا، کہاں سے آئے؟ عرض کی، شام سے۔ فرمایا، وہاں کس سے ملے؟ عرض

۱۔ القرآن الکریم ۸/۷۵

۲۔ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت لایۃ ۳۵/۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲/۱۰

۳۔ الدر المنثور " " " " " " ۳۲/۷

کی، کعب سے۔ فرمایا، کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا، تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی: کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ)۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کاش! تم اپنا اونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے کعب نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انھیں کون تھامے۔ ابن جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح بر اصول حنفیہ رجال بخاری و مسلم حضرت سیدنا امام عظیم ابو حنیفہ کے استاذ الاتاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی،

حدثنا جریر عن مغيرة عن ابراهيم قال ذهب جندب البجلي الى كعب الاحبار فقدم عليه ثم رجع ، فقال له عبد الله حدثنا ما حدثك ، فقال حدثني ان السماء في قطب كقطب الرخاء والقطب عمود على منكب ملك ، قال عبد الله لوددت انك افتديت من حلتك بمثل من احلتك ، ثم قال ما تنتكت اليهودية في قلب عبد فكادت تفارقه ثم قال ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ، كفى بهما زوالا ان تدورما الى هين جرير نے بوالہ مغیرہ ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ ابراہیم نے کہا کہ جندب بجلی کعب احبار کے پاس جا کر واپس آئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان چپکی کی طرح ایک کیلی ہے اور کیلی ایک فرشتے کے کاندھے پر ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا، مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دے کر اس سفر سے چھٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹی ہے، اللہ تو فرما رہا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی،

ان كعبًا كان يقول ان السماء تدور على نصب مثل نصب الرخاء فقال حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنهما كذب كعب ان الله يمسك السموات والارض

اسے تزدولایا

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی۔ اس پر حذیفۃ الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا، بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور اُن کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے اُن کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک اُن کا حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہو گا، مگر اُن کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جاسکتا تھا بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی تو انھوں نے روا نہ رکھا کہ کلام الہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لاجرم اس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا وللہ الحمد۔

**تنبیہ:** کعب اجار تابعین اخیر سے میں خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے کتب سابقہ کے عالم تھے، اہل کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے انھیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تعلیظ ان کا بر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی تو کذب کعب کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا نہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا۔ کذب بمعنی اخطا محاورہ مجاز ہے اور غراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ ان کے دل میں علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے، باطل صریح و حق صحیح اور مشکوک کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو سکے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو اسلام لا کر قسم اول کا حرف حرف قطعاً اُن کے دل سے نکل گیا، قسم دوم کا علم اور مستعمل ہو گیا، یہ سہ قسم سوم بقایا ہے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر انھوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرمادیا یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ اُن خبیثوں کی خرافات سے، تابعین صحابہ کرام کے تابع و خادم ہیں مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا، کعب اجار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۶۱۵۳۰ سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مُردہ پڑی تھی چلایا) نصاریٰ بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے، اسی قدر یعنی صرف دورہ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا اس کی تکذیب فرمادی، دورہ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آیت کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے یا صرف آسمان کا، آیت پڑھئے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسب ارشاد صحابہ آیت کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وہ انکار آسمان و زمین دونوں کے لئے ایک نسق ایک لفظ ان تزدلا میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔ ایک شخص کے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے، آیت کریمہ میں ہے،

اتى سائت احد عشر كوكبا والشمس والقمر سائتهم لى ساجدين ۛ

کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

اس کے بعد ایک دوسرا اُٹھے اور چاند کو سجدہ دیکھنے سے منکد ہو اور کہے قربان جائیے۔ عالم نے سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی اُسے کیا کہا جائے گا اب تو آپ نے خیال فرمایا ہو گا کہ قائل حرکت ارض کو اجلہ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نص قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ معاذ اللہ خُمرانِ مبین ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ اور سب اہلسنت کو بچائے، آمین!

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سنا، اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا۔

(۱) حدیثوں میں کتنی جگہ نزلت الشمس (سورج ڈھل گیا۔ ت) ہے، بلکہ قرآن عظیم

میں ہے،

نماز قائم کرو سورج ڈھلے وقت (ت)

تفسیر ابن مردویہ میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
 لدلوک الشمس کی تفسیر میں فرمایا : لنزوال الشمس۔  
 ابن جریر نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم نے فرمایا :

أما في جبرئيل لدلوك الشمس حين نزلت فصلي بي الظهر.

میرے پاس جبرائیل آئے جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے میرے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی۔

نیز البورزہ اسلامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے :

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الظهر اذا زالت الشمس ، ثم

تلا اقم الصلوة لدلوك الشمس

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ پھر

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی کہ سورج ڈھلتے وقت نماز قائم کرو۔ (ت)

نیز مثل سعید ابن منصور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے :

دلو کہہ نروالہا (سورج کے دلوک کا معنی اس کا زوال ہے۔ ت)

بزار والوالشیخ وابن مردویہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ،

دلوك الشمس نروالها (سورج کے دلوک کا معنی اس کا زوال ہے۔ ت)

عبدالرزاق نے مصنف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے :

له القدر آن الكريم ٤٨/١

٥٢ الدر المنثور في التفسير بالماثور (كوال ابن مردويه) تحت آية ١٤/٨٠ دار احبار التراث العربي بيروت ١٣٨٠/٥

۳ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت لایۃ ۷۸/۱ " " " ۱۵۸/۱۵

" " " " " " "

٢٨١/٥ " " " " " " " " " " " "

٦ الدر المتشور بحواله التزار و ابى الشيخ وابن مردويه " " " " ٢٨٠/٥

دلوك الشمس اذا نزلت عن بطن السماء  
سورج کا دلوک یہ ہے کہ جب وہ آسمان کے بطن سے ڈھل جائے۔ (ت)  
مجمع بحار الانوار میں ہے،

نراغت الشمس مالت ونزلت عن اعلیٰ درجات ارتفاعها۔

نراغت الشمس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی بلندی کے اعلیٰ درجے سے ڈھل گیا۔ (ت)

فقہ میں وقتِ زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور، کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکات کا اسے امکان دیا ہے اُسے آگے پاؤں پھیلاتا ہے؟ حاشا! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہو گیا، یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو ”زوال“ کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔ کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا ناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں، کہا لانہ یتجرجر علی الارض اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا تمھاری دائرہ کی جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قاسر و سہ کیوں کہتے ہیں، کہا لان الماء یقر فیہا اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمھارے پیٹ کو قاسر و سہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔ یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے: افق شرقی و غربی و دائرہ نصف النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع و غروب رکھا کہ یہی النسب و وجہ تسمیہ تھا اور اس سے تجاذز کو نر وال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہ ہر وقت ہے، کیونکہ الشمس تجری لمستقر لہا میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات ہے لامستقر لہا یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں۔ اوپر گزرا کہ قاسر کا مقابل نر وال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام نر وال رکھا۔ غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آثار صحابہ کرام و اجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا، اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اُس کا سرکنا ہی زوال ہوتا

اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی لیکن قرآن عظیم نے صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرمایا ہے تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو۔

(ب) بلکہ خود ہی زوال کہ قرآن وحدیث وفقہ و زبانِ جملہ مسلمین سب میں مذکور قائلانِ دورۂ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکتِ یومیہ اُسی کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہو گیا رات ہوتی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کھتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا، حالانکہ زمین یعنی اُس حصہ ارض نے جانبِ شمس رخ کیا جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرۂ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دوپہر ہو گیا، جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا، کتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ اُن کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکتب و مکتب ہے مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلانِ حرکتِ ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقتِ زوال اور دھوپ گھڑی کو مرزولہ کہتے ہیں یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔ اور اگر ان سے کہئے کیا شمس زوال کرتا ہے؟ کہیں گے نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی۔ تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اوروں سے کیا کام، آپ تو بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقتِ ظہر زوال سے جانتے ہیں، کیا ہزار بار نہ کہا ہو گا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا۔ کا ہے سے زوال ہوا دائرۂ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا، آپ کے نزدیک زمین کا کہ اُسی کی حرکتِ محوری سے ہوا، حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ زمین کو زوال نہیں۔ اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اسے زوال ہوتا ہے دنیا سے، زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا، انصاف شرط ہے، اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم، وباللہ التوفیق۔

(د) یہاں سے مجاہدہ تعالیٰ حضرت معلم النجیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس ارشاد کی خوب توضیح ہو گئی کہ صرف حرکتِ محوری زوال کو بس ہے۔

(۹) بحمد اللہ تین آیتیں یہ گزریں:

آیت ۱: ان اللہ یمسکُہ بیشک اللہ تعالیٰ رو کے ہوتے ہے۔ (ت)

آیت ۲: ولئن نہ التاہ اگر وہ ہٹ جائیں۔ (ت)



آیت ۳ : لدلوك الشمس سورج ڈھلے وقت (ت)

آیت ۴ : فلما افلت لے پھر جب وہ ڈوب گیا (ت)

آیت ۵ : وسمبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب (ت)

اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے

آیت ۶ : وسمبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا

اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے

آیت ۷ : حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع على قوم لم نجعل لهم من دونها سترا۔

یہاں تک کہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کیلئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی

اور ان سب سے زائد آیت ۸ :

وترى الشمس اذا طلعت تزاور عن كهفهم ذات اليمين واذا غربت تقرضهم

ذات الشمال وهم في فجوة منه ذلك من آیت اللہ

تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب

ڈوبتا ہے ان سے بائیں کتر اجاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں ، یہ قدرت الہی کی نشانیوں

سے ہیں۔ (ت)

یونہی صد ہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً حدیث بخاری ابوذر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے :

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا بی ذر حین غربت الشمس اتدري این

تذهب قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانها تذهب حتی تسجد تحت العرش

فتستأذن فيؤذن لها ويوشك ان تسجد فلا يقبل منها وتستأذن فلا يؤذن لها

يقال لها ارجعي من حيث جئت فتطلع من مغربها فذلك قوله تعالیٰ "والشمس

تجری لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم

۲ القرآن الکریم ۶/۷۸

۱ القرآن الکریم ۱۷/۷۸

۴ " ۲۰/۱۳۰

۳ " ۵۰/۳۹

۶ " ۱۸/۱۷

۵ " ۱۸/۹۰

۷ صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ الشمس القمر بحبان الخ قیدی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا جبکہ سورج مغروب ہو چکا تھا کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: وہ جاتا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے۔ چنانچہ وہ اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے وہ سجدہ اس کی طرف سے قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت طلب کرے تو اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تو لوٹ جا جہاں سے آیا ہے، پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا "اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا" (ت)

یونہی ہزار بار آثارِ صحابہ عظام و تابعین کرام و اجماع امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع و مغروب کرتا ہے آفتاب کو وسطِ سما سے زوال ہوتا ہے آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع و مغروب و زوال نہیں مگر حرکتِ یومیہ سے تو جس کے یہ احوال ہیں حرکتِ یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآنِ عظیم و احادیث متواترہ و اجماع امت سے ثابت کہ حرکتِ یومیہ حرکتِ شمس ہے نہ کہ حرکتِ زمین، لیکن اگر زمین حرکتِ محوری کرتی تو حرکتِ یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہو کہ زعمِ سائنس باطل و مردود ہے۔ پھر شمس کی حرکتِ یومیہ جس سے طلوع و مغروب و زوال ہے نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گردِ زمین دورہ کرتا ہے، تو قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہوا کہ آفتاب حولِ ارض دار ہے، لا جرم زمین مدارِ شمس کے جوف میں ہے تو ناممکن ہے کہ زمین گردِ شمس دورہ کرے اور آفتاب مدارِ زمین کے جوف میں ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ و اجماع امتِ طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری و مداری دونوں باطل ہیں واللہ الحمد، زیادہ سے زیادہ مخالفت یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ "مغرب تو حقیقۃً شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکتِ زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ٹپتی ہے نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔ حدیث میں ہے،

لکل حد مطلع لیل

ہر حد کے لئے چڑھنے کی جگہ ہے۔ (ت)

نہایتِ وڈر تئیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے،

ای مصعد یصعد الیہ من معرفة علمہ <sup>۱</sup>  
 یعنی چڑھنے کی جگہ جس کی طرف وہ اپنی علمی معرفت کے ساتھ چڑھتا ہے۔ (ت)  
 نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے :  
 مطلع الجبل مصعدہ <sup>۲</sup>

پہاڑ کا مطلع اس پر چڑھنے کی بلند جگہ ہے۔ (ت)  
 حدیث میں ہے : طلع المنبر <sup>۳</sup> (منبر پر چڑھا۔ ت) — مجمع البحار میں ہے : ای علاہ <sup>۴</sup> (یعنی اس کے  
 اوپر چڑھا۔ ت)۔

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا  
 کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر مکان زمین کو حرکت زمین  
 محسوس نہیں ہوتی، انھیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، چڑھتا، ڈھلتا ہے لہذا طلوع و زوال محسوس کتے  
 ہیں، یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکہ روارکھ سکے کہ جب ہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ  
 اُسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرما دیا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔  
 لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس و سکون زمین پر ایمان لائے، واللہ الہادی۔

(۱۰) سورة طہ و سورة زخرف دو جگہ ارشاد ہوا :

الذی جعل لکم الارض مہدًا۔

وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا۔ (ت)

دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قرأت ہند میں رائج ہے مہدًا پڑھا، باقی  
 ائمہ قرأت نے مہدًا بزیادت الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش و فراش، یونہی  
 مہد و مہاد۔

۶۱/۳	مصطفیٰ البابی مصر	فصل الطائر	باب العین	۱۔ القاموس المحیط
۴۴۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	باب العین	۲۔ تاج العروس شرح القاموس
۴۵۹/۳	مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ	"	باب الطائر مع اللام	۳۔ مجمع بحار الانوار
" "	" "	" "	" "	۴۔ " "
" "	" "	" "	" "	۵۔ القرآن الکریم ۲۰/۵۳ و ۴۳/۱۰

(مَهْدًا) کوئی وغیرہم مہادا وہمالغتان لمایبسط ویفرش  
(مَهْدًا) یہ کوئیوں کی قراۃ ہے ان کے غیر مہادا پڑھتے ہیں، یہ دونوں لغتیں ہیں، اس کا معنی  
ہے وہ شے جس کو بچایا جاتا ہے اور بچھونا بنایا جاتا ہے۔ (ت)  
اُسی کی سورہ زخرف میں ہے،

(مَہَدًا) کو فی وغیرہ مہادّا ای موضع قرار ہے  
(مَہَدًا) کو فی قراۃ ہے اور اُن کے غیر کی قراۃ مہادّا ہے یعنی قراۃ کی جگہ۔ (ت)

معالم شریف میں ہے :

قرأ اهل الكوفة "مهذا" لهمنا وفي الزخرف فيكون مصدراً اي فرشاً وقرأ الاخرون "مهذا" كقوله تعالى "الرحم جعل الارض مهذا" اي فراشا وهو اسم ما يفرش كالساطية

اہلِ کوفہ نے یہاں اور سورۃ زخرف میں مہدً اِپڑھا ہے یعنی فرش، اور دوسروں نے مہاداً پڑھا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ”کیا ہم نے زمین کو مہاد نہیں بنایا“ یعنی فراش۔ وہ اس چیز کا نام ہے جسے بچھایا جاتا ہے جیسے بچھونا۔ (ت)

تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے، (مُهَدَّۃً) فراشاً (یعنی بچھونا۔ ت)، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے،  
 اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مَهْدًا ۙ  
 کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ (ت)

۵۵/۳	دارالکتاب العربی بیروت	۵۳/۲۰	تحت لایة ۲۰	۱	له مدارک التنزیل (تفسیر انفسی)
۱۱۴/۴	" " "	" "	" "	۲	" " " " " "
۱۸۶/۳	دارالکتاب العلمیہ بیروت	" "	" "	۳	معالم التنزیل (تفسیر لغوی)
۳۰۴۱۹۵	مکتبہ سرحد مردان	۱۰/۴۳	" "	۴	تنزیل المقباس من تفسیر ابن عباس
				۵	القرآن الکریم ۶/۷۸

فرماتا ہے :

والاامرض فرشتہا فنعم الماهدون<sup>۱</sup>  
اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں (ت)

فرماتا ہے :

واللہ جعل لکم الارض بساطاً<sup>۲</sup>  
اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ (ت)

فرماتا ہے :

الذی جعل لکم الارض فراشاً<sup>۳</sup>  
جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ (ت)  
اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچے کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے۔ جلالین سورہ زمر میں ہے :  
(مہاداً) فراشاً کالمہد للصبی<sup>۴</sup>

(مہاداً) بچھونا جیسے بچے کے لئے گہوارہ۔ (ت)

لاجرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے مہد اکا ترجمہ طہ میں ”فرش“ اور نہ خوف میں ”بساط“  
ہی کیا اور شاہ رفیع الدین نے دونوں جگہ ”بچھونا“۔

(ج) ”گہوارہ“ ہی تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں ، ظاہر کہ زمین اگر بفرض باطل جنبش  
بھی کرتی تو اس سے نہ سکنوں کو نیند آتی ہے نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے تو گہوارہ اسے بحیثیت جنبش  
مشابہت نہیں ، ہے تو بحیثیت آرام و راحت ہے۔ خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا ، تو وجہ  
شبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علمائے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا بالکل نقیض اس کا جو

۱۔ القرآن الکریم ۵۱/۴۸

۲۔ ” ۴۱/۱۹

۳۔ ” ۲/۲۲

۴۔ تفسیر جلالین تحت لایۃ ۳۴/۱۰ مطبع مجتہائی دہلی نصف ثانی ص ۴۰۴

آپ چاہتے ہیں، تفسیر کبیر میں ہے،

كون الارض مهدا لما حصل كونها واقفة ساكنة ولما كان المهد موضع الراحة للصبي جعل الارض مهدا لكثرة ما فيها من الراحة له  
زمین کا گوارہ ہونا اس کے ٹھہرنے اور ساکن ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا، اور جب گوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو زمین کو اس کے لئے گوارہ قرار دیا گیا کہ اس میں کئی طرح متعدد راحتیں موجود ہیں۔ (ت)

خازن میں ہے،

(جعل لكم الارض مهدا) معناه واقفة ساكنة يمكن الانتفاع بها ولما كان المهد موضع راحة الصبي فلذلك سعى الارض مهدا لكثرة ما فيها من الراحة للخلق به

(تمہارے لئے زمین کو گوارہ بنایا) اس کا معنی ہے کہ وہ ٹھہری ہوئی پرسکون ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہے، جبکہ گوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو اسی لئے زمین کا نام گوارہ رکھا گیا کیونکہ اس میں مخلوق کے لئے کثیر راحتیں موجود ہیں۔ (ت)

خطیب شربنی پھر فتوحات الہیہ میں زیر کرمۃ من خرف ہے،

ای لو شاء لجعلها متحركة فلا يمكن الانتفاع بها فالانتفاع بها انما حصل لكونها مسطحة قارة ساكنة۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین کو متحرک بناتا جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ نفع تو اس صورت میں حاصل ہوا کہ وہ ہموار، قرار پکڑنے والی اور ساکن ہے۔ (ت)

اس ارشادِ عظیم پر کہ ”زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا“ کا سہ لسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہہ لگے کہ ”اس کی حرکت محسوس نہیں“ تو اُن سے کہتے یہ تمھاری ہوس خام ہے۔ ”فوز مبین“ دیکھتے ہم نے خود فلسفہ جدیدہ کے مسلماتِ عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً

۱۔ مفتاح الغیب (تفسیر کبیر) تحت لایۃ ۴۳/۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۶۹/۲۷  
۲۔ باب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت الایۃ ۴۳/۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۰۶/۴  
۳۔ الفتوحات الالہیۃ (تفسیر جبل) تحت لایۃ ۴۳/۱۰ دار الفکر بیروت ۸۰/۷

اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا۔ زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر رد ہوں اُن کا اٹھانا ہزار لمبائیں پیراتا ہے۔

(۱۱) دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمد للہ ان میں کوئی نام کو تمام نہیں سب پاؤں ہو اہیں، زندگی بالآخر ہے تو آپ ان شاء اللہ تعالیٰ ان سب کا رد بلیغ فقیر کی کتاب "فوز مبین" کی فصل چہارم میں دیکھیں گے بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طرز استدلال اصلاً نہیں آتا انھیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں، اُن کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی اُن کے رد میں بس ہیں کہ دلائل بھی انھیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دیندار و سنی مسلمان کو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکہ کوئی دلیل قائم ہو سکتی، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع پتے۔ یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام۔ محبت فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دوراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال اسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی، اور یہ آپ جیسے فہیم سائنسدان کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اُسے بجٹیم پسند دیکھتے ہیں ص

وعین الرضی عن کل عیب کليلة

(رضا مندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے۔ ت)

اُس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولیٰ عز وجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھر و سا کر کے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظر تحقیر و مخالفت دیکھے اُس وقت ان شاء اللہ العزیز القدر اس کی ملتے کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یوں ہی سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لئے تیار ہو جائیں گے کہ ص

ولکن عین السخط تبدی المساویا

(لیکن ناراضگی کی آنکھ عیبوں کو عیاں کرتی ہے۔ ت)

مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں: ۵

دُزد را منبر منہ پر وار دار  
دشمن راہِ حنار را خوار دار

(اللہ تعالیٰ کے راستے کے دشمن کو ذلیل رکھ، چور کے لئے منبر مت بچا بلکہ اس کو سُولی پر چڑھا۔ ت)  
رَبِّ کریم بجاہِ نبی رَوَفِ جیمِ علیہ فضل الصلوٰۃ و التسلیم ہیں اور آپ اور چارے بھائیوں اہلسنت خادمانِ  
ملت کو نصرت دینِ حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے، آمین !

اللہ الحق آمین واعف عنا واعف لنا واسر حنانا انت مولینا فانصرنا علی القوم  
الکفرین ۵ والحمد لله رب العلمین ۵ وصلى الله تعالى على سيدنا ومولينا محمد و  
آله وصحبه وابنه وحزبه اجمعين ۵ آمین ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۱۹۵ تا ۲۲۸)

(۱۵) امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف، پورٹا کی ایک ہولناک شیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے رسالہ ”معین مبین بہر دور  
شمس و سکون زمین“ میں فرمایا :

یہ سب اوہامِ باطلہ و ہوساتِ عاطلہ ہیں، مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں۔  
(۱) منجم نے ان کی بنا کو اکب کے طول وسطی پر رکھی جسے ہیناۃ جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس  
کہتے ہیں، اس میں وہ چکر کو اکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل و  
منظور و اور قرآنِ عظیم کے ارتدادات سے مردود ہے، نہ شمس مرکز ہے نہ کو اکب اس کے گرد متحرک، بلکہ زمین کا  
مرکز ثقل مرکز عالم ہے اور سب اکب اور خود شمس اس کے گرد دائر۔ اللہ تعالیٰ عز و جل فرماتا ہے:  
والشمس والقمر بحسبان سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔

اور فرماتا ہے :

والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم ۳

سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے، یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔

۱۵ ثنوی معنوی رجوع بحکایت زاہد باغلام امیر دفتر پنجم نورانی کتب خانہ پشاور ص ۸۷

۱۵ القرآن الکریم ۵/۵

۱۵ ۳۶/۳۸

فوائد فقیر جلد ۳



اور فرماتا ہے :

كُل فِي فَلَكٍ يَسْبَحُون ۝

چاند سورج ایک ایک گھرے میں تیر رہے ہیں۔

اور فرماتا ہے :

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۝

تمہارے لئے چاند اور سورج مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

اور سورۃ مراء میں فرماتا ہے :

وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۝

اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج، ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے۔

بعینہ اسی طرح سورۃ لقمان، سورۃ ملک، سورۃ نمر میں فرمایا۔ اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے اس کے جواب کو آیۃ کریمہیں فرمادی ہے :

الَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا، اور وہی ہے ہر بار کی جانتا خبردار۔ (ت)

تو پیش گوئی کا برے سے بڑی ہی باطل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۲۳۰، ۲۳۱)

(۱۶) رسالہ مذکورہ ”معین مبین“ کے ایک حاشیہ میں فرمایا،

”تبلیغ ضروری“ آفتاب کو مرکز ساکن اور زمین کو اس کے گرد دائرہ نما تو صراحتہ آیات قرآنیہ کا صاف انکار ہے ہی بیات یونان کا مزموم کہ آفتاب مرکز زمین کے گرد دائرہ نما ہے مگر نہ خود بلکہ حرکتِ فلک سے آفتاب کی حرکت عرضیہ ہے جیسے جالس سفینہ کی۔ یہ بھی ظاہر قرآنِ کریم کے خلاف ہے بلکہ خود آفتاب متحرک ہے آسمان میں تیرتا ہے جس طرح دریا میں مچھلی۔ قال اللہ تعالیٰ :

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

اور چاند سورج ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں (ت)

۱۵ القرآن الکریم ۳۳/۱۴

۱۴/۶۷ ” ۵۴

۱۵ القرآن الکریم ۳۶/۳۰

۱۳/۳۵ ” ۵۳

۲۰/۳۶ ” ۵۵

افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود صاحبِ برسر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حضور کعب کا قول مذکور ہوا کہ ”آسمان گھومتا ہے“  
دونوں حضرات نے بالاتفاق فرمایا :

کذب کعب (ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا)  
کعب نے غلط کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ  
برسر کسی نہیں۔

نراد ابن مسعود : وكفى بهائنا والا ان تدور۔ مرواۃ عنہ سعید بن منصور و  
عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و عن حذیفۃ عبد بن حمید۔

ابن مسعود نے اتنا زیادہ کیا کہ گھومنا اس کے زوال کے لئے کافی ہے اس کو عبداللہ بن مسعود  
سے سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے روایت کیا جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سے عبد بن حمید نے روایت کیا (ت)

اس آیت میں اگرچہ تاویل ہو سکے، صحابہ کرام خصوصاً ایسے اجلہ اعلم بمعانی القرآن ہیں اور ان کا  
اتباع واجب ۱۲ منہ مظللہ العالی۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۲۳۵)

(۱۷) سمندر کے نیچے آگ کا اثبات کرتے ہوئے فرمایا :  
ہمارے یہاں تو ثابت ہی تھا کہ سمندر کے نیچے آگ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا :  
والبحر المسجور (اور قسم ہے سلگائے ہوئے سمندر کی۔ ت)

حدیث میں ہے :

ان تحت البحر نار (بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۲۶۹)

۱۵۰/۲۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	۴۱/۳۵	تحت الآیۃ	(تفسیر الطبری)	جامع البیان
۳۲/۷	دار المنثور	۳۲/۷	دار المنثور	دار المنثور	دار المنثور
۱۷۱/۲۲	دار المنثور	۱۷۱/۲۲	دار المنثور	(تفسیر الطبری)	جامع البیان
۳۲/۷	دار المنثور	۳۲/۷	دار المنثور	دار المنثور	دار المنثور
۵۹۶/۴	دار الفکر بیروت	۶/۵۲	القرآن الکریم	المستدرک للحاکم	کتاب الاحوال ان البحر هو جہنم

(۱۸) چاند اور چاندنی کے گرم نہ ہونے کے بارے میں فرمایا :

**اقول** یہ بھی حیاتِ جدیدہ پر وارد ہے جس میں آسمان نہ مانے گئے۔ فضائے خالی میں جنبش ہے تو ضرور چاند کا آگ اور چاندنی کا سخت دھوپ سا گرم ہو جانا تھا لیکن ہمارے نزدیک کل فی فلك یسب حوت ہر ایک ایک گھیرے میں پیرتا ہے۔ ممکن کہ فلك قمر یا اس کا وہ حصہ جتنے میں قمر شناوری کرتا ہے خالق عظیم عز وجل نے ایسا سرد بنایا ہو کہ اس حرارت حرکت کی تعدیل کرتا اور قمر کو گرم ہونے دیتا ہو جس طرح آفتاب کے لئے حدیث میں ہے کہ اُسے روزانہ برف سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے ورنہ جس چیز پر گرتا جلادیتا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۴۳

(۱۹) فلسفہ قدیمہ کے رد میں تحریر فرمودہ کتاب ”الکلمۃ الملہمۃ“ میں فرمایا :

**مقام اول** : اللہ عز وجل فاعل مختار ہے اس کا فعل نہ کسی مرج کا دستِ نگہ نہ کسی استعداد

کا پابند، یہ مقدمہ نظر ایمانی میں تو آپ ہی ضروری و بدیہی۔

یفعل اللہ ما یشاء فعل لما یرید ۛ له الخیرۃ۔

اور اللہ جو چاہے کرے، جب جو چاہے کرے، اختیار اسی کو ہے۔ (ت)

یوں ہی عقل انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرج کے آپ ہی تخصیص کر لیتا ہے۔ دو جام یکساں ایک صورت ایک لطافت کے دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہو، اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں، یہ پینا چاہے اُن میں سے جسے جی چاہے اٹھالے گا۔ ایک مطلوب تک دو راستے بالکل برابر و یکساں ہوں جسے چاہے چلے گا۔ ایک سے دو کپڑے ہوں جسے چاہے گا پہنے گا۔ پھر اُس فعال لما یرید کے ارادے کا کیا کہنا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۸۶)

(۲۰) و مزقناہم کل ممزق الآیۃ میں تمزق سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں جوہر لای تجزی کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا :

**فاقول** قال المولیٰ سبحانہ و تعالیٰ، و مزقناہم کل ممزق (اور انھیں پوری پریشانی

سے پرانگندہ کر دیا۔ ت) تمزق پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمزق باقی نہ رکھی سب بالفعل کر دیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں تمزق موجود مراد نہیں ہو سکتی کہ تحصیل حاصل ناممکن۔ لاجرم تمزق ممکن مراد یعنی جہاں

ایک تجزیہ کا امکان مناسب بالفعل کر دیا تو ضروریہ تجزیہ اُن اجزاء پر منتہی ہوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں  
ورنہ کل مسترق نہ ہوتا کہ ابھی بعض تملیقات باقی تھیں اور وہ اجزاء جن کا تجزیہ ناممکن ہو نہیں سکتا  
اجزائے لاتجزئی، تو اس تقدیر پر حاصل یہ ہوا کہ اُن کے اجسام کے تمام اتصالات جیسے ہر حقے اور ہر حصے کے  
حقے باطل فرما کر اُن کے اجزائے لاتجزئی دور دور بکھیر دیئے کہ اب کسی جز کو دوسرے سے اتصالِ حتمی بھی نہ رہا۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۵۳۹)

(۲۱) مزید فرمایا :

ثالثاً ہم نے اجزائے لاتجزئی کی طرف بعض اجسام کی تحلیل قرآن کریم سے استفادہ کی تھی، بعض اجسام  
کا متصل بلا انفصال ہونا بھی کتاب عزیز سے استفادہ کریں۔  
قال عز وجل اقلعینظر والی السماء فوقهم کیف بنینہا وخریتہا وما لہا من فردج۔  
عزت وجلال والے اللہ نے فرمایا، کیا اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ  
فرمایا اور اس میں اصلاً رخنہ نہیں۔

آسمان اگر اجزائے لاتجزئی سے مرکب ہوتا تو بلاشبہ اس میں بے شمار رخنے ہوتے کہ کوئی جز دوسرے  
سے نہ مل سکتا تو ثابت ہوا کہ آسمان جسم متصل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۵۷۲)

(۲۲) جامع شرائط پر طریقت سے انحراف گناہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا،  
پیر طریقت جامع شرائط صحت بیعت سے بلا وجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے اور شرعاً معصیت  
کہ بلا وجہ ایذا۔ و احتقار مسلم ہے، اور وہ دونوں حرام۔

اللہ عز وجل فرماتا ہے،  
فمن نکث فانما ینکث علی نفسه۔

تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا۔ (ت)

ع یعنی جبکہ ترکیب اجزاء سے فرض کریں ورنہ اجزائے لاتجزئی کی طرف تحلیل تو ضرور مفاد ارشاد ہے  
کما سیأتی ۱۲ منہ غفرلہ۔

اور فرماتا ہے :

والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثماً مبيناً۔  
اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے

سر لیا۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۷۷، ۵۷۸)

(۲۳) محمد طیب نامی ایک شخص جو عرب صاحب کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے تقلید کے بارے میں  
المحضرت کی خدمت میں خط بھیجا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا :

ولأنك يا اخي سرجعت في هذا الى الكلام المبين لا غناك عن مراجعة مثلي من  
المقلدين كما به تغنيت فيما تمنيت عن الاثمة المجتهدين رضوان الله تعالى عليهم اجمعين  
المترالى ربك كيف يقول وقوله الحق "وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل  
فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم  
يحذرون" فقد فرض التفقه في الدين واعفى عنه عامة المؤمنين ولم يترك  
احدا منهم سدى فانما ارشد للتقليد من اهتدى الم تعلم ان الله على خلقه فرأض  
لا تترك ومحاسن لا تنتهب وحدود امن تعداها فقد ظلم وهلك ولكلها اوجليها  
شرايط وتفاصيل لا يهتدى اليها الا قليل، وما يعقلها الا العالمون، فاسئلوا اهل  
الذكر ان كنتم لاتعلمون

برادر! اگر آپ اس معاملے میں قرآن عظیم کی طرف رجوع کرتے تو مجھ جیسے مقلد کی جانب رجوع کی  
 حاجت نہ ہوتی جیسا کہ آپ اپنے خیال میں قرآن فہمی کے باعث حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 اجمعین سے بے نیاز ہو گئے ہیں، آپ نے دیکھا کہ آپ کا رب کیا فرما رہا ہے اور اسی کا قول سچا ہے  
 وما كان المؤمنون لينفروا كافة الآية یعنی مسلمان سب کے سب تو باہر جانے سے رہے تو کیوں  
 نہ ہوا کہ ہر گروہ سے ایک ٹکڑا نکلتا کہ دین میں فقہ سیکھے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سناے اس امید پر کہ  
 وہ خلاف حکم کرنے سے بچیں، تو اللہ تعالیٰ نے فقہ سیکھنا فرض فرمایا اور عام مومنین کو اس سے معاف فرمایا اور  
 مہل اور آزاد کسی کو نہیں رکھا ہے تو ضرور اہل ہدایت کو تقلید ہی کا ارشاد ہوا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ

اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق پر کچھ فرض ہیں کہ چھوڑنے کے نہیں کچھ حرام ہیں کہ حرمت توڑنے کے نہیں، کچھ حدیں ہیں کہ جو ان سے آگے بڑھے ظالم ہو اور ہلاکت میں پڑے، اور ان سب یا اکثر کے لئے شرطیں اور تفصیلیں ہیں جنہیں گنتی ہی کے لوگ جانتے ہیں اور ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو، تو اہل ذکر سے مسئلہ پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۶۴۷، ۶۴۸)

(۲۴) محمد طیب (عرب صاحب) نے دوسرا خط اولیاء اللہ کے تصرف کے بارے میں بھیجا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان كان معنك واجيدك بالله ان يكون مرمك ان البشع ان يكون المولى سبخنه وتعالى شرف جمعا من عبادة المكرمين بان اذن لهم في التصرف في العلمين من دون ان يحبرى في ملكه الا ما يشاء او يكون لغيره ذرة من ملك في ارض او سماء او يتوهم هناك شئ من تعطيل او تحمل وزرا وتخفيف ثقل كما اذن سبخنه لجبريل وميكائيل وعزرائيل وغيرهم من مقربى حضرة الجليل عليهم الصلوة والسلام بالتبجيل في تدابير القطر والمطر والزرع والنبات والرياح والجنود والحياة والممات وتصوير الاجنة في بطون الاممات وتيسير الرزق وقضاء الحاجات الى غير ذلك من حوادث الكائنات وهم فيما بينهم على مناخل شتى كما انزلهم ربهم حتما وبسا سلاطين ووزراء واعوان و امراء فهذا ما يقوله المسلم ولا مرء وهذا كلام الله قولا فصلا وحكما عدلا قائلا فالمدبر امراة توفته رسلنا قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم، وهو القاهر فوق عبادة ويرسل عليكم حفظة، له معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله، اذ يوحى ربك الى الملائكة اتي معكم فتثبتوا الذين امنوا، انه لقول رسول كريم ذى قوة عند ذى العرش مكين متاع ثم امين انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا اتي جاعل في الارض خليفة يا داود انا جعلتك خليفة في

۱۱/۳۲	۱۱/۱۳	۲۱، ۲۰، ۱۹/۸۱	۳۰/۲	۵/۷۹	۶۱/۶	۱۲/۸	۱۹/۱۹
۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱

الارض علیہ انا نسخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والاشراق ۵ والطیر محشورة کل له  
 اواب ۶ فسخرنا له الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب ۷ والشیاطین کل بناء  
 وغواص ۸ واخرین مقرنین فی الاصفاذ ۹ هذا عطاؤنا فامنن او امسک بغير  
 حساب ۱۰ ابرئ الاکمه والابصر واحی الموتی باذن الله ۱۱ ولکن الله یسلط رسله  
 علی من یشاء ۱۲ اغناهم الله ورسوله من فضله ۱۳ حسبن الله سیؤتینا الله من فضله  
 ورسوله ۱۴ ۱۵ یا ایها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم، ولسو  
 مردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلکم الذین یتنبطونه منهم ۱۶ - فنبئن  
 بعلم ماذا تستبشع فیه انما عهدی بک عقولا غیر سفیه والله الیهادی وولی الایادی -  
 اگر آپ کی مراد یہ ہو (اور میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ آپ کی مراد ہو) کہ ناخوش یہ ہے  
 کہ اللہ عز وجل اپنے گرامی بندوں سے ایک گروہ کو شرف بخشے انھیں عالم میں تصرف کا اذن دے بغیر اس کے  
 کہ اس کے ملک میں بے اس کے چاہے کچھ ہو سکے یا اس کے غیر کے لئے زمین یا آسمان میں کوئی ذرہ بھر ملک  
 ہو یا یہاں کسی قدر معطل ہونے یا بوجھ اٹھانے بار بار ہلکا کرنے کا وہم گزرے جیسے اس پاک بے نیاز نے  
 جبریل و میکائیل و عزرائیل وغیرہم مقربان بارگاہ عزت علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کو بوندوں اور بارش اور روئیدگی  
 اور ہواؤں اور شکردوں اور زندگی اور موت کی تدبیر اور ماؤں کے پیٹ میں بچوں کی تصویر اور خلق کے لئے روزی  
 آسمان اور حاجتیں روا کرنے اور ان کے سوا اور حوادث کائنات کا اذن دیا ہے اور وہ قطعاً یقیناً اپنے آپس میں  
 مختلف مرتبوں پر ہیں جسے اس کے رب نے جو مرتبہ بخشا ہے بادشاہ و وزیر و سپاہی و امیر، تو یہ بات بیشک  
 مسلمانوں کے کہنے کی ہے اور یہ ہے اللہ کا کلام فیصلہ کرنے والا ارشاد اور عدالت والا حکم کہ فرما رہا ہے: قسم  
 ان کی جو کاموں کی تدبیر کرتے ہیں، اسے ہمارے رسولوں نے وفات دی تو فرما تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے

۱۵ القرآن الکریم ۳۸/۱۸، ۱۹

۳۷/۳۸

۳۹/۳۸

۶/۵۹

۵۹/۹

۸۳/۴

۵۴

۵۶

۵۵

۵۸

۵۷

۱۵ القرآن الکریم ۳۸/۲۶

۳۶/۳۸

۳۸/۳۸

۴۹/۳

۷۲/۹

۵۹/۴

۵۳

۵۵

۵۷

۵۹

۵۸

جو تم پر مقرر فرمایا گیا ہے، اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان، آدمی کے لئے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور پیچھے کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں خدا کے حکم ہے، جب وحی بھیجتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم ثابت قدمی بخشو ایمان والوں کو۔ بیشک وہ ایک عزت والے زبردست رسول کی بات ہے کہ مالک عرش کے حضور جس کی عزت ہے وہاں اس کا حکم چلتا ہے امانت والا ہے، میں تو یہی تیرے رب کا رسول ہوں اور میں تجھے مستہرا بیٹا عطا کروں، بیشک میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔ اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو قابو کر دیا پاکی بولتے ہیں کچھلے دن اور سورج چمکتے اور پرندوں کو مسخر کر دیا گروہ کے گروہ جمع کئے ہوئے، سب اس کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ تو ہم نے سلیمان کے قابو میں ہوا کو کر دیا کہ سلیمان کے حکم سے نرم نرم چلتی ہے جہاں وہ چاہے اور دیو مسخر کر دیتے اور ہر راج اور غوطہ خور اور بندھنوں میں جکڑے ہوئے، یہ ہماری دین ہے تو چاہے دے چاہے روک رکھ بھجبا۔ میں مادر زاد انیسے اور سپید داغ والے کو اچھا کرتا ہوں اور میں مردے چلا دیتا ہوں خدا کے حکم سے۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو قبا دیتا ہے جس پر چاہے۔ انھیں غنی کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔ ہمیں خدا بس ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں کاموں کے اختیار والے ہیں۔ اور اگر اسے لاتے رسول کے حضور اور اپنے ذی اختیاروں کے سامنے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے وہ جو ان میں بات کی تہ کو پہنچ جانے والے ہیں۔ تو اب علمی راہ سے کہئے اس میں آپ کو کیا بُر لگتا ہے، اور میں نے آپ کو جب دیکھا تھا قاتل غیر سفیہ ہی پایا تھا اور اللہ ہادی اور نعمتوں کا مالک ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۶۶۲ تا ۶۶۵)

## فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸

(۱) ولد الزنا کی امامت و خلافت کے بارے میں فرمایا:

یونہی اگر وہ لائق خلافت ہے اُسے خلافت دینی اور عقیدت کے ساتھ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اُس پر نہ اُس کے شیخ پر اس میں کچھ الزام۔

قال اللہ تعالیٰ لا تنزعوا منہما حقہ و منہما حقہ

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۶۴)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (ت)



(۲) آیت کریمہ اذانودی للصلوة من يوم الجمعة الآية میں نداء سے مراد اذان خطیبہ چنانچہ تفاسیر کے حوالے پیش کرتے ہوئے رسالہ شہائم الغیر میں فرمایا،

فقہ تفسیر الخازن، (اذانودی للصلوة من يوم الجمعة) اس ارادہذا الاذان عند قعود الامام على المنبر لانه لم يكن في عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نداء سواہ ولا بى داؤد قال كان يؤذن بين يدي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد <sup>أ</sup> مختصراً۔

وفى تفسیر الکبیر قوله تعالى "اذانودی" يعنى النداء اذا جلس الامام على المنبر يوم الجمعة۔ وهو قول مقاتل وانه كما قال لانه لم يكن في عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نداء سواہ، كان اذا جلس عليه الصلوة والسلام على المنبر اذن بلال على باب المسجد وكذا على عهد ابى بكر وعمر رضى الله تعالى عنهما <sup>آ</sup>۔

وفى الكشف النداء الاذان، وقالوا المراد به الاذان عند قعود الامام على المنبر، وقد كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مؤذن واحد فكان اذا جلس على المنبر اذن على باب المسجد فاذا انزل اقام للصلوة، ثم كان ابوبكر وعمر رضى الله تعالى عنهما على ذلك حتى اذا كانت عثم وكثر الناس وتباعدت المنابر لم يراد مؤذناً آخر فامر بالتأذين الاول على دارسة اللقى تسمى "نوراء" فاذا جلس على المنبر اذن المؤذن الثانى فاذا انزل اقام للصلوة <sup>آ</sup>۔

وفى البلاشفاف لعبد الله بن الهادى كان له صلى الله تعالى عليه وسلم مؤذن واحد فكان اذا جلس على المنبر اذن على باب المسجد فاذا انزل اقام الصلوة <sup>آ</sup>۔ وكذا فى النهر الماد من البحر لابي حيان كذلك كان فى زمان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا صعد على المنبر اذن على باب المسجد فاذا انزل بعد

۱۔ باب التأويل فى معاني التنزيل (تفسير الخازن) تحت آية ۶۲/۹ دار الكتب العلمية بيروت ۲۹۰/۴

۲۔ مفتاح الغيب (التفسير الكبير) " " " ميدان الجامع الازهر مصر ۸/۳۰

۳۔ الكشف عن حقائق غوامض التنزيل " " " دار الكتاب العربى بيروت ۵۳۲/۴

۴۔ الدر الشفاف

الخطبة أقيمت الصلوة ، وكذا كان في زمن أبي بكر وعمر إلى زمن عثمان وكثير الناس وتباعدت المنازل فزاد مؤذنا آخر على داره التي تسمى الزوراء ، فاذا اجلس على المنبر أذّن الثاني ، فاذا نزل من المنبر أقيمت الصلوة ولم يعب أحد ذلك<sup>١</sup>

وفي تقريب الكشاف (لابي الفتح محمد بن مسعود) ، كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وكذا الشيخين بعده مؤذن واحد يؤذن عند الجلوس على المنبر على باب المسجد<sup>٢</sup>۔

وفي تجريد الكشاف لابی الحسن علی بن القاسم كان له صلى الله تعالى عليه وسلم مؤذن واحد فكان اذا اجلس على المنبر اذّن علی باب المسجد فاذا نزل اقام الصلوة<sup>٣</sup>۔

وفي تفسير النيسابوری النداء الاذان في اول وقت الظهر وقد كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مؤذن واحد فكان اذا اجلس على المنبر اذّن علی باب المسجد ثم مثل ما في الكشاف۔

وفي تفسير الخطيب ثم الفتوحات الالهية قوله تعالى "اذنودى للصلوة" المراد بهذا النداء الاذان عند قعود الخطيب على المنبر لانه لم يكن في عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نداء سواه فكان له مؤذن واحد اذا اجلس على المنبر اذّن علی باب المسجد فاذا نزل اقام الصلوة ثم كان ابو بكر وعمر وعلي بالكوفة مرضى الله تعالى عنهم علی ذلك ، حتى كان عثمان مرضى الله تعالى عنه وكثير الناس وتباعدت المنازل فزاد مؤذنا آخر<sup>٤</sup>۔

تفسير خازن میں ہے : (جمع کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے) اس سے وہ اذان

۱۔ النهر الماد من البحر علی ہاشم البحر المحیط تحت الآیة ۶۲/۹ دار الفکر بیروت ۲۶۵/۸

۲۔ تقریب الکشاف لابی الفتح محمد بن مسعود

۳۔ تجرید الکشاف لابی الحسن علی بن قاسم

۴۔ غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری)

۵۔ الفتوحات الالهية (الشہیر بالجمل)

مصطفی البابی مصر ۵۲/۲۸

تحت الآیة ۶۲/۹

دار الفکر بیروت ۴/۸

مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی اور مختصراً۔

تفسیر کبیر میں ہے: اللہ تعالیٰ کا قول ”جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے“ یعنی ندا جو جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے، یہی مقال کا قول ہے۔ اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اذان نہیں دی جاتی تھی، جمعہ کے دن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے۔ ایسا ہی ابو بکر و عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کے زمانہ میں بھی تھا۔

تفسیر کشف میں ہے: (سورہ جمعہ کی آیت میں) نداء سے مراد اذان ہے، کہتے ہیں کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی مؤذن آپ کے منبر پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔ خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا اور دُور دُور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اور اضافہ فرمایا اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسم بہ ”زورار“ پر دی جاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور جب آپ منبر پر بیٹھتے تو دوسرے مؤذن اذان دیتے، پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ اور در شفاف لعبد اللہ بن الہادی میں ہے: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ہی مؤذن تھے جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازہ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

نہر الماد من البحر لابی حیان میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی، اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قائم ہوتی۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہد عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا رہا۔ پھر عثمان کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے اور مکانات دُور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اضافہ فرمایا اور انھیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان ”زورار“ پر دیں۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مؤذن دوسری اذان دیتا۔ پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں ایک ہی مؤذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازہ

اذان دیتا تھا۔

اور تجربہ کشاف ص ۱۱۱ الحسن علی بن القاسم میں ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مؤذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا، اور آپ جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے، نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مؤذن تھا، جب آپ منبر پر بیٹھے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا الخ (موافق تفسیر کشاف)۔ تفسیر خطیب و فتوحات الہیہ میں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ”جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے اس نداء سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں، ایک ہی مؤذن تھا، جب آپ منبر پر بیٹھے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا اور جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی۔ پھر ابو بکر و عمرو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو فہم میں اسی پر عامل رہے، مدینہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آبادی بڑھی اور مکانات دور دور تک پھیل گئے تو انہوں نے ایک اذان اور زائد کی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۰۸ تا ۱۱۲)

(۳۷) جو شخص کہتا ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اذان جمعہ تھی ہی نہیں اس کے رد میں فرمایا، ولایدری هذا المسکین ان هذا انکار للجماع و تصریح القرآن فقد اجمعوا انه لم یکن من عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للجمعة الا هذا الاذان واللہ تعالیٰ یقول یا ایہا الذین امنوا اذ انودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ، وانما الامر بالسمعی للغائبین دون الحاضریں لاستحالة تحویل الحاصل واللہ تعالیٰ یقول وذروا البیع، وانما البیع والشراء کان فی الاسواق لافى المسجد فدل النص ان اذان الخطبة علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان نداء للغائبین الی الصلوة هذا هو الاذان المصطلح الشرعی۔

اس مسکین کو یہ معلوم نہیں کہ اجماع امت و تصریح قرآن کا انکار ہے، کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں خطبہ کے علاوہ کوئی اذان نہ تھی“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اے ایمان والو! جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے دوڑ پڑو“ یہ مسجد کی طرف سمعی کا حکم غائبین

کے لئے ہی تو ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ بیع و شراہ چھوڑ دو۔ بیع و شراہ تو بازار میں ہوتی ہے مسجد میں نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان خطبہ مسجد میں موجود نہ رہنے والوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے ہی ہوتی تھی، اور یہی اذان شرعی و اصطلاحی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۲۷)

(۴) اُنما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

والآخر الارض مع البناء وهو الاصل مع الوصف فالبنیان کالجدران والیبیات ، داخل بهذا المعنی فیہ وعلى الاول قوله تعالى اُنما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر۔ اخرج الائمة احمد والدارمی والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن خزيمة و ابن حبان والمحاکم، وصححه عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا مر ایتم الرجل یعتاد المسجد فاشهد والہ بالایمان <sup>لہ</sup> قال اللہ تعالیٰ اُنما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر فعما رتہا بالصلوة فیہا لو لم یکن ثم بناء کالمسجد المحرام فی من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فما کان الا ارضاً حول الکعبۃ مخلقة للطواف ، وعلى الآخر قوله عز وجل لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد <sup>لہ</sup> فما الہدم الا للبناء۔

(ب) اس اطلاق میں زمین مع بنیادوں کے مسجد ہے، تو دروازے اور دیواریں سب مسجد میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان اُنما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ (مسجدیں اللہ تعالیٰ پر۔

۱۸/۹ لہ القرآن الکریم

۸۶/۲ جامع الترمذی ابواب الایمان باب ما جاز فی حرمة الصلوة امین محمدی دہلی

۶۸/۳ مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت

۲۱۳ و ۲۱۲/۱ المستدرک للحاکم کتاب الصلوة دار الفکر بیروت

۹۹ موارد النظم باب الجلوس فی المسجد للخیمر حدیث ۳۱۰ المکتبۃ السلفیہ

۳۷۹/۲ صحیح ابن خزيمة باب الشهادة بالایمان لعمار المسجد حدیث ۱۵۰۲ المکتب الاسلامی بیروت

۱۸/۹ لہ القرآن الکریم

۴۰/۲۲ ۴۷

ایمان لانے والے تعمیر کرتے ہیں) میں یہی مراد ہے۔ امام احمد، دارمی اور ترمذی نے اس کو تخریج کیا، اور ترمذی نے حسن کہا۔ ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی روایت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد کی حاضری اس کی عادت بن چکی ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”مسجد تو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں۔“ مسجد کی آبادی تو نماز پڑھنے سے ہے اگرچہ وہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ جیسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد حرام کا حال تھا کہ وہ کعبہ کے گرد زمین تھی جو طواف کے لئے خالی چھوڑی ہوئی تھی۔ اور اس دوسرے معنی پر ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: لہدمت صوامع و بیع (تو البتہ یہود و نصاریٰ کے صوامع اور عبادت خانے ڈھا دیئے جاتے) اور بنی ہوئی عمارت ہی ڈھائی جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۳۷، ۱۳۸)

(۵) اذانِ خطبہ مسجد سے باہر ہونا سنت ہے۔ اس مسئلہ پر تحریر کردہ اپنے رسالہ ”شائم العنبر“ کے تیسرے شمار میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

قال الله عز وجل ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغْضَوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ“

امرشدنا القرآن الکریم الی ادب حضرت الرسالة وانه لا یجوز رفع الصوت فیہا واعد علیہ الوعد الشدید ان فیہ لخشية حبط الاعمال والعیاذ باللہ تعالیٰ وندب الخ غض الصوت عنده و وعد علیہ الوعد الجمیل مغفرة من الله واجر عظیم۔

ولا شك ان ليس ذلك الالهية المقام واجلال صاحبه صلى الله تعالى عليه وسلم فالحضرة الالهية احق واعظم المسموع ربك عز وجل يقول: ”وخشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع الا همسا“ وما المصلی الا حضرة العلی الاعلی عز و علا و تبارک و تعالیٰ۔ فلعمری لویت ذکر الناس حین حضورهم المساجد قیامهم بین یدی ربهم

عز وجل يوم القيامة واستحضروا عظمة المقام وتغنوا اين هم وبين يدي من هم  
لخشعت الاصوات للمرحمن فلا يكاد يخرج صوت الا من اذن له الرحمن وقال صوابا كالقاري  
والخطيب فكان الاصل في المساجد فيما لم يرد به الاذن ان لا تسمع الا همسا ولذا اتت  
الاحاديث تنهى عن رفع الصوت فيها۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے : اے ایمان والو! نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز  
ایسے بلند نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے آواز بلند کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں  
اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں اللہ تعالیٰ  
نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے آزمایا ہے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی طرف راہنمائی کی کہ اس بارگاہ میں بلند  
آوازی جائز نہیں، اور ایسی شدید وعید فرمائی کہ اس میں (معاذ اللہ) عمل ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے، اور  
وہاں پست آوازی پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے۔

اور شبہہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحبِ مقام کی محبت و اجلال کے لئے ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)  
تو دربارِ الہی جل جلالہ کا ادب و احترام تو اس سے بدرجہا اعلیٰ و اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کس نے سُنا،  
”قیامت کے دن دربارِ الہی میں ساری آوازیں سہمی ہوں گی اور سرگوشی کے علاوہ کچھ بھی سُن نہ سکو گے“  
مسجد اللہ تبارک و تعالیٰ کا دربارِ عالی ہے، واللہ العظیم، اگر آدمی مسجد کی حاضری کے وقت قیامت میں  
رب العالمین کے حضور اپنا کھڑا ہونا یاد کرے اور مقام کی عظمت یاد کر کے سوچے کہ کہاں اور کس واسطے  
کھڑا ہے، تو اجازت یافتہ انسانوں (یعنی قاری اور خطیب) کے علاوہ کسی کی آواز نہ نکلے۔ پس اصل حکم یہی  
ہو کہ مسجد میں اجازت یافتہ لوگوں کے سوا کسی کی سرگوشی کے علاوہ کچھ نہ سُنا جاسکے۔ اسی لئے احادیثِ کریمہ  
میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۵۶ تا ۱۵۸)

(۶) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا،

**نقحہ ۲:** نسمع ربنا تبارک و تعالیٰ يعاتب قوما اذ يقول عز من قائل: اذا  
فريق منهم يخشون الناس كخشية الله واشد خشية ط وقال عز وجل: فان الله  
احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين۔ ولقد علم من غشى ابواب السلطان انه

اذا كان قوم خارج الحضرة وامر الملك بدعائهم لم يكن للحجاب ان ينادوهم في الحضرة بل يخرجون فينادون ولو قاموا على رأس السلطان وجعلوا يصيحون بالنداء لاساؤا الادب واستجلبوا الغضب واستحقوا التأديب، ومن لم ير الملوك فينظر قضاة بلادنا كفاسهم ومسلموهم اذا امروا ببدء الخصوم او الشهود لم تقدس الاعوان ان ينادوهم في داس القضاء بل يخرجون خروجاً فيدون وهذا مشهود كل يوم ومن انكر كونه اساءة ادب فليجرب على نفسه وليقم بين يدي حاكمهم المستقى عندهم جج، ويرفع صوته بيا فلان يا فلان لتاس خارج المكان فسيرى ما يبذل البیان بالعیان، وما ذلک الا لادب المقام وخشية الحکام فالله احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين به

**نفاہ ۲:** اللہ تبارک و تعالیٰ ایک قوم کی حالت بیان کرتا ہے "ایک گروہ آدمیوں سے خدا سے ڈرنے کی طرح ڈرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوف کھاتا ہے" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "حالانکہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ سے ہی سب سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔" اور جو آدمی بادشاہوں کے دربار میں حاضری دیتا ہے خوب جانتا ہے کہ جب کوئی شخص دربار کے باہر رہتا ہے اور بادشاہ اس کو بلانے کا حکم دیتا ہے تو دربار دربار کے اندر سے ہی اُسے پکارنے نہیں لگتے، بلکہ باہر نکل کر آواز دیتے ہیں۔ اگر یہ دربار بادشاہ کے سر پر ہی کھڑے ہو کر چلانے لگیں تو بے ادبی کے مرتکب ہوں گے، بادشاہ کے غضب کے مستحق اور سزا کے مستوجب ہوں گے۔ اور جو بادشاہوں کے دربار میں نہ جاسکا ہو تو وہ ہمارے علاقہ کے ججوں کی کچہری میں حاضر ہو، جج مسلمان ہوں یا غیر مسلم، وہ دیکھے گا کہ جج جب گواہوں یا مدعی و مدعا علیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیتے ہیں تو چہرہ اسی انہیں کچہری کے کمرہ کے اندر سے نہیں بلاتے بلکہ دروازہ کے باہر آکر پکارتے ہیں، یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے، اور جو اس کے بے ادبی ہونے میں شبہ کرے وہ خود ہی اس کا تجربہ کرے کہ جج کے سامنے کھڑے ہو کر فلاں حاضر ہو فلاں حاضر ہو پکارنے لگے تو ہمارا بیان اس کے لئے مشاہدہ میں تبدیل ہو جائے گا، تو اس کا سبب کچہری کا ادب اور حکام کا خوف ہی ہے۔ پس اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے تو اس سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۶۳، ۱۶۴)



**نقحه ۳:** قال المولى تبارك وتعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۚ فَاتَّكُم تَجِدُوا فِيهَا أَعْدَاءَ فَلَاحِدًا فَلَاحِدًا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُوْذَنَ لَكُمْ ۚ

نهى الله سبحانه عن دخول الانسان في بيت غيره بغير اذنه (تستأنسوا تستأذنوا)  
والمساجد بيوت ربنا عز وجل اخرج الطبراني في الكبير عن ابن مسعود رضى الله تعالى  
عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "ان بيوت الله في الارض  
المساجد وان حقا على الله تعالى ان يكرم من نراة فيه" (ورواة ابو بكر بن شيبه  
عن امير المؤمنين عمر رضى الله تعالى عنه من قوله)

**تفحہ ۳:** اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! دوسرے کے گھر میں بے انصاف پیدا کئے اور گھر والوں کو سلام کے بغیر داخل نہ ہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ نصیحت حاصل کرو۔ اگر

ع في الآية امران الاستيذان والسلام ، فالاستيذان في المساجد كما نبين ،  
 اما السلام فاقيم مقامه السلام على جيبه صلى الله تعالى عليه وسلم فانه حاضر  
 دائما في حضرته فامر كل من يدخل مسجدا ، او يخرج منه ان يقول " بسم الله والحمد لله  
 والسلام على رسول الله " الى آخر الدعاء الوارد في الاحاديث صحيحة شهيرة كثيرة ١٢ منه -

آیہ کریمہ میں دو امر ہیں: (۱) استیذان (۲) سلام۔ استیذان مساجد میں ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ رہا سلام، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا اس کے قائم مقام ہے، اس لئے کہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دائمی ہے۔ چنانچہ مسجد میں داخل ہونے والے یا مسجد سے نکلنے والے ہر شخص کو حکم ہے کہ وہ یوں کہے "بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ" آخر تک پوری دُعا پڑھے جو متعدد مشہور احادیث صحیحہ میں وارد ہے ۱۲ منہ (ت)

۲۸۰۲۷/۲۴ القرآن الکریم

٢٤ كنز العمال بحواله طب عن ابن مسعود حديث ٢٠٤٧٠ مؤسسة الرسالة بيروت ٢٥١/٤  
٢٥ الكتاب المصنف لابن أبي شيبة حديث ٢٥٨١٢ دار الكتب العلمية بيروت ٢٥٦/٥

کسی کو گھر میں نہ پاؤ تو جب تک اجازت نہ ملے گھر میں داخل نہ ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسرے انسانوں کے گھر میں بے اذن و انفس داخلہ ممنوع فرمایا، اور مسجد میں اللہ رب العزت جل و علا کے گھر ہیں۔ طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا: ”رُوئے زمین پر مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا کہ اس میں زیارت کو آنیوالوں کی تکریم فرمائے گا“ ابو بکر ابن شیبہ نے اس کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتا کر نقل کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۶۷ تا ۱۶۹)

(۸) لفظ ”بین یدیہ“ کے قرآن مجید میں استعمالات کے بارے میں تحقیق پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

وجدت اللفظة وردت في القرآن الكريم في ثمان وثلاثين موضعاً، في عشرين منها دلالة على القرب وفي واحد جاء على حقيقة اجزائه التركيبية وفي سبعة عشر فيد القرب على تفاوت عظيم فيه من الاتصال الحقيقي الى فصل مسيرة خمسمائة سنة جعلنا ما دلالة فيه على القرب فريقاً والبواقي فريقاً:

**فمن الاول** (۱) قول مرتباً عن وجل في سورة البقرة (۲) في طه (۳) في الانبياء (۴) في الحج ”يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم“ (۵) في مريم ”له ما بين ايدينا وما خلفنا وما بين ذلك“ ۵

فعلم الله تعالى وملكه لا يمكن اختصاصه بقريب او بعيد سواء اخذ الظروف مكانيا او زمانيا، اولو حظ معنی عام کہا ہوا لانسب بالمقام الافخم۔

(۶) في سورة البقرة: ”فانه نزلہ علی قلبك يا ذن الله مصداقاً لما بين يديه“  
(۷) في آل عمران ”نزل عليك الكتاب بالحق مصداقاً لما بين يديه“  
(۸) في سورة الانعام ”وهذا كتاب انزلناه مبارك مصداق الذي بين يديه“

۱۱۰/۲۰	۱۱۰/۲۰	۱۱۰/۲۰	۱۱۰/۲۰	۱۱۰/۲۰	۱۱۰/۲۰
۲۶/۲۲	۲۶/۲۲	۲۶/۲۲	۲۶/۲۲	۲۶/۲۲	۲۶/۲۲
۹۷/۲	۹۷/۲	۹۷/۲	۹۷/۲	۹۷/۲	۹۷/۲
۹۲/۶	۹۲/۶	۹۲/۶	۹۲/۶	۹۲/۶	۹۲/۶
۲۵۵/۲	۲۵۵/۲	۲۵۵/۲	۲۵۵/۲	۲۵۵/۲	۲۵۵/۲
۲۸/۲۱	۲۸/۲۱	۲۸/۲۱	۲۸/۲۱	۲۸/۲۱	۲۸/۲۱
۶۴/۱۹	۶۴/۱۹	۶۴/۱۹	۶۴/۱۹	۶۴/۱۹	۶۴/۱۹
۳/۳	۳/۳	۳/۳	۳/۳	۳/۳	۳/۳

( ۹ ) فی یونسؑ "ماکان هذا القرآن ان یفتی من دون اللهؑ ولكن تصدیق الذی بین یدیهؑ"۔

( ۱۰ ) فی یوسفؑ "ماکان حدیثا یفتی ولكن تصدیق الذی بین یدیهؑ وتفصیل کل شیءؑ"۔

( ۱۱ ) فی سبأؑ "وقال الذین کفروا لن نؤمن بهذا القرآن ولا بالذی بین یدیهؑ"۔

( ۱۲ ) فی الملئکةؑ "والذی اوحینا الیک من الکتاب هو الحق مصداقا لما بین یدیهؑ"۔

( ۱۳ ) فی حم السجدةؑ "وانه لکتاب عزیزؑ لایاتیہ الباطل من بین یدیهؑ ولا من خلفهؑ"۔

( ۱۴ ) فی الاحقافؑ "قالوا یقومنا انا سمعنا کتباً انزل من بعد موسیؑ مصداقا لما بین یدیهؑ"۔

فالقرآن الکریمؑ مصداق لکل کتاب الہی نزل قبلہ قریباً او بعیداً ولا یرخالقہ شیء من کتب اللہ تعالیٰ والکفرةؑ بشیء لایؤمنون۔

( ۱۵ ) ومن ذلک فی آل عمران عن عبدة عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلامؑ "ومصداقا لما بین یدی من التوراةؑ"۔

( ۱۶ ) فی البائدةؑ "وقفینا علی اثارہم بعیسیٰ ابن مریمؑ مصداقا لما بین یدیه من التوراةؑ"۔

( ۱۷ ) فی الصفؑ "مصدقا لما بین یدی من التوراةؑ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمدؑ"۔  
فما فسروہ الا بالقبلیۃ حملاً لہ علی نظائرہ فی القرآن العزیزؑ وهو الذی یسبقت

علہ ناظر الی الایۃ الثالثۃ عشر ۱۲ منہ علیہ الرحمۃ ( تیرھویں آیت کی طرف اشارہ ہے۔ ت )

علہ ناظر الی الایۃ الحادیۃ عشر ۱۲ منہ ( گیارھویں آیت کی طرف اشارہ ہے۔ ت )

۱۱۱/۱۲ القرآن الکریم

۳۱/۳۵ " ۵۴

۳۰/۴۶ " ۵۶

۲۶/۵ " ۵۵

۳۷/۱۰ القرآن الکریم

۳۱/۳۲ " ۵۳

۴۲ و ۴۱/۴۱ " ۵۵

۵۰/۳ " ۵۷

۶/۶۱ " ۵۹

الى الفهم وان امكن حمله ههنا على الحضور -

(١٨) في سورة البقرة "فجعلناها نكالا لما بين يديها وما خلفها" على التفسير لما قبلها وما بعدها من الامم اذا ذكرت حالهم في نزيلاولين واشتهرت قصتهم في الآخرين" (بيضاوى)

(١٩) وفي حم السجدة "اذ جاءتهم الرسل من بين ايديهم ومن خلفهم" عن الحسن انذرهم من وقائع الله فيمن قبلهم من الامم وعذاب الآخرة (نسفى) ومن قبلهم ومن بعدهم اذ قد بلغتهم خبر المتقدمين واخبرهم هود وصالح عن المتأخرين داعين الى الايمان بهم اجمعين (بيضاوى).

(٢٠) في الاحقاف "اذ انذر قومك بالاحقاف وقد خلت النذر من بين يديه" اى من قبل هود (ومن خلفه) من بعده الى اقوامهم (ان لا تعبدوا الا الله) (جلال).

ومن الثاني (٢١) في الاعراف "وهو الذى يرسل الرياح بشرا بين يدي رحمته"

(٢٢) وفي الفرقان "وهو الذى ارسل الرياح بشرا بين يدي رحمته"

(٢٣) في النمل "امن يهديكم فى ظلمات البر والبحر ومن يرسل الرياح بشرا بين يدي رحمته" فانها تدل على قرب المطر -

١٤ القرآن الكريم ٢/ ٦٦

١٥ انوار التنزيل (تفسير البيضاوى)

تحت الآية ٢/ ٦٦

دار الفكر بيروت

٣٣٨/١

١٦ القرآن الكريم ٢١/ ١٢

١٧ مدارك التنزيل (تفسير النسفى)

تحت الآية ٢١/ ١٢

دار الكتاب العربى بيروت

٩٠/٢

١٨ انوار التنزيل (تفسير البيضاوى)

" "

دار الفكر بيروت

١١٠/٥

١٩ القرآن الكريم ٢١/ ٢١

٢٠ تفسير جلالين

تحت الآية ٢١/ ٢١

اصح المطابع دہلي

ص ٢١٨

١٩ القرآن الكريم ٢٥/ ٢٨

٢١ القرآن الكريم ٤/ ٥٤

٢٢ " ٢٤/ ٦٣

(٢٢) في الاعراف "لأتبينهم من بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شأئهم" فلا بد للموسوس من القرب والعياذ بالله تعالى.

(٢٥) في الرعد "له معقبات من بين يديه ومن خلفه" فان شان المحافظ القرب -

(٢٦) في سبأ "افلم يروا الى ما بين ايديهم وما خلفهم من السماء والارض" يريد سماء الدنيا المرئية لنا الاقرب اليها.

(٢٧) فيها "ومن الجن من يعمل بين يديه باذن ربه (الى قوله عز وجل) يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب وقد وراسيت" فان المقصود من العمل بين يدي الملك ان يكون برأى منه على وفق ما يشاء.

(٢٨) فيها "ما بصاحبكم من جنة ان هو الا نذير لكم بين يدي عذاب شديد" دل على قرب القيامة.

(٢٩) في يس "وجعلنا من بين ايديهم سداً ومن خلفهم سداً" هذا على الاتصال الحقيقي ليورث العنى والعياذ بالله تعالى.

(٣٠) وفيها (واذا قيل لهم اتقوا ما بين ايديكم من عذاب الدنيا كغيركم) وما خلفكم من عذاب الآخرة (جلال).

(٣١) في خم سجدة (وقيضنا لهم قرناء فزيّنوا لهم ما بين ايديهم من امر الدنيا واتباع الشهوات) وما خلفهم من امر الآخرة (جلال).

(٣٢) في الحجرات "يا أيها الذين آمنوا لا تقدّموا بين يدي الله

١١/١٣ القرآن الكريم

١٣٠/١٢ ٣٣ = ١٤

٩/٣٦ = ١٥

١٤/٤ القرآن الكريم

٩/٣٣ = ١٥

٢٦/٣٣ = ١٥

٢٥/٣٦ = ١٥

٣٤٠ ص اصح المطابع دہلی

٢٥/٣٦ تحت الآية تفسير جلالين

٣٩٨ ص اصح المطابع دہلی

٢٥/٣١ القرآن الكريم  
٢٥/٣١ تحت الآية تفسير جلالين



للامم التي في زمانها وبعد ها (جلال<sup>ه</sup>) اولما بحضرتها من القرى وما تباعد عنها - اذ  
لاهل تلك القرية وما حواليتها (بيضاوى) -

وكذا "اذ جاثتهم الرسل من بين ايديهم ومن خلفهم على معنى اتوهم من كل جانب  
وعملوا فيهم كل حيلة اه (مدارك<sup>ه</sup> ، بيضاوى)

واما تفسير ائمة اللغة والتفسير في الصحاح والقاموس، ثم مختار الصحاح و  
تاج العروس وغيرها "بين يدي الساعة" اى قد امها اه، وفي الصراح "بين يدي  
پیش روئے" وفي التاج "يقال بين يديك بكل شئ امامك اه" وفي معالم التنزيل من  
الحجرات "معنى بين اليدين الامام والقدام" وفي الخازن من ال عمران "ما بين يديه  
فهو امامه اه، وفي ابى السعود والفتوحات الالهية من يونس عليه الصلوة و  
السلام "بين يديه اى امامه اه" وفي المجلد من الرعد "بين يديه قد امه اه"  
وفيه من مريم "ما بين ايدينا اى امامنا اه" وفيه وفي غيره من البقرة وغيرها  
"مصدق لما بين يديه قبله من الكتب" ثم في الانموذج الجليل تحت الكريم

١١ ص	اصح المطابع دہلی	تحت الآية ٢/٦٦	١٤ تفسير جلالين
٣٣٨/١	دار الفکر بیروت	" "	١٥ انوار التنزيل (تفسير بيضاوى)
٩٠/٢	دار الكتب العربی بیروت	تحت الآية ١٢/١٣	١٦ القرآن الكريم ١٢/١٣
٢١٩/١٠	ايجار التراث العربی بیروت	تحت الآية ١٢/١٣	١٧ مدارك التنزيل (تفسير نسفى)
٥٩٨ ص	مطبع مجیدی کانپور	فصل الیاء	١٨ تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیاء (یدی)
٢١٩/١٠	ايجار التراث العربی بیروت	فصل الیاء	١٩ صراح باب الواو والیاء
١٨٨/٢	دار الكتب العلمیہ بیروت	تحت الآية ١/٢٩	٢٠ تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیاء "یدی"
٢٢٣/١	" "	تحت الآية ٣/٣	٢١ معالم التنزيل (تفسير البغوى)
٣٤٣/٣	دار الفکر بیروت	" "	٢٢ باب التاويل (تفسير الخازن)
٢٠١ ص	اصح المطابع دہلی	١١/١٣	٢٣ الفتوحات الالهیة (تفسير الجمل)
٢٥٨	" "	٦٢/١٩	٢٤ تفسير جلالين
١٥	" "	٩٤/٢	٢٥ " "
	" "		٢٦ " "

السادسة والعشرين "ما بين يدي الانسان هو كل شئ يقع نظره عليه من غير ان يحول وجهه اليه ﷻ، وفي الكرخي ثم الفتوحات الالهية ايضا تحتها "من المعلوم ان ما بين يدي الانسان هو كل ما يقع نظره عليه من غير ان يحول وجهه اليه ﷻ، وفي تكملة مجمع البحار "فعلته بين يديك اي بحضرتك ﷻ" وفي عناية القاضى من آية الكرسي "اطلاق ما بين ايديهم على امور الدنيا لانها حاضرة والحاضر يعبر عنه بذلك، و امور الآخرة مستورة كما يستتر عنك ما خلفك ﷻ" وفي الجمل منها (ما بين ايديهم) اي ما هو حاضر ومشاهد لهم ﷻ، وفي الخطيب الشربيني ثم الجمل (بين يدي الله ورسوله) معناه بحضورتهما لان ما يحضرة الانسان فهو بين يديه ناظر اليه ﷻ الخ۔

میں نے بتّے اور تلاش سے قرآن پاک میں اترتیں جگہ یہ لفظ [بین یدیه] پایا جن میں بیش مقامات پر قرب پر کوئی دلالت نہیں۔ اور ایک مقام پر معنی ترکیبی حقیقی کے لئے ہے اور کترہ مقامات پر قرب کے لئے۔ مگر اس قرب میں بھی تفاوت عظیم ہے کہ اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری تک پر قرب کا اطلاق ہوا ہے، ہم نے ان سب آیتوں کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے،

**قسم اول** (۱) سورۃ بقرہ (۲) سورہ طہ (۳) سورۃ انبیاء (۴) سورۃ حج۔ ان سب سورتوں میں آیات کے الفاظ یکساں ہیں "یعلم ما بین ایديهم وما خلفهم" ان کے پس و پیش کا اسے علم ہے۔ (۵) سورۃ مریم شریف کی آیت "له ما بین ایدينا وما خلفنا وما بين ذلك" اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے ہمارا پس و پیش اور اس کے درمیان کی حکومت۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اور اس کا علم قریب یا بعید کے ساتھ خاص نہیں۔

لہ الاموزج الجلیل

۲۱۶/۶	دار الفکر بیروت	تحت الآیة ۳۴/۹	۲۱۶/۶
۷۳۱/۵	مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ	تحت الآیة ۳۴/۹	۷۳۱/۵
۵۸۰/۲	دار الکتب العلمیۃ بیروت	تحت الآیة ۳۴/۹	۵۸۰/۲
۳۴۱/۱	دار الفکر بیروت	" "	۳۴۱/۱
۲۴۰/۷	" "	" "	۲۴۰/۷
۲۶/۴	دار الکتب العلمیۃ بیروت	" "	۲۶/۴

السراج المنیر (تفسیر الشربینی)



( ۶ ) سورۃ بقرہ میں ”فانہ نزلہ علی قلبک مصداقاً لما بین یدیدہ“ اللہ پاک نے قرآن عظیم کو آپ کے قلب پر اتارا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرتا ہے۔

( ۷ ) آل عمران میں ”نزل علیک الکتاب بالحق مصداقاً لما بین یدیدہ“ آپ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔

( ۸ ) سورۃ النعام میں ”ہم نے اس مبارک کتاب کو اتارا جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔“

( ۹ ) سورۃ یونس میں ”یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے اقرار نہیں ہے یہ تو گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔“

( ۱۰ ) سورۃ یوسف میں ”یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے پہلے کاموں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے۔“

( ۱۱ ) سورۃ سبا میں ”کافروں نے کہا ہم نہ تو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں نہ اس پر جو گزشتہ ہے۔“

( ۱۲ ) سورۃ ملئکہ میں ”جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی حق ہے اور گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔“

( ۱۳ ) سورۃ حم السجده میں ”یہ عزت والی کتاب کہ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے نہ پیچھے سے۔“

( ۱۴ ) سورۃ احقاف میں ”اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سُنی جو مونس کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے۔“

(ان سب آیات میں ہے کہ قرآن عظیم گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے)

اور بلاشبہ قرآن عظیم تمام ہی گزری ہوئی آسمانی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے قریب کی ہو یا بعید کی، اور گزشتہ کتابوں میں کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ اور کافر کسی پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

( ۱۵ ) آل عمران کی یہ آیت بھی قسم اول میں ہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت کرتی ہے کہ ”میں تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی۔“

( ۱۶ ) سورۃ مادہ کی آیت ”ہم ان نبیوں کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی۔“

( ۱۷ ) اور سورۃ صف کی آیت ”میں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔“

ان آیات میں لفظ ”بین یدیدہ“ کو حضور پر حمل کیا جاسکتا تھا لیکن مفسرین نے اس کی تفسیر من قبلہ سے کی ہے کہ ذہن کا تبادر اسی طرف ہوتا ہے۔

(۱۸) اور سورہ بقرہ میں ”توہم نے (اس بستی کا) واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا۔ اس کی تفسیر بھی ”اگلی اور پچھلی امتیں“ کی گئی جس کا ذکر گزشتہ اُمتوں میں مذکور اور بعد والی قوموں میں مشہور ہوا (بیضاوی)۔

(۱۹) اور حم سجدہ میں ”اور جب رسول اُن کے پیچھے پھرتے تھے“ حضرت حسن بصری سے اس کی تفسیر مروی ہے کہ رسول انھیں پہلی اُمتوں کے حادثات اور آخرت میں آنے والے عذاب سے ڈراتے (نفسی) یا گزشتہ اور آئندہ قومیں کہ انھیں پہلوں کی خبر پہنچی، اور ہود اور صالح علیہما السلام نے انھیں دعوت دیتے ہوئے متاخرین کا حال بتایا (بیضاوی)۔

(۲۰) سورہ احقاف میں ”حضرت ہود نے اپنی قوم کو مقام احقاف میں ڈرایا اور اس کے پہلے سنانے والے گزر چکے تھے اور بعد میں آئے“ یعنی حضرت ہود سے پہلے اور ان کے بعد اپنی قوموں کی طرف کہ سوائے خدا کے کسی اور کو نہ پوجو۔ (جلالین)

**قسم ثانی (۲۱) سورہ اعراف میں ”اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا۔“**

(۲۲) سورہ فرقان میں ”اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا۔“

(۲۳) سورہ نمل میں ”یا وہ جو تمھیں راہ دکھاتا ہے اندھیلوں میں خشکی اور تری کی، اور وہ کہ ہوا میں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سُناتی۔“

(ان آیات میں لفظ ”بین ید یہ“ بارش کے قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے)

(۲۴) اعراف میں ”ہم ان پر آئیں گے ان کے آگے، ان کے پیچھے اور دائیں بائیں۔“

اس آیت میں شیطانوں کے وسوسہ کا بیان ہے جس کے لئے ان کا ان لوگوں کے قریب ہونا ضروری ہے جس کو وسوسہ دیں گے اس سے خدا کی پناہ۔

(۲۵) سورہ رعد میں ”اس کے نگران اس کے آگے پیچھے ہیں۔“ اس آیت میں نگرانی کا ذکر ہے جو قریب سے ہوتی ہے۔

(۲۶) سورہ سبا میں ”تو کیا انھوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان وزمین“

اس آیت میں سماء سے مراد آسمان دنیا ہے جو نسبتاً ہم سے قریب ہے اور ہم پر سایہ فگن ہے۔

(۲۷) اسی میں ہے: ”اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اُونچے اُونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگردار دیگیں۔“

اس آیت میں بادشاہ کے حسب مرضی کام کرنے والوں کے اس کے سامنے ہونے سے مراد اس کی نگاہ میں ہونا ہے۔

(۲۸) اسی میں ”تھارے ان صاحب میں جنوں کی کوئی بات نہیں، وہ تو نہیں مگر تھیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔“ اس میں لفظ بین یدی قیامت کے قُرب پر دلالت کرتا ہے۔

(۲۹) سورہ یس میں ”ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار۔“ یہاں لفظ بین یدی ”اتصال حقیقی کے لئے ہے تاکہ نابینائی پیدا ہو۔“ (پناہ بخدا)۔

(۳۰) اسی میں ہے: ”جب اُن سے کہا گیا کہ سامنے اور پیچھے کے عذاب سے بچو۔“ یعنی دوسروں کی طرح کہا گیا کہ عذاب دنیا اور عذاب آخرت سے بچو۔ (جلالین)

(۳۱) ”حُم سجدہ میں“ اور ہم نے ان پر کچھ ساتھی تعینات کئے، انھوں نے انھیں مرتیں کر دیا جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ ”مابین یدیہم“ سے مراد امور دنیا اور شہوتوں کی اتباع اور ”خلفہم“ سے مراد امور آخرت۔ (جلالین)

(۳۲) سورہ حجرات میں ”اے ایمان والو! اللہ و رسول پر سبقت نہ کرو؛ اس آیت میں نفی کا مفاد حکم خدا و رسول سے پہلے کسی امر کے فیصلہ کی ممانعت ہے اور اس کی شناعت کو محسوس کے ساتھ مثل کر کے دکھایا گیا۔ اگر چلنے میں غلام آقا سے آگے چلے تو بُرا ہے، اور یہ بُرائی قُرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

(۳۳) سورہ حدید میں ”اس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور دائیں چلے گا“ یہاں کلمہ ”یسعی“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آگے اور دائیں سے مراد وہ جگہ ہے جو ان کے لئے روشن کی گئی ہے تو یہاں ”بین یدیہ“ سے مراد قُرب ہے، اور نور تو مومنوں سے متصل ہی ہوگا۔

(۳۴) سورہ مجادلہ میں ہے: ”اے ایمان والو! رسولِ کریم سے بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ پیش کرو۔“ (۳۵) اسی میں ہے: ”باتِ حیت سے قبل صدقہ پیش کرنے سے ڈر رہے ہو۔“

ان دونوں آیتوں میں مرادِ تعظیم رسول ہے، تو یہ قُرب سے ہی ظاہر ہوگی۔

(۳۶) سورہ متحنہ میں ہے: ”اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضعِ ولادت میں اٹھائیں۔“

وہ لڑکا جو دوسرے کا ہو عورت اس کو اپنے شوہر کی طرف نسبت کرے اور اس کو شوہر کا حقیقی لڑکا بتائے، تو عورت جب بچہ جنے گی تو وہ حقیقتہً اس کے پاؤں اور ہاتھوں کے بیچ میں ہوگا (جلالین)، تو یہاں ”بین یدیہ“ کے معنی حقیقی ترکیبی مراد ہیں۔

(۳۷) سورہ تحریم میں ”ان کا نور اُن کے آگے آگے اور دائیں چل رہا ہوگا۔“

(۳۸) سورہ جن میں ”اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں کرتا ان رسولوں کے آگے بچھے نگران چلتے ہیں۔“ یعنی فرشتے جو وحی کی تبلیغ تک ان کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہ سب آیات واضح ہیں۔

اسی سے ہے، ”ہم نے (اس بستی) کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا“ مشہور اور ظاہر یہی ہے کہ مابین یدیدہ اور خلفہ سے مراد وہ امتیں ہیں جو اس زمانہ میں تھیں اور ان کے بعد میں (جلالین) یا جو دیہات قریب تھے اور وہ جو دور تھے یا ان دیہاتوں والے۔ (بیضاوی)

ایسا ہی آیت مبارکہ جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے فرشتے آئے ان کے آگے اور پیچھے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں فرشتے ان کے پاس ہر طرف سے آئے اور ان کے ساتھ ہر طرح کے چیلے برتے۔ (مدارک، بیضاوی)

ائمہ تفسیر و لغت کا بیان یہ ہے: صحاح، قاموس، مختار الصحاح، تاج العروس وغیرہ میں ”بین یدید الساعۃ“ کے معنی قیامت سے پہلے، اور صراح میں آگے جانے والے۔ اور تاج العروس میں ہے کہ ”بین یدیدک“ ہر اس چیز کو کہا جائے گا جو تمہارے آگے ہو۔ معالم التنزیل تفسیر سورہ حجرات میں ”بین الیدین“ کے معنی آگے ہے۔ اور خازن میں ہے بین یدیدہ کے معنی جو اس کے آگے ہو۔ تفسیر البوسعود اور فتوحات الہیہ میں سورہ یونس علیہ السلام میں بین یدیدہ کے معنی ”اس کے آگے“ اور جلالین میں سورہ رعد کے لفظ بین یدیدہ کے معنی ”اس کے آگے“ اسی میں سورہ مریم کے لفظ مابین ایدینا کے معنی ”ہمارے آگے“ اسی میں اور دیگر تفاسیر میں سورہ بقرہ اور دیگر سورتوں کے لفظ فصدقا مابین یدیدہ کے معنی ”اس سے پہلے کی کتابیں“ ہے۔ انموذج جلیل میں ۲۷ ویں آیت کے تحت ہے: ”مابین یدید الانسان“ ہر وہ چیز جس پر انسان کی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔ کرخ اور فتوحات الہیہ میں اسی آیت کے تحت ہے: انسان کے مابین یدیدہ وہ چیز ہے جس پر اس کی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔ مکملہ مجمع البحار میں ہے: فعلتہ بین یدیدک کا ترجمہ ”میں نے اس کو تیرے حضور میں کیا“۔ اور عنایۃ القاضی میں آیۃ الکرسی کے مابین ایدینا کے معنی لکھے ہیں کہ مابین یدیدہ کا اطلاق امور دنیا پر ہے کہ وہ تمہارے سامنے ہیں اور حاضر کی تعبیر مابین یدیدہ سے کی جاتی ہے۔ اور امور آخرت تم سے پوشیدہ ہیں جیسے وہ چیز تمہارے پیچھے ہو۔ اور جمل میں اسی آیت کی تفسیر میں مابین ایدیدہم کے معنی ”جو حاضر و مشاہد ہو“ لکھے ہیں۔ خطیب شربینی اور جمل میں یدید اللہ و رسولہ کے معنی ”ان دونوں کے حضور“ کئے ہیں کہ جو آدمی کے پاس ہو وہ بین یدیدہ ہے، اور آدمی اس کو دیکھنے والا ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۷۸ تا ۱۹۰)

(۹) اگر بین یدیدہ بمعنی قریب بھی مان لیا جائے تو چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا۔ اس پر

شواہد پیش کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) (الترى الى الآية الحادية والعشرين دلت على قرب المطر لكن ليس ات

تهب الرياح فينزل بل كما قال عز وجل "حتى اذا اقلت سحابا ثقالا سقته لبلد ميت فانزلنا به الماء" له

(۲) في السادسة والعشرين جعل السماء بين ايدينا وبيننا وبينها مسيرة خمسمائة سنة - وهذا ترجمان القرآن علامة الكتاب من افصح العرب واعلمها باللسان عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما يقول في تفسير آية الكرسي يعلم ما بين ايديهم يريد من السماء الى الارض وما خلفهم يريد من في السموات (سرواه الطبراني في كتاب السنة) -

(۳) وفي السابعة والعشرين ذكر عمل الجن بين يدي سيدنا سليمان وهؤلاء الجن هم الشياطين كما قال تعالى والشياطين كل بناء وغواص وما كان لهم ان يدخلوا المحضرة السليمانية ليعملوا ثم محاريب وتماثيل وجفانا كالجواب وقد ورا راسيات تكفي واحدة منها الف رجل -

وروى ابن ابى حاتم في تفسيره عن سيدنا سعيد بن جبير قال "كان يوضع لسليمان عليه الصلوة والسلام ثلثمائة الف كرسي ، فيجلس مؤمنو الانس مما يليه ومؤمنو الجن من وراءهم اه - فما كانت الشياطين الا ورااء كل ذلك -

(۴) وفي الثامنة والعشرين ارشد الى ان بعثة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم بقرب القيامة كما قال صلى الله تعالى عليه وسلم بعثت انا والساعة كهاتين (سرواه احمد والشيخان عن سهل بن سعد وهم والترمذي عن انس رضي الله تعالى عنهما) وقد امهل الله الامة المرحومة الى وقتنا هذا الفا وثلثمائة وخمسا ربعين سنة

له القرآن الكريم ٥٤/٤

له الدر المنثور بحواله الطبراني في السنة تحت الآية ٢/٢٥٥ وارجاء التراث العربي بيروت ١٩/٢

له القرآن الكريم ٣٨/٣٤

له تفسير القرآن العظيم تحت الآية ٢/١٤ حديث ١٧١٩٠ مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة ٢٨٥٥/٩

له مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالك ٣/١٢٢ ، ١٣٠ ، ١٣١ ، ١٩٣ ، ٢٣٤ ، ٢٤٥

صحيح البخاري كتاب الرقاق باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعثت انا الخ قديمي كتب خانة كراچی ٩٦٣/٢

صحيح مسلم كتاب الفتن باب قرب الساعة قديمي كتب خانة كراچی ٣٠٦/٢

وستزيد والحمد لله الحميد، ولم يناف ذلك الآية ولا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله تعالى وحده لا شريك له (سرواه احمد وابو يعلى والطبراني في الكبير بسند حسن عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه وعلقه البخاري)

(۱) دیکھو اکیسویں آیت میں ”بین یدیدہ“ کے معنی بارش قریب ہونے کے ہیں، لیکن ایسا نہیں کہ ہوا چلی اور بارش آئی، بلکہ اس طرح جیسا قرآن عظیم میں ہے: ”ہوانے بادل کو اٹھایا تو ہم نے اسے خشک علاقہ کی طرف روانہ کیا تو اس سے بارش ہوئی۔“

(۲) ۲۲ ویں آیت میں آسمان کو ہمارے قریب (بین یدیدہ) بتایا، اور وہ ہم سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری پر ہے۔ حضرت ترجمان القرآن، علامۃ الکتاب، افصح العرب اور اعلم القوم باللسان سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیۃ الکرسی کے ”یعلم ما بین یدیدہم“ کے معنی ”زمین سے آسمان تک“ بتائے، اور ”ما خلهم“ کے معنی ”آسمان“ متعین فرمائے (طبرانی نے اسے کتاب السنۃ میں روایت کیا)۔

(۳) ۲۴ ویں آیت میں کہا گیا کہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے (بین یدیدہ) چیزیں بناتے تھے حالانکہ وہ شیاطین تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں داخل ہو کر وہ عظیم الشان عمارتیں، مجسمے اور میدانوں کی طرح وسیع و عریض لگن، بڑی بڑی دیگیں کہ ایک ہزار آدمیوں کے کھانے کو کافی ہوں، بنا ہی نہیں سکتے تھے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت بن جبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں جن پر مومن انسان بیٹھتے، ان کے پیچھے مومن جن ہوتے، تو شیطان ان سب کے بعد میں ہی ہوں گے۔

(۴) ۲۸ ویں آیت میں ارشاد فرمایا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے قریب ہے۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ مبعوث کئے گئے (احمد و شیخان نے سہل بن سعد سے اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کو روایت کیا) اور اللہ تعالیٰ نے آج ۱۳۳۳ھ تک اُمتِ مرحومہ کو مہلت دی، اور اس کے بعد بھی یہ اُمت باقی رہے گی۔ اس کے باوجود یہ مہلت نہ تو آیت کریمہ کے منافی ہے نہ حدیث مقدس کے۔ آپ کی حدیث ہے کہ مجھے قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ ایک خدا کو پوجیں (احمد و ابویعلیٰ اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

(۱۰) مزید فرمایا،

(۷) فی الکریمة التاسعة والعشیرت اسید الاتصال الحقیقی لان العی لا یحصل الا بذالک۔

(۷) انتیسویں آیت میں لفظ ”بین یدیہ“ سے مراد اتصال حقیقی ہے اس لئے کہ اندھا پن بے اس کے متحقق نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۹۴)

(۱۱) اسی معنیٰ مذکور کی تائید میں تفاسیر کے حوالے سے فرمایا،

(۶) فی قولک جلست بین یدیہ یحتاج الیٰ قرب اکثر مما یفقد مجرد الابصار فانه یكون للمکالمۃ والسمع اقصر مدی من البصر والیہ اشار و فی الکشاف والمدارک والشربینی وغیرہا بقولہم ”حقیقۃ قولہم جلست بین یدی فلان ان یجلس بین الجہتین المسامتین لیمینہ وشمالہ قریباً منہ فسمیت الجہتان یدین لکونہما علی سمت الیدین مع القرب منہما توسعا کما یسمی الشئ باسم غیرہ اذا جا و ملاہ۔

(۶) مقولہ ”جلست بین یدیہ“ میں مراد حدود بصر سے بھی کم اور محدود دائرہ ہوگا کہ یہ بیٹھنا بات چیت کے لئے ہے جس کا تعلق سماع سے ہے اور سماع کا دائرہ بصر کے دائرہ سے بھی محدود و مختصر ہے۔ چنانچہ کشاف، مدارک اور شربینی وغیرہ کے مصنفین نے اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ”قول جلست بین یدی فلان کی حقیقت یہ ہے کہ دائیں بائیں کی دو مقابل جہتوں کے بیچ میں فلاں کے قریب بیٹھا جائے، ان دونوں جہتوں کو دو ہاتھ سے تعبیر کیا کہ یہ جہتیں انھیں دونوں ہاتھوں پر ان سے قریب ہیں اور یہ مجازاً ہے، جیسا کہ دو پاس والی چیزوں میں ایک کا نام دوسری کو دے دیا جاتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۹۵، ۱۹۶)

(۱۲) مزید فرمایا،

(۱۰) وجعلنا من بین ایدیہم سداً علی الاتصال الحقیقی کما علمت۔

دارالکتب العربی بیروت ۳۴۹/۴، ۳۵۰

۱۶۵/۴

دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۶/۴

۱۔ تفسیر الکشاف تحت الآیۃ ۴۹/۱

مدارک التنزیل (تفسیر النبی)

السراج المنیر (تفسیر الشربینی)

۲۔ القرآن الکریم ۳۶/۹

(۱۰) ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنادی۔ یہ اتصال حقیقی پر مجبول ہے، جیسا کہ تُو نے جانا۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۹۷)

(۱۳) مزید فرمایا،

ثالثاً حفظت شیئاً وغابت عنك اشیاء۔ ایہا الراغب الی قول الراغب هل تظنه مخالفا للنصوص التي قد مناعن ائمة اللغة وجهابذة التفسير ام لا؟ فعلى الاول ما الذي راغبك عنهم الى من شنوهم الحجم الغفير وعلى الثاني الميكفك ما للحاضر المشاهد من القرب فان الرؤية العادية مشروط لها القرب ام ترعمت ان القرب حد معين لا تشيك فيه فاذا لا يحاورك الا مثلك سفيه وهذا ربنا تبارك وتعالى قائلاً وقوله الحق "اقتربت الساعة والنشق القمر" بل قال عز وجل "اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون" والحساب بعد قيام الساعة بنصف اليوم، واليوم كان مقداره خمسين الف سنة۔

ثالثاً راغب کے قول میں یہ رغبت ظاہر کرنے والوں کو کچھ یاد رہا اور کچھ بھول گئے کیونکہ مخالف نے امام راغب کے قول کے جو معنی بتائے وہ ان ائمہ لغت و تفسیر کے خلاف ہے یا موافق، اگر خلاف ہے تو آپ نے جمہور ائمہ لغت کی تصریحات کو چھوڑ کر امام راغب کے شاذ قول کی طرف کیوں رغبت ظاہر فرمائی، اور اگر خلاف نہیں تو حاضر و مشاہد میں جتنا قرب ہے اس پر قناعت کیوں نہیں، حالانکہ روایت عادیہ کے لئے قریب ہونے کی شرط لا بدی ہے، یا تم قرب کی ایک متعین حد مانتے ہو اور اسے کلی مشکک نہیں مانتے۔ پھر تو آپ کا جواب آپ کے جیسا نا سمجھ ہی دے سکے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے قول حق میں فرماتا ہے: "قیامت قریب بئی اور چاند شق ہو چکا" بلکہ اسی قدوس و پروردگار نے فرمایا: "لوگوں کے حساب کی گھڑی آپہنچی اور وہ ابھی غفلت میں اعراض کر رہے ہیں"۔ حالانکہ حساب قیام قیامت کے بعد آدھا دن گزار کر ہوگا، اس وقت ایک دن کی مقدار آج کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۰۱)

(۱۴) مختلف و متعدد قرآنی آیات سے لفظ عند کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا،

(۱) قال الله عز وجل: انت الذين يعصون اصواتهم عند رسول الله ﷺ الآية۔



ومرت في النفحة الاولى القرآنية امر كل من في مشهده صلى الله تعالى عليه وسلم بغض الصوت ولا يختص بالذي يليه صلى الله تعالى عليه وسلم فسواء فيه من لديه ومن على الباب كلهم عند رسول الله بلا استياب صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يحل لاحد ان يصيح ويصرخ في حضرته او يرفع صوتا فوق ضرورته ولو كان مفاد "عند" ما يزعمون لشمّل هذا الوعد الجميل بمغفرة واجر عظيم من قام بحضرته صلى الله تعالى عليه وسلم على فصل عدة اذ مرع فجعل يصيح مع اخرصياحا شديدا منكرا فاذا كانت منه صلى الله تعالى عليه وسلم بفصل شبر مثلاً او تكلم هو صلى الله تعالى عليه وسلم غصّ صوته وهذا لا يقول به مسلم له عقل.

(٢) قال جل وعلا: هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا<sup>له</sup>

وهذا اوسع من ذلك يشمل كل من في خدمته وان لم يكن الآن في حضرته.

(٣) قال تبارك وتعالى: يقولون طاعة فاذا برروا من عندك بيت طائفة منهم

غير الذي تقول والله يكتب ما يبيتون<sup>له</sup>.

هذا في المنافقين وما كانوا يلونه صلى الله تعالى عليه وسلم في المجلس انما كان

ذلك لابي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما ثم لا يختص بمن كان اقرب منهم بالنسبة الى الاخر يشملهم جميعاً.

(٤) قال المولى سبحانه وتعالى: "ان المتقين في جنّ ونهرٍ في مقعد صدق

عند مليك مقتدر<sup>له</sup>."

عمت كل متق ولكن اين احاد الصالحاء من العلماء والعلماء من الاولياء و

الاولياء من الصحابة والصحابة من الانبياء والانبياء من سيد الانبياء صلى الله تعالى عليه وسلم

فرق لا يقدر ولا يقدر بشران يتصور اعظم بالوف الاف مرات مما بين الفلك الاعلى وما تحت الثرى وقد شملت كلهم عند.

له القرآن الكريم ٩٣/٤

له ٨١/٢

له ٥٥، ٥٢/٥٢

(٥) مثله قوله عز وجل: "أَتِلْتَقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ"

(٦) في آية أخرى وقال العلي الاعلى تبارك وتعالى: "أَذْكَالَتِ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"

ومعلوم ان الله تعالى قد استجاب لها وقد فرح لها في الدنيا عن بيتها كما في حديث سلمان وحديث ابي هريرة بسند صحيح رضى الله تعالى عنهما وما كانت لتطلب اقرب المنازل وان تفضل على الانبياء والرسل عليهم وعليها الصلوة والسلام، بل قرباً يليق بها وان لم يساها الخديجة وفاطمة وعائشة رضى الله تعالى عنهن فضلاً عن الانبياء الكرام عليهم الصلوة والسلام.

(٧) وقال عز وجل في الشهداء: "بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ"

واين رجل من احاد الشهداء من سيدهم حمزة رضى الله تعالى عنه بل من نبي الله يحيى وغيره ممن استشهد من الانبياء عليهم الصلوة والسلام.

(٨) قال جل ذكره في الملكة: "فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ"

وتفاوتهم فيما بينهم معلوم غير مفهوم "وما منا الا له مقام معلوم"

(٩) قال عز من قائل: "وقد مكروا مكروهم وعند الله مكروهم"

وما كان لمكرو الكفار ان يكون له قرب من العزيز الجبار لا مكاناً لاستحالتهم ولا مكاناً لاستهانتهم وانما هو للحضور اى حاضريته يديه لا يخفى عليه فيرجع الى معنى العلم. (١٠) قال سبحانه ما اعظم شأنه: "ثم محلها الى البيت العتيق" يعنى البدن

١ القرآن الكريم ٦٨/٣٣

٢ " ٦٦/١١

٣ جامع البيان (تفسير ابن جرير) تحت الآية ٦٦/١١ دار احبار التراث العربى بيروت ٢٨/١٩٢

الدر المنثور ٢١٣/٨ " " " " " "

٤ القرآن الكريم ٣/١٦٩ ٥ القرآن الكريم ٢١/٣٨

٦ " ٣٤/١٦٢ ٧ " ١٣/٢٦

٨ " ٢٢/٣٣

قال في المعالم اى عند البيت العتيق يريد ارض الحرم كلها قال فلا يقر بوا المسجد المحرام اى الحرم كله اهـ جعل جميع اجزاء الحرم اذ كلها منحر عند البيت العتيق ومعلوم ان كثيرا منها على فصل فراسخ من البيت الكريم۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں۔“

نفسہ اولیٰ قرآنہ میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نگاہ ہو حضور کے بالکل پاس بیٹھنے والوں کے لئے کچھ خاص نہیں بلکہ جو پاس ہے اور جو باب مسجد کے پاس ہے سب کے لئے یہی حکم ہے۔ محراب رسول اور دروازہ مسجد پر بیٹھنے والے دونوں ہی عند رسول اللہ کے جائیں گے۔ سبھی کے لئے بیٹھنا اور چلنا منع ہے بلکہ یہ کہنے کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا منع ہے۔ اور اس مقام پر اگر عند کے وہی معنی ہوں جو یہ لوگ اذان عند منبر میں مراد لیتے ہیں تو آواز پست رکھنے پر مغفرت اور اجر عظیم کے وعدہ کا مستحق وہ بے ادب بھی ہو جائے گا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند ہاتھ کی دوری پر کھڑا ایچ رہا ہو، یا صرف اس کے لئے خاص ہوگی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بالشت کی دوری پر کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز میں بات کرے یا خود حضور ہی سے کلام کرے، اور چار ہاتھ دور کھڑا ہو کر کسی سے بات کرے تو وہ دائرہ رحمت و مغفرت سے باہر ہے کہ (وہ عند رسول اللہ نہیں) بھلا کون عقل مند مسلمان ایسا کہہ سکے گا۔

(۲) ارشاد الہی ہے: ”یہ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر خرچ نہ کرو تا کہ یہ ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔“

یہاں عند کا مفہوم پہلے والی آیت سے بھی وسیع ہے کیونکہ یہاں تو عند سے مراد وہ سبھی لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوں اگرچہ فی الحال حضور سے بہت دور ہوں۔ (۳) اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے (کہ منافق آپ کے سامنے کہتے ہیں): ”ہم آپ کے فرمانبردار ہیں، اور جب آپ کے پاس سے دور ہو جاتے ہیں تو رات کو ان کی ایک جماعت اس کے خلاف بولنے لگتی ہے جو آپ کے سامنے کہہ چکے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے کو۔“

یہ منافقین کے حال کا بیان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں آپ کے بالکل پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ قریب کی جگہ تو ابوبکر و عمر، عثمان و علی و دیگر مخلصین صحابہ کے لئے تھی۔ منافقین تو ادھر ادھر آنکھ بچا کر بیٹھتے تھے، اگر کچھ سی مجبوری سے آپ کے سامنے بیٹھ بھی گئے ہوں تو عند کہہ کر

سبھی منافقین مراد ہیں۔ قریب بیٹھنے والے ہوں یا دور۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک متقین باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ

کے حضور حاضر ہوں گے۔“

یہ آیت تو سارے ہی متقیوں کو گھیرے ہوئے ہے لیکن اس میں کہاں بہ نسبت علماء کے کسی صالح مسلمان کا درجہ، اور بہ نسبت اولیاء کے کسی عالم کا درجہ، اور بہ نسبت صحابہ کے کسی ولی کا درجہ، اور بہ نسبت انبیاء کے کسی نبی کا درجہ، اور کہاں سید الانبیاء اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا درجہ، ان مراتب میں تو فلک الافلاک اور تحت الثریٰ سے بھی زیادہ فاصلہ ہے مگر سب کو عند اللہ سے بیان کیا گیا ہے۔

(۵) اسی طرح اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے: ”بیشک متقین کے لئے رب کے پاس جنت

نعمیم ہے۔“

(۶) دوسری آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ”اُس نے دُعا مانگی یا اللہ! میرے لئے اپنے

پاس جنت میں ایک مکان بنا دے۔“

(مذکورہ بالا آیت کے تحت) حضرت سلمان و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک نبی کی دُعا قبول کر لی، تو کیا وہ انبیاء و اولیاء سے بھی زیادہ قرب الہی کی طالب تھیں۔ وہ تو اس کی خواست گار تھیں کہ قُرب کا وہ مقام جو ان کے لائق ہو، چاہے حضرت خدیجہ و فاطمہ و عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے درجہ کے ہم پلہ بھی نہ ہو، چہ جائیکہ انبیاء و اولیاء عظام علیہم السلام والرحمۃ والرضوان کے درجہ کے برابر ہو۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے شہدائے کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں۔“

تو بھلا کہاں سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام بلند اور کہاں اللہ تعالیٰ کے نبی محمدی علیہ السلام کا مقام بلند اور کہاں عام شہداء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی منزل، بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں شہادت پانے والوں کی منزلیں۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ”جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں۔“

ان فرشتوں میں باہم درجات کا کتنا تفاوت ہے، ہم اس کی حقیقت تو نہیں جان سکتے مگر تفاوت ہونا یقیناً معلوم ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے ایک متعین مقام ہے۔

(۹) اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”کافروں نے خدا سے مکر کیا ان کا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے۔“

کافروں کے مکر کے لئے اللہ تعالیٰ سے کوئی قُرب نہیں، نہ قُرب مکانی کہ یہ ذات باری کے لئے محال ہے نہ قُرب مرتبی کہ مکر تو نہایت ذلیل چیز ہے۔ لامحالہ اس آیت میں قُرب سے مراد حضور ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ

کے سامنے ہے اس سے پوشیدہ نہیں، تو یہ حضور علمی ہوا۔

(۱۰) اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: ”قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے پاس ہے۔“  
معالم التنزیل میں فرمایا: ”الی البیت العتیق کا مطلب ہے عند البیت العتیق ہے یعنی حرم کی پوری زمین  
(چنانچہ دوسری جگہ) ارشاد ہوا پورے حرم کے قریب نہ جاؤ۔ آیت مذکورہ بالا میں پورے حرم کو منہر عند البیت  
العتیق قرار دیا جبکہ حدود حرم مختلف جہات میں بیت اللہ شریف سے کوسوں دُوری پر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۰۸ تا ۲۱۳)

(۱۵) عند ظرف زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ قرآنی آیات سے تائید پیش کرتے ہوئے فرمایا:  
**نفسہ ۵:** لئن نزلنا الیٰ مثل مداسر کھم فلا شک ان عند ظرف زمان و مکان قال تعالیٰ، خذوا نریٰ نیتکم عند کل مسجد“ ای ثیابکم وقت کل صلوة۔ والوقت  
یضاف الی الامکنۃ والاجسام ایضا اذا کان له اختصاص بہا۔ قال تعالیٰ: یوم حنین اذا عجبتکم  
کثرتکم۔“

وانما حنین اسم مکان وکذا یوم بدر، یوم احد، یوم الدار، لیلة العقبة،  
لیلة المعراج، لیلة الغار۔

**نفسہ ۵:** اگر ہم ان لوگوں کے معیار فہم پر اتر کر بھی بات کریں تو اتنا تو سب پر ظاہر ہے کہ عند ظرف زمان  
اور ظرف مکان دونوں ہی کے لئے ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ”ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو۔“  
یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو، اور خود وقت بھی مکان اور اجسام دونوں ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ  
وقت کے ساتھ ان کو کوئی خصوصیت ہو۔ ارشاد الہی ہے: ”اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اتر آگئے  
تھے۔“ حنین ایک جگہ کا نام ہے، یہی حال یوم بدر، یوم احد، یوم دار، لیلة العقبة، لیلة المعراج اور  
لیلة الغار کا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۱۸)

(۱۶) اذان خطبہ مسجد کے اندر ہونے کو جائز قرار دینے والوں نے فقہاء کے قول علی المنبر سے استدلال  
کیا، ان کے رد میں لفظ علی کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

وفی تحریر الامام ابن الہمام و تقییر الامام ابن امیر الحاج: ”وہو ای النور

هو بمعنی الحقیقی اھ۔

وفي الرضى شرح الكافية: "منه سر على اسم الله تعالى ای ملتزماً اھ۔"

قال ربنا عز وجل: فجاءته احدهما تمشي على استحياء۔ ای ملازمة للحياء۔

تحریر امام امیر ابن الحاج اور تقریر امام ابن امیر الحاج میں ہے: "لزم ہی علی کے حقیقی معنی ہیں۔"

اور رضی شرح کافہ میں ہے: "اسی محاورہ سے ہے اللہ کے نام پر سیر کر" یعنی اس کو لازم پکڑو۔"

قرآن عظیم میں یہ لفظ اسی معنی میں وارد ہوا۔ ارشاد الہی ہے: "ان دو عورتوں میں سے ایک شرم کرتی ہوئی آئی، یعنی وہ شرم کو لازم کئے ہوئے تھی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۲۱)

(۱۷) علی بمعنی مصاحبت آتا ہے۔ اس کے متعلق فرمایا،

قال الامام الجلیل الجلال السیوطی فی الاتقان، علی حرف جزلہا معان (الی ان قال)

ثانیہا للمصاحبة کمع نحو "واقی المال علی جبه" ای مع جبه۔ "وان ربک لذ ومغفرة للناس علی ظلمهم اھ۔"

امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں: "علی حرف جر ہے، اس کے چند معانی ہیں، دوسرا

معنی مصاحبت ہے، جیسے لفظ مع قرآن عظیم میں ہے کہ مال کو محبت کے باوجود قرابت داروں کو دیا

(دوسری مثال) تمہارا رب ظلم کے باوجود لوگوں کی مغفرت کرنے والا ہے (یہاں علی ظلم کا مطلب

مع ظلم ہے)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۲۱)

مع ظلم ہے۔"

(۱۸) علی کبھی وقت و زمانہ کے لئے آتا ہے، تو اس طرح یہ عند زمانہ کا ہم معنی ہوا۔ چنانچہ فرمایا،

ثالثاً قال ربنا عز وجل "واتبعوا ماتلوا الشیطن علی ملک سلیم" قال فی

الاتقان والفتوحات الالہیة: (ای فی من من ملکہ)، وفی مدارک الامام النسفی: "ای

۱۷ التقریر والتجبر مسئلہ علی للاستعلاء حساً دار الفکر بیروت ۸۶/۲

۱۸ الرضى فی شرح الکافی حروف الجر حرف "علی" دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۴۲/۲

۱۹ القرآن الکریم ۲۸/۲۵

۲۰ الاتقان فی علوم القرآن النوع الاربعون دار الکتب العربیہ بیروت ۴۹۸/۱

۲۱ القرآن الکریم ۱۰۲/۲

۲۲ الفتوحات الالہیة الشہیر بالجل تحت الآیة ۱۰۲/۲ دار الفکر بیروت ۱۳۸/۱

ثالثاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور انھوں نے ملک سلیمان پر شیطانوں کے پڑھے ہوئے کی اتباع کی۔" اَلْعَنَ اور فَوْتَحَاتِ الْاِیْمِیہ میں ہے: "یعنی ان کی حکومت کے زمانہ میں۔" مدارک امام نسفی میں ہے: "یعنی ان کی حکومت اور ان کے زمانہ میں۔" اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اذانِ خطبہ منبر کے وقت اور زمانہ میں ہے تو یہ عندِ زمانیہ کے ہم معنی ہو گیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۲۲، ۲۲۳)

(۱۹) اذان اندرون مسجد کا جواز کچھ لوگوں نے قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہا، ان کے رد میں فرمایا:

**نقحه ١٨ :** حاول بعض الوهابية الفجرة ان يثبت مطلوبه الباطل بأيات القرآن العظيم وحاشا القرآن ان يكون لباطل ظهيرا قال قال عز وجل : **وَإِنَّ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ** " واخرج سعيد بن منصور واخرون عن مجاهد قال لما امر ابراهيم ان يؤذن في الناس بالحج ، قام على المقام فنادى بصوت اسمع من بين المشرق والمغرب ، يا ايها الناس اجيبوا ربكم **يَا**

واخرج ابن المنذر وابن ابى حاتم عن مجاهد قال تناول به المقام حتى كان كاطول جبل في الارض فاذن فيهم بالحج فاسمع من تحت البحور السبع <sup>هـ</sup>  
واخرج ابن جرير عن مجاهد عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال قام ابراهيم خليل الله على الحجر فنادى "يا ايها الناس كتب عليكم الحج فاسمع من في اصلاص الرجال وارضام النساء <sup>هـ</sup>"

صفحہ ۱۸ : بعض وہابی صاحبان نے اپنا مقصد قرآن پاک سے ثابت کرنے کا قصد کیا ہے

---

۱۔ مدارک التنزیل تفسیر لنفسی تحت الآیۃ ۲/۱۰۲ دارالکتاب العربی بیروت ۱/۶۵

۲۔ القرآن الکریم ۲۲/۲۷

٣٤ الدر المنثور بحواله سعيد بن منصور تحت الآية ٢٢/٢٤ حديث ١٣٨٨٢ دار احياء التراث العربي بيروت ٣٣/٩  
تفسير القرآن العظيم لابن ابي حاتم تحت الآية ٢٢/٢٤ حديث ١٣٨٨٠ مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة ٢٣٨٤/٨

٤٢  
 الدر المنثور بحواله ابن المنذر وابن أبي حاتم تحت الآية ٢٢/٢٤ دار احبار التراث العربي بيروت ٣٣/٦  
 هـ جامع البيان (تفسير ابن جرير) " " " " " " ١٦٩/١٤

حالانکہ قرآن عظیم باطل کا مددگار نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن عظیم نے فرمایا: ”(اے ابراہیم!) لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔“ اور سعید بن منصور اور دوسرے محدثین نے حضرت مجاہد سے روایت کی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمایا (جسے مشرق و مغرب کے سبھی لوگوں نے سنا) کہ اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر اعلان کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ انھیں لے کر بلند ہونے لگا یہاں تک کہ زمین کے تمام پہاڑوں سے بلند ہو گیا، آپ نے اسی بلندی پر سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا جو سات سمندروں کی تہ سے بھی سُنا گیا۔

ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کی اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر پکارا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا۔“ تو باپوں کی پشتوں سے اور ماؤں کے شکموں سے لوگوں نے ان کی آواز سُنی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۷۴، ۲۷۵)

(۲۰) مقام ابراہیم والا پتھر زمانہ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کہاں تھا اور یہ کہ اعلان حج حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہاں کھڑے ہو کر فرمایا، اس سلسلے میں متعدد تفاسیر کے حوالے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

خامساً بل قد ورد ما يدل على انه كان في غير هذا المحل حين اذن عليه وكفى به قاطعاً لشقشقتهم اخرج الانزرقى عن ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالى عنه قال ”سألت عبد الله بن سلام عن الاثر الذى فى المقام، فقال لما امر ابراهيم عليه الصلوٰۃ والسلام ان يؤذن فى الناس بالحج قام على المقام، فلما فرغ امر بالمقام فوضعه قبله، فكان يصلى اليه مستقبل الباب.“ (الحديث)

وسادساً ان شئت قطعت سراس الشبهة من سراسها وذلك لان رواية قيامه عليه الصلوٰۃ والسلام حين الاذان على المقام رواية اسرائيلية كما مر ايت



وسيدنا ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كان يأخذ عنهما كما هنا، وروى ابن ابى حاتم عن الربيع بن انس قال سمعنا عن ابن عباس انه حدث عن رجال من علماء اهل الكتاب ان موسى دعا ربه (الحديث) في قصة ملاقاته الخضر عليهما الصلوة والسلام واقربها واخرج ابن ابى شيبه عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال سئلت كعباً ما سدره المنتهى؟ قال سدره ينتهى اليها علم الملكة، وسألته عن جنة الماوى، فقال جنة فيها طير خضر ترتقى فيها ارواح الشهداء.

واخرج ابن جرير عن شمر قال جاء ابن عباس الى كعب فقال له حدثني عن قول الله "سدره المنتهى" (الحديث).

وقد صح عن امير المؤمنين على كرم الله تعالى وجهه انه اذن على ثبير، روى عبدالرزاق وغيره عن معمر قال قال ابن جريج قال ابن المسيب قال على ابن ابى طالب رضي الله تعالى عنه لما فرغ ابراهيم من بنائه، بعث الله جبريل فحج به حتى اذا رأى عرفة قال قد عرفت وكان اتاه قبل ذلك مرة، فلذلك سميت عرفة حتى اذا كان يوم النحر عرض له الشيطان فقال احصب فحصبه بسبع حصيات، ثم اليوم الثاني فالثالث فلذلك كان يرمى الجمار قال اعل على ثبير فعلا فنادى يا عباد الله اجيبوا الله يا عباد الله اطيعوا الله فسمعت دعوته من بين الابحر السبعة (الحديث).

وهذا كما ترى سند صحيح على اصولنا فهذا النص عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حكما لان الامر لا دخل فيه للرأى وما كان امير المؤمنين على لياخذ عن اهل الكتاب فلم يكن الا سماعا عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم - فثبت ان الاذان كان على جبل بمزدلفة وسقط انه كان داخل المسجد على المقام ذلك ان تقول لا خلف فان ثبيراً من الحرم وقد افاد ابن عباس نفسه "ان مقام ابراهيم الحرم كله".

له الدر المنثور بحواله ابن ابى حاتم سورة الكهف ١٢٢، دار احياء التراث العربى بيروت ٣٤٩/٥  
له الدر المنثور " ابن ابى شيبه تحت الآية ١٢/٥٣ " " " " ٥٤٢/٤  
له جامع البيان " " " " " ٦٣/٢٤  
له الدر المنثور بحواله عبد الرزاق " ٢٦/٢٢ " " " ٣١/٩  
له " بحواله عبد بن حميد ابن ابى حاتم " ١٢٥/٢ ٢٦٣/١ تفسير ابن ابى حاتم تحت الآية ٩٤/٣ ٤١١/٣

اخرجه عنه عبد بن حميد وابن ابى حاتم بل اخرج هذا عنه قال "مقام ابراهيم الحج كله" ١

وسيا بعد اضطربت الرواية عن ابن عباس ففي بعضها "اذن على المقام وفي بعضها" على ابى قيس رواه عنه ابن ابى حاتم رضي الله تعالى عنه قال "لما امر الله ابراهيم ان ينادى في الناس بالحج صعد ابا قيس فوضع اصبعيه في اذنيه ثم نادى "ان الله تعالى كتب عليكم الحج فاجيبوا ربكم" الحديث ، وفي أخرى له عنه رضي الله تعالى عنه قال "صعد ابراهيم ابا قيس ، فقال الله اكبر الله اكبر ، اشهدات لا اله الا الله ، واشهد ان ابراهيم رسول الله ايها الناس ان الله امرني ان انادى في الناس بالحج ايها الناس اجيبوا ربكم" ٢

وفي بعضها على الصفا رواه عبد بن حميد عن مجاهد قال "امر ابراهيم ان يوذن بالحج فقام على الصفا فنادى بصوت سمعه ما بين المشرق والمغرب يا ايها الناس اجيبوا الى ربكم" ٣

وروى هو وابن المنذر عن عطاء قال "صعد ابراهيم على الصفا فقال يا ايها الناس اجيبوا ربكم" ٤

ومعلوم ان الرواية عن مجاهد رواية عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهم فالاضطراب بالتثنية والا فلا شك في التثنية فكان من هذا الوجه ايضا حديث امير المؤمنين احق بالاخذ ولذا مشى عليه القطبي في تاريخه ولم يلتفت لها سواها فاندحضت الشبهة عن مراس والحمد لله رب الناس.

خامساً اس امر کی روایت ہے کہ مقام ابراہیم اعلان حج کے وقت موجودہ مقام پر موجود نہیں تھا

- ١- تفسیر القرآن العظیم تحت الآية ٣/ ٩٤ حدیث ٣٨٢٤ و ٣٨٢٨ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمہ ٣/ ٤١١
- ٢- " لابن ابی حاتم " ٢٤/ ٢٢ " ١٣٨٤٨ " " " " " ٢٣٨٤/ ٨
- ٣- " " " " " ١٣٨٨٢ " مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمہ ٨/ ٢٣٨٤ ، ٢٣٨٨
- ٤- الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم " دار احیاء التراث العربی بیروت ٣٣/ ٦
- ٥- " عبد بن حمید " " " " " ٣٣/ ٦
- ٥- بحوالہ عبد بن حمید ابن المنذر تحت الآية ٢٤/ ٢٢ " " " " " ٣٣/ ٦

جس سے تمام اوہام کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ازرقی نے ہی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقام ابراہیم میں پڑے ہوئے نشان کے بارے میں سوال کیا، تو انھوں نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلان حج کا حکم دیا گیا تو آپ نے اسی پتھر پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا۔ اعلان سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ اس پتھر کو لیجا کر کعبہ کے دروازے کے سامنے رکھا جائے۔ اور آپ اسی پتھر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

سادسا اس شبہ کو جڑ بنیاد سے اس طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان حج کے وقت مقام ابراہیم پر کھڑے ہونے کی روایت اسرائیلی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بنی اسرائیل کی روایت قبول فرماتے تھے جیسا کہ اس مبحثہ روایت میں انھوں نے کیا۔ ابن ابی حاتم ربيع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کتاب سے روایت کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی۔ یہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے قصہ میں ہے۔ مندرجہ ذیل روایت کو ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی ثابت رکھا کہ میں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سدرۃ المنتہی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ انتہائی حد پر ایک پیری کا درخت ہے جہاں تک فرشتوں کا علم پہنچتا ہے۔ اور میں نے ان سے جنتہ الماویٰ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ایسا باغ جس میں شہدا کی رُوہیں سبز پرندوں کے جسم میں رہ کر سیر کرتی ہیں۔

ابن جریر نے شمر سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت کعب کے پاس آئے اور سدرۃ المنتہی کے بارے میں پوچھا۔ (القصۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسرائیلی روایت قبول کرتے تھے اور روایت مبحثہ بھی اسرائیلی ہے)

ادھر حضرت امیر المؤمنین مولانا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوہِ ثبیر پر چڑھ کر اعلان حج فرمایا تھا۔ عبدالرزاق وغیرہ نے معمر سے انھوں نے ابن جریر سے انھوں نے حضرت علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے روایت کی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی بنا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیجا اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرایا۔ آپ نے عرفات کو دیکھ کر فرمایا میں اس میدان کو پہچان گیا۔ ایک بار اس سے قبل بھی حضرت خلیل یہاں آئے تھے۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام ”عرفہ“ پڑا۔ یوم النحر کے دن شیطان نے آپ سے تعرض کیا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مارنے کی ہدایت کی۔ اور آپ نے ابلیس کو سنگسار کیا، پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا، اسی لئے حج میں رمی جمار مشروع ہوئی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا:

کوہِ ثبیر پر چڑھو۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے ثبیر کی پہاڑی پر چڑھ کر اعلان فرمایا: اے بندگانِ خدا! اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دو، اے بندگانِ خدا! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔“ تو ان کا یہ اعلان سات سمندروں سے سنا گیا۔

یہ سند ہمارے اصول پر صحیح ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی فرمان ہے، اور معاملہ چونکہ قیاسی نہیں بالکلیدِ سماعی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ اہل کتاب کی روایت قبول نہیں کرتے تھے اس لئے لامحالہ یہ بات انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی سُن کر بیان فرمائی۔ تو اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ اعلان حج منیٰ شریف کے پہاڑ سے ہوا۔ اور یہ بات ساقط الاعتبار ہو گئی کہ اعلان حج مسجد کے اندر مقامِ ابراہیم سے ہوا۔ اور ان دونوں روایتوں میں کوئی ایسا تعارض بھی نہیں کہ جبلِ ثبیر بھی حدودِ حرم کے اندر ہی ہے چنانچہ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، سارا حرم مقامِ ابراہیم ہے، بلکہ حضرت ابن عباس سے تو یہ بھی مروی ہے کہ مقامِ ابراہیم پورا حج ہے۔

**وسابعا** اعلان حج کے مقام میں حضرت ابن عباس سے روایتیں مضطرب ہیں۔ بعض میں تو وہی مقامِ ابراہیم ہے، اور بعض میں یہ ہے کہ جبلِ ابوقیس پر اعلان حج ہوا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ”حضرت ابراہیم علیہ السلام جبلِ ابوقیس پر چڑھے اور کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہدان لا الہ الا اللہ، واشہدان ابراہیم رسول اللہ۔ اے لوگو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں لوگوں میں حج کا اعلان کروں، تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دو۔“

اور بعض روایتوں میں جبلِ ابوقیس کے بجائے کوہِ صفا کا ذکر ہے۔ ابن حمید کی یہ روایت امام مجاہد سے اس طرح مروی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ مقامِ صفا پر لوگوں کو حج کا اعلان کریں۔ آپ نے ایسی آواز سے پکارا کہ مشرق و مغرب کے لوگوں نے سنا۔ اعلان کے الفاظ یہ تھے: اے لوگو! اپنے رب کی پکار کا جواب دو۔“

ابو حاتم اور ابن منذر نے عطا سے روایت کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہِ صفا پر چڑھے اور پکارا: اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔“

یہ معلوم ہے کہ حضرت مجاہد کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی ہے تو اس روایت میں تین اضطراب ہوئے ورنہ دو ہونے میں تو شبہ ہی نہیں ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت راجح اور اولیٰ بالاخذ ہے اس لئے قطبی نے اپنی تاریخ میں امیر المؤمنین کی روایت پر ہی اعتماد کیا اور دوسری روایتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔

(۲۱) مخالفین کے قرآن مجید سے ایک اور غلط استدلال کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

**نفعہ ۱۹:** ثم تمسك بقوله تعالى: "ومن اظلم ممن منع مسجدا لله ان يذكر فيها اسمه" وقوله تعالى: "ومسجد يذكر فيها اسم الله كثيراً" وقوله تعالى: "في بيوت اذن الله ان ترفع ويذكر فيها اسمه" وفي حديث الصحيحين: ان هذه المساجد لا تصلح لشيء من هذا البول والقذر اناهي لذكر الله والصلوة وقراءة القران.

**اقول اولاً** قضينا الوتر عن كشف هذه الشبهة في النفحة الاولى القرآنية، وبيانا الاذان ليس ذكر اخالصاً.

**وثانياً** منع الاذان في المسجد منع رفع الصوت فيه ومنع رفع الصوت بالذكر ليس منع الذكر.

**نفعہ ۱۹:** مسجد کے اندر اذان جائز ہونے پر اس آیت سے بھی مخالفین نے استدلال کیا ہے "اس سے بڑا ظالم کون ہے جو مسجد میں اللہ کا نام لینے سے منع کرے" اور آیت مبارکہ "اور مسجد جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت ہوتا ہے" اور آیت گرامی "ان گھروں کو اللہ تعالیٰ نے بلند کرنے کا اور ان میں اپنا نام لینے کا حکم دیا" اور بقول صاحب مشکوٰۃ صحیحین کی ایک حدیث، در نہ مخرجین نے اسے صرف مسلم کی حدیث قرار دیا ہے "یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لئے نہیں، یہ تو ذکر الہی، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہیں۔"

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اولاً ہم نفحہ قرآنیہ میں اس شبہہ کو بالکل حل کر چکے ہیں کہ اذان محض ذکر الہی ہی نہیں ہے۔

عہ تبع فيه صاحب المشكوٰۃ وانا عزا المخرجون لمسلم وحده اهـ.

۱۱۴/۲ القرآن الکریم

۴۰/۲۲ " ۴۲

۳۶/۲۴ " ۴۳

۱۳۸/۱

صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب غسل البول الخ قدیمی کتب خانہ کراچی

ص ۵۲

مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ صحیحین کتاب الطہارۃ باب تطہیر النجاسات الفصل الاول

وثانیاً مسجد میں اذان منع کرنے کا مطلب آواز بلند کرنے کو منع کرنا ہے اور ذکر الہی کے ساتھ آواز بلند کرنے کی ممانعت ذکر کی ممانعت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۸۶، ۲۸۷)

(۲۲) سوال آیا کہ سورۃ فاتحہ اور اخلاص میں صرف اللہ تعالیٰ کی ہی تعریف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

سورۃ فاتحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے الصراط المستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور ان کے اصحاب ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، انعمت علیہم چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں انبیاء کے سردار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انھوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے اس میں سورۃ اخلاص بھی داخل ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۳۶۶)

(۲۳) آیت کریمہ ”قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء“ سے حاصل ہونے والی ہدایتوں کا ذکر کرتے ہوئے رسالہ طرد الافاعی میں فرمایا:

اس آیت کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہوں گی:

ایک یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ احدیت میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضل نہ بتائے کہ فضل تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ نسب یا نسبت شاگردی یا مریدی وغیرہ کو اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آباء و اساتذہ و مشائخ کو اوروں سے افضل ہی کریں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اُس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضل کیا وہی مفضل ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اُس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمانوں کو اسی پر عمل چاہئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۳۶۸، ۳۶۹)

(۲۴) کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس قولِ باطل کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

بہر حال اس پر وہ فقرہ تراشیدہ کہ اس وقت حضور قطب العالمین غوث العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رفیع رفاعی کے ہاتھ پر معاذ اللہ بیعت فرمائی کذب و افتراءِ خالص و دروغ بیفروغ ہے، اور

اور اللہ واحد قہار جھوٹ کو دشمن رکھتا ہے نہ کہ ایسا جھوٹ جس سے زمین و آسمان ہل جائیں، قل ھا تو ابوہانکم ان کنتم صدقین لا واپنی دلیل اگر سچے ہو۔ فاذا لھیا تو بالشہداء فاو لٹک عند اللہ ہم الکذ بون پھر جب وہ گواہان عادل نہ لاسکے تو جو ایسا دعویٰ کریں اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ وقد خاب من افتری<sup>۱</sup> خاب و خاسر ہوا جس نے اقرار باندھا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۳۷۱)

(۲۵) ابن السقار غوث پاک کی گستاخی کی وجہ سے زندگی میں رُسا ہوا، وہ جانتا تھا کہ یہ اس گستاخی کی سزا ہے اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ اسلام کیوں نہیں لاتا تھا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

**اقول** اس کا جواب قرآن عظیم دے گا :

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العلمین<sup>۲</sup>۔

تم کیا چاہو جب تک اللہ نہ چاہے جو مانک سارے جہان کا ہے۔

اور فرماتا ہے :

کلا بل سران علیٰ قلوبہم ما کانوا یکسبون<sup>۳</sup>۔

کوئی نہیں بلکہ اُن کی بد اعمالیوں نے اُن کے دلوں پر زنگ چڑھا دی ہے۔

اور فرماتا ہے :

ذلک بانہم امنوا ثم کفروا فطبع علیٰ قلوبہم فہم لا یفقہون<sup>۴</sup>۔

یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی کہ اب اُنھیں کچھ سمجھ نہ رہی۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۴۰۰)

(۲۶) اہلِ فرت کے بارے میں اقوال اور آیت کریمہ ”وما کتا معدّٰ بین حتیٰ نبعث رسولاً“ کی تفسیر

بیان کرتے ہوئے رسالہ تنزیہ المکانۃ الحیدرۃ میں فرمایا :

جاہلیہ ائمہ اشاعرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جب تک بعثتِ اقدس حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ہو کہ دعوتِ الہیہ انھیں نہ پہنچی یہ سب فرقہ ناجی وغیر معذّب تھے لقولہ تعالیٰ ”وما کتا معدّٰ بین

حتیٰ نبعث رسولاً“ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ”ہم عذاب فرمانے والے نہ تھے یہاں تک کہ بھیج لیں رسول۔

۱۵ القرآن الکریم ۲/۱۳

۱۶ ” ۲۰/۲۹

۱۷ ” ۸۳/۱۴

۱۸ ” ۱۵/۱۵

۱۹ ” ۲۰/۴۱

۲۰ ” ۸۳/۱۴

۲۱ ” ۱۵/۱۵

(والجواب بتعميم الرسول العقل او تخصيص العذاب بعذاب الدنيا خلاف الظاهر فلا يصار اليه الا بموجب ولا بموجب **اقول** بلى احاديث صحيحة صريحة كثيرة بشيرة ناطقة بعذاب بعض اهل الفترة كعمرو بن لحي وصاحب المحجن وغيرهما وبه علم ان مرادها بجعلها معارضة للقطعي كما صدر عن العلامة الابي والامام السيوطي وكثير من الاشعرية لاسبيل اليه فان قطعية الدلالة غير مسلم فلا يهجم بمثل ذلك على مراد الصحاح والكلام ههنا طويل ليس هذا موضعه ولا نحن بصدده)

(اشاعره کا جواب میں یہ کہنا کہ رسول سے مراد عام ہے خواہ انسان ہو یا عقل یا یہ کہ عذاب سے مراد صرف عذاب دنیا ہے (یعنی جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج لیں دنیا میں عذاب نہیں دیتے اور عذاب آخرت دعوت رسول پہنچے بغیر بھی ہو سکتا ہے) یہ (تاویل) خلاف ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کا کوئی موجب نہیں **اقول** کیوں نہیں بہت ساری صحیح حدیثیں بعض اہل فرت کے عذاب (دنیاوی) پر ناطق ہیں جیسے عمرو بن لحي اور طرطھے و ڈنڈے والا آدمی (جو اپنے ڈنڈے سے لوگوں کی چیزیں اُچک کر پھرا لیتا تھا) اور اُن دونوں کے علاوہ اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ کہتے ہوئے کہ یہ احادیث نص قطعی کے خلاف ہیں جیسا کہ علامہ ابی، امام سیوطی اور بہت سے اشعریہ نے یہی کہہ کر رد کر دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معنی پر آیت کی دلالت قطعی ہونا مستمم نہیں تو پھر غیر قطعی الدلالة نص سے احادیث صحیحہ کے رد کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔ کلام یہاں پر طویل ہے جس کا یہ محل نہیں اور نہ ہی یہاں پر ہمارا مقصود ہے ۱۲ مترجم)

خصوصاً جہاں عرب جنہیں قرآن عظیم جا بجا اُمتی و جاہل و بے خبر بتا رہا ہے صاف ارشاد ہوتا ہے :

تنزيل العزيز الرحيم ۵ لتذمر قوما ما اندر اباؤهم فهم غفلون ۱  
اتارا ہوا زبردست مہر والے کا کہ تو ڈرائے اُن لوگوں کو کہ نہ ڈرائے گئے ان کے باپ دادا  
تو وہ غفلت میں ہیں۔

اور خود ہی ارشاد ہوتا ہے :

ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غفلون ۲



یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ظلم سے جب کہ ان کے رہنے والے غفلت میں ہوں۔

**قلت ای وھذا وان کان ظاہراً فی عذاب الدنیا و عذاب الآخرۃ منتف**  
بالفحوی فان الملک الکریم الذی لم یرض للغافل بعذاب منقطع لایرضی بعذاب  
دائم من باب اولی اقول لکن الغفلة انما هی علی امرالرسالة والنسوت و  
السمعیات کبعث وغیره ، وقد قلنا بموجبها فی ذلک۔ اما التوحید فلا غفلة عنه مع  
وضوح الدلائل وكفاية العقل وقد قال الله تعالى قل لمن الارض ومن فیها ان كنتم  
تعلمون ۝ سيقولون لله ط قل افلا تذکرون ۝ قل من رب السموات السبع ورب  
العرش العظیم ۝ سيقولون لله ط قل افلا تتقون ۝ قل من بیدة ملکوت کل شیء  
وهو یجیر ولا یجاسر علیه ان كنتم تعلمون ۝ سيقولون لله ط قل فانی تسعرون ۝  
وقال تعالى ، ولئن سألتهم من خلق السموات والارض وسخر الشمس والقمر  
لیقولن الله ج فانی یؤفکون ۝ الخ غیر ذلک من الایات ، کل ذلک مع قوله عز من  
قائل ، ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کتا عن دراستهم  
لغفلیں ۝ فافهم۔

**قلت یہ آیت اگرچہ غفلت والے سے عذاب دنیا کی نفی میں ظاہر ہے اور عذاب آخرت کی نفی مفہوم**  
سے ہو جاتی ہے کیونکہ جس بادشاہ کریم غافل کے لئے دنیا کا فانی عذاب پسند نہ کیا وہ آخرت کا دائمی عذاب  
بدربجہ اولے پسند نہ فرمائے گا اقول لیکن یہ وہ غفلت ہے جو رسالت ، نبوت اور سمعی عقائد بعث وغیرہ کے  
باب میں ہو اور اس باب میں موجب غفلت پائے جانے کے ہم قائل ہیں لیکن توحید سے غفلت کا کوئی  
موجب نہیں جب کہ اس کے دلائل واضح ہیں اور عقل اس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ باری تعالیٰ کا  
ارشاد ہے ، تم فرماؤ کس کی ہے زمین اور جو اس میں ہیں اگر تم جانتے ہو؟ بولیں گے ، اللہ کی۔ تم فرماؤ  
پھر تم کیوں دھیان نہیں دیتے؟ تم فرماؤ کون ہے ساتوں آسمان کا مالک اور بڑے عرش کا مالک؟

۱۰ العتہ آن الکریم ۲۳/۸۴ تا ۸۹

۱۱ ۶۱/۲۹

۱۲ ۱۵۶/۶

بولیں گے: یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ فرماؤ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ تم فرماؤ کون ہے جس کے ہاتھ ہر چیز کا اقتدار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو؟ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ فرماؤ پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔ اور ارشاد باری ہے، اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین، اور کام میں لگائے سورج اور چاند؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ آیات۔ ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے: کبھی تم کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے غور کیجئے (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۴۴۱ تا ۴۴۳)

(۲۷) حضرت علی مرتضیٰ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمیشہ مسلمان تھے کبھی شرک میں مبتلا نہیں ہوئے، اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

عالم ذریت سے روز ولادت تک اسلام مینا قی تھا کہ الست برتکھ ط قالوا بلیٰ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انھوں نے کہا کیوں نہیں) روز ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری کہ:

کل مولود یولد علی الفطرة۔

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ (ت)

سن تمیز سے روز بعثت تک اسلام توحیدی کہ ان حضرات والاصفات نے زمانہ فترت میں بھی کبھی بُت کو سجدہ نہ کیا، کبھی غیر خدا کو خدائے قرار دیا ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا، ایک ہی سے کام رہا۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔ (ت)

پھر ظہور بعثت سے ابد الابد تک حال تو ظاہر و قطعی و متواتر ہے۔ والحمد لله رب

۱۔ القرآن الکریم ۱۷۲/۷

۲۔ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قيل في اولاد المشركين قديمي كتب خانہ کراچی ۱۸۵/۱

سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲۹۲/۲ و جامع الترمذی ابواب القدر ۳۶/۲

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۳۳/۲

۳۔ القرآن الکریم ۶۲/۴

العلمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۵۹)

(۲۸) مسئلہ مذکورہ بالا میں فرمایا :

ثم اقول وبالله التوفيق (میں پھر کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تا اوان (وقت) فترت اس زمان جاہلیت و مکان اُمیت و بیجان غفلت میں سمعیات پر اطلاع کے تو کوئی معنی ہی نہ تھے، اسی طرح نبوت و کتاب کہ وہ لوگ ان امور سے واقف ہی نہ تھے، و لہذا براہِ عجیب کہتے :

ابعث الله بشرا رسولا

کیا خدا نے آدمی کو رسول بنایا۔

اور کہتے :

مال هذا الرسول ياكل الطعام ويمشي في الاسواق

یہ رسول کیسا ہے کہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔  
اور پُر ظاہر کہ حکم بے تصور محکوم علیہ محال قطعی۔ تو جس چیز سے ذہن اصلاً خالی اس کی تصدیق و تکذیب دونوں ممنوع عقلی۔

وقد قال تعالى "ما اندر اباؤهم فهم غفلون"

بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں۔ (ت)  
لہذا اُس زمانے میں صرف توحید مدارِ اسلام و مناطِ نجات و نافی کفر تھی۔ موقدانِ جاہلیت کا مسئلہ  
اجماعیہ کسے نہیں معلوم؟ — بایں ہمہ وہ اسلام ضروری تھا کہ اُس وقت اُسی قدر ممکن تھا اصلِ دین و  
مرضی رب العلمین جسے ات الدین عند اللہ الاسلام (بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی میں ہے۔ ت)  
فرمایا گیا تمام ایمانیات پر ایمان لانا ہے،  
کل امن بالله و ملتکته و کتبہ و رسوله۔

۲۵ القرآن الکریم ۲۵/۴

۲۶ " ۱۹/۳

۱۷ القرآن الکریم ۹۴/۱۷

۲۷ " ۶/۳۶

۲۸ " ۲۸۵/۲

سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔ (ت)  
یہ بغیر بعثت و بلوغ دعوت ناممکن — اور اس کا بھی فرد اکمل وہ ہے جس کی نسبت ابراہیم خلیل و اسمعیل ذبیح  
صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم نے دُعا کی،  
ومن ذریتنا اُمة مسلمة لك۔

اور ہماری اولاد میں سے ایک اُمت تیری فرمانبردار ہو (ت)  
جس کی نسبت ارشاد ہوتا ہے،

هو ستمكم المسلمین من قبل۔

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں۔ (ت)

یعنی اس نبی کریم افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم اجمعین کی اُمت مرحومہ میں  
داخل ہونا — یہ اسلام کا اطلاق اخص و اکمل و اجل و اجمل ہے — ان دونوں معنی پر ان حضرات عالیات  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اٹھریا دس برس کی عمر میں اسلام لائے۔ یہ ارشاد اقدس سننے ہی  
فوراً بلاتامل مسلمان ہوئے، معہذا اس میں ایک برتری ہے کہ بعد بعثت و بلوغ دعوت صرف اُس اسلام ضروری  
پر قناعت کافی و وجہ نجات نہیں۔ اگر کوئی شخص فترت میں صد ہا سال مُوَحِّد رہتا اور بعد دعوت تصدیق  
نہ کرتا وہ اسلام سابق سے یقیناً زائل ہو کر کافر مخلد فی النار ہو جاتا — تو جس نے فوراً تصدیق کی اس پر حکم اسلام  
اُس وقت سے تام و قائم و محکم و مستقر ہوا۔

علاوہ بریں رب العزت عز وجل اپنے خلیل جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی نسبت فرماتا ہے،  
اذ قال له رب یتہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔

جب اس سے فرمایا اس کے رب نے کہ اسلام لا، بولا میں اسلام لایا رب العالمین کیلئے۔  
جب خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو اسلام لانے کا حکم ہونا اور اُن کا عرض کرنا کہ میں اسلام لایا، معاذ اللہ  
اُن کے ایمان قدیم و اسلام مستمر کا منافی نہ ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم التحیۃ و النثار کی طرف بعد نبوت و  
پیش از نبوت کبھی کسی وقت ایک اُن کے لئے بھی غیر اسلام کو اصلاً راہ نہیں، تو صدیق و مرتضیٰ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہوئے اُس روز اسلام لائے، اُن کے اسلام

سابق کے معاذ اللہ کیا مخالف ہو سکتے ہیں۔

ہذا کلمہ واضح مبین ، والحمد للہ رب العالمین۔

یہ سب واضح نمایاں ہے ، اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے کل جہانوں

کا۔ (ت)

بجہ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس تقریر سے جس طرح روافض کا نفی خلافت صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے براہِ عناد و مکابہ آیہ کریمہ لایُنال عہدی الظلمین (میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ ت) سے سفیانہ استدلال، جس کا نہ صغریٰ صحیح نہ کبریٰ ٹھیک، ہمارا منشور ہو گیا۔ یونہی تفضیلیہ کا وہ باطل خیال کہ ”قدم اسلام خاصہ حضرت مرتضوی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہے لہذا وہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل“ مدفوع و مقہور ہو گیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۴۰ تا ۴۶۲)

(۲۹) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائمی مومن ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا،

بیشک حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی ہمیشہ سے مسلمان صحیح الایمان تھے اور بیشک انھوں نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، ان دونوں باتوں میں اصلاً تنافی نہیں۔ یہ اسلام متاخر وہ ہے جس کا ذکر (اللہم صل علی علمہ الایمان اصل الایمان عین الایمان والہ وسلم) اے اللہ! درود و سلام نازل فرما علامتِ ایمان، اصلِ ایمان، عینِ ایمان اور آپ کی آل پر۔ (ت) آیہ کریمہ:

ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان ولكن جعلته نوراً۔ الآية

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل، ہاں ہم نے اسے نور کیا۔ (ت) میں یعنی اسلام خاص زمانِ بعثت کہ کتاب و رسول پر ایمان اور عقائدِ سمعیہ کے اذعان پر مشتمل ہو۔ یہ بیشک بعدِ بعثت حاصل ہوا اس کا حدوث قدم اسلام توحیدی کا منافی نہیں۔

کما لا يخفى على من كان له قلب اولقى السمع وهو شهيد۔

جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں اس شخص پر جودل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔ (ت) تفسیر کبیر میں زیرِ آیہ کریمہ منجملہ وجوہ تاویل مذکور:

الرابع (الایمان) عبارة عن الاقرار بجميع ما كلف الله تعالى به وانه قبل النبوة ما كان عارفاً بجميع تكاليف الله تعالى، بل انه كان عارفاً بالله تعالى وذلك لاينا في ما ذكرناه، الخامس صفات الله تعالى على قسمين، منها ما يمكن معرفته بمحض دلائل العقل، ومنها ما لا يمكن معرفته الا بالدلائل السمعية، فهذا القسم الثاني لم تكن معرفته حاصلة قبل النبوة ۱

وجہ چہارم، ایمان ان تمام چیزوں کے مان لینے کا نام ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مکلف بنایا، اور حضور قبل نبوت اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ تمام احکام و تکالیف سے واقف نہ تھے بلکہ وہ خداوند تعالیٰ کے عارف تھے اور یہ اس کے منافی نہیں جو ہم نے ذکر کیا (کہ قبل وحی بھی انبیاء کا کفر سے منزہ ہونا اجماعی ہے)۔ وجہ پنجم، صفات الہی کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جن کی معرفت عقلی دلیلوں سے ہو سکتی ہے (۲) وہ جن کی معرفت سمعی دلیلوں کے بغیر ممکن نہیں۔ تو اسی قسم دوم کی معرفت قبل نبوت نہ تھی۔ (ت)

تفسیر ارشاد العقل السليم میں ہے:

ای الایمان بتفاصيل ما في تضاعيف الكتاب من الامور التي لا تهتدى اليها العقول، لا الايمان بما يستقل به العقل والنظر، فان درايته عليه الصلوة والسلام له مما لا ريب فيه قطعاً ۱

اس آیت میں ایمان سے مراد ان امور کی تفصیلات پر ایمان ہے جو کتاب کے وسیع صفحات میں مندرج ہیں جن تک از خود عقول کی رسائی نہیں، ان امور سے متعلق ایمان کی نفی مراد نہیں جن کو عقل و فکر خود جان لیتی ہے (اور کتاب وغیرہ کی محتاج نہیں ہوتی) قبل نبوت بھی اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آشنا ہونے میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں۔ (ت)

اسی کے قریب قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفا شریف میں نقل کر کے فرمایا: وهو احسن وجوه (وجہ تاویل میں یہ سب سے عمدہ ہے۔ ت)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۶، ۶۷)

۱ مفاتیح الغیب (التفسیر الكبير) تحت الآية ۵۲/۴۲ المطبعة البهية المصرية مصر ۱۹۱/۲۷  
 ۲ ارشاد العقل السليم دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸/۸  
 ۳ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى فصل واما عصمت من هذا الفن قبل النبوة دار الكتب العلمية بیروت ۷۲/۲

(۳۰) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے بارے میں تحریر کردہ اپنے رسالے ”الزلال الاتقی“ من بحر سبقة الاتقی“ کی ابتداء میں فرمایا:

قال ربنا تبارک وتعالیٰ ”یا ایہا الناس انا خلقکم من ذکر وانثی وجعلکم شعوباً و قبائل لتعارفوا انت اکر مکم عند اللہ اتقکم انت اللہ علیم خبیر“ اراد اللہ سبحنہ وتعالیٰ سر دما کانت علیہ الجاہلیۃ من التفاخر بالآباء والطعن فی الانساب وتعلی النسب علی غیرہ من الناس حتی کانہ عبد لہ اذ دل، وكان بدء هذه النزعة اللیمة من الذلیل الخسین عدو اللہ ابلیس اذ قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقتہ من طین“ فرد اللہ سبحنہ وتعالیٰ علیہم بان اباکم واحد وامکم واحدة فانه تعالیٰ ”خلقکم من نفس واحدة وخلق منها نر وجہا ویت منها سر جالاً کثیراً ونساء“۔ فاما منکم من احد الا وهو یدلی بمثل ما یدلی بہ الآخر سواء بسواء، فلا مساع للفاضل فی النسب والتفاخر بالام والاب، واما ما رتبناکم علی احوال تحتہا شعوب تحتہا قبائل فانما ذلک لتعارفوا فتصلوا ارحامکم ولا یلتصی احد الی غیرابیہ، لان تفاخروا ویزدري بعضکم بعضاً نعم ان امر دتم التفاضل فالفضل عندنا بالتقویٰ فکلما مراد الانسان تقویٰ مراد کرامة عند ربہ تبارک وتعالیٰ، فاکرمکم عندنا من کان اتقی لا من کان النسب۔ انت اللہ علیم بکرم النفوس وتقواها خیر بہم النفوس فی هواها۔

قال البغوی قال ابن عباس نزلت فی ثابت بن قیس وقوله للرجل الذی لم یفسح لہ ابن فلانة یعیترہ بامہ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”من الذاکر فلانة؟“ فقال ثابت انا یا رسول اللہ، فقال النظر فی وجوہ القوم، فنظر، فقال ما رايت یا ثابت؟ فقال رايت احمر وابيض واسود، قال فانک لا تفضلہ الا فی الدین والتقویٰ، فنزلت فی ثابت هذه الآية وفی الذی لم یتفسح لہ ”یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا“ وقال مقاتل لما کان یوم فتح مکة

لہ القرآن الکریم ۱۳/۴۹

۲۷ ۱۲/۷ و ۳۸/۷۶

۳۱ ۱/۴

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا لا حتی علا ظہر الکعبۃ واذن، فقال عتاب بن اُسَید بن ابی العیص، الحمد للہ الذی قبض ابی حتی لم یر هذا الیوم۔ و قال الحارث بن ہشام اما وجد محمد غیر هذا الغراب الاسود مؤذنا۔ و قال سہیل بن عمرو ان یرد اللہ شیئا یغیرہ۔ و قال ابوسفین اتی لا اقول شیئا اخاف ان ینخبر بہ رب السماء، فاتی جبریل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما قالوا فدعاهم وسألہم عما قالوا فاقرؤا فانزل اللہ تعالیٰ هذه الآية ونزجرہم عن التفاخر بالانساب والتکاثر بالاموال والاثرراء بالفقراء علیہ

قال العلامة النسفی فی المدارک تبعا للزم مخشری فی الکشاف "عن یزید بن شجرة مر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سوق المدينة فرأى غلاما اسود یقول من اشترا فی فعلی شرط ان لا یمنعنی من الصلوات الخمس خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فاشتراه بعضهم فمرض فعاده رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ثم توفی فحضر دفنه فقالوا فی ذلك شیئا فنزلت یہ"

وبالجملة فمحصل الآية نفی التفاخر بالانساب وان اکرم عند اللہ تعالیٰ انما ینال بالتقویٰ فمن لم ینتقیا لم ینل له حظ من الکرامة و سلبه کلیا لا یصح الا عن کافر اذ کل مؤمن یتقی اکبر البکائر الکفر والشک، ومن کان تقیا کان کریمًا ومن کان اتقی کان اکرم عند اللہ تعالیٰ، ولعلک تظن ان سردنا تلك الروایات فی شان النزول مما لا یغنینا فیما نحن بصددہ، و لیس كذلك بل هو ینفعنا فی نفس الاحتیاج وتکسیرہ سورة بعض الاوهام ان شاء اللہ تعالیٰ، کما ستطعم علیہ، فانظر هذه مقدمة۔

ہمارا رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے" (ترجمہ رضویہ) اللہ تعالیٰ کی مراد اس



طریقہ کا رد ہے جس پر اہل جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعلی کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خیمیں دشمن خدا ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے اُن کا یوں رد فرمایا کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ماں ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے، تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں، اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں، رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو اور اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہوں اس لئے کہ تم نسب پر گھمنہ کرو اور ایک دوسرے کو حقیر جانو، ہاں اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقویٰ (پرہیزگاری) سے ہے تو جب انسان پرہیزگاری میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔ تو ہمارے ماں تم میں زیادہ عزت والا ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بیشک اللہ تعالیٰ انسان کی عزت اور ان کی پرہیزگاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے بچو اور ہے۔

امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا یہ آیت حضرت ثابت بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں اور ان کے اُس شخص سے جس نے ان کے لئے مجلس میں جگہ کشادہ نہ کی فلائی کا بیٹا کنے کے باب میں اُتری تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جس نے فلائی کو یاد کیا؟ حضرت ثابت نے عرض کیا: وہ میں ہوں یا رسول اللہ!۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لوگوں کے چہروں میں بغور دیکھو، تو اُنہوں نے دیکھا، پھر فرمایا: اے ثابت! تم نے کیا دیکھا؟ عرض کی: میں نے لال، سفید اور کالے چہرے دیکھے۔ سرکار (علیہ السلام والحقۃ الممدار) نے فرمایا: تو بیشک تمہیں ان پر فضیلت نہیں مگر دین اور تقویٰ میں۔ تو حضرت ثابت کے لئے یہ آیت اُتری، اور جنہوں نے مجلس میں کشادگی نہ کی تھی ان کے حق میں ارشاد نازل ہوا: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جبکہ دو۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا (کہ اذان دیں) تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور انہوں نے اذان کہی، تو عتاب بن اسید بن ابی العیص نے کہا: اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھایا اور اُنہوں نے یہ دن نہ دیکھا۔ اور حارث بن ہشام

نے کہا: کیا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اس کالے کوتے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملا۔ اور سہیل بن عمرو نے کہا: اللہ کو اگر کوئی چیز ناپسند ہوگی وہ اسے بدل دے گا۔ اور ابوسفیان بولے: میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انھیں خبردار کر دے گا۔ تو جبریل (علی نبینا وعلیہ السلام) نازل ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی باتیں بتا دیں، تو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان سے ان کے اقوال کی بابت پوچھا تو انھوں نے اقرار کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور انھیں نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ اور فقر کی تحقیر سے منع فرمایا۔

علامہ نسفی نے زحشری کی اتباع کرتے ہوئے مدارک میں فرمایا: یزید بن شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بازار میں گزرے تو ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو کہتا تھا مجھے جو خریدے تو اس شرط پر خریدے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پنجگانہ نماز سے نہ روکے گا تو اُسے کسی نے خرید لیا، پھر وہ بیمار پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لائے پھر اس کی وفات ہو گئی تو سرکار اس کے دفن میں رونے افروز ہوئے، تو لوگوں نے اس بارے میں کچھ کہا تو یہ آیت اُتری۔

مختصر یہ کہ آیت کریمہ کا حاصل نسب پر فخر کی نفی ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں عزت تقویٰ ہی سے ملتی ہے، تو جو متقی نہیں اس کے لئے عزت سے کچھ حصہ نہیں، اور تقویٰ کا سلب کلی طور پر کافر کے سوا کسی سے نہیں، اس لئے کہ ہر مومن اکبر الکبار کفر و شرک سے بچتا ہے اور جو متقی ہو گا وہ باعزت ہو گا اور جو زیادہ تقویٰ والا ہو گا وہ زیادہ عزت دار اپنے رب کے یہاں ہو گا۔ اور شاید تمہیں گمان ہو کہ ہمارا ان روایتوں کو ذکر کرنا اس مدعی میں جس کے ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں ہیں نفع بخش نہیں حالانکہ بات یوں نہیں بلکہ وہ ہمیں نفس استدلال میں فائدہ دے گا اور ہم اس سے کچھ وہمیوں کا زور توڑیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، جیسا کہ تم عنقریب اس پر مطلع ہو گئے، تو انتظار کرو، یہ ایک مقدمہ ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۰۰ تا ۵۰۵)

(۳۱) آیت کریمہ و سيجذبها الاتیق کے شان نزول کے بارے میں فرمایا:

المقدمة الاخری قال الله سبحانه وتعالى: وسيجذبها الاتیق الذی

یؤتی مالہ یتزکیہ وما لاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربہ الاعلیٰ  
ولسوف یرضیٰ اللہ اجمع المفسرون من اهل السنة والجماعة علی ان الاية نزلت فی

الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ واثق ہو المراد بالاثق.

اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی ان ابابکر اعتق سبعة كلهم يعذب في الله فانزل الله تعالى قوله وسيجنبها الاثق الى آخر السورة ، قال البغوي قال ابن الزبير كان ابو بكر يتبع الضعفة فيعتقهم ، فقال له ابوه : اي بني لو كنت تباع من يمنع ظهرك ؟ قال منع ظهري اسريد ، فتزل " وسيجنبها الاثق " الى آخر السورة.

**دوسرا مقدمہ** یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور بہت اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔ اہل سنت و جماعت کے مفسرین کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اُتری اور الاثقی سے وہی مراد میں۔

ابن ابی حاتم و طبرانی نے حدیث روایت کی کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سات کو آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ میں ستائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان (وسیجنبہا الاثقی تا آخر سورة) نازل فرمایا۔ بغوی نے فرمایا کہ ابن الزبیر کا قول ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزوروں کو خریدتے پھر انھیں آزاد کر دیتے۔ تو ان سے ان کے والدین نے کہا : اے بیٹے ! ایسے غلاموں کو خریدتے ہوتے جو تمھاری حفاظت کرتے۔ ابو بکر نے فرمایا میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہوں۔ تو یہ آیت تا آخر سورت نازل ہوئی۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۰۵ ، ۵۰۶)

(۳۲) مزید فرمایا :

وقال سعيد بن المسيّب بلغني ان اميّة بن خلف قال لابي بكر في بلال حين قال اتبعه ؟ قال نعم ابيعه بنسطاس وكان نسطاس عبد لابي بكر صاحب عشرة آلاف دينار ، و غلمان وجوار ومواش وكان مشركا حمله ابو بكر على الاسلام على ان يكون ماله له ، فأبى فابغضه ابو بكر ، فلما قال له اميّة ابيعه بغلامك

له الصواعق المحرقة بحوالہ ابن ابی حاتم والطبرانی الباب الثالث الفصل الثاني دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸  
الدر المنثور " " " " " تحت الآیة ۹۲/۴ تا ۲۱۱ دار احیاء التراث العربی ۴/۸ ص ۴۹۳

الحاوی للفتاویٰ الفتاویٰ القرآنیة سورة الليل الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ۳۲۴/۱  
معالم التنزیل تحت الآیة ۹۲/۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۳ ص ۴۶۴

نسباً ، اغتنمه ابوبكر وباعه منه فقال المشركون ما فعل ذلك ابوبكر الا ليد ، كانت لبلال  
عنده فانزل الله تعالى وما لاحد عنده من نعمة تجزى له

وذكر العلامة ابوالسعود في تفسيره قد روى عطاء والضحاك عن ابن عباس رضي الله  
تعالى عنهما (وذكر قصة شراء بلال واعتاقه قال) فقال المشركون ما اعتقه ابوبكر الا ليد  
كانت له عنده فنزلت **أَمْ مَلْخَصًا**.

. وفي الاثر الة عن عمرو ان ابا بكر الصديق اعتق سبعة كلهم يعذب في الله بلالا  
وعامرين فهيرة والنهدية وابنتها ونيرة وامر عيسى وأمة بنى المؤمل ، وفيه نزلت  
وسيجن بها الاتقى الى آخر السورة .

وعن عامر بن عبد الله بن الزبير عن ابيه قال قال ابو قحافة لابي بكر اراك  
تعتق رقاباً ضعافاً فلوانك اذا فعلت ما فعلت اعتقت رجالاً جلدًا يمنعونك ويقومون  
دونك ، فقال يا ابت انما اريد وجه الله ، فنزلت هذه الآية فاما من اعطى واتقى الى  
قوله "وما لاحد عنده من نعمة تجزى الا ابتغاء وجه ربه الاعلى ولسوف يرضى" .  
وعن سعيد بن المسيب قال نزلت "وما لاحد عنده من نعمة تجزى" في ابي بكر  
اعتق ناسا لم يلتمس منهم جزاء ولا شكراً ستة او سبعة منهم بلال و عامر  
بن فهيرة .

وعن ابن عباس في قوله تعالى "وسيجن بها الاتقى" قال هو ابوبكر الصديق .  
**قلت** وقد اخرج ابن ابي حاتم عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه ان ابا بكر اشترى  
بلالا من امية بن خلف ببدرة وعشرة اواق فاعتقه لله تعالى ، فانزل الله هذه الآية .

٣٧٢/٣	٢١٤/٩٢	تحت الآية ٩٢	دار الكتب العلمية بيروت	٣٧٢/٣
١٦٨/٩	١٩/٩٢	دار احياء التراث العربي بيروت	١٦٨/٩	١٦٨/٩
٣٠١/١	٣٠١/١	فصل مشتم مقصداول مسلك اول	سهيلا كيدمي لاهور	٣٠١/١
٣٠١/١	٣٠١/١	"	"	٣٠١/١
٣٠١/١	٣٠١/١	"	"	٣٠١/١
٣٠١/١	٣٠١/١	"	"	٣٠١/١

وان سعيكم لشتى اى ان سعى ابى بكر وامية وابى لمفترق فرقا عظيمافشتان ماينهما ۱-  
وقد قال السيد ابن السيد عمار بن ياسر رضى الله تعالى عنهما فى اشتراء الصديق  
بلا لاد اعتاقه شعرا ۲

عتيقا واخزى فاكهما و ابا جهل	جزى الله خيرا عن بلاله وصحبه
ولم يحذرا ما يحذر المرء ذوالعقل	عشية هما فى بلال بسوءة
شهدت بان الله ربي على مهل	بتوحيد رب الانام وقوله
لاشرك بالرحمن من خيفة القتل	فان تقتلوني فاقتلوني فلم اكن
وموسى وعيسى نجنى ثم تملى	فيا رب ابراهيم والعبد يونس
على غير حق كان منه ولا عدل	لمن ظل يهوى الغى من ال غالب

اور سعيد بن المسيب (رضى الله تعالى عنه) نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ اُمیہ بن خلف نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بلال کے معاملہ میں اس وقت جب انھوں نے اس سے پوچھا کیا بلال کو فروخت کرو گے؟ کہا ہاں میں آں  
نسطاس کے بدلے بیچتا ہوں۔ نسطاس سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تھا جو دس ہزار دینار  
اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک اور مشرک تھا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ نسطاس  
اسلام لے آئے اور اس کا مال اُسی کا رہے، تو وہ نہ مانا، تو حضرت ابوبکر نے اس کو مغضوب جانا۔ پھر  
جب اُمیہ نے کہا بلال کو میں آپ کے غلام (نسطاس) کے بدلے دیتا ہوں۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو امیہ کے ہاتھ بیچ دیا تو مشرکین بولے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو امیہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ تو مشرکین بولے، ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)  
نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ان پر کوئی احسان ہے۔ تو اللہ تعالیٰ  
نے یہ آیت اتاری وما لاحد عنده الخ یعنی اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔  
اور علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ عطا اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
روایت کیا (اس روایت میں خریداری بلال اور ان کے آزاد ہونے کا قصہ ذکر کیا پھر کہا) تو مشرکین بولے، ابوبکر  
نے بلال کو ان کے کسی احسان ہی کی وجہ سے آزاد کیا ہے تو یہ آیت (مندرجہ بالا) اُتری اھ ملخصاً۔

اور از آلہ میں عروہ سے ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سات کو آزاد کیا، ان سب پر  
لے الصواعق المحرقة بحوالہ ابن ابی حاتم الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۹  
۱۷ باب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تحت الآیة ۹۲/۱۷ " " " " ۴۳۶/۴

اللہ کی راہ میں ظلم توڑا جاتا تھا وہ بلال و عامر بن فہیرہ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی اور زہیرہ اور ام عیسیٰ اور بنی مومل کی کنیز ہیں، اور انھیں کے لئے آیت اتری و سیبجنہا الا تقی اور اس (دوزخ) سے بہت دُور رکھا جائے گا اُسے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ تا آخر سورت۔

اور عامر بن عبد اللہ بن الزہیر سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابو قحافہ نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا، میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو تو کاش اتم تندرست و توانا غلام آزاد کرتے جو تمھاری حفاظت کرتے اور جنگ میں تمھاری سپر ہوتے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا، اے میرے باپ! میں تو صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی فاما من اعطی و اتقی یعنی جس نے دیا اور پرہیزگاری کی۔ اللہ تعالیٰ کے قول و ما لاحد عنده من نعمة تجزى تک، یعنی ان پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے، اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ آیت کریمہ و ما لاحد عنده من نعمة تجزى ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں اُتری کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو آزاد کیا ان سے نہ بدلہ چاہا نہ شکریہ گزاری، وہ آزاد شدہ چھریا سات تھے، انھیں میں بلال و عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ”و سیبجنہا الا تقی“ کی تفسیر میں ہے فرمایا وہ ابوبکر صدیق ہیں (آیت میں جن کا ذکر ہے)۔

میں کہتا ہوں اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند خود روایت کی کہ امیہ بن خلف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو ایک چادر اور دس اشواقیہ سونے کے عوض خریدیا پھر انھیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری جس کا مطلب یہ ہے، ”بیشک تمھاری کوشش مختلف ہے، یعنی ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور امیہ اور ابی بن خلف کی کوششوں میں عظیم فرق ہے تو ان میں بون بعید ہے۔“

اور سردار بن سردار عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرید کر آزاد کرنے کے بارے میں یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے، اللہ جزائے خیر دے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عقیق (ابوبکر) کو اور امیہ اور ابو جہل کو رسوا کئے

وہ شام یاد کرو جب اُن دونوں نے بلال کا بُرا چاہا اور اس سے نہ ڈرے جس سے ذی عقل آدمی ڈرتا ہے، انہوں نے بلال کا بُرا اس لئے چاہا کہ بلال نے خلق کے خدا کو ایک جانا، اور اس نے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے میں اس پر مطمئن ہوں تو اگر تم مجھے قتل کرو تو اس حال میں قتل کرو گے کہ میں رحمان کا شریک نہیں ٹھہراتا قتل کے ڈر سے، تو اے ابراہیم اور اپنے بندے یونس اور موسیٰ و عیسیٰ کے رب! مجھے نجات دے پھر اسے مہلت نہ دے جو ناحق ظالمانہ آل غالب کی گمراہی کی آرزو کئے جاتا ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۰۸ تا ۵۱۱)

(۳۳) تفاسیر کی روشنی میں ”الاتقی“ کا مصداق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

هذا وقد قال البغوی فی الاتقی یعنی ابایکر الصدیق فی قول الجميع:

وقال الرازی فی مفاتیح الغیب ”اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ“

ونقل ابن حجر فی الصواعق عن العلامة ابن جوزی اجمعوا انها نزلت فی ابی بکرؓ

حتی بلغنی ان الطبرسی مع رفضه لم یسخر له انکاراً فی تفسیرہ مجمع البیان، و الفضل ما شهدت به الاعداء، و الحمد للہ رب العالمین۔

ثم ان الامام الفاضل فخر الدین الرازی حاول تفسیرہ اثبات ان الآية

لا تصلح الا للصدیق بطریق النظر والاستدلال علی ما هو دایہ رحمہ اللہ تعالیٰ فقال ”اعلم

ان الشيعة باسرها هم ينكرون هذه الرواية ويقولون انها نزلت في حق علي ابن ابي طالب

عليه السلام والدليل عليه قوله تعالى ”ويؤتون الزكوة وهم راكعون“ فقوله ”الاتقى الذي

يؤتي ماله يتزكى“ اشارة الى ما في تلك الآية من قوله ”يؤتون الزكوة وهم راكعون“

ولما ذكر ذلك بعضهم في محضرى قلت اقيم الدلالة العقلية على ان المراد من

هذه الآية ابوبكر، وتقريهاً ان المراد من هذا الاتقى هو افضل الخلق، فاذا كان كذلك

وجب ان يكون المراد هو ابوبكر، فهاتان المقدتان متى صحتا صح المقصود، انما

۱۔ معالم التنزيل (تفسير البغوي) تحت الآية ۹۲/۱۷ دار الكتب العلمية بيروت ۴/۶۶۳

۲۔ مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) ” ” المطبعة البهية المصرية مصر ۳۱/۲۰۵

۳۔ الصواعق المحرقة الباب الثالث الفصل الثاني دار الكتب العلمية بيروت ص ۹۸

قلنا ان المراد من هذا الاتقى افضل الخلق لقوله تعالى "ان اكرمكم عند الله اتقاكم" والاكرم هو الافضل ، فدل على ان كل من كان اتقى وجب ان يكون افضل ، فثبت ان الاتقى المذكور ههنا لا بد و ان يكون افضل الخلق عند الله تعالى ، فنقول لا بد وان يكون المراد به ابا بكر لان الامة مجمعة على ان افضل الخلق بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اما ابو بكر او على ، ولا يمكن حمل هذه الآية على بن ابى طالب فتعين حملها على ابى بكر ، وانما قلنا انه لا يمكن حملها على بن ابى طالب لانه تعالى قل في صيغة هذا الاتقى "وما لأحد عنده من نعمة تجزى" وهذا الوصف لا يصدق على بن ابى طالب لانه كان في تربية النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لأنه اخذه من ابيه وكان يطعمه ويسقيه ويكسوه ويربيه ، وكانت الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم منعما عليه نعمة يجب جزاؤها ، أما ابو بكر فلم يكن للنبي عليه الصلوة والسلام نعمة دينوية بل ابو بكر كان يتفق على الرسول عليه الصلوة والسلام بل كان للرسول عليه الصلوة والسلام عليه نعمة الهداية والارشاد الى الدين ، الا ان هذا لا يجزى لقوله تعالى "ما أسئلكم عليه من الاجر" والمذكور ههنا ليس مطلق النعمة بل نعمة تجزى ، فعلمنا ان هذه الآية لا تصلح لعلى بن ابى طالب ، و اذا ثبت ان المراد بهذه الآية من كان افضل الخلق ، وثبت ان ذلك الافضل من الامة اما ابو بكر او على ، وثبت ان الآية غير صالحة لعلى فتعين حملها على ابى بكر رضي الله تعالى عنه ، وثبت دلالة الآية ايضا على ان ابا بكر افضل الامة الله ملخصا۔

اسے یاد رکھو اور امام لغوی نے الاتقی کی تفسیر میں کہا اس لفظ سے خدا کی مراد سب مفسرین کے قول کے بموجب ابو بکر صدیق ہیں۔

امام رازی نے مفاتیح الغیب میں فرمایا "ہم سنیوں کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اتقی سے مراد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔"

صواعق میں ابن حجر نے علامہ ابن الجوزی سے نقل کیا ، علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابو بکر کے حق میں نازل ہوئی ۔ یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ طبرسی کو باوجود رفض اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس کا



انکار نہ بن پڑا، اور فضل وہی ہے جس کی شہادت دشمن دیں۔ واللہ رب العالمین۔

17  
17

پھر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق اپنی تفسیر میں عقلی استدلال و نظر کی راہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش فرمائی کہ آیت کا مفہوم صدیق اکبر کے سوا کسی کے لئے نہیں بنتا، تو انھوں نے فرمایا تمھیں معلوم ہو کہ تمام شیعہ اس روایت کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب کے حق میں اُتری ہے اور اس کی دلیل اللہ کا فرمان ہے ویؤتون الزکوٰۃ وہم ساکعون یعنی اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا قول الا فتی الذی یؤتی مالہ یتزکی یعنی وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو ستھرا ہونے کو اپنا مال دیتا ہے، اسی وصف کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہوا یعنی اللہ کا یہ فرمانا ویؤتون الزکوٰۃ الاذیۃ اور جب ایک رافضی نے یہ بات میری مجلس میں کہی میں نے کہا میں اس پر دلیل عقلی قائم کروں گا کہ اس آیت سے مراد صرف ابوبکر ہیں، اور تقریر دلیل یوں ہے کہ مراد اس بڑے پرہیزگار سے وہی ہے جو سب سے افضل ہے، تو جب معاملہ ایسا ہے تو ضروری ہے کہ اس سے مراد ابوبکر ہوں، تو جب یہ دونوں مقدمے صحیح ہوں گے دعویٰ درست ہوگا۔ اور ہم نے یہ اسی کہا کہ اس بڑے پرہیزگار سے مراد سب سے افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، اور اکرم ہی افضل ہے۔ تو آیت نے بتایا کہ ہر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو گا ضروری ہے کہ وہ سب سے زیادہ مرتبہ والا ہو۔ تو ثابت ہو گیا کہ سب سے بڑا پرہیزگار جس کا یہاں (آیت میں) ذکر ہوا ضروری ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے افضل ہوئے اب ہم کہتے ہیں کہ ضروری ہے کہ اس سے مراد ابوبکر ہی ہوں اس لئے کہ ساری امت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حق افضل ابوبکر ہیں یا علی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ یہ آیت علی پر محمول کی جائے تو ابوبکر کے لئے اس کا مصداق ہونا متعین ہو گیا، اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ آیت کو علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) پر محمول کرنا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سب سے بڑے پرہیزگار کی صفت میں فرمایا ہے : وما لاحد من نعمۃ تجزی یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، اور یہ وصف علی بن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت میں تھے بایں سبب کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کو ان کے باپ سے لے لیا تھا اور حضور انھیں کھلاتے پلاتے پہناتے اور پالتے تھے۔ اور حضور (رسول) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی کے ایسے محسن ہیں کہ ان کے احسان کا بدلہ واجب ہوا۔ رہے ابوبکر، تو حضور (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ان پر دنیوی احسان نہیں بلکہ ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خراج اٹھاتے تھے۔ ہاں کیوں نہیں ابوبکر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کی طرف ہدایت

ارشاد کا احسان ہے، مگر یہ ایسا نہیں جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی حکایت کرتے ہوئے) میں تبلیغ پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور یہاں مطلق احسان کا ذکر نہیں بلکہ بات اس احسان کی ہے جس کا بدلہ دیا جائے تو ہم نے جان لیا کہ آیت کا یہ معنی علی بن ابی طالب کے لئے نہیں بنتا، اور جب یہ ثابت ہے کہ مراد اس آیت کی وہی ہے جو افضل خلق ہے، اور یہ ثابت ہے کہ امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں یا علی، اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مفہوم آیت علی کے شایاں نہیں اس کا مصداق ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے متعین ہو گیا، اور آیت کی دلالت اس پر بھی ثابت ہو گئی کہ ابو بکر ساری امت سے افضل ہیں اھلخصاً۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۱۵)

(۳۴) افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر استدلال کرتے ہوئے مزید فرمایا:

علی أنا بحمد الله بعد ما ثبت الاجماع على ان الصديق هو المرافق في غنى عن هذه التجهيزات كما لا يخفى، اذ اثبت هذا فنقول وصف الله سبحانه وتعالى الصديق بأنه اتقى ووصف الاتقى بأنه اكرم انتجت المقدمتان أن الصديق اكرم عند الله تعالى والا فضل والا كرم والا رفعة والاعلى مكانة كلها الفاظ معنوية على معنى واحد، فثبت الفضل المطلق الكلى للصدیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق، هذا تقریر الدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی الغلیل والمحمد للمولی الجلیل واعلم ان هذا الاحتجاج اطلقت علیه کلمات العلماء سلفا وخلفا وارتنوہ وتلقوہ بالقبول تلیدا وطاسفا ولا شک انه لجدید بذاک۔

مزید برآں بحمد اللہ اس پر اجماع کہ صدیق ہی مراد آیت ہیں کے ثابت ہونے کے بعد ہم ان تکلفات سے بے نیاز ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے، جب یہ بات ثابت ہو چکی تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صدیق کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقی ہیں اور اتقی کا وصف بتایا کہ وہ اكرم ہے، ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ صدیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اكرم (سب سے افضل) ہیں اور افضل و اكرم اور رفعت درجہ اور اعلیٰ منزلت یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق آتے ہیں، لہذا افضل مطلق کلی صدیق کے لئے ثابت ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے، اور تم جان لو کہ اس استدلال پر جملہ علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے اور سب نے اسے پسند کیا اور قبول کے ہاتھوں لیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ اس کے قابل ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۳۰)

(۳۵) تفصیلی کے اس مقام پر تین شہادتیں ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

**فَنَقُولُ** الشبهة الاولى ان من المفسرين من فسروا التقى بالتقى كما في المعالم و البيضاوى وغيرهما من التفاسير فسقط الاحتجاج عن اصله **اقول** ولا علينا ان نمهد اولاً مقدمات تعينك ان شاء الله تعالى في الجواب عن هذا الامر ثياب ثم نرفع الحجاب عن وجه الصواب بتوفيق العليم الوهاب فاستمع لما يليق عليك -

**المقدمة الاولى** ما نظافت الادلة من العقل والنقل وناهيك بهما امامين على ان الالفاظ لا تصرف عن ظواهرها ما لم تمس حاجة شديدة لا تندفع الا به والا لم يكن هذا تاويلاً بل تغييراً وتبديلاً ، ولو فتح باب التصرفات من دون ضرورة تلجئ لارتفع الايمان عن النصوص كما لا يخفى وهذا بغاية ظهوره اغنانا عن تجشم اقامة الدليل عليه حتى ان بعض العلماء ادرس جوة في متون العقائد ، وانه لحقيق به فان قصارى همم المبتدئين عن آخرهم انما هو صرف النصوص عن الظواهر وارتكاب تاويلات فاسدة واحتمالات كاسدة واعذار باسرة فوجب علينا حسم مادتها بايجاب حمل النصوص على ما يعطيه ظاهرها الا بضرورة ابداء وهذا ظاهر جداً -

**المقدمة الثانية** ليس كل ما يذكر في اكثر التفاسير المتداولة واجب القبول وان لم يساعد معقول ويؤيده منقول ، والوجه في ذلك ان التفسير المرفوع وهو الذي لا محيص عن قبوله ابداناً نذر ليسير جداً لا يبلغ المجموع منه جزء او جزئيين -

قال الامام الجويني علم التفسير عسير يسير اما عسرة فظاھر من وجوه اظهرها انه كلام متكلم لم يصل الناس الى مرادة بالسماع منه ، ولا امكان للوصول اليه فخلافاً الامثال والاشعار ونحوها فان الانسان يمكن علمه منه اذا تكلم بأن يسمع منه او ممن سمع منه ، واما القرأت فتفسيره على وجه القطع لا يعلم الا بان يسمع من الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم وذلك متعذر الا في آيات متعددة قلائل ، فالعلم بالمراد يستنبط بأمارات ودلائل ، والحكمة فيه ان الله تعالى اراد ان يتفكر عبادة في كتابه ، فلم يامر نبيّه صلى الله تعالى عليه وسلم بالتنصيص على المراد

في جميع آياته <sup>ل</sup>ه .

وقال الامام الزمخشري في البرهات للناظر في القران لطالب التفسير ما أخذ كثيرة،  
امهاتها اربعة الأول النقل عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهذا هو  
الطرائق الأول لكن يجب الحذر من الضعيف فيه والموضوع فانه كثير <sup>ل</sup>ه . قال الامام  
السيوطي الذي صح من ذلك قليل جداً بل اصل الموضوع منه في غاية القلة،  
وكذلك الماثور عن الصحابة الكرام والتابعين لهم باحسان قلائل لهذه الطواوير  
الأكبر والاقاويل الذاهبة شذرن فيها لا خبر ولا اثر وانما حدثت بعد هم لها  
كثرت الاسراء وتجاوزت الاهواء قام كل لغوى ونحوى وبياني وكل من له  
ممارسة بشئ من انواع علوم القران يفسر الكلام العزيز بما سمح به فكرة وادى  
اليه نظره ثم جاء الناس مهرة عينة ويجمع الاقوال مولعين فنقلوا ما وجدوا  
وقليلاً ما نقدوا فعن هذا جاءت كثرة الاقاويل واختلاف الصواب بالأباطيل .

وذكر ابن تيمية كما نقله الامام السيوطي قائلاً انه نفيس جداً ذلك وجهين،  
أحدهما قوم اعتقدوا معاني، ثم ارادوا حمل الفاظ القران عليها، والثاني قوم  
فسروا القران بمجرد ما ليسوع ان يريده من كان من الناطقين بلغة العرب من  
غير نظر الى المتكلم بالقران والمنزل عليه والمخاطب به، فالاولون ساءوا المعنى  
الذي ساءه من غير نظر الى ما يستحقه الفاظ القران من الدلالة والبيات،  
والآخرون ساءوا مجرد اللفظ وما يجوز ان يريد به العربي من غير نظر الى ما يصلح  
للمتكلم وسياق الكلام . ثم هؤلاء كثيراً ما يغلطون في احتمال اللفظ لذلك المعنى في  
اللغة كما يغلط في ذلك الذين قبلهم كما ان الاولين كثيراً ما يغلطون في صحة  
المعنى الذي فسروا به القران كما يغلط في ذلك الآخرون وان كان نظر الاولين  
الى المعنى اسبق ونظر الآخرين الى اللفظ اسبق، والاولون صنفان تارة يسلبون  
لفظ القران ما دل عليه واريده وتارة يحملونه على ما لم يدل عليه ولم يرد به،

وفي كلا الأمرين قد يكون ما قصدوا. نفيه أو إثباته من المعنى باطلا فيكون خطأ هم في الدليل والمدلول وقد يكون حقا فيكون خطأ هم في الدليل لا في المدلول (إلى أن قال) وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم إلى ما يخالف ذلك كانت مخطئا في ذلك بل مبتدعا لأنهم كانوا أعلم بتفسيره ومعانيه كما أنهم أعلم بالحق الذي بعث الله به رسوله ﷺ ملخصا.

ہم کہتے ہیں کہ پہلا شبہ یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اتقی کی تفسیر تقی (صفت مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملحوظ نہیں کہ صرف تقویٰ سے اتصاف ہے) سے کی، جیسا کہ معالم و بیضاوی وغیرہا تفسیر میں ہے تو استدلال (جس کی بنیاد اتقی کے اسم تفضیل ہونے پر تھی) جڑ سے اکھڑ پڑا۔ میں کہتا ہوں ہمارا کوئی عرج نہیں اس میں کہ ہم پہلے کچھ ایسے مقدمات کی تمہید اٹھائیں جو جواب میں ان شاء اللہ تمہاری مدد کریں پھر ہم خدائے دانا و بخشندہ کی توفیق کے سہارے چہرہ صواب سے حجاب اٹھائیں تو سُنو جو تم سے کہا جائے۔

پہلا مقدمہ عقل و نقل کی بکثرت دلیلیں (اور یہ دونوں امام تمحیص کافی ہیں) اس پر متفق ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہری معنی سے پھیرنا منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ کو ظاہری معنی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہوگا بلکہ تفسیر و تبدیل ٹھہرے گا اور اگر بے ضرورت پھیرنے کا دروازہ کھل جائے تو نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے جیسا کہ پوشیدہ نہیں، اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت ظاہر ہے اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم کرنے کی زحمت سے بے نیاز کر دیا حتیٰ کہ بعض علمائے اسے عقائد کے متون میں رکھا، اور یہ مسئلہ اس کا سزاوار ہے اس لئے کہ سب بدنہ ہوں کی ساری کوشش یہی ہے کہ عبارات شرعیہ کو ان کے ظاہری معنی سے پھیر دیں اور فاسد تاویلوں اور کھوٹے احتمالات اور نہ چلنے والے بہانوں کے مرکب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقام ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنی پر رکھنا واجب بنا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں، اور یہ بات خوب ظاہر ہے۔

دوسرا مقدمہ بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی مؤید ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جُز، بلکہ ایک جُز، کبھی نہیں پہنچتا۔

امام جوینی کا قول ہے علم تفسیر مشکل ہے اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کسی وجہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن توجہ یہ ہے کہ وہ ایسے متکلم (عز وجلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سُن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال واشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہو سکتی ہے جب وہ بولے بایں طور کہ وہ اس سے خود سُنے یا اس سے سُنے جس نے اس سے سُننا ہو۔ رہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنے بغیر معلوم نہ ہوگی اور وہ (جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا گیا) چند گنتی کی آیتوں کے ماسوا میں متعذر ہے تو مراد الہی کا علم امارات و دلائل سے مستخرج ہوتا ہے اور حکمت اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کے بندے اس کی کتاب میں غور و فکر کریں لہذا اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے کا حکم نہ دیا۔

اور امام زرکشی نے برہان میں فرمایا جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کے لئے نظر کرتا ہے اس کے لئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں، اول وہ تفسیر جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو اور یہی پہلا نمایاں طریقت ہے، لیکن اس میں ضعیف و موضوع سے احتراز واجب ہے اس لئے کہ وہ (ضعیف و موضوع) زیادہ ہے الخ۔ اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعین نیکوکار سے منقول ہے وہ ان بڑے طوماروں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لئے کوئی حدیث یا صحابی و تابعی کا قول نہیں، یہ اقوال تو صحابہ و تابعین کے بعد ظاہر ہوئے۔ جب خیالات بسیار ہوئے اور مذاہب میں کشاکش ہوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالم بلاغت اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے کسی قسم کے علم کی عمارت تھی اس کلام سے کلام عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے شائق ہوئے تو جو انھوں نے پایا اسے نقل کر دیا اور تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق کی ناحتی سے آمیزش آئی۔

اور ابن تیمیہ نے جیسا کہ امام سیوطی نے اس کا کلام یہ کہہ کر نقل کیا کہ وہ بہت نفیس ہے اس کی دو چیزیں ذکر کیں، پہلی وجہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرا لیا، پھر انھوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا۔ اور دوسری وجہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کی تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے والے کی مراد ہو سکتے ہیں انھوں نے قرآن کے متکلم (باری تعالیٰ) اور جس پر اُترنا اور وہ جو اس کا مخاطب ہے کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے تو اس معنی کی رعایت کی جو ان کا عقیدہ تھا، انھوں نے قرآن کے الفاظ کی دلالت اور بیان جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کو نظر انداز کر دیا۔ اور دوسروں نے صرف لفظ اور جو عربی



التفسير حتى رأيت من حكى في تفسير قوله تعالى "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" نحو عشرة أقوال، وتفسيرها باليهود والنصارى هو الوارد عن النبي صلى الله عليه وسلم وجميع الصحابة والتابعين واتباعهم حتى قال ابن أبي حاتم لا أعلم في ذلك اختلافاً بين المفسرين (إلى أن قال)، فان قلت فأى التفاسير ترشد إليه وتأمر الناظر أن يعول عليه. قلت تفسير الامام أبي جعفر بن جرير الطبري الذي اجتمع العلماء المقبولون على أنه لم يؤلف في التفسير مثله الخ.

وفي المقاصد والبرهان والاعتقان وغيرها عن الامام اجل احمد بن حنبل رضي الله تعالى عنه قال ثلثة ليس لها اصل المغامري والملاحم والتفسير الخ. قلت وهذا ان لم يكن جارياً على اطلاقه لما يشهد به الواقع الا انه لم يقله ما لم يخالط غالباً عليها كما لا يخفى وهذا في زمانه فكيف بما بعده وفي مجمع بحار الانوار عن رسالة ابن تيمية "وفي التفسير من هذه الموضوعات كثيرة كما يرويه الثعلبي والواحدى والنمخشري في فضل السور والثعلبي في نفسه كانت ذاخير ودين لكان حاطب ليل ينقل ما وجد في كتب التفسير من صحيح وضعيف وموضوع والواحدى صاحبه كان ابصر منه بالعربية لكن هو ابعد عن اتباع السلف، والبغوى تفسير مختصر من الثعلبي لكن صارت تفسيره عن الموضوع والبدع الخ، وفيه عن جامع البيان لمعين بن صيفى قد يذكر محى السنة البغوى في تفسيره من المعاني والحكايات ما اتفقت كلمة المتأخرين على ضعفه بل على وضعه الخ، وفيه عن الامام احمد رحمة الله تعالى

ع لعله كما - الانهرى غفر له

١٥	الاعتقان في علوم القرآن	النوع الثمانون في طبقات المفسرين	دار الكتاب العربي بيروت	٢/ ٢٠٤، ٢٠٥، ٢٠٦
١٦	"	"	"	٢/ ٢٠٦
١٧	"	"	"	٢/ ٢٠٦
١٨	"	النوع الثامن والسبعون	"	٢/ ٢٠٦
١٩	مجمع بحار الانوار	نوع في تعيين بعض المضاعف وكتبهم	مكتبة دار الايمان مدينة المنورة	٥/ ٢٣١
٢٠	"	"	"	"



عليه انه قال "في تفسير الكلبى من اوله الى آخره كذب لا يحل النظر فيها".

وقد عد الخليلي في الامر شاذ اجزاء قلائل من التفسير صحت اسانيدها وغالبها بطل كلها لا توجد الآن اللهم الا نقول عنها في اسفار المتأخرين قال وهذه التفسير الطول التي اسندوها الى ابن عباس غير مرضية ورواتها مجاهيل كتفسير جويدر عن الضحاك عن ابن عباس<sup>١</sup> إلخ. وقال فاما ابن جريح فانه لم يقصد الصحة وانما روى ما ذكر في كل آية من الصحيح والسقيم، وتفسير مقاتل بن سليمان فمقاتل في نفسه ضعفوه وقد ادرك الكبار من التابعين والشافعي اشار الى ان تفسيره صالح<sup>٢</sup> قال المولى السيوطي قد سر الله سره واهل طريقه (يعني تفسير ابن عباس رضى الله تعالى عنهما) طريق الكلبى عن ابي صالح عن ابن عباس فان انضم الى ذلك رواية محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب وكثيرا ما يخرج منها الثعلبي والواحدى، ولكن قال ابن عدى في الكامل للكلبي احاديث صالحة وخاصة عن ابي صالح وهو معروف بالتفسير وليس لاحد تفسير اطول منه ولا اشبع، وبعده مقاتل بن سليمان الا ان الكلبى يفضل عليه لما في مقاتل من المذاهب الرديئة وطريق الضحاك بن مزاحم عن ابن عباس منقطعة فان الضحاك لم يلقه فان انضم الى ذلك رواية بشر بن عمار عن ابي روق عنه فضيفة لضعف بشر، وقد اخرج من هذه النسخة كثيرا ابن جرير وابن ابي حاتم، وان كان من رواية جويدر عن الضحاك فأشد ضعفا لان جويدرا شديد الضعف متروك آئنه، قال ورايت عن فضائل الامام الشافعي لابي عبد الله محمد بن احمد بن شاكر القطان، انه اخرج بسنده من طريق بن عبد الحكم قال سمعت الشافعي يقول لم يثبت عن ابن عباس في التفسير الا شبه بمائة حديث<sup>٣</sup>

٢٣٠/٥	مكتبة دار الايمان مدينة المنورة	لجمع بكار الانوار	نوع في تعيين بعض الرضاع وكتبهم
٢٤٠/٢	دار الكتب العربي بيروت	الاتقان في علوم القرآن	بجواله الخليلي
٢٤١/٢	" " "	" " "	" " "
٢٤٢/٢	" " "	" " "	" " "
٢٤٢/٢	" " "	" " "	" " "

قلت وهذه معالم التنزيل للإمام البغوي مع سلامة حالها بالنسبة الى كثير من التفاسير المتداولة ودنوها الى المشرع الحديثي يحتوى على قناطير مقنطرة من الضعاف والشواذ والواهيات المنكرة وكثيرا ما تدور اسانيدها على هؤلاء المذكورين بالضعف والمجرح كالثعلبي والواحدى والكلبى والسدى ومقاتل وغيرهم ممن قصصنا عليك او لم نقصص فما ظنك بالذين لا اعتناء لهم بعلم الحديث ولا اقتدار على نقد الطيب من الخبيث كالقاضى البضاوى وغيره ممن يحذو وحذوة، فلا تسئل عما عندهم من اباطيل لانهم لم يملوها ولا خطا مدع عنك هذا ايا ليتهم اقتصروا على ذلك لكن بعضهم تعدوا ما هنالك وسلكوا مسالك تجراني مهالك فادلجوا في تفسير القرآن ما تقف له الشعر وتنكرة القلوب وتبجها الاذان اذ قرروا قصص الانبياء الكرام والملائكة العظام بما ينقض عصمتهم وينقص او يزيل عن قلوب الجهال عظمتهم كما يظهر على ذلك من سراج قصة ادم وخواء وداؤد واوريا وسليمان والجسد الملقى واللقاء في الامنية والغرائقة العلوى وهاروت وماروت وما يبابل جرى فبالله التعوذ واليه المشتكى فاصابهم في ذلك ما اصاب اهل السير والملاحم في نقل مشاجرات الصحابة اذ جاء كثير منها من اقصاء الدين وموهنا لليقين وانرداد وخنا على وخن وهنات على هنات ان اطلع على كلامهم بعض من ليس عنده اشارة من علم ولا مئانة من حلم فضل وأضل اما اغتراراً بكلماتهم جهلامنه بما فيه من الوبال البعيد والنكال الشديد واما ظلماء علواً لاجتراءه بذلك على ابانة ما في قلبه المرض من تنقيص الانبياء وتفسير الاولياء فمضى عليه الكبير ونشأ عليه الصغير فاختل دين كثير من الناقصين وصاروا شراً من العوام العاميين اذ لم يقدروا على مطالعتها فنجا عن فتنها وقد بذل علماءنا النصيحة للثقلين فشددوا التكرير على كلا الفريقين اعنى التفاسير الواهية والسير الداهية فاعلنوا انكارها وبيّنوا اعوارها كالقاضى في الشفاء والقارى في الشرح والخفاجى في النسيم والقسطلان في المواهب والزرقانى في الشرح والشيخ في المدارج وغيرهم في غيرها رحمة الله عليهم اجمعين، والحمد لله رب العلمين، ولقد الان القول ابوحيان اذ قال كما نقل الامام السيوطى ان المفسرين ذكره واما لا يصح من اسباب نزول واحاديث في الفضائل وحكايات لا تناسب وتواريخ اسرائيلية ولا ينبغي

ذکر هذا فی علم التفسیر<sup>۱</sup> انتہی۔

اور اسی لئے امام ابو طالب طبری نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں آداب مفسر کے بیان میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ مفسر کا اعتماد اس پر ہو جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور نئی باتوں سے بچے۔ نیز ابن تیمیہ کا قول ہے صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں بہت کم اختلاف تھا اور تابعین میں اگرچہ اختلاف صحابہ سے زیادہ ہوا مگر ان کے بعد والوں کی بہ نسبت تھوڑا تھا، اور سیوطی علیہ الرحمہ نے قدما کی تفسیروں کا ذکر فرما کے فرمایا: پھر تفسیر میں بہت لوگوں نے کتا میں تصنیف کیں تو انھوں نے سندوں کو مختصر کر دیا اور نا تمام اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے دخل گھسا اور صحیح و غیر صحیح مخلوط ہو گئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا۔ اور جس کے فکر میں جو خطرہ گزرا وہ اس پر اعتماد کرنے لگا۔ پھر اس کے بعد جو آثار باوہ اس کے یہ خیالات نقل کرتا رہا اس گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے، سلف صالحین اور ان لوگوں سے جو تفسیر میں مرجع ہیں جو وارد ہوا اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے غیر المغضوب علیہم و دلائل الضالین کی تفسیر میں تقریباً دس قول نقل کئے حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے یہی منقول ہے کہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں یہاں تک کہ ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ مجھے مفسرین کے درمیان اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں (یہاں تک کہ انھوں نے کہا) اب اگر تم کہو تو کون سی تفسیر کی طرف آپ رہنمائی فرماتے ہیں اور ناظر کو کس پر اعتماد کا حکم دیتے ہیں۔ میں کہوں گا "تفسیر امام ابو جعفر بن جریر طبری کی تفسیر معتمد علماء نے جس کے لئے بالاتفاق فرمایا کہ تفسیر میں اس جیسی کوئی تالیف نہیں ہوئی الخ۔"

اور مقاصد، برہان اور اتقان وغیرہ میں امام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں کتب سیر و غزوات و تفسیر اھ۔ میں کہتا ہوں اگرچہ یہ بات اپنے اطلاق پر جاری نہیں جیسا کہ واقعہ اس کا گواہ ہے مگر یہ بات یقینی ہے کہ امام احمد نے یہ بات نہ کہی جب تک ان کتابوں میں صحیح و سقیم کے خلط کا غلبہ نہ دیکھ لیا جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ تو ان کے زمانہ میں تھا تو ان کے بعد کیسی حالت ہوئی ہوگی۔ اور مجمع بحار الانوار میں رسالہ ابن تیمیہ سے منقول ہے اور تفسیر میں ان موضوعات سے بہت ہے جیسے وہ حدیثیں جو ثعلبی اور واحدی اور زحمتی سورقوں کی فضیلت میں روایت کرتے ہیں اور ثعلبی اپنی صفات میں صاحب خیر و دیانت تھے، لیکن رات کے لکھ بارے کی طرح تھے کہ تفسیر کی

کتابوں میں صحیح، ضعیف، موضوع جو کچھ پاتے نقل کر دیتے تھے، اور ان کے ساتھی واحدی کو عربیت میں ان سے زیادہ بصیرت تھی لیکن وہ سلف کی پیروی سے بہت دُور تھا، اور بغوی کی تفسیر ثعلبی کی تلخیص ہے، لیکن انھوں نے اپنی تفسیر کو موضوعات اور بدعتوں سے بچایا ہے اور اسی میں جامع البیان مصنفہ معین بن صیفی سے ہے "کبھی محی السنۃ بغوی اپنی تفسیر میں وہ مطالب و حکایات ذکر کرتے ہیں جسے متاخرین نے یک زبان ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے"۔ اور اسی میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے کہ انھوں نے فرمایا: تفسیر کلبی میں شروع سے آخر تک جھوٹ ہے اس کا مطالعہ حلال نہیں۔

اور بیشک خلیلی نے ارشاد میں تھوڑے تفسیر کے جُز ایسے شمار کئے جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان کا اکثر بلکہ وہ سب اب نہیں ملتا۔ الہی! تیری مدد ہو۔ مگر چند نقول ان کی متاخرین کی کتابوں میں ہیں۔ ابن تیمیہ نے کہا اور یہ لمبی تفسیریں جن کی نسبت لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کی ہے ناپسندیدہ ہیں اور اس کے راوی مجہول ہیں جیسے تفسیر جویر پر روایت ضحاک عن ابن عباس الخ۔ اور کہا رہے ابن جریرؒ تو انھوں نے ہر آیت کی تفسیر میں جو کچھ صحیح و سقیم مذکور ہوا روایت کر دیا۔ اور مقاتل بن سلیمان کو علمائے فی نفسہ ضعیف بتایا حالانکہ انھوں نے اکابر تابعین سے اور امام شافعی سے ملاقات کی، یہ اشارہ ہے کہ ان کی تفسیر لائق قبول ہے۔ امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سب سے کمزور سند کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے پھر اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت مل جائے تو یہ جھوٹ کا سلسلہ ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ثعلبی اور واحدی اس سلسلہ سے روایت کرتے ہیں لیکن ابن عدی نے کامل میں فرمایا کلبی کی احادیث قابل قبول ہیں اور خصوصاً ابوصالح کی روایت سے، اور وہ تفسیر کے سبب معروف ہیں، اور کسی کی تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں۔ اور ان کے بعد مقاتل بن سلیمان ہیں، مگر کلبی کو ان پر اس لئے فضیلت ہے کہ مقاتل کے یہاں ردی خیالات ہیں، اور سند ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطع ہے اس لئے کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات نہ کی، پھر اگر اس کے ساتھ روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق مل جائے تو بوجہ ضعف بشر ضعیف ہے۔ اس نسخہ سے بہت حدیثیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تخریج کیں، اور اگر جویر کی کوئی روایت ضحاک سے ہو تو سخت ضعیف ہے اس لئے کہ جویر شدید الضعف متروک ہے، انھوں نے کہا اور میں نے فضائل امام شافعی مصنفہ ابو محمد محمد بن احمد بن شاکر قطان میں دیکھا کہ انھوں نے اپنی سند بطریق ابن عبدالحکم روایت کیا کہ ابن عبدالحکم نے فرمایا میں نے امام شافعی کو فرماتے سنا کہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تفسیر میں تقریباً سنو حدیثیں ثابت ہیں۔

میں کہوں گا اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی رائج تفسیروں

کے مقابل غلطیوں سے محفوظ ہے اور طرفہ حدیث سے قریب ہے بہت ضعیف و شاذ اور وہی منکر روایتوں پر مشتمل ہے، اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف و جرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے ثعلبی، واحدی، کلبی، سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان ان کے ساتھ کیسا ہے جنہیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور سُتھرے کو نیلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھو جن کے لئے نہ لگام ہے نہ بندش کی رتی، اس خیال کو اپنے سے دُور رہنے دو، کاش! یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف کھینچ کر لے جائیں تو انہوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کر دیں جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتے اور کان انہیں پھینکتے ہیں اس لئے انبیاء کرام و ملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے اُن کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہو جاتی ہے یا زائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات آدم و حوا و داؤد و ادریا اور سلیمان اور اُن کی کُرسی پر پڑے ہوئے جسم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کے دوران شیطان کے القاء اور غرانیق علی کے واقعات اور باروت و ماروت اور بابل کے ماجرے کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے تو اللہ ہی کی پناہ اور اسی سے ان کی شکایت ہے، تو ان کو ان باتوں سے وہ مرض لگا جو مصنفین واقعات سیرت و مغازی کو صحابہ کے اختلافات کو نقل کرنے سے لگا اس لئے کہ بہت باتیں دین کے مخالف اور ایمان کو کمزور کرنے والی ان لوگوں سے ظاہر ہوئیں اور فساد پر فساد اور خطاؤں پر خطائیں یوں بڑھ گئیں کہ ان لوگوں کے کلام کی اطلاع کچھ ان لوگوں کو ہو گئی جن کے پاس نہ کچھ بچا کھچا علم تھا نہ عقل کی نچستگی، تو وہ خود گمراہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا یا تو ان کے کلمات سے دھوکا کھا کر اس کے وبال شدید و سخت عذاب سے بے خبری میں یا ظلم و کشری کی وجہ سے اس لئے کہ ان باتوں سے انہیں اس کے اظہار کی جرأت ہوئی، جو انبیاء کی تنقیص اور اولیاء کی تفسیق ان کے دل میں تھی تو اس پر بڑے گزرے اور چھوٹے پر وان چڑھے اور یہ عامی لوگوں سے بدتر ہو گئے کہ عامیوں کو ان کتابوں کے مطالعہ کی قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنہ سے بچے رہے اور بیشک ہمارے علماء نے دونوں فریقوں کو بھرپور نصیحت کی، چنانچہ انہوں نے دونوں فریق کی سخت مذمت کی یعنی وہی تفاسیر اور سیرت کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انہوں نے ان کتابوں کا ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ان کا عیب کھولا جیسے علامہ قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ قاری نے شرح شفا میں اور علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اور شیخ (محقق عبدالحق دہلوی) نے مدارج میں اور دوسروں نے

دوسری تصانیف میں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ اور یقیناً ابوحیان نے بات کو شہل و نرم کیا کہ انھوں نے کہا جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے نقل کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل میں وہ حدیثیں جو صحیح نہیں اور نامناسب حکایات اور تواریخ اسرائیلی کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا ذکر تفسیر میں مناسب نہیں انتہی۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۳۶ تا ۵۴۳)

(۳۷) مزید فرمایا،

واعلم ان هناك اقواما يعتريهم نزعة فلسفية لما افنوا عمرهم فيها وظنوها شيئا شهيا فيولعون بابداء احتمالات بعيدة ولولم يكن فيها حلاوة ولا عليها طلاوة حتى ذكر بعضهم في قوله تعالى "والشق القمر" ما تعلق به جهلة النصارى واخرون ممن يتدلجون في الايمان فيلهجون بكلمة الاسلام وفي قلوبهم من بغض النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وانكار معجزاته جبال عظام فان الله وانا اليه ساجعون هذا الذي اعيى السيوطي حتى تبرأ عنها كلها واقتصر على الارشاد الى تفسير ابن جرير۔

اور تم جان لو کہ اس جگہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں فلسفی و سو سے آتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے اپنی عمر اس میں فنا کی اور اُسے مرغوب شے گمان کیا تو ان کو دُور از کار احتمالات کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں شیرینی ہو نہ ان پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے قولِ باری تعالیٰ والشق القمر (اور چاند شق ہو گیا) کی تفسیر میں وہ بات ذکر کی جس سے جاہل نصرانی اور دوسرے وہ لوگ جو ایمان میں ثابت نہیں اس لئے زبان سے کلمہ اسلام پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت اور ان کے معجزات کے انکار کے بڑے پہاڑ ہیں انا للہ وانا الیہ ساجعون (ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے) یہی سبب تھا کہ سیوطی اس درجہ عاجز ہوئے کہ تمام تفسیروں سے بیزاری فرمائی اور صرف تفسیر ابن جریر کی طرف رہنمائی پر بس کیا۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۴۳، ۵۴۴)

(۳۸) تفاسیر قرآن مجید سے متعلق ایک ضروری تنبیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا،

**ایقاظ مهم** اعينك بالله ان يستفرك الوهم عن الذي القينا عليك فتفتري علينا غيره اويوسوسك قلة الفهم انا لا نكثر للتفسير ولا نلقى له بالا ولا نسلم له خيرة وانما المعنى أن غالب الزبر المتداولة لا تسلم عن الدخيل وتجمع من الاقوال كل صحيح وعليل فمجرد حكايتها لا يوجب التسليم ولا يصد الناقد عن نقد السقيم فهاهي عندنا أسوء حالا من أكثر كتب الاحاديث اذ نعاملها مرة بالترك

ومرة بالاحتجاج لما نعلم انها ترد كل مورد فتحمل تامة عذبا فرائدا وتأقي مرة  
بملح اجاج ، وبالجملة فالامريه ورعلى نطافة الحديث سندا ومتنا فايما وجدنا  
المرطب اجبتيننا وان كان في منابت الحنظل وحيثما رأينا الحنظل اجتنبنا وان نبت  
في مسيل العسل .

ولقد علمت أن أكثر هذه الداء العضال انما دخل التفاسير من باب الاعضال و  
في امثال تلك الحال اذا لم يعرف السند يؤل الامر الى نقد المقال فما كان منها يناضل النصوص  
و يرد المنصوص اذ فيه اثر ساء بالرهسل والانبياء او غير ذلك مما لا يحتمل علمنا انه قول  
مغسول وان كان مريئا من الآفات نقيما من الواهيات قبلناها على تفاوت عظيم بين قبول  
وقبول وليس هذا من باب مانهينا عنه من الاجترار على التفسير بالآراء ومعاذ الله  
ان نجترى عليه فان علم التفسير اشد عسير ويحتاج فيه الى ما ليس بحاصل و  
لاميسير كما قد فصل بعضه العلامة السيوطي رحمة الله تعالى عليه وكذلك اذا اتانا  
منها ما فيه العدول عن ظاهر المدلول وضح ذلك عن لا يسعنا خلافة ، او كانت هناك  
خلة لا تنسد الابيه تعين القبول والا فدلالة كلام الله تبارك وتعالى احق بالتعويل  
من قال وقيل هذا الذي قصد فلا تنقص ولا تزدد .

**ضروری تنبیہ :** میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے کہ تمہیں وہم اس بات سے  
ڈگمگا دے جو ہم نے تم پر القاریا ، تو تم ہم پر اس سے جدا بات کا بہتان  
باندھو یا فہم کی کمی یہ وسوسہ ڈالے کہ ہم تفسیر کی پروا نہیں کرتے اور اس کا ہمیں کوئی خیال نہیں اور ہم  
اس کی اچھی بات بھی نہیں ، مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر کتب متداولہ دخیل سے محفوظ نہیں اور وہ ہر صحیح و سقیم  
قول کو اکٹھا کرتی ہیں تو ان کتابوں میں کسی قول کی مجرد حکایت اس کو مان لینا واجب نہیں کرتی اور پرکھنے  
والوں کو کھوٹے کی پرکھ سے نہیں روکتی تو یہ ان کتابوں کا حال ہمارے نزدیک حدیث کی اکثر کتابوں سے زیادہ  
بر نہیں اس لئے کہ ہم ان کے ساتھ کبھی کسی قول کو چھوڑنے اور کبھی کسی کو حجت بنانے کا معاملہ کرتے ہیں  
یوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہر گھاٹ پر اترتی ہیں تو کبھی میٹھا پانی اٹھا لیتی ہیں اور کبھی سخت کھاری پانی  
جس سے منہ جل جائے لاتی ہیں ، بالجملة مدار کار حدیث کی نطافت ( پاکیزگی ) سند و متن کے لحاظ سے ہے  
تو جہاں کہیں ہم میٹھا پھل پائیں گے اُسے چن لیں گے اگرچہ وہ کسی غراب جگہ اُگا ہو ، اور جہاں کہیں کڑوا پھل  
پائیں گے تو اس کو پھوڑ دیں گے اگرچہ وہ شہد کی نہر میں اُگا ہو ۔

اور یقیناً تمہیں معلوم ہے کہ اس لا علاج مرض کا بیشتر حصہ تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات میں جب سند معروف نہ ہو مال کار بات کو پرکھنا ہے تو جوبات نصوص سے ٹکراتی اور منصوص کو رد کرتی ہو یا اس میں رسل و انبیاء کی تنقیض ہو یا اور کوئی بات جو قابل قبول نہ ہو ہم جان لیں گے کہ یہ قول دھودینے کے قابل ہے اور اگر غرابیوں سے بری، علتوں سے پاک ہو ہم اسے قبول کر لیں گے باوجودیکہ اسے قبول کرنے میں اور دوسرے قول کو قبول کرنے میں عظیم تفاوت ہے اور یہ تفسیر بالرائے کے باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا، اور اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرات کریں اس لئے کہ علم تفسیر سخت دشوار ہے اور اس میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور نہ اس کا حاصل ہونا آسان ہے جیسا کہ ان علوم ضروریہ میں سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی ہے اور یونہی جب ہمیں ان میں کوئی قول ایسا پہنچے جس میں ظاہر معنی سے عدول ہو اور وہ اس سے ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچتا یا کوئی حاجت ہو جو ظاہر سے عدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے قبول کر متعین ہے ورنہ کلام الہی کی دلالت قیل و قال سے اعتماد کی زیادہ حقدار ہے یہی ہمارا مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۴۶ تا ۵۴۸)

(۳۹) مقتضائے لغت کے مطابق تفسیر کرنے کے بارے میں فرمایا :

قال الامام السيوطي "قال بعضهم في جواز تفسير القرآن بمقتضى اللغة، وايتان عن احمد وقيل الكراهة تحمل على صرف الآية عن ظاهرها الى معان خارجة محتملة يدل عليها القليل من كلام العرب ولا يوجد غالباً الا في الشعر ونحوه ويكون المتبادر خلافاً" اهـ۔

وقال عن برهان الزركشي "كل لفظ احتمل معنيين فصاعداً، فهو الذي لا يجوز لغير العلماء الاجتهاد فيه، وعليهم اعتماد الشواهد والدلائل دون مجرد الرأي، فان كانت احد المعنيين اظهر وجب الحمل عليه الا ان يقوم دليل على ان المراد هو الخفي" اهـ۔

وقال "قال العلماء يجب على المفسر ان يتحرى في التفسير مطابقة المفسر

فوائد تفسیر جلد ۳

۴۴۲/۲	دار الكتاب العربي بیروت	النوع الثامن والسبعون	له الاتفاق في علوم القرآن
۴۵۳/۲	" " "	" " "	" " "



وَأَنْ يَتَحَرَّضَ فِي ذَلِكَ مِنْ نَقْصِ عَمَائِهِ حَاجٍ إِلَيْهِ فِي إِفْصَاحِ الْمَعْنَى، أَوْ زِيَادَةٍ لَا تُلِيقُ بِالْغَرْضِ وَمِنْ كَوْنِ الْمُفَسِّرِ فِيهِ نِيَاغٌ عَنِ الْمَعْنَى وَعَدُولٌ عَنْ طَرِيقِهِ وَعَلَيْهِ بَهْرَاءُ الْمَعْنَى الْحَقِيقِيَّةِ وَالْمَجَانِي، وَمُرَاعَاةُ التَّالِيفِ وَالْغَرْضِ الَّذِي سَبَقَ لَهُ الْكَلَامُ الْخ.

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا: بعض علماء نے فرمایا کہ مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی تفسیر کے جواز میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور کچھ کا قول یہ ہے کہ کراہت اس پر محمول ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر کر ایسے معانی خارجہ پر محمول کرے جن پر قلیل کلام عرب دلالت کرتا ہو اور وہ غالباً شعرا اور اسکے مثل کلام کے سوا عام بول چال میں نہ پائے جائیں اور ذہن کا تبادر اس کے خلاف ہو اور سیوطی نے زرکشی کی برہان سے حکایت کیا: ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زائد معنی کا احتمال رکھے اس میں تو غیر علماء کو اجتہاد جائز نہیں اور علماء کو لازم ہے کہ وہ شواہد و دلائل پر بھروسہ کریں نہ کہ محض رائے پر، تو اگر دو معنی میں سے ایک ظاہر تر ہے تو اسی پر محمول کرنا واجب ہے مگر یہ کہ دلیل قائم ہو کہ مراد خفی ہی ہے۔

اور فرمایا: علماء کا قول ہے کہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ تفسیر میں یہ تجویز کرے کہ تفسیر لفظ مفسر کے مطابق ہو اور اس سے کم کرنے سے بچے جس کی حاجت تو ضیح مراد کے لئے ہو اور ایسے لفظ کو زیادہ کرنے سے احتراز کرے جو مقصد کے مناسب نہ ہو، اور اس بات کی احتیاط رکھے کہ تفسیر میں معنی سے انحراف اور اس کی راہ سے عدول نہ ہو، اور اس پر لازم ہے کہ معنی حقیقی و مجازی کی رعایت کرے اور ترکیب اور اس غرض کی جس کے لئے کلام ذکر کیا گیا رعایت رکھے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۴۸، ۵۴۹)

(۴۰) وجہ تاویل کے بارے میں ارشاد فرمایا:

**المقدمة الثالثة** كثيرا ما ترى المفسرين يذكر بعضهم تحت الآية وجهها من التاويل والبعض الآخر وجهها اخرون بما جمعوا وجوها كثيرة، وغالبه ليس من باب الاختلاف او التردد المانع عن التمسك باحدھا لاسيما الاظهر الانور منها وانما هو تفني في المرام، او بيان لبعض ما ينظمه الكلام وذلك ان القرآن ذو وجوه وفنون و لكل حرف منه غصوت وشجون وله عجائب لا تنقضي ومعان تمد ولا تنتهي، فجان

الاحتجاج به على كل وجوهه وهذا من اعظم نعم الله سبحانه وتعالى علينا ومن ابلغ وجوه  
اعجاز القرآن ولو كانت الأمور على خلاف ذلك لعادت النعمة بليّة والاعجاز عجزاً  
والعياذ بالله تعالى وقد وصف الله سبحانه وتعالى القرآن بالمبين ، فليس تنوع معانيه  
كتذب الاحتمالات في كلام مبهم مختلط لا يستبين المراد منه ، ولقد قال  
الله تبارك وتعالى "قل لو كان البحر مداً الكلمات لربى لنفد البحر قبل ان  
تنفد كلمات ربى ولو جئنا بمثله مدداً" وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
على ما اخرج ابو نعيم وغيره عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما القرآن ذلول ذو وجوه  
فاحملوه على احسن وجوهه . وقال سيدنا ابن عباس رضى الله تعالى عنهما كما اخرج  
ابن ابى حاتم عنه ان القرآن ذو شجون وفنون وظهور وبطون لا تنقضى عجائبه ولا تبلغ  
غايته الحديث .

قال السيوطي "قال ابن سبع في شفاء الصدور ورد عن ابى الدرداء رضى الله  
تعالى عنه انه قال لا يفقه الرجل كل الفقه حتى يجعل للقرآن وجوهاً ، وقد قال  
بعض العلماء لكل آية ستون الف فهم" انتهى ملخصاً . والله داس الامام البوصيرى  
حيث يقول هـ

لها معان كموج البحر فى مدد      وفوق جوهرة فى الحسن والقيم  
فلا تعد ولا تحصى عجائبها      ولا تسام على الاكثار بالسام

فثبت بحمد الله ان بعض معانيه لا ينالها بعض ولا يوجب وجه لوجه سرفضا ،  
من جراء هذا ترى العلماء لم يزلوا محتجين على احد التاويلات ، ولم يمنعهم عن  
ذلك علمهم بان هناك وجوهاً اخرا تعلق لها بالمقام ، وعلام كان يصدهم وقد

له القرآن الكريم ١٨ / ١٠٩

٢ الاتقان فى علوم القرآن بحواله ابى نعيم وغيره عن ابن عباس النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربى بيروت ٢ / ٢٢٤

٣ " " " النوع الثامن والسبعون " " " " ٢ / ٢٦٠

٤ " " " " " " " " ٢ / ٢٦٠

٥ الكوكب الدرية فى مدح خير البرية مركز اهل سنت بركات رضا جرات هند ص ٢٠

علموا أن القرآن حجة بوجهه جميعا وليس هذا الاتفنا وتنويعا هذا هو الاصل العظيم الذي يجب المحافظة عليه انبأنا المولى السراج عن المفق الجبال عن السند السندی عن الشيخ صالح عن محمد بن السنة وسليمان الدرعي عن الشريف محمد بن عبد الله عن السراج بن الالجا ئى عن البدر الكرخى والشمس العلقى كلهم عن الامام جلال الملة والدين السيوطى قال فى الاتقان ناقلا عن ابن تيمية الخلاف بين السلف فى التفسير قليل و غالب ما يصح عنهم من الخلاف يرجع الى اختلاف تنوع لا اختلاف تضاد - وذلك صنفان : احدهما ان يعبر واحد منهم عن المراد بعبارة غير عبارة صاحبه تدل على معنى فى المسمى غير المعنى الاخر مع اتحاد المسمى كتفسيرهم الصراط المستقيم " بعض بالقرآن أى اتباعه ، وبعض بالاسلام فالقولان متفقان لأن دين الاسلام هو اتباع القرأت ، ولكن كل منهما نبه على وصف غير الوصف الاخر كما ان لفظ الصراط يشعر بوصف ثالث ، وكذلك قول من قال هو السنة والجماعة وقول من قال هو طريق العبودية وقول من قال هو طاعة الله ورسوله وامثال ذلك ، فهؤلاء كلهم اشاروا الى ذات واحدة ولكن وصفها كل منهم بصفة من صفاتها .

الثانى ان يذكر كل منهم من الاسم العام بعض انواعه على سبيل التمثيل وتبنيه المستمع على النوع ، لا على سبيل الحد المطابق للحدود فى عمومته وخصوصة مثاله ما نقل فى قوله تعالى " ثم اورثنا الكتب الذين اصطفينا " الآية فمعلوم أن الظالم لنفسه يتناول المضيع للواجبات والمنتهك للحرمات والمقتصد يتناول فاعل الواجبات وتامرك المحرمات ، والسابق يدخل فيه من سبق فتقرب بالحسنات مع الواجبات فالمقتصد واصحاب اليمين والسابقون السابقون اولئك المقربون ، ثم ان كلامهم يذكر هذا فى نوع من انواع الطاعات كقول القائل السابق الذى يصل فى اول الوقت والمقتصد الذى يصل فى اثنا عشر والظالم لنفسه الذى يؤخر العصر الى الاصفر او يقول السابق المحسن بالصدقة مع الزكوة ، و المقتصد الذى يؤدى الزكوة المفروضة فقط ، والظالم مانع الزكوة له .

وعن الزركشى " ربما يحكى عنهم عبارات مختلفة الالفاظ فيظن من لا فهم



تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ ابو نعیم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، قرآن نرم و آسان ہے مختلف وجہ والا ہے تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کرو۔“ اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی، ”قرآن مختلف معانی و مطالب اور ظاہری و باطنی پہلو رکھتا ہے، اس کے عجائب بے انتہا ہیں اس کی بلندی تک رسائی نہیں“ (الحديث).

سیدوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابن سبع نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ آدمی اُس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے مختلف وجہ نہ جان لے۔“ اور بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں۔“ اور امام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے کہ وہ فرماتے ہیں ”قرآنی آیات کے وہ معانی کثیر ہیں جیسے سمندر کی موج افزائش میں، اور وہ حُسن و قیمت میں سمندر کے گوہر سے بڑھ کر ہیں، تو ان آیتوں کے عجائب کی نہ گنتی ہو سکے نہ شمار میں آئیں، اور اس کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔“

اب محمد اللہ ثابت ہوا کہ اس قرآن کا کوئی معنی دوسرے کے منافی نہیں، اور کوئی وجہ دوسری وجہ کو چھوڑ دینا واجب نہیں کرتی، اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ علماء ایک تاویل پر بنائے دلیل رکھتے ہیں اور اس بات سے باز نہیں رکھتا ان کا یہ علم کہ اس جگہ دوسری وجہ بھی ہیں جن کو ان کے مقصد سے تعلق نہیں، اور کاپے کو باز رکھے حالانکہ انھیں خبر ہے کہ قرآن اپنی تمام وجہ پر محبت ہے اور یہ اختلاف وجہ تو محض تفتیق کلام و تلون عبارت ہے یہ وہ عظیم صل ہے جس کی حفاظت ضروری ہے خبری درج نے مفتی جمال سے انھوں نے سند سندی سے انھوں نے شیخ صالح سے انھوں نے محمد بن السنۃ اور سلیمان درعی سے انھوں نے سراج بن الالجمانی سے انھوں نے بدر کرخی و شمس علقمی سے، ان سب نے جلال الملتہ والدین سیوطی سے روایت کی کہ انھوں نے اتقان میں ابن تیمیہ سے نقل فرمایا کہ تفسیر میں سلف کے درمیان اختلاف کم ہے اور اکثر اختلاف جو سلف سے ثابت ہے اختلاف طرز تعبیر کی طرف لوٹتا ہے متضاد باتوں کا اختلاف نہیں اور یہ (تعبیروں کا اختلاف) دو صنف ہے،

ان میں سے ایک صنف یہ کہ ان لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت سے کرے جو اس کے ساتھی کی عبارت سے جدا گانہ ہو اور معنی ایک ہو جیسے علمائے الصراط المستقیم کی تفسیر کی کسی نے قرآن کہا یعنی قرآن کی پیروی، اور کسی نے اسلام، تو یہ دونوں قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے کے وصف سے جدا ایک وصف پر متنبہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے وصف کی خبر دیتا ہے، اسی طرح اس کی بات

جس نے یہ کہا تھا کہ صراطِ مستقیم مسلکِ اہلسنت و جماعت ہے، اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ طریقِ بندگی ہے، اور اس کا قول جو بولا کہ وہ اللہ و رسول (جل و علا و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت ہے، اور اس طرح کے دوسرے اقوال، اس لئے کہ ان سب نے ایک ذات کی طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک صفت اس کی صفات سے بیان کر دی۔

دوسری صنف یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخاطب کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر کرنا اس کے عموم و خصوص میں ذات کی حد نام و تعریف تمام کے طور پر نہ ہو اس کی مثال وہ جو اللہ تعالیٰ کے قول ثم اور ثنا الکتاب الذین اصطفینا الآية کی تفسیر میں منقول ہوا اس لئے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات کو ضائع کرے اور محرمات کو توڑے اور مقصد واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے، اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ حسنات سے اللہ کی قربت حاصل کرے، تو مقصد لوگ دہنے ہاتھ والے ہیں اور سابق سابق ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو انواعِ عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا: سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے، اور مقصد وہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے، اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک مؤخر کر دے۔ اور کوئی کہے: سابق وہ ہے جو صدقہ نفل زکوٰۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقصد وہ ہے جو صرف زکوٰۃ فرض دے، اور ظالم وہ ہے جو زکوٰۃ نہ دے الخ۔

اور سیوطی نے زکشی سے نقل کیا بسا اوقات علماء سے مختلف عبارتیں منقول ہوتی ہیں تو جو فہم نہیں رکھتا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے حالانکہ بات یوں نہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنی ذکر کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تریا حال سائل کے زیادہ شایاں ہوتا ہے، اور کبھی کوئی عالم شے کا لازم یا اس کی نظیر بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصد و ثمرہ بتاتا ہے، اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے الخ۔

اور سیوطی علیہ الرحمۃ نے بغوی و کواشی وغیرہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ تاویل براہِ استنباط آیت کو ایسے معنی کی طرف پھیرنا ہے جو اس کی اگلی آیت پچھلی آیت کے موافق ہو، اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو اور وہ معنی کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو منع نہیں جنہیں تفسیر کا علم ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے قول "انفرادا خفافاً و ثقلاً" (یعنی کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) میں کسی نے کہا: بوڑھے اور جوان۔ اور کسی نے کہا: غنی و فقیر۔ اور کسی کا قول ہے: شادی شدہ

اور مجرد۔ اور کسی کا قول ہے، چُست و سُست۔ اور کسی نے کہا، صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب کوچ کریں) اور یہ تمام وجوہ بنتی ہیں اور آیت سب کی مختل ہے، اور یہ فصل وسیع و عریض ہے اگر ہم اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کر دے گا جس کے ہم درپے ہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کر دے گا جس کے ہم درپے ہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں سمجھ والوں اور ان کے لئے جن کی نظر کلماتِ مفسرین اور علماء کے قرآن میں تسکات میں رواں ہے کفایت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۴۹ تا ۵۵۵)

(۴۱) اتقی کی تفسیر تقی کرنے والا فقط ابو عبیدہ خارجی ہے۔ چنانچہ فرمایا،

**المقدمة الرابعة** هذا التاويل الذى فتحنا ابواب الكلام على ايها صه اعنى تفسير الاتقى بالتقى انما هو مردى عن ابى عبيدة كما صرح به العلامة الشقى رحمه الله تعالى فى مدارك التنزيل وحقائق التأويل و ابو عبيدة هذا رجل نحوى لغوى من الطبقة السابعة اسمه معمر بن المثنى كان يرمى سائى الخوارج وكان سليط اللسان وقاعاً فى العلماء، وتلميذه ابو عبيدة القاسم بن سلام احسن منه حالاً والبصر منه بالحديث۔

**چوتھا مقدمہ** یہ تاویل جس کے ضعف بتانے کے لئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے (یعنی اتقی کی تفسیر تقی سے کرنا) یہ صرف ابو عبیدہ سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں کی ہے، اور یہ ابو عبیدہ ایک آدمی ہے نحو و لغت کا عالم، جو ساتویں طبقہ میں ایک فرد ہے، اس کا نام معمر بن المثنیٰ ہے، خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور یہ بد زبان، علماء کا بدگو تھا، اور اس کے شاگرد ابو عبیدہ قاسم بن سلام کا حال اس سے اچھا تھا اور انھیں حدیث میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۵۶)

(۴۲) اشقی کی تفسیر شقی سے استدلالِ مخالف کا جواب دیتے ہوئے فرمایا،

**المقدمة الخامسة** لعلى يا من يفضل علينا على الشيخين رضى الله تعالى عنهم اجمعين تفرح و ترح ان هؤلاء المفسرين انما عدلوا عن الاتقى الى التقي كيلا يلزم تفضيل الصديق رضى الله تعالى عنه على من عداه و حاشاهم عن ذلك، الا ترى انهم كما فسروا الاتقى بالتقى كذلك اولوا الاشقى بالشقى فاين هذا

من قصدك الذميم تريد لأجله تغيير القرآن العظيم وانما الباعث لهم على ذلك ما ذكره ابو عبيدة بنفسه -

انبا ناسراج العلماء عن المفتي ابن عمر عن عابد السندی عن يوسف المزجاوي عن ابيه محمد بن العلاء عن حسن العجيمي عن خير الدين الرملي عن العلامة احمد بن امين الدين بن عبد العال عن ابيه عن جده عن العز عبد الرحيم بن الفرات عن ضياء الدين محمد بن محمد الصنعاني عن قوام الدين مسعود بن ابراهيم الكرماني عن المولى حافظ الدين ابى البركات محمود النسفي قال في مدارك التنزيل قال ابو عبيدة الاشقي بمعنى الشقي وهو الكافر ، والاتقى بمعنى التقى وهو المؤمن لانه لا يختص بالصله اشقى الاشقياء ولا بالنجاة اتقى الاتقياء وان شاعرت انه تعالى نكر الناس فاسراد نارا مخصوصة بالاشقي ، فما تصنع لقوله وسيجنبها الاتقى لأن التقى يجنب تلك النار المخصوصة لا الاتقى منهم خاصة انتهى .

### وتلخيص المقام ان قوله سبحانه وتعالى "فانذرهم ناراً لا تلقون" لا يصلحها الا الاشقى الذي كذب وتولى لا يمكن اجراءه على ظاهرة لانه يقتضى

قصر دخول النار على اشقى الاشقياء من الكفار فيلزم ان لا يدخلها احد غيره كالفجار والكافرين القاصرين عنه في الشقاء والاستكبار وهذا باطل قطعاً ، فاختر الواحدى والرازى والقاضى والمحلّى وابو السعود وآخرون ما ملحظه أن ليس المراد بالاشقى رجل مخصوص يكون اشقى الاشقياء بل المعنى من كان بالغاً في الشقاء متناهياً فيه وهم الكفار عن آخرهم لانسلاخهم عن السعادة بالمرّة ، اما المؤمن الفاجر فان كان له وجه الى الشقاء الزائل فوجهه الاخر الى السعادة الابدية وهى الايمان ، وهؤلاء القائلون لما سأله مادة الايراد لم تنجسم اذ دخول بعض الفجار ايضاً مقطوع فزعموا الى تاويل الصلى بالنزوم ، ونزعم الواحدى انه معناه المحقيق فقال كما نقل الرازى معنى "لا يصلحها" لا يلزمها في حقيقة اللغة يقال صلى



الكافر النار اذ الزمها مقاسيا شدتها وحرها، وعندنا ان هذه الملازمة لا تثبت الا  
الكافر اما الفاسق فاما ان لا يدخلها او ان يدخلها تخلص منها انتهى.

**أقول** وما احسن هذا تاويلا او اصفاه لولان يكدره ماسا ذكره قريبا فارتقب  
وسكن الر انرى الى وجه آخر من التاويل وهو ان يخص عموم هذا الظاهر بالآيات الدالة  
على وعيد الفساق له

**أقول** هذا جمع بين التاويل والتخصيص وهو مستغنى عنه اذ لو قيل بالتخصيص  
فكما دلت الآيات على وعيد الفساق كذلك دلت على ايعاد سائر الكفار بدلالة اظهر واجلى،  
اللهم ألا أن يقال فيه تكثير التخصيص جدا والقصر على فرد واحد اشد بعدا هذا  
ولقد سلك القاضى الامام ابو بكر كما اثر عنه الفخر الر انرى في مفاتيح الغيب مسلما حسنا  
اذا حاول ابقاء الاشقى على معناه الحقيقى اعنى من لا يدانيه احد في الشقاء وذكر لتصحيح  
المحصروجهين يرتاح بهما اللبيب ويندحض كل شك مريب :

الاول ان يكون المراد بقوله تعالى "ناراً تلتظى" ناراً مخصصة من النيران  
لانها دركات بقوله تعالى "ان المتفقين في الدرك الاسفل من النار" فالآية تدل على  
ان تلك النار المخصصة لا يصلها سوى هذا الاشقى، ولا تدل على ان الفاسق وغيره من  
هذا صفته من الكفار لا يدخل سائر النيران انتهى.

**أقول** فكان كقوله تعالى "يتجنبها الاشقى الذى يصلى النار الكبرى" اى اعظم  
النيران جميعاً على احد وجوه التاويلات واردة الر انرى بان قوله تعالى "ناراً تلتظى"  
يحتمل ان يكون ذلك صفة لكل النيران وان يكون صفة لنار مخصصة لكنه تعالى  
وصف كل نار جهنم بهذا الوصف في آية اخرى فقال "انها تلتظى نزاعة للشوى".

**أقول** يتراى من هذه العبارة للايراد وجهتان :

- |        |                         |                  |                  |                 |
|--------|-------------------------|------------------|------------------|-----------------|
| ١٨٥/٣١ | دار الكتب العلمية بيروت | تحت الآية ٩٢/١٥٠ | (التفسير الكبير) | ١               |
| ١٨٣/٣١ | " "                     | ١٥٠/١٣           | " "              | ٢               |
|        |                         |                  | ١٢٠/١١           | ٣ القرآن الكريم |
|        |                         |                  | ١٤٠/١٥           | ٤               |

الاولی ان النور دکانہ ظن ان القاضي الامام يدعى تخصيص النار بصفة التلظى كما  
يتخصص الغلام في قولنا جاء في غلام عاقل بصفة العقل، ومن هذا الطريق يقول ان  
المراد نار مخصوصة اعظم النيران فاليراد ح ظاهر الورد اذ الاوصاف انما تخصص اذا كانت  
خصائص توجد في فرد دون آخر والتلظى لا يختص بتاردون نار، الا ترى ان الله سبحانه  
وتعالى وصف النار مطلقا بانها تلظى نزاعة للشوى ولكن لم يكن القاضي الامام ليريد هذا  
وانما ملحظه الى ان التنكير للعظيم فقوله تعالى ناراً اعظيما ليس كمثله نار كانه  
اشير بالتنكير الى انها بشهرة امرها وشيوع قز عها واخذها هو الها بمجامع القلوب صارت  
بمثابة لا تسبق الاذهان الا اليها، فاغنت شهرتها وانتشار ذكرها عن تعريف اسمها  
كما يفيد ذلك تنكير المليك في قوله تعالى في مقعد صدق عند مليك مقتدر<sup>١</sup> وتنكير الظلم  
في قوله تعالى الذين امنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم<sup>٢</sup> اعظم لظلم كمثله وهو الشرك.

**پانچواں مقدمہ** اے تفضیلیہ! شاید تو خوش ہو اور فخر کرے کہ یہ مفسرین اتقی سے  
تقی کی طرف اتقی لئے پھرے کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ان کے ماسوا دوسرے صحابہ پر لازم نہ آئے  
اور وہ اس خیال سے بری ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ انھوں نے جس طرح اتقی کی تفسیر تقی سے کی یونہی  
اشقی کی تاویل شقی سے کی، تو مفسرین کی اس روش کو تیرے اس بد ارادے سے کیا علاقہ ہے جس کے لئے  
تو قرآن عظیم کو بدلنا چاہتا ہے، ان کے لئے اس تفسیر پر ابو عبیدہ کا قول مذکور باعث ہوا۔

ہمیں سراج العلماء نے خبر دی مفتی ابن عمر سے انھوں نے روایت کی عابد سندی سے انھوں نے  
یوسف مزجاجی سے روایت کی انھوں نے اپنے باپ محمد بن علامہ سے انھوں نے حسن العجمی سے روایت کی  
انھوں نے خیر الدین رملی سے انھوں نے علامہ احمد بن امین الدین بن عبدالعال سے انھوں نے اپنے باپ سے  
پھر اپنے دادا سے انھوں نے عز بن عبدالرحیم بن فرات سے انھوں نے ضیاء الدین محمد بن محمد صنعانی سے  
انھوں نے مولیٰ حافظ الدین ابوالبرکات محمود نسفی سے روایت کیا کہ (علامہ نسفی نے) مدارک التنزیل میں فرمایا  
ابو عبیدہ نے کہا اشقی بمعنی شقی کے ہے اور وہ کافر ہے، اور اتقی تقی کے معنی میں ہے اور اس سے  
مراد مومن ہے اس لئے کہ آگ میں جانا سب اشقیاء سے بڑھ کر شقی کی خصوصیت نہیں ہے اور نجات

پانا سب پر ہیزگاروں سے افضل کے لئے مخصوص نہیں ہے، اور اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے نامہ کو نکرہ فرمایا (اور نکرہ جب محل اثبات میں ہو تو اس سے مراد فردِ مخصوص ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ کی مراد ایک مخصوص نامہ ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے قول (اس بہت دُور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے ساتھ کیا کرو گے اس لئے کہ ہر متقی اس نامہ مخصوص سے دُور رکھا جائے گا نہ کہ خاص کر سب سے بڑا متقی۔

**مقامِ تلخیص یہ ہے کہ اللہ سبحنہ و تعالیٰ کے قول فانذر تکم نامہ اتلظی لایصلہا**

الا لاشقی الذی کذب و تولى (تو میں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائیگا اس میں مگر بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) کو اس کے ظاہری معنی پر جاری رکھنا ممکن نہیں اس لئے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں وہی جائے جو کافروں میں سب بد نصیبوں سے بڑا بد نصیب ہو، تو لازم آئے گا کہ وہ فجار و کفار جو بد نصیبی اور گھمنہ میں اس سے کم رتبے کے بد نصیب ہوں دوزخ میں نہ جائیں، اور یہ قطعاً باطل ہے، لہذا واحدی و رازی و قاضی و محلی و ابوالسعود اور دیگر مفسرین نے وہ اختیار کیا جن میں یہ لحاظ ہے کہ اشقی سے مراد کوئی خاص نہیں جو سب سے بڑا اشقی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شقاوت میں حد کو پہنچا ہوا ہو، اور اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ سعادت سے بالکل محروم ہیں۔ رہا مومن فاجر تو اس کا ایک پہلو شقاوتِ فانیہ کی طرف ہے تو دوسرا ابدی سعادت کی طرف اور وہ سعادتِ ابدی ایمان ہے۔ اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اعتراض کا مادہ بالکل ختم نہ ہوا اس لئے کہ بعض بد عمل مسلمانوں کا دوزخ میں جانا ہی قطعی امر ہے۔ لہذا یہ لوگ صلی کی تاویلِ لزوم سے کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ واحدی نے کہا کہ لزوم اس کا حقیقی معنی ہے جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ "لا یصلہا" کا معنی حقیقت لغت میں "لا یلمسہا" ہے۔ کہتے ہیں کہ صلی الکافر التاس جب وہ اس حال میں آگ کو لازم پکڑے درنحالیکہ اس کی شدت و حرارت کو برداشت کرے۔ اور ہماری رائے یہ ہے کہ ملازمۃ فقط کافر کے لئے ثابت ہے۔ رہا فاسق، تو وہ یا تو اس میں داخل ہی نہ ہو گا یا داخل تو ہو گا مگر اس سے چھٹکارا پالے گا۔ انتہی۔

**اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہ تاویل کس قدر اچھی ہے اور یہ رنگ کتنا صاف تھا اگر اس کو اس بات نے مکر نہ کیا ہوتا جو میں عنقریب کروں گا، تو انتظار کرو، اور رازی ایک دوسری تاویل کی طرف مائل ہوئے، اور وہ یہ کہ اس کے ظاہری معنی کا عموم ان آیات کے ساتھ خاص ہو جو فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہو۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) یہ تاویل و تلخیص کو یکجا کرنا ہے اور اس کی حاجت نہیں اس لئے کہ

اگر تخصیص کا قول کیا گیا تو جس طرح آیات فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہیں یوں ہی تمام کافروں کی وعید پر روشن اور صاف تر دلالت فرماتی ہیں۔ الہی! تُو مدد فرما۔ مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ تخصیص لازم آئے گی، اور ایک فرد پر منحصر کر دینا بہت مستبعد ہے یہ لو، اور قاضی امام ابو بکر نے جیسا کہ امام فخر رازی نے مفتاح الغیب میں نقل کیا ہے ایک اچھا مسلک اختیار کیا اس لئے کہ انھوں نے اشقی کو اس کے حقیقی معنی پر باقی رکھنے کی کوشش کی اور حصر کی صحت کے لئے دو وجہیں ایسی ذکر کیں جن سے دانشمند چین پائے اور دھوکے میں ڈالنے والا ہر شک زائل ہو جائے۔

پہلی وجہ یہ کہ قول خدا تعالیٰ "ناراً اتلظی" سے دوزخ کی آتشوں سے ایک مخصوص آتش مراد ہو اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں"۔ اب آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مخصوص آگ میں یہی اشقی جائے گا، اور اس کا یہ معنی نہیں کہ اس بڑے بدنصیب کے سوا دوسرے کافر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں انتہی۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ کے فرمان "ویتیجنہا الاشقی الذی یصلی النار الکبریٰ" (دُور رہے گا اس سے وہ بڑا بدنصیب جو بڑی آگ میں دھنسے گا) یعنی ایک تاویل پر سب سے بڑی آگ لیل ہوگئی، اور رازی نے اس قول کو یوں رد کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ناراً اتلظی" میں احتمال ہے کہ وہ سب آتشوں کی صفت ہو، اور ممکن ہے کہ مخصوص آتش کی صفت ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جہنم کی سب آتشوں کا یہی وصف دوسری آیت میں فرمایا، اس کا ارشاد وگرا می ہے: "انھا لظی نزاعۃ للشوی" (وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی)۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) اس عبارت سے اعتراض کی دو جہتیں نظر آتی ہیں، پہلی تو یہ ہے کہ گویا معترض نے یہ گمان کیا کہ قاضی امام ابو بکر آتش جہنم کے لپٹ مارنے کی صفت سے مخصوص ہونے کے مدعی ہیں اس طور پر جیسے غلام ہمارے قول جاء فی نرید عاقل میں صفت عقل سے مخصوص ہے۔ اور اس طریقے سے وہ فرماتے ہیں کہ مراد خاص آگ ہے جو سب سے بڑی آگ ہے، تو اعتراض کا ورود اس صورت میں ظاہر ہے اس لئے کہ اوصاف ذات کے ساتھ اسی وقت خاص ہوتے ہیں جبکہ وہ اس فرد کا خاصہ ہوں کہ دوسرے میں نہ پائے جائیں، اور لپٹ مارنا ایسا نہیں کہ ایک آگ کی خاص صفت ہو دوسری کی نہ ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مطلقاً آتش جہنم کا وصف بیان فرماتا ہے: "انھا لظی نزاعۃ للشوی" (یعنی وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی)۔ لیکن حضرت قاضی امام یہ معنی مراد لینے والے نہیں ان کا اشارہ تو اس طرف ہے کہ نکرہ تعظیم کے لئے ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان ناراً کا

مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی آگ ہے اس جیسی کوئی آگ نہیں، گویا وہ اپنی حالت کی شہرت اور اس کی ہیبت کے عام چرچے اور اس کی ہولناکیوں کی پورے دلوں پر پکڑ کے سبب اس مقام پر ہے کہ ذہن اسی کی طرف سبقت کرتے ہیں، تو اس کی شہرت اور اس کے عام ذکر نے اس سے بے نیاز کر دیا کہ اس کا نام لے کر اسے معین کیا جائے جس طرح یہی فائدہ لفظ **ملیک اللہ تعالیٰ** کے قول ”فی مقعد صدق عند **ملیک مقتدر**“ (یعنی سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور) کا نکرہ ہونا دیتا ہے اور لفظ **ظلم اللہ تعالیٰ** کے قول ”الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم“ میں یہی فائدہ دیتا ہے یعنی ایسا ظلم کہ کوئی ظلم اس جیسا نہیں اور وہ ظلم شرک ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۵۹ تا ۵۶۸) (۴/۳) آیت کریمہ ”ان الشک لظلم عظیم“ کے شان نزول کے بارے میں فرمایا:

أنبأنا مولانا السید حسین جمال اللیل امام الشافعیہ بمکة المحیمة عن خاتمة المحدثین محمد عابد السندی عن صالح الفلافی عن محمد بن سنان عن احمد العجلی عن قطب الدین النهری عن ابی الفتح عن یوسف الهری عن محمد بن شاه یخت عن ابی النعمان الختلافی عن القریبری عن محمد بن اسمعیل البخاری ثنا ابی عدی ثنا شعبۃ عن سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن عبد اللہ لما نزلت الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لهم الامن وهم مهتدون“ قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایتنا لم یظلم فانزل اللہ ان الشک لظلم عظیم

انبأنا شیخ العلماء مولانا السید خیرین دحلان المکی الشافعی عن العلامة عثمان بن حسن الدمیاطی الشافعی الانهری عن الامیر الکبیر العلامة محمد المالکی الانهری والشیخ عبد اللہ الشرفائی الشافعی وسیدی محمد الشنوائی الشافعی و آخرین باسنادہم الی الامام مسلم بن الحجاج النیسابوری بسندہ الی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فیہ قالوا ایتنا لا یظلم نفسه فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس هوکما تظنون انما هوکما قال لقمان لابنه ”یا بنی لا تشک باللہ ان الشک لظلم

عظيم» وهكذا أخرجه الامام احمد والترمذي وقد اختار الرازي بنفسه عين هذا التوجيه في قوله تعالى «ارأيته الذي ينهى عبداً اذا صلى» قال التنكي في عبداً يدل على كونه صلى الله تعالى عليه وسلم كاملاً في العبودية كانه تعالى يقول انه صلى الله تعالى عليه وسلم عبد لا يفي العالم بشرح بيانه وصفة اخلاصه في عبوديته انتهى.

والثانية ان توصيفه بالتلظى ينافي هذا التخصيص لانه وصف مطلق النار لانار مخصوص، اقول وليس بشئ اذ لا يمتنع توصيف فرد عظيم من جنس بوصف عام مشترك فيه الأفراد جميعاً وانما الممتنع عكسه، اعني توصيف جميع الافراد بما يختص به فرد خاص الاترى الى قوله تعالى «ما محمد الا رسول» مع انه صلى الله تعالى عليه وسلم اعظم الرسل واكرمهم بالاطلاق، والرسالة وصف عام يشترك فيه المرسلون جميعاً، وليس في الآية ما يدل على القصر حتى ينافي العموم على ان التلظى مقول بالتشكيك في جوهرات يراد هنا تلظى خاص ليس كمثله تلظى كما قال الله سبحانه وتعالى «يا ايها الذين آمنوا عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم» اطلق الضلال واما الضلال البعيد و هو الكفر.

اخرج الامام احمد والطبراني وغيرهما عن ابى عامر الاشعري رضي الله تعالى عنه قال سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن هذه الآية فقال لا يضركم من ضل من الكفار اذا اهتديتم.

- 
- ١- صحيح مسلم كتاب الايمان باب صدق الايمان واخلاصه قديمي كتب خانة كراچی ٤٤/١  
جامع الترمذي الباب التفسير سورة الانعام امين كمپني دہلی ١٣٢/٢  
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المكتبة الاسلامی بیروت ٢٢٢/١  
٢- مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) تحت الآية ٩٦/١٠٠٩ دار الكتب العلمية بيروت ٢١/٣٢  
٣- القرآن الكريم ١٣٢/٣  
٤- القرآن الكريم ١٠٥/٥  
٥- مسند احمد بن حنبل حديث ابى عامر الاشعري المكتبة الاسلامی بیروت ١٢٩ و ٢٠١  
مجمع الزوائد بحواله الطبراني كتاب التفسير سورة المائدة دار الكتب العربي بيروت ١٩/٤

والعجب ان الرأى جنح بنفسه الى نحو من هذا فى قوله تعالى "نارٌ حامية" قال والمعنى ان سائر النيران بالنسبة اليها كانت حامية ، وهذا القدر كاف فى التنبيه على قوة سخونتها نعوذ بالله منها الخ فما للشعير يוכל ويذم -

**أقول** لك ان تقول ان لفظ من المجرد وتلقى من المزيد وزيادة اللفظ تدل على زيادة المعنى ، كما قالوا فى الرحمن والرحيم وغير ذلك مع فيه من التشديد لفظا المنبئ عن الشدة معنى كما فى قتل وقتل وقاتل وقتال مع ان باب الادعاء واسع و قصر الوصف على اعظم من يوصف شائع ، قال تعالى فى المهاجرين "اولئك هم الصادقون" ويمكن أن تجعل من هذا القبيل امثال قوله تعالى "انه هو السميع العليم" وقد حققنا المسئلة فى خاتمة رسالتنا سلطنة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم بما لا مزيد عليه هذا وكان قلب ابى عبيدة ركن الى هذا الوجه الذى ذكره القاضى الامام شيئا قليلا ثم يداله ما بدا فان حجم كما حكينا لك كلامه ستسمع منا جوابه ان شاء الله تعالى -

الثانى من وجهى القاضى "ان المراد بقوله تعالى "نارٌ تلقى" النيران اجمع ، ويكون المراد بقوله تعالى لا يصلحها الا الاشقى الى هذا الاشقى به احق ، وثبت هذه الزيادة فى الاستحقاق غير حاصل الا لهذا الاشقى انتهى - والى نحو من هذا يميل ما جزم به الزمخشري فى الكشف مقتضرا عليه ونقله الامام النفسى راما الىه من ان "الآية وارادة فى الموازنة بين حالتى عظيم من المشركين وعظيم من المؤمنين فاريد ان يبالغ فى صفتيهما ، ف قيل الا شقى وجعل مختصا بالصلى كانت النار لم تخلق الا له ، وقيل الا تقي وجعل مختصا بالنجاة كان الجنة لم تخلق الا له" انتهى -

- 
- له مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) تحت الآية ١٠١/ ١١ دار الكتب العلمية بيروت ٤١/ ٣٢  
 له القرآن الكريم ٥٩/ ٨  
 له القرآن الكريم ٣٦/ ٣١  
 له مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) تحت الآية ٩٢/ ١٥، ١٤ دار الكتب العلمية بيروت ١٨٢/ ٣١  
 له مدارك التنزيل تحت الآية ٩٢/ ١٤ دار الكتاب العربى بيروت ٣٦٣/ ٢





ههنا بالمفهوم مع انه ليس مخله بالاتفاق واشد العجب من القاضي الامام ابي بكر الشافعي اذ نزل قلمه فمال الى افادة المصمر مع انه يخالف ائمتة في القول بالمفهوم رأساً، وهكذا ايرينا الله آياته في الافاق وفي انفسنا كيلا يغتر مغتر بدة نظارة ولا يسخر ساخر من عاشر في افكاره اذ نرى كل صارم ينبو وكل جواد يكبو فعلا م يزهو من يزهو وسقى الله عهد من قالوا وما ادراك من قالوا سادة كرام قادة الامة ابراهيم النخعي ومالك بن انس وغيرهما من الائمة اذ قالوا ولنعلم ما قالوا كل احد ما خوذ من كلامه ومردود عليه الا صاحب هذا القبر صلى الله تعالى عليه وسلم، نسأل الله الوقاية في البداية والنهاية، والحمد لله رب العالمين -

ہمیں خبر دی مولانا سید حسین جمال اللیل نے جو مکہ میں امام شافعیہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں خاتمة المحدثین محمد عابد سندھی سے انھوں نے روایت کیا صالح خلانی سے انھوں نے روایت کی محمد بن سنان سے انھوں نے احمد عجل سے انھوں نے قطب الدین نہروانی سے انھوں نے ابو الفتح سے انھوں نے یوسف ہروی سے انھوں نے محمد بن شاہ بخت سے انھوں نے ابو النعمان خلانی سے انھوں نے فربری سے انھوں نے محمد بن اسمعیل بخاری سے، بخاری نے فرمایا ہم سے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی انھوں نے سلیمان سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے علقمہ نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جب یہ آیت کریمہ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن وہم مہتدون (یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انھیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں) نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب بولے ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا، اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ان الشریک لظلم عظیم (شرک بڑا ظلم ہے) نازل فرمائی۔

ہمیں شیخ العلماء مولانا سید احمد زینی دحلان مکی شافعی نے خبر دی انھوں نے علامہ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی ازہری سے انھوں نے امیر کبیر علامہ محمد مالکی ازہری اور شیخ عبد اللہ شرفانی الشافعی اور سیدی محمد شتوانی شافعی اور دیگر علماء سے ان کی سندوں کے ساتھ جو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری

تک پہنچتی ہیں انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اپنی سند سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ کرام نے عرض کی ہم میں کس نے ظلم نہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ظلم نہیں جو تم گمان کرتے ہو یہ تو اس طرح ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور مسلم کے حدیث کے مثل امام احمد و ترمذی نے بھی روایت کیا اور خود رازی نے یہی توجیہ اللہ تعالیٰ کے قول ”اسأیت الذی ینھى عبداً اذا صلی“ (بجلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے) میں اختیار کی انھوں نے فرمایا کہ عبد کا نکرہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبودیت میں کامل ہیں گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام جہان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان اور عبودیت میں ان کے اخلاص کی توصیف کا حق دانیں گے۔ دوسری یہ کہ آگ کو تلظی (بھڑکنے) سے موصوف فرمانا اس تخصیص کے منافی ہے اس لئے کہ بھڑکنا مطلقاً ہر آگ کی صفت ہے نہ کہ کسی خاص آگ کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض کوئی چیز نہیں اس لئے کہ کسی جنس کے عظیم فرد کو ایسے عام وصف سے موصوف کرنا جس میں سارے افراد شریک ہوں ممنوع نہیں، ممنوع تو اس کا عکس ہے یعنی تمام افراد کو ایسی صفت سے موصوف کیا جائے جو کسی خاص فرد کی صفت ہو، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف ”اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں“ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب رسولوں سے مطلقاً افضل و اعلیٰ ہیں اور رسالت ایک وصف عام ہے جس میں سب رسول شریک ہیں، اور آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو کہ عموم کے منافی ہو، مزید برآں تلظی (بھڑکنا) کلی مشکک ہے لہذا جانتے ہیں کہ اس جگہ خاص تلظی (بھڑکنا) مراد ہو جس کے مثل کوئی تلظی نہ ہو جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ”اے ایمان والو! تم اپنی فک کہ رکھو تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو“ مطلق ضلال بولا اور ضلال بعید مراد لیا اور وہ کفر ہے۔ امام احمد و طبرانی وغیرہ نے ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا اس آیت کے بارے میں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا (یعنی کافر لوگ) جبکہ تم راہ پر ہو۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ فخر رازی خود اس کے قریب توجیہ کی طرف مائل ہوئے اللہ تعالیٰ کے قول نامہ حامیہ کی تفسیر میں انھوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ہر آگ جہنم کی آگ کے مقابل گویا گرم ہی نہیں اور اتنی بات آتش جہنم کی سخت گرمی پر متنبہ فرمانے کو کافی ہے ہم اللہ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں تو کیا بات ہے جو کھایا جائے اور بُرا بھی کہا جائے۔

میں کہتا ہوں اور تمہیں پہنچتا ہے کہ تم کہو کہ لفظی مجرد کے قبیل سے ہے اور تلمظی مزید کے قبیل سے ہے اور لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ رحمان و رحیم وغیرہ میں علمائے نے فرمایا اس کے ساتھ تلمظی میں لفظی شدت ہے جو معنوی شدت کی خبر دیتی ہے جیسے لفظ قتل اور قتل اور قاتل و قتال میں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ادعاء کا باب واسع ہے اور صفت کو سب موصوفین سے بڑے موصوف پر مقصود رکھنا عرف شائع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہے اولئك هم الصادقون (یہی لوگ سچے ہیں) اور ممکن کہ تم اللہ تعالیٰ کے قول (بیشک وہی سُننا جانتا ہے) کو اس قبیل سے قرار دو، اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے رسالہ سلطنة المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتمہ میں ایسے کلام سے جس پر زیادتی نہیں ہو سکتی کی ہے اور اس توجیہ کی طرف جو قاضی امام نے بیان فرمائی ابو عبیدہ کا دل کچھ مائل ہوا تھا پھر اس کو سوجھی جو سوجھی تو وہ اس سے منحرف ہو گیا جیسا کہ ہم تم سے اس کا کلام ذکر کر چکے اور عنقریب تم ہم سے اس کا جواب سُنو گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قاضی کی ارشاد فرمودہ دو وجہوں میں سے دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ناسراً تلمظی سے مراد تمام آتشیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے قول لا یصلہا الا الاشقی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بد بخت) سے مراد یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا بد بخت ان تمام آزمائشوں کے سب سے زیادہ سزاوار ہے اور استحقاق کی زیادتی اسی سب سے بڑے بد بخت کو حاصل ہے انتہی۔ اور اس سے قریب توجیہ کی طرف وہ توجیہ مائل ہے جس پر زخمی نے جرم کیا کشف میں اس پر اکتفا کرتے ہوئے، اور زخمی کی وہ توجیہ امام نسفی نے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک عظیم اور مومنین کے ایک عظیم کے دو متناقض صفتوں میں مبالغہ فرمایا جائے تو اشقی فرمایا گیا اور اسے آتش جہنم میں جانے کے لئے مخصوص ٹھہرایا گیا گویا جہنم کی آگ اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے، اور اقلی فرمایا گیا اور نجات کے لئے مخصوص فرمایا گیا گویا جنت اسی کے لئے بنی ہے انتہی۔

میں کہتا ہوں یہی وہ حصر ادعائی ہے جس کا بیان ہم نے تم سے کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ بلغاء میں دائرہ و سائر ہے اس کی گواہی عرب کے دیوانوں کو اور مدح و ہجو میں ان کے کلام کو خوب مطالعہ کرنے والا دے گا، اور یہ معلوم ہے کہ زخمی کو فنونِ ادب اور ادیبوں کی صنعتوں میں بڑی دسترس ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے تو فخر رازی کا زخمی پر یہ اعتراض کہ اس کی یہ توجیہ ظاہر کو بے دلیل چھوڑنا ہے انتہی خوب نہیں، اور کلام کی تصحیح کی حاجت سے بڑی کون سی دلیل ہے اور اشقی کی تاویل شقی سے اس حصر کی بہ نسبت ظاہر سے نزدیک تر نہیں باوجود اس کے یہ حصر عرف میں شائع ہے اور نظم و نشر میں بکثرت واقع ہے

اور تصحیح کلام کی حاجت اس جیسے مقامات میں قرینہ کافیہ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کسی کو یہ کہتے سُنو کہ زید ہی کریم ہے تو پہلی فرصت میں تم جان جاؤ گے کہ زید جیسا کوئی کریم نہیں، نہ یہ کہ زید کے سوا کوئی کریم نہیں، اور یہ خوب ظاہر ہے، یہ تو حکمِ اشقی سے متعلق تھا اور کوئی شک نہیں کہ اس مقام پر کلام اپنے ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابو عبیدہ نے شطرنج کے مُہروں میں بغلہ (خیر) بڑھا دیا پھر متاخرین میں سے کچھ لوگ پے درپے اس کا کلام بغیر تنقیح کے نقل کرتے رہے، جیسا کہ ہم نے تم سے امام علامہ سیوطی کے کلام سے ان کی عادت کی حکایت کی، اس کے لئے اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت تھی جس میں اتقی وارد ہوا تاویل کی حاجت مند ہے اس لئے کہ اس نے کہا کہ اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ناز کو نکو فرمایا آخر تک ہم نے ان سے نقل کیا تو کچھ دیر نہ ٹھہرا کہ اتقی کو بمعنی اتقی کے لیا تاکہ آیت ہر مومن کو شامل ہو جائے اور اسی بات میں زنجشیری وغیرہ نے اس سے اتفاق کیا مگر اس کی تاویل میں ان لوگوں نے اس کی موافقت نہ کی جیسا کہ تو نے سُننا، اور یہ کلام پائے ثبات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے قول و سبب جنہا الاتقی میں کوئی لفظ نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو، اللہ تعالیٰ تو اپنے ایک بندے کا وصف بیان فرماتا ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو، یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے بہت دُور رکھا جائے گا، یہ مطلب نہیں کہ جہنم کی آگ سے وہی بچایا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ علامہ رازی پر اپنی رحمت فرمائے کہ انھوں نے اس امر کو سمجھ لیا لہذا اشقی میں ایک قول ذکر کیا کہ وہ بمعنی اشقی کے ہے، اور اتقی میں اسے بالکل ذکر نہ کیا بلکہ اس کے خلاف تصریح کی انھوں نے فرمایا یہ آیت کریمہ جس میں اتقی کے لئے بشارت ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے تمسک کے طور پر الخ۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ بات اُن کے مذہب پر بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں اس لئے کہ کلام مدحتِ اتقی کے لئے لایا گیا ہے جیسا کہ اس پر سببِ نزول دلالت کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک مقامِ مدح و ذم بھی مستثنیٰ ہے جیسا کہ کتبِ اصول فقہ میں مذکور ہے تو قاضی بیضاوی شافعی پر تعجب ہے انھوں نے کیونکر مفہوم سے استدلال کیا حالانکہ بالاتفاق یہ اس کا محل نہیں، اور سخت تعجب تو قاضی امام ابو بکر شافعی پر ہے کہ ان کے قلم نے لغزش کی تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیت حصر کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ وہ قول بالمفہوم میں اپنے ائمہ کے بالکل مخالف ہیں، اور یونہی اللہ ہمیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفوس میں دکھاتا ہے تاکہ کوئی اپنی باریک بینی پر معذور نہ ہو اور کوئی ہنسنے والا اپنے افکار میں لغزش کرنے والے سے نہ ہنسنے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر تلوار اچھلتی ہے اور ہر گھوڑا اگر تازا ہے تو گھمنڈ کرنے والا کا ہے کو گھمنڈ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے کو سیراب کرے

جنہوں نے فرمایا اور تمہیں کیا خبر وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے فرمایا سرِ دارانِ بزرگ اُمت کے مقتدا ابراہیمؑ مخفی و مالک بن انس وغیرہ ائمہ کہ انہوں نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ ہر شخص کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول، مگر اس قبر شریف کے ساکن یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ان کی ہر بات مقبول ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگتے ہیں ابتداء و انتہا میں، والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۶۸ تا ۵۷۷)

(۴۴) اتقی کی تفسیر تقی سے کرنے پر ابو عبیدہ کا ردِ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

والان ان نستكمل الرد علی ابی عبیدۃ فیما فرغنا و فیما اطمان علیہ فاقول و باللہ التوفیق نرعم الرجل اولاً ات تاویل الاشقی بالشقی ینجیہ عما فیہ اذ ال کلام الی ان لا یصلی الناس الا کافر و هذا حق لا غبار علیہ۔

قلنا نظرت الموصوف و ترکت الصفة یقول اللہ سبحنہ و تعالیٰ لا یصلیہا الا الاشقی الذی کذب و تولیٰ، و معلوم ان من الکفار من لم یکذب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدۃ عمرہ لا بجانہ ولا بلسانہ و انما کفرہ ان سبق الکتاب و خذل التوفیق و العیاذ بوجه المولیٰ الکریم۔

اقول و هذا ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُفنی عمرہ فی حفظہ و حمایتہ و بلغ الغایۃ القصویٰ من محبتہ و ولایتہ قد کان جبہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أخذ بجامع قلبہ، حتی کان یفضله علی الاطفال الصغار من بنی صلبہ، و لما بعث اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدعا المشرکین الی التوحید و هجم علیہ الاعداء من کل شاء و بعید، قام یناضل عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاعظم برہ و لائز منصرہ و قاسی ما قاسی من شدائد لا تحصى فی مهاجرة المشرکین من عشیرتہ الاقربین، و هو الذی لما تملأت قریش علی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نفر و اعنہ من یرید الاسلام النساء قصیدۃ تدل علی عظم جبہ المصطفیٰ و شدۃ بغضہ اعدائہ الیام کما روى ابن اسحق و غیرہ من الثقات و منها هذه الابیات

اعبد مناف انك خير قومكم  
فقد خفت ان لم يصلح الله امركم  
اعوذ برب الناس من كل طاعن  
ومن كاشح يسعي لنا بعبيدة  
وثور ومن أرسى ثبيراً مكانه  
وبالبيت حق البيت في بطن مكة  
كذبتم وبيت الله نبي محمد  
ونسلمه حتى نصرع حوله  
لعمري لقد كلفت وجداً بأحمد  
فمن مثله في الناس اى مؤمل  
حليم رشيد عاقل غير طائش  
فوالله لولات اجم بسببه  
لكن اتبعناه على كل حالة  
فاصبح فينا احمد في ارومة  
حديث بنفسى دونه وحميته

فلا تشركوا في امركم كل واعل  
تكونوا كما كانت احاديث وائل  
علينا بسوء او ملح بباطل  
ومن ملحق في الدين ما لم يحاول  
وراق لبر في حراء ونازل  
وبالله ان الله ليس بغافل  
ولما نطاعن دونه وناضل  
ونذهل عن ابناءنا والحلائل  
واجبته داب المحب المواصل  
اذا قاسه الحكماء عند التفاضل  
يوالى الاها ليس عنه بغافل  
تجر على اشيا خفا في المحافل  
من الدهر جدا غير قول التهانل  
تقصر عنها سورة المتطاول  
ودفعت عنه بالذرا والكلائل

ولقد كان يتبرك بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ويتوسل به الى الله  
تعالى في الدعاء كما يدل عليه ما روى العلماء من سنة قرئش و حديث  
الاستسقاء ، وقد حدث الناس على اتباعه صلى الله تعالى عليه وسلم واخبر عن امور  
لم تقع فصدق سبحانه وتعالى ظنه ووقع كمثل اخباره فوقه ولقد كانت له موقع عظيم في  
قلب النبي الكريم عليه افضل الصلوة والتسليم حتى انه صلى الله تعالى عليه وسلم  
لما جاءه اعرابي فقال يا رسول الله اينك وما لنا صبي يصيح ولا بعير يبط واشد ابيات فقام

له السيرة النبوية لسيد احمد زيني دحلان على هامش لسيرة الجليلة باب فاة عبد المطلب المكتبة الاسلامية بيروت ۸۳ /  
السيرة النبوية لابن هشام شعراي طالب في استعطاف قرئش دار ابن كثير بيروت الجزء الاول والثاني ص ۲۸۰ تا ۲۸۴  
صحيح البخاري ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قديمي كتب خانة كراچی ۱۳۴ /

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجرس داءہ حتی صعد المنبر ورفع یدیه الی السماء قوالہ ما مرد یدیه  
بکر یمین حتی التقت السماء بأبراقہا وجاءوا یضجون خوف الغرق، فضحک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
حتى بدت نواجذہ وتذاکر قول ابی طالب فی مداحہ حیث یقول ۛ

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ۛ ثمال اليتى عصمة للاسلام ۛ  
فقال لله در ابی طالب لوكان حيا لقرت عيناه من ينشدنا قوله ، فقال على كرم الله  
تعالى وجهه يا رسول الله كانك تريد قوله وابيض يستسقى ، وذكرنا بيانا فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم اجل كما اخرجہ اليه في دلائل النبوة عن سيدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فانظر الى قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لله در ابی طالب" وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ و  
سلم "لو كان حيا لقرت عيناه" وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من ينشدنا قوله" ولم  
ينقل عنه مرة انه رد على النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقولا كذبه فيه بل هو القائل في تلك  
القصيدة مخاطبا القریش ۛ

لقد علموا ان ابننا لا مكذب لدينا ولا يعنى بقول الا باطل ۛ  
ولذا كان اهل النار عذابا خما في الصحاح ونفعته شفاعۃ الشفيع المرتجى  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتى اخرج الى ضحضاح على خلاف من سائر الكافرين الذين  
لا تنفعهم شفاعۃ الشافعين ، وباليته لو اسلم لكان من افضل اصحاب النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
عليه وسلم ولكن قضاء الله لا يرد وحكمه لا يعقب والله الحجة السامية ولا حول ولا قوة  
الا بالله العزيز الحكيم وقد فصلنا المسئلة في بعض فتاونا واطهرنا بطلان قول من قال  
باسلامه واذا كان ذلك كذلك ظهر ان الحصر في الشقي المكذب ايضا غير مستقيم الى  
هذا اشار القاضي الامام حيث قال "لا يمكن اجراء هذه الآية على ظاهرها ، ويدل على

له صحيح البخارى ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطا قديمي كتب خانہ کراچی ۱۳۷/۱  
وللائل النبوة للبيهقي باب استسقاء النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار الكتب العلمية بيروت ۱۳۱/۶

السيرة النبوية سيد احمد زيني رحمه الله الى بائس السيرة الحلبية باب وفاة عبد المطلب المكتبة الاسلاميه بيروت ۸۲/۱  
صحيح البخارى كتاب المناقب باب قصه ابی طالب قديمي كتب خانہ کراچی ۵۳۸/۱





مطمن ہوا تمام کریں، تو میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے اس شخص نے پہلے یہ خیال کیا کہ اشقی کی تاویل شقی سے اسے اس آفت سے نجات دے دے گی جس میں وہ مبتلا ہے اس لئے کہ کلام کا مال یہ ہوا کہ دوزخ کی آگ میں کافر ہی جائے گا۔ اور یہ بات حق ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔

ہم کہیں گے کہ تم نے موصوف کو دیکھا اور صفت کو چھوڑ دیا اللہ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَصْلُهَا إِلَّا الشَّقِيُّ الذِي كَذَبَ وَتَوَلَّى (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) اور یہ معلوم ہے کہ کافروں میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ جھٹلایا نہ اپنے دل سے نہ اپنی زبان سے، اس کا کفر تو یوں ہوا کہ اللہ کا لکھا غالب آیا اور توفیق الہی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور مولائے کریم کی ذات کی پناہ ہے۔

میں کہتا ہوں یہ ہیں ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا جنہوں نے اپنی عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں فنا کر دی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور نصرت کی انتہائی حد کو پہنچے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے ان کے پورے دل کو ایسا پکڑ لیا تھا کہ اپنے صلیبی کم کسین بچوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فضیلت دیتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سرکار نے مشرکین کو وحدانیت کی طرف بلایا اور دین کے دشمن ہرمت دور دراز سے حملہ آور ہوئے ابوطالب ان کی حمایت کو کافروں سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے تو سرکار کے ساتھ بڑی نیکی کی اور ہمیشہ ان کی مدد کی اور اپنے قریبی رشتہ مشرکوں کی طرف سے کسی بے شمار سختیاں جھیلیں۔ یہ وہی ابوطالب تھے کہ جب سارے قریش مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف ہوئے اور اسلام کے خواہشمندوں کو سرکار علیہ السلام سے دور کیا تو انہوں نے ایک قصیدہ کہا جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی محبت اور ان کے کمین دشمنان سے شدید عداوت کی دلیل ہے، جیسا کہ ابن اسحق نے معتمد راویوں سے روایت کیا ہے، اسی قصیدہ کے یہ شعر ہیں: (ترجمہ)؛

اے عبد مناف کے بیٹو! تم اپنی قوم میں سب سے بہتر ہو، تو تم اپنے معاملے میں ہر خسیس کو شریک نہ کرو۔ بیشک مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اللہ نے تمہارا حال ٹھیک نہ کیا تو تم وائل کے افسانوں کی طرح افسانہ ہو جاؤ گے۔ میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر برائی کا طعنہ دینے والے اور باطل پر اصرار کرنے والے سے اور کمینہ پرور سے جو ہم پر گھمنہ کی کوشش کرے اور اس سے جو دین میں ایسی بات شامل کرے جو دین میں کبھی نہ پائی گئی ہو۔ اور کوہ ثور سے اور اس سے جس نے کوہ ثبیر کو اپنی جگہ جمایا اور کوہ حرا میں عبادت کے لئے چڑھنے اور اترنے والے سے۔

اور اللہ تعالیٰ کے سچے گھر کی قسم (جو کہ شہر میں ہے) اور اللہ کی قسم بیشک اللہ تعالیٰ میخبر نہیں۔ اللہ کے گھر کی قسم! اے کافرو! تم جھوٹے ہو اس گمان میں کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے۔ حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گرد نیروں اور تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے سپرد کر دیں گے جب تک کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے غافل نہ ہو جائیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم! مجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شدید محبت ہے اور میں انھیں ایسا چاہتا ہوں جس طرح پیہم چلنے والے کی عادت ہوتی ہے۔ جب فیصلہ کرنے والے مقابلے کے وقت کسی کو ان پر قیاس کریں تو ان جیسا لوگوں میں کون ہے جس کے لئے یہ امید ہو کہ وہ ان کا ہم پلہ ہوگا۔ علم والے، رشد والے، طیش والے نہیں وہ بیوقوف و بے قدر سے محبت رکھتے ہیں جو ان سے غافل نہیں۔ تو خدا کی قسم! اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں ایسا کام کروں جو ہمارے بزرگوں پر محافل میں ملامت کا سبب بنے۔ تو ہم نے زمانہ کی ہر حالت میں ان کی پیروی کی ہوتی تو یہ بات سنجیدگی سے بے مذاق کے کہتا ہوں۔ تو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اندر ایسے عالی نسب ہیں جس کو فخر کرنے والے کی محبت پانے سے عاجز ہے۔ میں نے اپنی جان کو ان کے سپرد کر دیا اور ان کی حمایت کی اور سرداروں اور گروہوں کے ذریعہ (یا سروں اور سینوں کے ذریعہ) دشمنوں سے حضور کا بچاؤ کیا۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برکت طلب کرتے اور دعائیں آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے چنانچہ اس پر قریش کی قحط سالی اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ جسے علمائے روایت فرمایا ہے دلالت کرتا ہے اور بیشک ابو طالب نے لوگوں کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ابھارا اور ان باتوں کی خبر دی جو واقع نہ ہوئی تھیں تو ایسا ہی ہوا جیسا انھوں نے خبر دی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ان کے لئے مقام عظیم تھا یہاں تک کہ جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ ہم سرکار کے پاس آئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ضعف سے ہمارے بچوں کی آواز نہیں نکلتی اور ہمارے اونٹ لاغری سے کراہتے نہیں اور اس اعرابی نے سرکار کی مدح میں کچھ اشعار پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام چادر اقدس کو گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور منبر پر صعود فرمایا اور آسمان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو خدا کی قسم ابھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ آسمان بجلیوں سے بھر گیا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ

پکارتے ہوئے آئے کہ ہم ڈوبے۔ تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ دندانِ اقدس چمکے اور آپ کو اپنی تعریف میں ابوطالب کا قول یاد آیا جب انھوں نے عرض کیا تھا کہ :  
سرکار گورے ہیں جن کے چہرے سے بارشِ طلب کی جاتی ہے جو تیموں کی ٹیک اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : اللہ کے لئے ابوطالب کی خوبی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں، کون ہیں ان کے شعر سنائے گا؟ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کیا گویا سرکار کی مراد ان کا وہ قصیدہ ہے جس میں انھوں نے عرض کی ”وہ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے ذریعہ بارشِ طلب کی جاتی ہے۔“ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے چند شعر پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : ہاں میں یہی چاہتا تھا۔ جیسا کہ یہی نے دلائل النبوة میں سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا تو سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول ”ذُرُّ ابی طالب“ (اللہ کے لئے ابوطالب کی خوبی ہے) کو دیکھو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دیکھو:

”اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں“ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر نظر کرو کہ ”ہمیں کون ابوطالب کے شعر سنائے گا۔“ اور ایک بار بھی منقول نہ ہوا کہ ابوطالب نے سرکار کی کسی بات کو رد کیا ہو یا سرکار کو جھٹلایا ہو، بلکہ خود اسی قصیدہ میں قریش سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ:

”خدا کی قسم! لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ہمارے نزدیک ایسا نہیں کہ جھٹلایا جائے اور نہ اُسے جھوٹی باتوں سے کام ہے۔“

اور اسی وجہ سے ابوطالب پر تمام دوزخیوں سے ہلکا عذاب ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا، اور شفیع مرتبی (امید گاہِ عاصیاں) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نے انھیں نفع دیا تو ان پر تخفیف کے لئے انھیں جہنم کے بالائی سرے پر رکھ دیا گیا اور یہ معاملہ ان کے ساتھ سارے کافروں کے برخلاف ہے جنہیں شفیعوں کی شفاعت کام نہ دے گی اور کاش! وہ ایمان لاتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل صحابہ سے ہوتے۔ لیکن اللہ کا لکھا ہوا نہیں ٹلنا اور اس کا حکم نہیں بدلتا اور اللہ ہی کے لئے حجت بلند اور معصیت پھرنے کی قوت اور طاعت کی طاقت اللہ عز و جل حکیم کے دیئے بغیر نہیں، اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے بعض فتاویٰ میں تفصیل سے بیان کیا اور ابوطالب کے اسلام کے قائل کی رائے کا بطلان ظاہر کیا ہے اور جب یہ بات یوں ہے تو ظاہر ہو کہ حصرِ شقی مکذب (جھٹلانے والے) میں بھی درست نہیں، اسی طرف قاضی امام ابو بکر نے

اشارہ کیا چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنی پر جاری کرنا ممکن نہیں اور اس پر تین وجوہ دلالت کرتی ہیں :

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حصہ اس کا مقتضی ہے کہ جہنم میں وہی کافر جلے گا جو سب سے بڑا بد بخت ہو جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی ہو اور ان کی سچائی کے دلائل میں نظر سے اعراض کرتا ہو، تو لازم آیا کہ وہ کافر جس سے تکذیب و اعراض نہ ہو (جیسے ابوطالب) جہنم میں نہ جائے۔

میں کہتا ہوں جس طور پر ہم نے اپنے مقالہ کی تقریر کی اس سے امام رازی کے اس قول کا ضعف ظاہر ہو گیا جو انھوں نے امام قاضی پر بطور اعتراض کیا ہے کہ ہر کافر کا نبی کو اس کے دعوے میں ٹھٹھانا ضروری ہے اور اس نبی کے دلائل صدق میں نظر سے روگردانی اسے لازم ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ تاویل جسے بہت متاخرین نے پسند کیا کوئی حاجت پوری نہیں کرتی نہ تشنگی کو بجھاتی ہے اور تم لطافت طبع کو لازم پکڑو۔

اور ثانیاً اُسے گمان کیا کہ وہ آیت جو اتقی کے بارے میں ہے وہ بھی اپنے ساتھ والی آیت کی طرح محتاج تاویل ہے، تو اس کا ارتکاب کیا جس سے وہ بے نیاز تھے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی۔

اور ثالثاً گمان کیا کہ اس کا اتقی کو تقی کی طرف مَوَل کرنا اسے فائدہ دے گا اور غنائجئے گا اس گمان کی بنا پر کہ اس کے نزدیک آیت میں مذکور تقی کے سوا کوئی آتش دوزخ سے نہ بچایا جائے گا۔

میں کہتا ہوں اور اس پر وہ سوال وارد نہیں ہوتا جسے عنقریب وہ بولے گا کہ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت گنہگاروں پر کہاں گئی حالانکہ قطعی دلیلیں بتا چکیں کہ بہت سے بد عمل اور گناہوں سے بوجھل اور مرتے دم تک گناہوں کے عادی محض رحمت عزیز غفار اور شفیع مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آتش دوزخ کی جھنک نہ سُنیں گے اس لئے کہ تقویٰ کے درجات و اقسام میں ان کا پہلا درجہ کفر سے بچنا ہے جس میں مومن برابر ہیں، اور ابو عبیدہ نے اپنی مراد ظاہر کر دی کہ اس نے کہا اتقی بمعنی تقی کے ہے اور تقی مومن ہے اھ۔

میں کہتا ہوں اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو بچوں اور پاگلوں سے نقص کے ذریعہ اٹھتا معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ تقی سے مراد مومن ہے اور بچہ اگر سمجھ والا ہے تو اس کا اسلام معقول اور مقبول ہے، اور مجنون پر جنون اگر طاری ہے تو شرعاً اس کا ایمان سابق اس کے ساتھ مانا جائے گا ورنہ ان دونوں پر حکم فطرت اسلامیہ جاری (یعنی انھیں بہ حکم مسلمان جانیں گے)۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۷۸ تا ۵۸۶)

(۴۵) اتقی کے معانی پر مزید بحث کرتے ہوئے فرمایا ،

لکنی اقول اولاً فح ماذا تصنع باللام الداخلة على الاتقی اذ قد تقرر في الاصول انها ان لم تكن للعهد فلا تستغفر اقل ، ومعلوم ان من المؤمنين من يعذب ولا يجنب ولا ينفع امر اداة للنزوم بالصلى اذ الكناية للناس دون الصلى ، ولقد اغرب من تفتن لبعض من هذا القاضى اليضاوى فحصل الكلام على من يتقى الكفر والمعاصى اقول نعم الان يصح الاستغراق ولكن من المحصر المزعم الذى يرتكب لاجله تاويل الاتقی ، اذ من الفجار من يجنب ولا يعذب كما ذكرنا وعلى هذا يرد النقض ايضا بالصبي والمجنون .

واقول ثانياً اغضنا هذا كله وتركناكم وشانكم فاذهبوا بالكلام الى ما تشتهيہ انفسكم الا انكم اغفلتم الصفة ههنا غفولكم عنهما في "الاشقى الذى كذب وتولى" فان الله سبحانه وتعالى لم يرسل الاتقی امر سالا بل خصه "بالذى يؤتى ماله يتزكى" ، ومعلوم ان التقى الفقير لا مال له وانه مجنب عن النار لا شك ، فان كان الكلام على المحصر كما نرعمتم فالمحصر لم يستقم بعد والافماذا يبدجكم الى التاويل والعدول عن ظاهر التنزيل ، عن هذا نقول ان الوجه ترك التكلف و صون اللفظين لا سيما الاتقی عن التغير والتصرف لانعدام الحاجة في احدى الايتين واندفاعها بطريق اسلم في الاخرى كما يفيد الوجهان اللذان ذكرهما القاضى الامام مع ما شاهدنا ان التاويل يراد ولا مفاد ويقادس ولا ينقاد بيد أنى ما يديرني لعل الجدال يورى نارا موقدة تطلع على الافئدة ، فيقوم قائل ان وجهى القاضى ايضا يعكس عليهما بشئ فلا مناص من تشديد الامكان وتجديد الاعيان على حسب الامكان .

فاقول ومرتبى الى الاحسان يستبعد على الوجه الاول وصف الاتقی بانه يجنب تلك النار الكبرى فان مدح اكرم القوم بانه ليس أمر ذل القوم مما لا يستمدح . اقول والمخلص الاستخدام وهو شائع في فصيح الكلام بل عدوة والتورية اشرف

انواع البديع ، بل منهم من قدمه في الشرف على الجميع كما ذكر الامام العلامة السيوطي و  
منه في القرآن العظيم قوله تعالى " ولقد خلقنا الانسان من سلاله من طين ثم جعلناه نطفة  
في قرار مكين - "

المراد بالانسان ابونا آدم عليه السلام وبالضمير ولده ، ومنه قوله تعالى " اتى امر  
الله فلا تستعجلوه - "

المراد بامر الله بعثة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم على احد الوجوه في تاويله  
اخرج ابن مردويه عن ابن عباس رضى الله تعالى عنه في قوله تعالى اتى امر الله  
قال محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ، والمراد بالضمير قيام الساعة قاله العلامة  
السيوطي ، نفخا الله تعالى بعلومه امين -

اقول فان قلت اذا اردتم بالنار اعظم النيران المخصوص باشقى الاشقياء ،  
فما معنى انذار سائر الناس عنه قلت المعنى ان شاء الله تعالى ان الاشقى انما يبلغ  
ما يبلغ من كمال الشقاء وسوء الجزاء وجهد البلاء بماثا بر عليه من الكفر والعناد والاصرار  
والاستكبار فاحذروا انتم يا ايها الناس ان لم تنبوا الى الحق ودمتم كدوامه ان تعاد لوه  
في الشقاء فتلقوا اثاما كمثل اثامه فكانت الآية على حد قوله تعالى " فان اعرضوا فنقل  
انذاركم صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود " فانهم انما اصابهم ما اصابهم لمثل  
هذا الا عراض فماذا يؤمنكم ان مضيتم على دابهم ان تعذبوا بعد ابهم او حصل الانذار  
بأنه تعالى اخبر ان هناك عدوا اشقى من يوجد وله جزاء اسوء ما يكون والناس غيرون  
انه من هو ، ولم يذكر الله من صفاته الا التكذيب والتولى ، فحق ان تنقطع قلب كل  
مكذب ويتفلق كبس كل متول خوفا وفرقا ان يكون هو هو فمن هذا الوجه جاء  
الانذار لسائر الناس فاتقنه فانه من احسن السوانح بتوفيق الملك العليم الفاتح

١٥٣/٢	دار الكتاب العربي بيروت	النوع الثامن والخمسون	له الاتقان في علوم القرآن
		القرآن الكريم ١٢/١٣	
١٥٣/٢	دار الكتاب العربي بيروت	النوع الثامن والخمسون	له الاتقان في علوم القرآن
		القرآن الكريم ١٢/١٣	

جل جلاله ، وهذا الكلام يجري بعضه في الوجه الثاني أيضا ، لكن هنا دقيقة غامضة و هي أن امثال هذا الحصر الادعائي انها تناسب المقام اذا كان سوق الكلام لذكر هذا الاشقي الملامر ، فكانه قيل انه بلغ من الشقاء مبلغا تضحل دونه سائر الشقاوات فكانه لا يلج الناس الآهو ، اما اذا سبق مساق الانذار لجميع الكفار أو قصد ذلك ايضا مع قصد الذم فلعله لا يستحسن حينئذ حصر العقاب في رجل واحد ، تأمل فانه موضعه والعبد الضعيف لهذا ايجد نفسه امركن الى الوجه الاول دون الثاني ، وفيه الغنية وحصول البنية ، والحمد لله معطى الاماني ، ثم لما بلغت هذا المقام راجعت العزيزي بعد ما استعرت من بعض الاعزة فرأيت المولى عبد العزيز تجاوز الله تعالى عنا وعنه تنبه لهذا الاستبعاد الذى ذكرته في الوجه الاول وجهى القاضى و حق له ان يتنبه فانه العلم فى الذكاء والفتانة ، ثم اجاب عنه بجوابين :

**الاول** يقارب ما قالوا من القول بالاستخدام -

**والثاني** ان التجنب من تلك النار المخصوصة بالكفار ايضا لها عرض عريض و غاية القصى مختصة بالالتقى وسائر المؤمنين وان كانوا مجنبيين لكن لا كمثله انتهى معزيا .

**اقول** الوجه الوجه الاول وعليه عندى المعول واما ما ذكر من الوجه الثاني فليس بشئ عندى وان كان هو الرضى لديه حتى اورد الاول بصيغة التمرىض وذلك لان كون التجنب مقولا بالتشكيك مسلم فى مطلق النار التى يمكن ان يدخلها بعض المؤمنين ومعنى العرض العريض فيه كما سبق اليه ذهنى القاصر ان الذنوب مقتضاها الاصل الذى لو خليت هى وطبايعها ما اقتضت الاياة انما هو اصابة الجزء الذى اوعده عليه وهذا ظاهر جدا ، فكل من اذنب ذنبا ولو مرة استحق بذنبه هذا ان يؤاخذ به الملك جل جلاله ، ولا تقبض حسناته المتكاثرة على العزيز المقدر اذ نفع الحسنات انما يعود اليه ، فكيف يمن على الله تعالى بما عمله لنفع نفسه ، فكيف يجعله ذريعة الى ابطال منشور الجزء عن راسه وقد قيل له

بأفصح بيان ان كما تدعى تدان ، غاية الامر ان يقسم لبثه في الدارين على مقدار لبثه في العملين كما وكيفاً ، فيجوز ان تمتسه النار بما يعدل هذا المقدار ، وقد اعتقدنا نحن معشر اهل السنة والجماعة من رقنا الله سبحانه وتعالى حظ الرحمة والشفاعة انه تبارك وتعالى - له أن يؤخذ عبده كل جريمة ولو صغيرة كما ان له ان يتجاوز عن كل كبيرة ، هذا فضل وذلك عدل ، وما الله بظلام للعبيد - ثم ان المولى جل وعلا بغاية عدله وضع الجزاء مشاكلاً للعمل لذائمه تنعيم المؤمن وتعذيب الكافر اذ قد علم من نيتهما ومكنونات طويتهما أنهما عاترات على ادامة ما فيها من الكفر والايمان حتى لو داموا في الدنيا لداموا عليه الا ترى الى قوله تعالى "ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه" ولذلك لما تسلىخ ابو طالب عن الكفار بشراشرة واثبت قدميه على تلك السلة الجبيشة نجا الديان سبحانه سائر بدنه من النار وسلط العذاب على قدميه كما في حديث الشيخين <sup>٣</sup> وغيرهما ففضيلة المشاكلة أن من تساوت حسناته وسيئاته يساوى لبثه في العذاب بلبثه في دار الثواب ومن اذنب ذنباً واحداً اذيق اثامه ومن لم يسيئة ثم انقلع عنها فجزاءه المشاكلة ان يدفن الى النار ثم يعيد عنها ليدوق من الفرع والغصم قدر ما ذاق من اللذة في اللهم هذا حكم العدل وحكم العدل هو الاصل لكن المولى الجواد الكريم الذي "كتب على نفسه الرحمة" وجعل لها السبقة على الغضب منة ونعمة تشفع اليه شفيهان رفيعان وجهات جيبان لا يردان ولا يخيبان رحمته الكاملة العامة الشاملة وهذا النبي الكريم المبعوث من الحرم بفيض الجود والكرم صلى الله تعالى عليه وآله وبارك وسلم فوعده بالطف جيلة ورحمات جيلة فضلاً من لديه من دون وجوب عليه ، وحاشاة أن يجب عليه شيء "وهو جبر ولا يجبر عليه"

٤٤٢/١٥

موسسة الرسالة بيروت

حديث ٣٢٠٣٢

له كنز العمال

له القرآن الكريم ٢٨/٦

٥٢٨/١

قديمي كتب خانة كراچی

باب قصه ابی طالب

كتاب المناقب

صحیح البخاری

١١٥/١

" " "

باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب

كتاب الايمان

صحیح مسلم

له القرآن الكريم ٢٣/٨٨

له القرآن الكريم ١٢/٦



وبشر "أن الحسنات يذهبن السيئات" وإن اللهم مغفوعنا (إن شاء الله تعالى) "إن سربك  
واسع المغفرة" وإن الله تجاوزنا عما هممت به أنفسنا ما لم نعمل أو نتكلم أو أن  
من تعادلت كفتاه لم يدخل النار وإن لا يهلك عند الله الأمارد متمرده وهذا  
كله تفضل وتكرم من المولى المحي جلت إله وتوالت نعماءه وله الحمد كما يجب  
ويرضى فكل من اذنب أو المرم جنبه المولى النار فأنها جنبه على استحقاق منه  
لجزاء ما عمله كما قال تبارك وتعالى "إن سربك لذ ومغفرة للناس على ظلمهم" بل  
لامعنى للمغفرة الاتجاوز صاحب الحق عن استيفاء حقه كلاً أو بعضاً فهذا تجنيب  
بعد تقريب وأنجا بعد الجباء مع ما فيه أيضاً من تفاوت الرتب كما لا يخفى ،  
أما الذى بلغ من التقوى غايته القصوى حتى تنزه عن كل ما يكره وفنى عن الخلق وبقى على  
الحق وارتفع شأنه عن آيات عصيان ونظر بالرضى إلى ما يبغض الرحمن ، فهذا محال  
أن يكون من النار فى شئ أو النار منه فى شئ لاسيما اتقى الاتقياء وأصطفى الأصفياء الذى  
لم يزل من الحق بعين الرضا فى جميع أحواله ، ولم يسوء النبى صلى الله تعالى عليه وسلم  
فعلة من أفعاله ، فذاك العبد ذاك العبد كلت اللسان عن شرح كماله وتاهت العقول  
فى تيه جلاله جالت وعالت ، فبقيت تكبو ثم رجعت فسئلت فقالت هو هو فغاية  
القول فيه أنه أولى العباد وأول المراد بقول الجواد "إن الذين سبقت لهم منا الحسنات  
أولئك عنها مبعودون" لا يسمعون حيسبها وهم فى ما اشتهت أنفسهم خالدون ولا  
يحزنهم الفزع الأكبر وتلقهم الملائكة هذا يومكم الذى كنتم توعدون" هذا  
معنى العرض العريض للتجنيب من مطلق النار على حسب ما يطيقه البيان ، و  
لا يتأتى مثله فى النار المخصوصة بالكفار إذا نهاهى جزاء الكفر والمؤمنون كلهم  
متساوون فى التباعد عنه اذ الكفر والإيمان لا يزيدان ولا ينقصان والمسئلة اجماعية

١١٣ / ١١ العترة أن الكريم

٣٢ / ٥٣ " "

٩ / ١٣ " "

١٠٣ / ٢١ " "

والنزاع لفظی فوجب ان يتساووا في البعد عن جزاء الكفر ايضاً، واما قوله تبارك وتعالى "هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان" فهذا بالنظر الى الظاهر اذ الآية في المنافقين لقوله "يقولون بافوا هم ما ليس في قلوبهم" والله اعلم بما يكتسبون<sup>١</sup>، يعنى انهم كانوا يتظاهرون بالايمان فيظن الجاهل بها في السرائر انهم مؤمنون، لما كانوا يتباعدون بالسنتهم عن الكفر ثم لما انزلوا عن عسكر المؤمنين وقالوا "لنعلم قتالا لا تبعدنا<sup>٢</sup>" تخرق الحجاب وغلب على الظنون انهم ليسوا بمؤمنين مع تجويزات يكون هذا القول منهم تكاسلاً واخلاداً الى ارض الدعة، فهذا معنى القرب والبعد والمراد بالكفر والايهان اهلوهما اذ تغلبهم سواد المؤمنين بالانعزال عنهم تقوية للمشركين كذا قال المفهرون هذا ما عندى، والله سبحانه وتعالى اعلم۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اولاً جب اتقی بمعنی تقی کے ٹھہرا تو اس صورت میں اس لام کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے جو اتقی پر داخل ہے اس لئے کہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ لام اگر عہد کے لئے نہ ہوگا تو استغراق کے لئے ہوگا۔ اور یہ معلوم ہے کہ مومنوں میں وہ ہیں جنہیں عذاب ہوگا اور وہ آتش دوزخ سے نہ بچائے جائیں گے اور یہ مفید نہیں کہ یصلیٰ سے بجائے آگ میں جانے کے آگ کا لازم ہونا مراد لیا جائے اس لئے کہ یجذبھا (اس دوزخ سے دُور کیا جائے گا) میں ضمیر جہنم کی آگ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ صلی مصد کی طرف (جس کا معنی آگ میں جانا ہے) اور جس کا ذہن ان باتوں میں سے بعض کی طرف پہنچا اس نے عجیب و غریب کام کیا جیسے قاضی بیضاوی، تو انھوں نے کلام کو اس پر محمول کیا جو کفر اور گناہوں سے بچے لیکن اس حصہ موعوم کا مددگار کون جس کی وجہ سے اتقی کی تاویل کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس لئے کہ فاجروں میں وہ بھی ہے جو دوزخ کی آگ سے دُور رہے گا اور اسے عذاب نہ ہوگا۔

اور ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان تمام باتوں سے آنکھ میچی اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑا تو کلام کو جدھر چاہئے لے جائیے مگر آپ لوگ یہاں بھی صفت سے غافل رہے جس طرح اشقی

(جس نے جھٹلایا اور مُنہ نوٹا) کے معاملہ میں آپ نے صفت سے غفلت کی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اتقی کو مطلق نہ رکھا بلکہ اسے اس کے ساتھ خاص کیا جو اپنا مال سُتھرا ہونے کو راہِ خدا میں دے، اور یہ معلوم ہے کہ اتقی فقیر کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ وہ آتشِ دوزخ سے دُور رہے گا۔ تو اگر کلامِ برسبیل حصر ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا زعم ہے تو حصر تو اب بھی درست نہیں ہوا اور اگر حصر پر بناء نہیں تو آپ کو تاویل اور ظاہر تنزیل سے عدول کی طرف کون سی چیز مضطر کرتی ہے اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ تکلف چھوڑا جائے اور دونوں لفظوں خصوصاً اتقی کو تصرف و تغیر سے محفوظ رکھیں اس لئے کہ ایک آیت میں تاویل کی حاجت نہیں اور دوسری میں مسلکِ اسلم سے حاجت مندرج ہو جاتی ہے جیسا کہ ان دو وجہوں نے افادہ کیا جو قاضی امام نے ذکر فرمائیں باوجودیکہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ تاویل مراد ہوتی ہے حالانکہ کوئی مفاد نہیں ہوتا اور وہ کھینچی جاتی ہے جبکہ وہ نہیں کھینچی لیکن میں کیا جانوں شاید بحثِ روشن آگ کو بھڑکائے جو دلوں پر چلے تو کوئی قائل کھڑا ہو جائے اور کہے کہ قاضی کی مذکورہ دو وجہوں پر بھی کچھ غبار ہے لہذا ارکان کو مضبوط کرنا اور اشیاء کی تجدید بقدر امکان ضروری ہے۔

تو میں کہتا ہوں اور میرا رب ولی نعمت ہے، پہلی وجہ پر اتقی کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ بڑی آگ سے دُور رکھا جائے گامستبعد ہے اس لئے کہ قوم کے بزرگ ترین کے لئے یہ کہنا کہ وہ ذلیل ترین نہیں ہے، اس میں کوئی ملاحظ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس سے نجات دہندہ وہ استخدام ہے اور وہ کلامِ فصیح میں شائع ہے بلکہ علماء نے استخدام و توریہ کو بدیع کی سب سے عمدہ قسم شمار کیا ہے، بلکہ بعض علماء نے استخدام کو شرف میں تمام اقسامِ بدیع پر مقدم رکھا ہے، جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے، اور اس قبیل سے قرآنِ عظیم میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”اور بیشک ہم نے آدمی کو چُننی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔“

آیت میں انسان سے مراد ہم انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور ضمیر سے مراد ان کی اولاد ہے، اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ۔“ اس آیت میں ایک وجہ پر امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے اس تاویل کو ابنِ مردویہ نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ”اتقی امر اللہ“ میں ”امر اللہ“ سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور ضمیر سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے

یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علوم سے نفع بخشے، آمین !

میں کہتا ہوں اب اگر تم کہو جبکہ آپ نے آیت میں مذکور نام سے دوزخ کی سب سے بڑی آگ مراد لی جو تمام اشیاء سے بدتر شقی کے لئے مخصوص ہے تو سب لوگوں کو اس سے ڈرانے کا کیا مقصد؟ تو میں کہوں گا کہ مقصد ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا شقی کمال شقاوت اور بُری جزا اور سخت بلا کے جس درجہ پر پہنچا اس کا سبب وہی کفر و عناد ہے اور اصرار اور گھمنڈ ہے جس پر وہ قائم رہا، تو اے لوگو! تم ڈرو کہ اگر تم حق کو نہ مانو اور ناحق پر جے رہو جیسا کہ وہ بڑا بد بخت جبار ہا کہیں تم بد بختی میں اس کے برابر نہ ہو جاؤ تو اس کے عذاب جیسا عذاب پاؤ تو یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول ”پھر اگر وہ مُنہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی“ کے طور پر ہے اس لئے کہ عاد و ثمود پر جو مصیبت اُتری وہ اسی طور کے اعراض (رُوگردانی) کے سبب اُتری تو تمہیں کون سی چیز بے خوف کرتی ہے، اگر تم ان اگلوں کی عادت پر جے رہو ان جیسا عذاب پانے سے یا سب کے لئے تنبیہ ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ایک دشمن نہایت بد بخت ہو گا اور اس کے لئے نہایت بدترین مزا ہے اور لوگ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی صفات میں سے جھٹلانے اور منہ موڑنے کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا تو بجا ہے کہ ہر جھٹلانے والے کا دل کٹ جائے اور ہر منہ موڑنے والے کا کلیجہ چھٹ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہی نہ سب سے بڑا بد بخت ہو جس کی یہ سزا سُنانی گئی تو اس وجہ سے یہ تخیل سب لوگوں کے لئے آئی، اس نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بادشاہ علیم فاتح (علم والے عقدہ کھولنے والے حل جلالہ) کی توفیق سے ایک اچھا خیال ہے اور یہ تقریر کچھ وجہ ثانی میں بھی جاری ہے، لیکن یہاں ایک نہایت خفی نکتہ ہے اور وہ یہ کہ ایسے حصر ادعائی موقع کے مناسب اسی وقت ہوں گے جبکہ سیاقِ کلام اس بڑے بد بخت و قابلِ ملامت کی مذمت کے لئے ہو، تو گویا یوں فرمایا گیا کہ یہ شخص شقاوت کے اس درجہ تک پہنچا جس کے آگے سب شقاوتیں ہیچ ہیں تو گویا دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ جائے گا، مگر جبکہ یہ کلام تمام کافروں کی تخیل کے لئے ہو یا مذمت کے ساتھ یہ قصہ بھی ہو تو شاید عذاب کو ایک شخص میں منحصر بنانا مستحسن نہیں، غور کرو کہ یہ مقام غور ہے اور یہ بندہ ناتواں اسی لئے خود کو دوسری وجہ کے بجائے پہلی وجہ کی طرف زیادہ مائل پاتا ہے اور اسی میں بے نیازی اور مطلب کا حصول ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے جو مرادیں عطا فرماتا ہے، پھر میں جب اس مقام تک پہنچا میں نے تفسیر عزیزی اپنے بعض اعزّہ سے عاریتہ لے کر دیکھی تو میں نے حضرت مولانا عبد العزیز کو (اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں معاف فرمائے) دیکھا کہ وہ اس اعتراف کی طرف متنبہ ہوئے جو وجہ اول پر

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اور انھیں متنبہ ہونا ہی چاہئے اس لئے کہ وہ ذکاوت و فطانت کا پہاڑ ہیں۔ پھر اس کے دو جواب دیئے:

**پہلا** تو وہی ہے جو علمائے اختیار فرمایا یعنی استخدام کا طریقہ۔

**دوسرا** یہ کہ اس نار سے دُور رکھا جانا جو کافروں کے ساتھ خاص ہے اس میں بڑی وسعت ہے اور اس کی آخری حد اتنی کے لئے خاص ہے اور باقی مسلمان اگرچہ وہ بھی اس آگ سے دُور رہیں گے لیکن اس کی طرح نہیں اھ۔

میں کہتا ہوں وجہ تو پہلی وجہ ہے اور میرے نزدیک وہی معتد ہے، اور جو دوسری وجہ ذکر کی وہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اگرچہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو دوسری پسند ہے کہ پہلی کو ایسے صیغہ سے ذکر کیا جس سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے کہ نار سے دُور ہونا اس کا کلی مشکل ہونا مطلق نار میں مسلم ہے جس میں بعض مومن داخل ہو سکتے ہیں اور تجنیب (نارِ دوزخ سے دُور رہنا) میں بڑی وسعت کا معنی جیسا کہ میرا ذہن قاصر اس کی طرف سبقت کرتا ہے کہ گناہوں کا وہ مقتضائے اصلی کہ گناہ اپنی طبیعت کے ساتھ چھوڑ دیئے جائیں تو اسی کا تقاضا کریں تو یہ ہے کہ بندہ کو وہ سزا ملے جس کی اسے گناہوں پر وعید سنائی گئی، اور یہ بہت ظاہر ہے، تو ہر وہ شخص جس نے ایک بار بھی گناہ کیا اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا مستحق ہے اور بندہ کی بکثرت نیکیاں خدائے غالبِ قدیر کو مانع نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ نیکیوں کا نفع تو بندہ ہی کو پہنچتا ہے تو کیسے اللہ تعالیٰ کو اپنے بھلے کے لئے کئے ہوئے کام کا احسان جتائے گا اور کیونکر اسے سزا کے دستور کو سرے سے باطل کرنے کا ذریعہ بنائے گا، حالانکہ بندہ کو خوب واضح بیان سے کہہ دیا گیا ہے کہ جیسا تو کرے گا ویسا تجھے بدلہ دیا جائے گا۔ غایت امر یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں بندہ کی مدتِ اقامت کو نیک و بد ہر دو عمل میں ٹھہرنے کی مقدار پر باعتبارِ قدر و کیفیت تقسیم کریں تو ممکن ہے کہ اسے آگ اتنی مدت تک چھوئے جو اس کے مقدارِ عمل کے برابر ہو، اور ہم اہلسنت و جماعت (اللہ ہمیں رحمت و شفاعت سے نصیب عطا فرمائے) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ بندے سے ہر جرم پر مواخذہ کرے اگرچہ صغیر ہو جس طرح کہ اس کو سزاوا ہے کہ ہر گناہ سے درگزر فرمائے اگرچہ کبیر ہو، اور یہ اس کا فضل ہے اور وہ اس کا عدل، اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اسی لئے جنت میں مومنین کی آسائش اور جہنم میں کافر کا عذاب ہمیشہ ہو گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی نیت اور مخفی ارادے کا علم ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی حالت کفر و ایمان پر قائم و دائم رہنے کا عزم کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اگر دنیا میں ہمیشہ رہتے اپنے حال پر ہمیشہ رہتے کیا تم اللہ کے فرمان کو

نہیں دیکھتے ”اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے“ اور جب ابوطالب کفار سے تمام و کمال جدا ہوئے اور اپنے قدم اس خبیث ملت پر جمائے رکھے جزا دینے والے رب سبحنہ و تعالیٰ نے ان کے سارے بدن کو نار سے نجات دی اور عذاب کو ان کے قدموں پر مستط کر دیا جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے، تو عمل و جزا میں مشاکلت کا مقتضی یہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اس کا عذاب میں رہنا ثواب کے گھر میں رہنے کے برابر ہوا، جو ایک گناہ کرے وہ اس کا عذاب چکھے اور جو برائی کے قریب جائے پھر اس سے جدا رہے تو اس کی جزا مشابہ عمل یہ ہے کہ وہ نار کے قریب کیا جائے پھر اس سے دُور رکھا جائے تاکہ غم اور گھبراہٹ کا مزہ ارادہ گناہ میں لذت کے بمقدار چکھے یہ حکم عدل ہے اور حکم عدل ہی اصل ہے، لیکن جود و کرم والے مولے نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا اور اس کے لئے غضب پر سبقت رکھی اپنے کرم و احسان سے اس سے سفارش کی جو رحمت و جاہت والے اوپر پیارے شفیعوں نے جو نہ پھیرے جائیں نہ محروم ہوں ایک اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام وعام اور دوسرے یہ نبی کریم جو کرم سے فیض جود و کرم کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جلیل مہربانوں اور جلیل رحمتوں کا وعدہ فرمایا محض اپنے فضل سے نہ اس سبب سے کہ اس پر کچھ واجب ہے اور وہ اس سے منزہ ہے کہ اس پر کچھ واجب ہو، حالانکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور اس نے خوشخبری دی کہ نیکیاں برائیوں کو دُور کر دیتی ہیں اور یہ کہ لسم (ارادہ گناہ) پر نہیں معافی دے دی گئی، بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ان باتوں سے درگزر فرماتا ہے جن کا ارادہ ہمارے نفوس کرتے ہیں جب تک ان کو انجام دیں یا انھیں نہ بولیں اور جس کے دونوں پتلے برابر ہوں گے وہ نار میں نہ جائے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف نہایت کرشمہ زلفا فرمان ہی ہلاک ہوگا (یعنی کافر)، اور یہ سب مولائے غنی کریم کا فضل و کرم ہے، اس کی نعمتیں جلیل ہیں اور اس کے احسان پیہم ہیں، اور اسی کے لئے حمد ہے جیسی وہ چاہے اور پسند فرمائے، تو ہر وہ شخص جس نے گناہ کیا یا گناہ کے پاس جا کر گر گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نار سے دُور رکھا تو اسے اس کے استحقاق کی جہت سے اس کے عمل کی جزا دینے کو دُور رکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کو بخشنے والا ہے ان کے ظلم کے باوجود“ بلکہ مغفرت کا معنی یہی ہے کہ صاحبِ حق اپنے حق کو لینے سے کلی یا جزوی طور پر درگزر کرے تو یہ نار سے قریب کر کے اس سے دُور رکھنا ہے اور نار کی طرف لجا کر اس سے بچانا ہے اس کے باوجود اس میں رُتبوں کا تفاوت ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں مگر جو تقویٰ کی سب سے آخری حد تک پہنچ گیا یہاں تک کہ ہر ناپسندیدہ بات سے دُور رہا اور خلق سے فانی اور حق پر باقی ہو گیا اور اس کی شان معصیت

کے ارتکاب سے اور رحمن کے مبغوض کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے سے بلند ہوگئی، تو محال ہے کہ ایسے شخص کو نار سے علاقہ ہو یا نار کو اس سے کوئی تعلق ہو خصوصاً وہ متقیوں کا متقی اور سارے اصفیائے زیادہ صاف باطن جس کے تمام احوال پر حق کی چشمِ رضا رہی، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس کا کوئی کام بُرا نہ لگا تو یہی وہ خدا کا بندہ ہے یہی وہ خاص بندہ ہے زبانیں جس کے کمال کو بیان کرنے سے عاجز ہیں جس کی عظمت کے صحرا میں عقلیں گم ہیں اس میں عقلیں دوڑیں اور گھومتی پھریں، پھر گرتی پڑتی رہیں پھر لوٹیں تو ان سے پوچھا تو بولیں وہی وہ ہے، تو اس خاص بندہ کے بارے میں آخری بات یہ ہے کہ وہ سارے بندوں سے اولیٰ اور خدا کے جواد کے قول "بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں وہ اس کی پھنک نہ سنیں گے" اور وہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا" کی پہلی مراد ہے، مطلق نار سے دُور رکھنے میں جو بڑی وسعت ہے اس کا مقدور بیان کے مطابق ہی معنی ہے اور ایسی بات اس نار کے بارے میں نہیں بنتی جو کفار کے ساتھ مخصوص ہے وہ تو کفر کی سزا ہے اور تمام مسلمان اس نار سے دُور رہنے میں برابر ہیں اس لئے کہ کفر و ایمان یہ دونوں وصف گھلتے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ مسئلہ (کفر و ایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجتماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمان کفر کی سزا سے دُور رہنے میں بھی برابر ہوں۔ رہا اللہ تعالیٰ کا قول "اس دن وہ ظاہری ایمان کی بنسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں" تو یہ باعتبار ظاہر کے ہے اس لئے کہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

"اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ منافقین ظاہری طور پر ایمان والے بنتے تھے تو ان کے دلوں میں چھپی بات سے بے خبر یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہیں چونکہ منافقین کفر سے دُور ظاہر کرتے تھے پھر جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو گئے اور بولے کہ:

"اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے" ان کا پردہ فاش ہو گیا اور گمانوں پر غالب ہو گیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں اس احتمال کے ساتھ کہ منافقوں کی یہ بات سُستی اور آسائش کی زمین پکڑنے کی وجہ سے ہو تو قُرب اور بُعد کا یہ معنی ہے یا کفر و ایمان سے مراد صا جانِ کفر و ایمان ہیں اس لئے کہ منافقوں کا مسلمانوں کے گروہ کو کم کرنا مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو کر مشرکوں کو تقویت دینا ہے ایسا ہی مفسرین نے فرمایا ہے، یہ ہے وہ جو میری رائے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴۶) بحث مذکور کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا :

وبالجملة فهبت نسائم التحقيق على ان الوجه ابقاء اللفظين على ظاهرهما  
وانما تحتاج الى امرين لا يعد شي منهما تكلفاً وتغييراً .  
الاول ان تنكيراً للتعظيم وهو كما ترى شائع في الكلام الفصيح قرانا وقد يما  
وحديثا واخذ التلظي بمعنى اشد ما يكون حملاً للمطلق على فردة الكامل وهو  
ايضاً منتشر مستطير .

والثاني الاستخدام وهو كما سمعت اعلى او من اعلى النوع البديع او  
امرجاع الضمير الى نفس الموصوف مجرداً عن الصفة وهذا ليس من التاويل  
في شيء على ان غرضنا بيانه بالآية الاتقى ولا مساغ فيه للتاويل بتا و قطعاً  
هكذا ينبغي التحقيق ولما التوفيق والحمد لله رب العالمين .

خلاصہ یہ کہ اب تحقیق کی ہوائیں چلیں اس پر کہ وجہ تو یہی ہے کہ دونوں لفظوں کو ان کے ظاہر پر  
رکھا جائے اور تمحیص حاجت صرف دو امر کی ہوگی اور ان میں سے کوئی نہ تکلف کے شمار میں ہے نہ تغیر کی  
گنتی میں ۔

پہلی بات یہ کہ ”ناراً“ نکرہ تعظیم کے لئے ہے اور یہ اسلوب جیسا کہ تم جانتے ہو قرآن و حدیث  
اور قدیم و جدید کلام فصیح میں شائع ہے اور تلظی (آگ کی بھرمک) مطلق کو فرد کامل پر محمول کرتے ہوئے  
سخت ترین بھڑکنے کے معنی میں لیا جائے اور یہ بھی خوب شائع ہے ۔

اور دوسری بات استخدام ، اور وہ جیسا کہ تم نے سنا اقسام بدیع میں سب سے اعلى ہے یا منجملہ  
اعلى قسم کے ہے یا ضمیر کو نفس موصوف کی طرف بلا لحاظ صفت لوٹائیں اور یہ تاویل سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا ۔  
علاوہ بریں ہماری غرض تو آیت اتقى سے تمام ہوتی ہے اس میں قطعاً تاویل کی گنجائش نہیں ، اسی طرح  
تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو مالک ہے سب  
جہانوں کا ۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۰۰)

(۴۷) چند وجوہ سے شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

اذا وعيت هذا ودريت ما فيه وألقيت السمع وانت نبیه هان عليك الجواب عن  
هذه الشبهة الاولى بوجوه :  
الاول ظاهر اللفظ واجب الحفظ لا بضرورة واين الضرورة .



**الثاني** ما مالوا اليه لم يزد الا قدحاً فوجب ان تضرب عنه صفحاً ، وابوعبيدة فيما عاقى لا اصاب ولا أغنى فكيف نترك ظاهراً قول الله سبحانه وتعالى بقول رجل لم يكن معصوما ولا صاحبياً ولا تابعياً ولا ستيّاً ولا مصيباً في ما طلب ولا مجدياً في ما اليه هرب .

ايها الناس اني سائلكم عن شيء فهل انتم مخبرون ام ايتكم لو ان الآية وردت بلفظ التقى وفسره بالالتقى ابوعبيدة اللخوي فتعلقنا به بقوله وندبناكم الى قبوله ماذا كنتم فاعلين لكن الانصات شيء عزيز ولا يؤتى الا اذا حظ عظيم .

**الثالث** سلمنا كونه في الآية وجهاً وجهاً لكن هو الوجه فيها بل وجهها هو الأوضح والأجلى ولا تنافي بين نجاة التقى والاتقى والقراة محتج به على كل تاويل واحد الوجهين يوجب التفصيل والوجه الآخر لا ينافيه فوجب القبول والقول بما فيه .

ولذلك ترى علمائنا رحمهم الله تعالى لم يزلوا محتجين بالآية الكريمة على تفضيل العتيق الصديق رضي الله تعالى عنه وهم ادرى منا ومنكم بما قاله ابوعبيدة وغيره ، ثم هذا الميقعد هم عن سلوك تلك المسالك ولم ينكر عليهم احد ذلك فثبت ان مقصودنا بحمد الله حاصل ومزعومكم بحول الله باطل ، و الحمد لله رب العلمين اياه نرجوا وبه نستعين .

**الشبهة الثانية** ما نقله المولى الفاضل استاذ استاذي عبد العزيز بن ولي الله الدهلوي سامحنا الله واياهما بلطفه الخفي وفضله الوفي في تفسير فتح العزيز ما ذكر استدلال اهل السنة والجماعة بآية الكريمة على الطريق المشهور بين علماء الدهور ، قال وقال اهل التفضيل ان الالتقى محمول على التقى منسلخ عن معنى التفضيل اذ لولاه لشمع باطلاقة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيلزم ان يكون الصديق التقى منه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو باطل قطعاً بالاجماع قال واجاب اهل السنة والجماعة ان حمل الالتقى على التقى يخالف اللسان العربي والقراة انما نزل به فحملة على ما ليس منها غير سديد ، وماذكروا من الضرورة مندفع بان الكلام في سائر الناس دون الانبياء

عليهم الصلوة والسلام لما علم من الشريعة ان الانبياء على كرامة واشرف مكانة عند الله تبارك وتعالى فلا يقاسون بسائر الناس ولا يقاس سائر الناس بهم فعرف الشرع حين جريان الكلام في مقام التفاضل وتفاوت الدرجة يخص امثال هذا اللفظ بالامة والتخصيص العرفي اقوى من التخصيص الذكري كقول القائل خبز القمح احسن خبز لن يقمهم منه تفضيله على خبز اللوز لأن استعماله غير متعارف وهو خارج عن المبحث اذ الكلام انما انتظم الجوب دون الفواكه ، هذا كلامه في التفسير الفارسي او ردناه نقلاً بالمعنى .

**اقول** وبالله التوفيق اما ما ذكر من ان يخالف اللسان العربية فممنوع و مد فوع ، الاترى الى قوله تعالى "هو الذي يبدؤ الخلق ثم يعيده وهو اهون عليه" وليس شئ اهون على الله تعالى من شئ والمعنى في نظرهم على احدتاويلات في عسلى ولعل الوارد في القرآن ، والى قوله تعالى "اصحب الجنة يومئذ خير مستقرا واحسن مقيلا" ولاخير للغير ولاحسن لأهل الضير اولاية جارية على سبيل التهكوبهم كما قال المفسرون لكن الأمرات الافعل حقيقته في التفضيل ولايصار الى الاتسلاخ عنه الا لضرورة دعت بقريئة قامت كما في الأيتين اللتين تلونا وحيث لا ضرورة ولا قريئة ما نحن فيه لانقول به والمصير اليه اشبه بالتحريف منه بالتفسير كما قد حققنا وهذا القدر يكفي المراد عليهم ، واما ما ذكر من حديث التخصيص عرفا فجرى منه على تسليم ما ادعى الخصم من أن اللفظ بصيغته يشمل الانبياء عليهم الصلوة والسلام وان بغيت الحق المرصوص فلا شمول ولا خصوص لأن الاتقى ان عم عم افراده وهم المفضلون المرحجون دون المرحوجين المفضل عليهم .

وسرالمقام بتوفيق الملك العلام ان الافضل لايدله من مفضل ومفضل عليه والمفضل عليه يذكر صريحا اذا استعمل مضافا او بمن اما اذا استعمل باللام

له فتح العزيز (تفسير عزیزی) تحت الآية ۹۲/۱۴ پ عم مسلم بکڑپولال کنوان دہلی ص ۳۰۴

۲۴/۳۰ القرآن الکریم

۲۴/۲۵

فلا يؤمر في الكلام ولكن اللام تشير إليه على سبيل العهد في ضمن الإشارة الى  
المفضل لان ذات اماله الفضل كما هو مفاد لفظ افعل بلا لام لاتعين الا وقد  
تعين المفضل عليه فعهد ما يستلزم عهده واذ لم يكن هناك عهد في اللفظ فالمصير  
الى العهد الحكيم وقد عهد في الشرع المطهر تفضيل بعض الامة على بعض لاتفضيلهم  
على الانبياء الكرام فلا يقصده المتكلم ولا يفهمه السامع فلم يدخلوا حتى  
يخرجوا، تأمل، انه دقيق، وقد كنت أظن هكذا من تلقاء نظري الى ان  
رأيت علماء النحو صرحوا بما ابدى فكرى والله الحمد.

قال المولى السامى نور الملة والدين الجامي قدس الله سره وضعه للتفضيل  
الشيء على غيره فلا بد فيه من ذكر الغير الذي هو المفضل عليه وذكره مع  
من والاضافة ظاهر، واما مع اللام فهو في حكم المذكور ظاهراً لانه يشار  
باللام الى معين بتعيين المفضل عليه قبل لفظاً او حكماً كما اذا طلب  
شخص افضل من زيد، قلت عمر والافضل أى الشخص الذى قلنا  
انه افضل من زيد، فعلى هذا لا تكون اللام فى افعل التفضيل الا  
للعهد انتهى.

قلت وتنقيح المرام بتحقيق المقام يستدعى بسطاً نحن في غنى عنه  
(لطيفتان) بشل ما صرح المولى الجامي صرح الرضى الاسترآبادى الذى  
لم تكن في مصرة عمارة عصره الا بنحوه لكننا لم نأثر عنه لان على قلبه أفة  
لاحد لها فهم من فهم هذا ثم ان المولى الفاضل نقل في التفسير جواباً آخر عن  
بعض المجلة الاكابرو لعله يريد به اياه وهو أن الاتقى ههنا على معناه اعنى من  
فضل في التقوى على كل من عداة نبيا كان او غيره الا انه يختص بالاحياء الموجودين  
فالصديق رضى الله تعالى عنه يوصف به في آخر عمره حين خلافته بعد ارتحال  
المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم وسيدنا عيسى على نبينا عليه الصلوة و  
السلام لما كانت مرفوعة الى السماء لم يبق في حكم الاحياء، ولا يجب للاتقى

ان يكون اتقى في جميع الاوقات وبالنسبة الى كل احد من الاحياء والاموات و الا  
لم يوجد له في العلمين مصداق اذ لا يتصور التقوى في من الصبا وكل منصب  
محمود شرعاً فالعبرة فيه بأخرا العمر كالعدل والصلاح والغوثية والقطبية  
والولاية والنبوة ولهذا يدعى بهذه الاوصاف من تشرف بها في اواخر عمره  
وان لم يكن له ذلك من بدء امره ، فالأتقى من فضل بالتقوى من سائر  
الموجودين في آخر عمره الذي هو وقت اعتبار الاعمال وبه يثبت المدعى بلا تكلف  
ولا تاويل <sup>له</sup> بالتعريب وقد ارى تضاها المولى الفاضل جانحاليه وسأكتا عليه .

**أقول** وان جعل الله الفطنة بمرأى العين من قلب وكيع اتقن وأيقن  
ان هذا لا يزيد على تليح هب ان حديث "العبرة بالخواتيم" حق واجب  
التسليم لكن ليس العقل السليم شهيداً بآبائه اذا ذكر أحد من الاحياء الموجودين  
بنعت من النعوت لا يفهم منه الا اتصافه في الحال لانه يصير هكذا بالمال  
والتبادر دليل الحقيقة والافتياق الى قرينة تصرف الافهام وتظهر المرام اماره  
المجانر فماذا يحوجنا اليه مع استقامة الحقيقة من دون تكلف ولا تاويل ،  
أما على طريقته فالأمر أبين واجلي وأما على طريقة الشيخ العزيز عبد العزيز  
فلان امثال تلك التخصيصات تكون مرتكزة في الازهان من دون حاجة الى البيان  
وليس دلالة هذا التلويح أدون من ارشاد التصريح ولهذا لا ينزل العام عن  
درجة القطعية كما في الكتب الاصولية والعجب من هذا عدة تكلف و  
تاويل مع شيوعه في النصوص حديثاً وتزيلا فلو كان من باب التكلف فما أكثر  
التكلف في افصح الكلام وكلام من هو افصح الانام عليه افضل الصلوة  
واكمل السلام واغرب من هذا ان عم طريقته بريئة من التكلف مع انها تحتاج الى ما هو  
ابرد والبعده ان الصديق رضى الله تعالى عنه لم يكن بالحقيقة ألتقى الموجودين

له فتح العزيز (تفسير عزري) تحت الآية ٩٢/١٤ پ عم مسلم بكذلول كنواں دہلی ص ٢٥٢  
صحيح البخاري كتاب القدر باب العمل بالخواتيم قديمي كتب خانہ کراچی ٩٤٨/٢  
کنز العمال حديث ٥٩٠ مؤسسه الرساله بيروت ١٢٥/١

في حين من الاحيان لحيات سيدنا عيسى عليه الصلوة والسلام على ارجح الاقوال ونزعم  
التحاقه بالاموات لارتفاعه الى السموات كلمة هو قائلها ما عليها دليل ولا برهان ، و  
ان سلم فاين انت من سيدنا الخضر عليه السلام مع أن المعتمد المختار بنوته وحياته ،  
فان قلت انه مختلف عن الابصار معتزل عن الامصار فالتحق بالاموات كان عذراً  
أفسد من الاول فافهم على أننا قد اثبتنا اطلاق الصفة على من سيكون كذا اتجوز  
ولا تجوز الابقريئة ولا قرينة الاختصاص الانبياء شرعاً فباتكائه حمل الكلام على  
الحقيقة اولى ام المصير الى التجوز معتمداً على تلك القرينة نفسها ، وقد بقي  
بعد خبايا في روايا لا نذكرها مخافة للتطويل فحق الجواب والحق في الجواب  
ما ذكر العبد الذليل وولى التوفيق ربى الجليل .

**ثم أقول** وهناك نكتة اخرى أحق واخرى بقبول النهي لم امر من تنبه  
لها وهي ان افعل التفضيل لا محيد له من مفضل عليه فالمحل منه  
باللام اما ان يكون مفادة التفضيل على جميع من عهد التفاضل فيها بينهم في امثال  
هذا المقام كالحبوب في قولنا خبز البر هو الاحسن والاكثر فيها نحن فيه ، او على بعضهم  
دون بعض اولاً ولا بل احتمالاً على الاول حصل المقصود والثاني باطل بالبداهة  
الاترى الى قوله تعالى "سبح اسم ربك الاعلى" ، وقوله صلى الله تعالى عليه  
وسلم في دعائه دبر الصلوة اسمع واستجب الله اكبر الاكبر على رواية الرفع ، اخرجه  
ابوداؤد والنسائي وابن السنن وقول ابن مسعود رضي الله تعالى عنه بين  
الصفا والمروة "رب اغفر وارحم انك انت الاعز الاكرم" ، رواه ابن ابى شيبة  
بل الى قول كل مصل في سجوده سبحن ربى الاعلى "وعلى الثالث

١ شرح المقاصد المقصد السادس الفصل الرابع المبحث السابع دار المعارف النعمانية حيدرآباد دکن ٢/ ٣١١

٢ القرآن الكريم ٨٤/ ١

٣ سنن ابى داؤد كتاب الصلوة باب ما يقول الرجل اذا سلم آفتاب عالم پريس لاہور ١/ ٢١١

عمل اليوم والليلة باب ما يقول في دبر صلوة الصبح دائرة المعارف النعمانية حيدرآباد دکن ص ٣٢

٤ المصنف لابن ابى شيبة كتاب الحج باب ٢٦٠ . حديث ١٥٥٥٦٠ دار الكتب العلمية بيروت ٣/ ٢٠٢

كانت الآية مجملة في حق المفضل عليهم والمجمل ان لم يبين عد من المتشابهات ولم  
يعدها أحد منها لكتاب حمد الله وجدنا البيان من صاحب البيان  
عليه افضل الصلوة والسلام، اخرج الامام ابو عمر بن عبد البر من حديث مجالد  
عن شعبي قال سألت ابن عباس او سئل اعني الناس اول اسلامًا قال اما سمعت  
قول حسان بن ثابت

اذا تذكرت شجوا من اخي ثقة      فاذا كراخاك ابا بكر بما فعلا  
خير البرية اتقاها واعد لها      بعد النبي واوقاها بما حملا  
والثاني التالي المحمود مشهده      واول الناس من صدق الرسل انتي  
جب یہ بات ثابت ہوگئی اور تم نے اس کے مضمون کو سمجھ لیا اور تم نے کان دھرا اور تم ذہین ہو تو  
تمہیں اس پہلے شبہ کا جواب چند وجہ سے آسان ہے :

**پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے پھیرنا**  
جائز نہیں مگر بہ ضرورت، اور ضرورت کہاں۔

**دوسری وجہ یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف لوگ مائل ہوئے اس سے تو قباحت ہی زیادہ**  
ہوتی تو ضرور ہوا کہ ہم اس سے منہ پھریں، اور ابو عبیدہ نے جو پاڑ بیلے اس کاوش میں وہ نہ صواب  
کو پہنچا اور نہ کوئی مفید بات کہی تو ہم اللہ تعالیٰ کے قول کے ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کہنے سے کیسے  
چھوڑ دیں جو نہ معصوم تھا، نہ صحابی تھا، نہ تابعی، نہ سنی، نہ اپنے مطلب میں صواب پانے والا نہ اپنے مفہم میں نفع بخش۔  
اے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں تو کیا جواب دو گے، مجھے بتاؤ اگر آیت لفظ تقی کے  
ساتھ وارد ہوتی اور ابو عبیدہ لغوی اسے اتقی سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چمٹ جاتے اور  
تمہیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم کیا کرتے، لیکن انصاف کیا بات ہے اور بڑے نصیب  
والے ہی کو ملتا ہے۔

**تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے آیت میں اس کا وجہ وجہ ہونا مان لیا، مگر آیت میں کیا یہی**  
وجہ ہے، بلکہ ہماری وجہ واضح تر اور زیادہ روشن ہے اور تقی اور اتقی کی نجات میں کوئی منافات  
نہیں ہے اور قرآن ہر تاویل پر حجت ہے، اور دو وجہوں میں سے ایک تفصیل کی مقتضی ہے اور  
دوسری اس کے منافی نہیں تو قبول کرنا اور اس وجہ کے مضمون کا قائل ہونا ضروری ہے۔

اسی لئے ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہو کہ وہ اس آیت سے سیدنا عتیق صدیق

کی فضیلت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ ابو عبیدہ وغیرہ کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں، پھر بھی علماء کو اس بات نے ان مسالک پر چلنے سے نہ روکا، نہ کسی نے ان مسالک کو ناپسند کیا۔ اب ثابت ہو گیا کہ ہمارا مقصد بجز اللہ تعالیٰ حاصل ہے اور تمہارا زعم اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باطل ہے، اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا، ہم اسی سے اُمید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔

**دوسرا شبہ** وہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ مولائے فاضل عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی (اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں اپنے لطفِ خفی اور فضلِ کامل سے معاف فرمائے) نے تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کریمہ سے اہل سنت و جماعت کے استدلال کو علمائے زمانہ کے درمیان مشہور طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد نقل فرمایا، انہوں نے فرمایا کہ تفضیلیہ نے کہا کہ اتقی بمعنى تقی ہے، اور وہ (اسم تفضیل) معنی تفضیل سے مجرد ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق کے سبب صدیق کی فضیلت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل ہوگی تو لازم آئے گا کہ صدیق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتقی ہوں، اور یہ قطعاً اجتماعی طور پر باطل ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعت نے جواب دیا کہ اتقی کو تقی کے معنی میں لینا عربی زبان کے خلاف ہے اور قرآن تو اسی میں اُترا، تو ایسے طریقہ پر محمول کرنا جو زبان عربی کے دستور میں نہ ہو صحیح نہیں ہے اور جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندرج ہے اس لئے کہ کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں ہے کیونکہ شریعت سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کی عظمت سب سے زیادہ ہے اور ان کا مرتبہ سب پر بلند ہے تو انہیں باقی لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے گا، نہ باقی لوگ ان پر قیاس کئے جائیں گے، تو شریعت کا عرف مقام فضیلت اور تفاوت مراتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو اُمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور تخصیص عرفی تخصیصِ ذکر سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی کہے کہ گیہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے، اس سے گیہوں کی روٹی کی فضیلت با دام کی روٹی پر نہ سمجھی جائے گی اس لئے کہ اس کا استعمال متعارف نہیں ہے اور وہ بحث سے خارج ہے اس لئے کہ کلام اناج کو شامل ہے نہ کہ میوؤں کو۔ یہ شاہ عبدالعزیز کا تفسیر فارسی میں کلام تھا جس کے مفہوم کو ہم نے نقل کیا۔

میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے، رہی وہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر کی کہ یہ (اتقی بمعنى تقی ہونا) ممنوع و مدفوع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا قول ”اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہی تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے“ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر یکساں

قدرت حاصل ہے) اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمہاری نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہئے اور یہ عسلی و لعل جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویلات میں سے ایک تاویل کی بنا پر ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ”جنت والوں کا اُس دن (سب سے) اچھا ٹھکانا اور حساب کی دوپہر کے بعد (سب سے) اچھی آرام کی جگہ“ حالانکہ غیر کے لئے غیر نہیں اور خسارہ والوں کے لئے کوئی اچھائی نہیں، یا آیت کفار سے استہزاء کے طور پر جاری ہے، جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اسمِ تفضیل کا معنی حقیقی تفضیل ہے اور تفضیل سے مجرد ہونے کی طرف بغیر ضرورت داعیہ بہ سبب قرینہ قائم نہ پھرے گی جیسا کہ ان دو آیتوں میں جو ہم نے تلاوت کیں اور جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ قرینہ ہو وہاں ہم تفضیل سے مجرد ہونے کا قول نہ کریں گے اور اس طرف پھرنا تفسیر کی بہ نسبت تحریف سے زیادہ مشابہ ہے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی اور اس قدر ان کے رد کے لئے کافی ہے۔ اور یہی وہ تخصیص عرفی کی بات جو شاہ صاحب نے ذکر فرمائی تو مدعی کا وہ دعویٰ کہ لفظ اپنے صیغہ کے سبب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے تسلیم کرنے کی تقدیر پر جاری ہوئی اور اگر تم حتیٰ محکم کو چاہو تو نہ شمول ہے نہ خصوص ہے اس لئے کہ اتنی اسمِ تفضیل اگر عام ہے تو اپنے افراد کو عام و شامل ہے، اور اس کے افراد وہ ہیں جنہیں فضیلت و ترجیح دی گئی نہ کہ وہ مرجوح جن پر دوسروں کو فضیلت دی گئی۔

اور اس مقام میں علم والے بادشاہ کی توفیق سے راز یہ ہے کہ افضل کے لئے ایک مفضل اور دوسرا مفضل علیہ لازم ہے اور جب اسمِ تفضیل اضافت کے ساتھ یا من کے ساتھ مستعمل ہو تو مفضل علیہ صراحتہ مذکور ہوتا ہے، لیکن جب اسمِ تفضیل الف لام کے ساتھ آتا ہے تو اس میں مفضل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا لیکن لام تعریف بر سبیل عہد مفضل علیہ کی طرف مفضل کی طرف اشارہ کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ کوئی ذات جس کو دوسرے پر فضیلت ہو جیسا کہ صیغہ افضل کا مفاد ہے بغیر لام تعریف کے اسی وقت متعین ہوگی جب مفضل علیہ متعین ہو تو اس کی تعیین مفضل علیہ کی تعیین کو مستلزم اور جب کہ تعیین صراحتہ موجود نہیں تو مال کا حکماً تعیین ماننا ہے اور شرع مطہر میں بعض اُمتیوں کی تفضیل دوسرے اُمتیوں پر معروف ہے نہ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت ہو تو نہ متکلم کی مراد ہوتی ہے نہ مخاطب ہی یہ معنی سمجھتا ہے، اب انبیاء کرام عموم میں داخل ہی نہیں کہ اس سے مستثنیٰ کئے جاتیں، اس کلام میں غور کرے، بیشک یہ دقیق ہے اور میں اپنی سمجھ سے یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے نحو کے عالموں کی تصریح اپنے نتیجہ فکر کے مطابق دیکھی واللہ الحمد۔

حضرت بلند مرتبت نور الملتہ والدین جامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا اسمِ تفضیل کی وضع



شے کی غیر بر فضیلت بتانے کے لئے ہے، لہذا اس میں غیر کا مفضل علیہ مذکور ہونا ضروری ہے اور من اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ صریح مذکور کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعیین سے متعین ہوتا ہے جیسے اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کو کہ عمر و افضل ہے (لام تعریف کے ساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے، تو اس بنا پر صیغہ افعّل لتفضیل میں لام عہد (تعیین) ہی کے لئے ہوگا انتہی۔

**قلت** (میں نے کہا) مقصود کی تنقیح اس بحث کی تحقیق کے ذریعہ تفصیل کو چاہتی ہے جس سے ہم بے نیاز ہیں (**دو لطیف**) جس طرح اسم تفضیل کے بارے میں فاضل جامی نے تصریح کی ایسی ہی تصریح رضی استر آبادی نے بھی کی جس کے شہر میں اس کے زمانے میں اسی کی نہج و نحو پر عمارت قائم ہوئی، مگر ہم نے اس کا کلام نقل نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے، اس کو سمجھا جو سمجھا۔ پھر فاضل مولانا نے بعض گرامی قدر اکابر سے ایک اور جواب نقل کیا اور شاید ان کی مراد ان کے والد ہیں اور وہ یہ کہ اتقی اس جگہ اپنے معنی پر ہے یعنی جو تقویٰ میں اپنے ماسوا سے افضل ہو خواہ نبی ہو یا غیر نبی، مگر یہ کہ اس صورت میں یہ ان کے ساتھ خاص ہوگا جو زندہ موجود ہیں۔ پھر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتقی کے مصداق اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنی خلافت کے دور میں مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ہوئے، اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان پر اٹھائے گئے تو وہ زندوں کے حکم میں نہ رہے۔ اور اتقی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقی ہو اور تمام احوال و اموات سے افضل ہو، ورنہ عالم میں کوئی اس کا مصداق نہ ہوگا کیونکہ بچپن کے زمانہ میں تقویٰ متصور نہیں، اور ہر منصب جو شرعاً محمود ہو اس میں اعتبار آخر عمر کا ہے جیسے عدل و صلاح غوثیت و قطبیت ولایت و نبوت اسی لئے جو ان اوصاف سے مشرف ہوتا ہے اسے اس کے آخری ایام میں ان اوصاف کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اگرچہ یہ اوصاف ان لوگوں کو ابتداء سے حاصل نہیں ہوتے تو اتقی وہ ہے جو تمام موجودین کے بیچ تقویٰ میں سب سے افضل ہو اپنی اواخر عمر میں جس وقت اعمال کا اعتبار ہوتا ہے اور اس تقریر سے صدیق کی **افضلیت** کا دعویٰ بے تکلف و تاویل ثابت ہو جاتا ہے عربی عبارت کے ساتھ ترجمہ ختم ہوا اور اس تقریر کو فاضل مولانا نے اس کی طرف میلان اور اس پر سکوت کرتے ہوئے پسند کیا۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) اور اگر اللہ تعالیٰ ذہانت کو قلب کے سامنے رکھے تو وہ حکم یقین کر لے گا کہ یہ ملمع سے زیادہ نہیں، مان لیا کہ حدیث کا ارشاد ہے، "خاتمہ کا اعتبار ہے" حق واجب التسلیم ہے

لیکن کیا عقل سلیم شاہد نہیں کہ جب دنیا میں زندہ موجود لوگوں میں سے کوئی کسی وصف کے ساتھ مذکور ہو تو اس سے اس کافی الحال متصف ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایسا آئندہ ہو جائے گا، اور تبادر (معنی کی طرف سبقت فہم) معنی حقیقی کی دلیل ہے اور قرینہ کی حاجت جو ذہن کو دوسرے معنی کی طرف پھیرے اور مقصد ظاہر کرے مجازی معنی کی علامت ہے تو ہمیں مجاز کی ضرورت کس لئے پڑی باوجودیکہ حقیقت بغیر تکلف و بغیر تاویل درست ہے ہمارے طریقے پر تو معاملہ خوب ظاہر و باہر ہے، اور شیخ عبدالعزیز کے طریقہ پر حقیقی معنی کی درستگی اس لئے کہ ایسی تخصیصات عرفی اذہان میں مرکز ہوتی ہیں جن کے بیان کی حاجت نہیں ہوتی اور عرف عام کے اس اشارہ کی دلالت صراحت کی دلالت سے کم تر ہے نہیں، اور اسی لئے عام درجہ قطعیت (یقین) سے نہیں گزرتا، جیسا کہ اصول فقہ کی کتب میں مصرح ہے، اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اس (تخصیص) عرفی کو تکلف و تاویل میں شمار کیا باوجودیکہ یہ قرآن و حدیث کی نصوص میں شائع ہے تو اگر یہ تکلف کے باب سے ہو تو افسح الکلام (قرآن) اور سب سے زیادہ فصیح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں کس قدر تکلف ہو گا اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے پسندیدہ طریقہ کو تکلف سے بری کہا جب کہ وہ بہت دُور کی اور بہت بار و تاویل کا محتاج ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وقت بھی تمام موجودین سے حقیقت زیادہ متقی نہ تھے اس لئے کہ رائج مذہب پر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں زندہ ہیں اور آسمانوں میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہونے کے سبب انھیں اموات سے ملحق بتانا ایسی بات ہے جو انھوں نے کہی اور اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں ہے۔ پھر اگر یہ بات تسلیم کر لیں تو تم سیدنا خضر علیہ السلام سے کہاں غافل ہو باوجودیکہ معتدو مختار یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور زندہ ہیں تو اگر تم کہو کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ اور شہروں سے جدا ہیں اس بنا پر اموات سے ملحق ہیں تو یہ عذر پہلے سے زیادہ فاسد ہو گا تو تم سمجھ لو۔ علاوہ ازیں ہم ثابت کر چکے کہ صفت کا اطلاق ایسے شخص پر جو آیتہ صفت کا مصداق ہو گا مجاز ہے اور مجاز بغیر قرینہ کے ماننا درست نہیں اور قرینہ شرعی انبیاء کی تخصیص ہے، تو کلام کو حقیقت پر محمول کرنا اولیٰ ہے یا مجاز کی طرف اسی قرینہ پر اعتماد کی وجہ سے پھرنا نسب ہے اور کچھ پوشیدہ باتیں گوشوں میں رہ گئی ہیں جنہیں ہم طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کرتے، تو جواب برحق اور جواب کا حق وہی ہے جو بندہ ناتواں نے اپنے رب جلیل کی توفیق و اعانت سے ذکر کیا۔

**ثما قول** (پھر میں کہتا ہوں) اس مقام میں ایک دوسرا نکتہ ہے جو عقلموں کو قبول ہونے کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے نہ دیکھا کہ کسی کو اس نکتہ کی طرف توجہ ہوتی ہو اور وہ نکتہ یہ ہے کہ

افضل تفضیل کے لئے مفضل علیہ ضروری ہے تو اس صیغہ پر جب لام تعریف داخل ہوگا تو یا تو ایسے مقام میں ان تمام افراد پر فضیلت ہوگا جن کے درمیان ایسے مواقع پر حرف میں تغاضل سمجھا جاتا ہے جیسے ناج کی قسموں میں ہمارے جملہ ”گیہوں کی روٹی ہی اچھی ہے“ میں اور وہی زیادہ تر مستعمل ہے اس مقام میں جس کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں، یا اس صیغہ سے بعض پر فضیلت سمجھی جائے گی اور بعض پر فضیلت مفہوم نہ ہوگی یا نہ پہلی صورت ہوگی نہ دوسری، بلکہ دونوں کا احتمال ہوگا۔ پہلی تقریر پر ہمارا مدعا حاصل ہے اور دوسری تقریر پر بداہتہ باطل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کے قول ”اپنے رب اعلیٰ کی پاکی بولو“ کی طرف اور نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول ”اے رب! دعائیں لے اور قبول فرما، اللہ اکبر، اللہ اکبر“ کی طرف۔ اکبر کے مرفوع ہونے کی روایت پر اس حدیث کو روایت کیا ابو داؤد، نسائی اور ابن السنی نے، اور صفاء و مروہ کے درمیان ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول ”اے رب! بخش دے اور مہر فرما بیشک تو ہی عزت والا کرم والا ہے“ کو نہیں دیکھتے۔ اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے، بلکہ سجدے میں ہر نمازی کے قول ”سبحان ربی الاعلیٰ“ کو نہیں دیکھتے اور تیسری تقریر پر ہر آیت مفضل علیہم کے حق میں مجمل ہوگی اور مجمل آیت کا بیان اگر نہ ہوا ہو تو وہ متشابہ آیتوں میں شمار ہوگی حالانکہ اس آیت کو کسی نے متشابہات میں شمار نہ کیا، لیکن ہم نے بحمد اللہ اس آیت کا بیان صاحب بیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا۔ امام ابو عمر ابن عبد اللہ نے روایت کی حدیث مجالد سے انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے پوچھا یا ابن عباس سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ انھوں نے فرمایا: کیا تم نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہ سنے:

(ترجمہ اشعار) جب تجھے سچے دوست کا غم یاد آئے، تو اپنے بھائی ابو بکر کو ان کے کارناموں سے یاد کر جو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ تقویٰ اور عدل والے، اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سفر ہجرت میں چلے، جن کا منظر محمود ہے اور لوگوں میں سب سے پہلے جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا محمد وآلہ وسلم)۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۹۰۰ تا ۹۱۳)

(۴۸) تفضیلیہ کے آیت کریمہ ”ان اکرمکم عند اللہ اتقکم“ پر ایک شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

الشبهة الثالثة وهي تتعلق بالكبرى من قياس اهل السنة والجماعة ان

المحمول في قوله تعالى "ان اكرمكم عند الله اتقكم" هو الاتقى فكان حاصل المقدمتين ان الصديق اتقى وكل اكرم اتقى وهذا ليس من الشكل الاول في شئ ولا ثانياً ايضاً لعدم الاختلاف في الكيف وان عكسكم الكبرى جاءت جزئية لا تصلح لكبروية الشكل الاول فنفاد الأيتين لا يضرنا ولا ينفعكم وهذه الشبهة هي التي بلغني عن بعض المفضلة عرضها على بعض المتكلمين منا.

**وأنا أقول** وبالله التوفيق ما استخفه تشكيكا واضعفه دخلاً سرياً غلطاً ساقطاً باطل عاقل لا يستحق الجواب ولكن اذا قيل وسئل فلا بد من اباتة الصواب فاعلم ان اللطيف الخفي وفقني لا زهاق هذا التلبيس الفلسفي باثني عشر وجهاً مهماتها ثلثة وجوه كل منها يكفى وليشفي.

**الأول** لو كان لهذا القائل علم بمحاورات القرآن والمحدث او بهار دوى العلماء في شان النزول او التفسير المرفوع الى جناب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم او كلمات العلماء والائمة الفحول او مرق حظاً من فهم الخطاب ودرك المفاد وتنزيل الكلام على الغرض المراد لعلم ان حمل الاكرم هو المعبر وصدور الكلام بتصدير الخبر وذلك بوجوه اوقفني الله تعالى عليها بمنه وعييم كرمه.

**فاقول أولاً** كانت الجاهلية تتفاخر بالانساب وتظن ان الانسب هو الافضل فجاءت كلمة الاسلام يرد كلمة الجاهلية "ان اكرمكم عند الله اتقكم" فالنزاع انما وقع في موصوف الافضل لا في صفته وهذا كما اذا سأل سائل عن الذ لا طعمة فقال قائل الحامض الذ فنقول رد اعليه لابل الذها احلاها فانما تريد ان الاحلى هو الذ والوجه ان الاتقى في الآية كالاحلى في قولك هذه مراة لملاحظة الذات والاكرم حكمه عليه كالذ وانما الخبر ما حكم به لاما حكم عليه ولقد درى من له قليل ممارسة بكلام العرب ان الذهن اول ما تلقى اليه امثال هذا الكلام لا يسبق الا الى ان المراد مدح الاتقياء والترغيب في التقوى والوعد الجميل بان من يتقى يكن كريماً علينا عظيماً لدينا وهكذا فهم المفسرون فهذا الزمخشري

النكتة في الأدب الشامة في معرفة كلام العرب يقول في تفسيره "المعنى ان الحكمة التي من اجلها مرتبكم على شعوب وقبائل هي ان يعرف بعضكم نسب بعض فلا يعتزى الى غير آبائه ، لان تتفاخروا بالآباء والاجداد وتدعوا التفاوت والتفاضل في الانساب ثم بين الخصلة التي بها يفضل الانسان غيره ويكتسب الشرف والكرم عند الله تعالى فقال ان اكرمكم عند الله اتقكم" وقرأت بالفتح كأنه قيل لا يتفاخروا بالانساب فقل لان اكرمكم عند الله اتقكم لا انسبكم الخ وبشله قال الامام النسخي في المدارك

واقول ثانياً القرآن انما نزل لبيان الاحكام التي لا تطلع عليها الا باطلاع الله سبحانه وتعالى كالنجاة والهلاك والكرامة والهوان والرد والقبول والغضب والرضوان والبيان الامور المحسية وكون الرجل تقيا او فاجرا مما يدرك بالحواس ففي جعل الاكرم موضوعا لقلب الموضوع ولقد كان هذا الوجه من اول ما سبق اليه فكرى حيث استماع الشبهة ثم في اثناء تحرير الرسالة لما راجعت مفاتيح الغيب رأيت الفاضل المدقق تنبه للشبهة ودندن في الجواب حول ما او ما انا اليه حيث يقول "فان قيل الآية دلت على ان كل من كان اكرم كان اتقى" وذلك لا يقتضى ان كل من كان اتقى كان اكرم ، قلنا وصف كون الانسان اتقى معلوم مشاهد ووصف كونه افضل غير معلوم ولا مشاهد والاخبار عن المعلوم بغير المعلوم هو الطريق الحسن ، اما عكسه فغير مفيد ، فتقدير الآية كأنه وقعت الشبهة في ان الاكرم عند الله من هو فقل هو الاتقى ، واذا كان كذلك كان التقدير اتقكم اكرمكم عند الله انتهى .

قلت ولعلك لا يخفى عليك ما بين التقديرين من الفرق وما بين هذا الوجه وجوهنا الباقية من التفاوت العظيم "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء" والحمد لله رب العالمين .

٣٤٥/م	دار الكتاب العربي بيروت	تحت الآية ١٣/م	له الكشف
١٤٣/م	" "	" "	له مدارك التنزيل (تفسير النسخي)
١٨٥/٣١	دار الكتب العلمية بيروت	تحت الآية ١٤/٩٢	له مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)
			له القرآن الكريم ٥/٥٢

ثم اقول عسى ان يزعجك الوهم الصئول فيلجئك ان تقوم تقول اليس التقوى من افعال القلوب، قال الله سبحانه وتعالى "اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى" وقال تعالى "ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب" وقال صلى الله عليه وسلم "التقوى ههنا، التقوى ههنا، التقوى ههنا، يشير الى صدره صلى الله تعالى عليه وسلم" اخرجه مسلم وغيره عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم "لكل شئ معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين" اخرجه الطبراني عن ابن عمر والبيهقي عن الفاروق اكبر رضى الله تعالى عنهما، فكيف قلتم انها من المحسوسات -

قلت بلى ان التقوى مقامها القلب وعن هذا قلنا ان الصديق لما كان اتقى الامة باسرها وجب ان يكون اعرفها بالله تعالى لكن القلب امير الجوارح فاذا استولى عليه سلطان شئ اذعنت له الجوارح طراً ولمعت عليها اشارة جهرًا وهذا مشاهد في الحياء والحزن والفرح والغضب وغير ذلك من صفات القلب قال المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم "الاوان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا افسدت فسد الجسد كله الا وهى القلب" اخرجه الشيخان عن نعمان بن بشير رضى الله تعالى عنه -

تفسير اشبهه اس کا تعلق اہلسنت وجماعت کے قیاس کے کبریٰ کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" میں محمول الاتقی ہے۔ تو دونوں معتمدوں کا حاصل یہ ہوا کہ صدیق اتقی ہیں اور ہر اکرم اتقی ہے، اور یہ کسی طرح شکل اول کے قبیل سے نہیں اور

۱ القرآن الکیم ۴۹/۳

۲ " ۲۲/۳۲

۳ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۱۷/۲

۴ المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵ المكتبة الفیصلیۃ بیروت ۳۰۳/۱۲

۵ صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لہ دینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۱/۱

صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترك الشہات " " " ۲۸/۲

شکل ثانی بھی نہیں اس لئے کہ کیف میں اختلاف نہیں ہے، اور اگر کبریٰ کا عکس کر دیا جائے اس صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا جو شکل اول کے کبریٰ بننے کے لائق نہیں، تو دونوں آیتوں کا مفاد ہمیں مضر نہیں اور ہمیں مفید نہیں، اور یہ وہی شبہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی کہ کسی تفضیلی نے ہمارے کسی عالم سے عرض کیا۔ اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے، یکتی سخیف تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض ریکک ہے جو غلط ہے ساقط ہے باطل و عاقل ہے جواب کا مستحق نہیں، لیکن یہ جب کہا گیا اور پوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے، اب تم جانو کہ اللہ لطیف خفی نے اس قید فلسفی کے قلع قمع کے لئے مجھے بارہ وجوہ سے توفیق بخشی ان بارہ کی اصل تین وجہیں ہیں ان میں سے ہر ایک کافی و شافی ہے :

پہلی یہ کہ اگر اس مقرض کو قرآن و حدیث کے محاورات یا شان نزول میں علماء کی روایات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب و مرفوع تفسیر یا علماء اور حلیل القدر ائمہ کے کلمات کا علم ہو تا یا نظم قرآن کی سمجھ اور مفاد و معنی کی فہم اور کلام کو غرض مقصود پر رکھنے سے کچھ حصہ روزی دیا ہوتا تو وہ جان لیتا کہ اکرم کو محمول بنانا ہی معتبر ہے تو کلام اس طرح صادر ہوا کہ اس میں تقدیم خبر ہے اور یہ دعویٰ چند دلیلوں سے ثابت ہے اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اپنے احسان اور لطف عام سے مطلع کیا۔

فاقول (میں کہتا ہوں) اولاً اہل جاہلیت نسب پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلہ جاہلیت کے بول کو رد کرتا ہوا آیات انا انکر حکم عند اللہ اتقا کہ (بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے) تو نزاع تو اس میں ہے کہ وصف اول کا موصوف کون ہے نہ کہ صفت افضل میں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو کوئی کہے الذہا اخلاہا (کھٹا سب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رد کرنے کو تم یوں کہو: نہیں بلکہ الذہا احلاہا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے)۔ تو ہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے، اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتقی تمہارے اس قول "ذات کے ملاحظہ کے لئے یہ آئینہ ہے" میں احلی کی مثل ہے اور اکرم محکوم علیہ ہے جیسے الذہا۔ اور خبر تو محکوم بہ ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ۔ اور بیشک وہ سمجھتا ہے جسے کلام عرب سے تھوڑا سا سابقہ ہو کہ جیسے ہی ایسا کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف اور تقویٰ کی رغبت دلانا ہے اور یہ وعدہ جمیل کہ تقویٰ اختیار کرے گا ہمارے یہاں عزت و کرامت والا ہوگا۔ اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو یہ زنجیری جواب میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں تل کی مثال سے ہے اپنی تفسیر

میں قاتل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمہاری ترتیب کنبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔ تو اپنے آباء و اجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء و اجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعویٰ کرو۔ پھر اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا: **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَى اللَّهَ**۔ اور ایک قرارت اَنّ فتح ہمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ کہا گیا ہے کہ نسب پر فخر نہ کرو، تو بتایا گیا کہ اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو الخ اور اسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔

**اقول ثانیاً** قرآن تو ان احکام کے بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحنہ و تعالیٰ کے اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتا جیسے کہ نجات و ہلاکت، عزت و دولت اور مردود و مقبول ہونا اور غضب و رضائے الہی، وہ محسوسات کے بیان کے لئے نہیں اُترا اور آدمی کا پرہیزگار یا مددگار ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے ہوتا ہے تو اکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے جن کی طرف میری فکر نے شبہہ کو سن کر سبقت کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران جب میں نے تفسیر "مفاتیح الغیب" دیکھی تو میں نے فاضل مدق کو دیکھا کہ وہ اس شبہہ کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اس کے گرد مبہم کلام فرمایا اِس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا اتقی (بڑا پرہیزگار) ہوگا، اور یہ اس بات کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقی (بڑا پرہیزگار) ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے کہ انسان کا اتقی ہونا وصف معلوم و محسوس ہے اور انسان کا افضل ہونا نہ وصف معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور معلوم کے بارے میں وصف غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا، یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس، تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت میں عبارت مقرر ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہہ ہوا کہ اللہ کے نزدیک اکرم کون ہے؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اتقی ہے، اور جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیریوں ہوگی اتقوا اکرم مکہ عند اللہ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا ہے)۔

**قلت** (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو دونوں تعدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں اور ہماری باقی وجہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور سب ترفیض اللہ کے لئے جو رب ہے جہان والوں کا۔

**ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمہیں وہم بے چین کرے پھر تمہیں مجبور کرے کہ



تم کھڑے ہو کر یہ کہو کہ کیا تقویٰ افعال القلوب سے نہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یٰٰزہدین جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔“ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔“ اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے: ”ہر شے کے لئے کان ہے اور تقویٰ کی کان اولیاء کے دل ہیں۔“ اس حدیث کو طبرانی نے ابن عمر سے اور بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ تقویٰ محسوسات سے ہے۔

**قلت** (میں جواب میں کہتا ہوں) ہاں بیشک تقویٰ کا مقام قلب ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بیشک جب صدیقی تمام اُمت سے زیادہ پرہیزگار ہوئے تو ضروری ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں، لیکن قلب اعضاء کا امیر ہے، تو جب قلب پر کسی شے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور اعضاء پر اس کے آثار صاف جھلکتے ہیں اور حیار و غم، خوشی و غضب وغیرہ صفات قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک ٹوٹھڑا ہے جب وہ سُدرھتا ہے پورا جسم سُدرھ جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سنتے ہو وہ قلب ہے۔“ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۱۶ تا ۶۲۳)

(۴۹) آیت کریمہ ”اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ“ پر ایک اور اعتراض کا منطقی انداز میں شبافی جواب دیتے ہوئے فرمایا:

من وجوه الجواب عن هذا الاسر تياب اقول بتوفيق الوهاب لئن جئنا على المما كسة والاستقصاء لما تركنا كم ان تزعموا ان الآية لا تقتضى باكرمية الاتقى وان سلمنا ان الموضوع هو الاكرم وذلك لان اتقاكم واكرمكم لا يصدقان بل لا يصلحان لان يصدقان الا على واحد لا يجوز تعددهما بمعنى الصدق مرة على هذا واخرى على ذلك فاذا ثبت اتحادهما في الوجود كما هو مقتضى الحمل وجب التعاكس اذ لما اتحد مصداقهما وقد علمنا بطلان التعدد كانا كعلمين لجرمي واحد لك ان تجعل ايهما شئت مراة لملاحظة وايهما شئت محمولاً عليه وله نظائر جملة تقول افضل الانبياء اولهم خلقا

وأكرم المرسل آخرهم بعثا، واحسن الجنة اقربها الى العرش، واعظم شجرة في الجنة طوبى، ومنتهى جبريل سدرة المنتهى، وافضل الصلوات الصلوة الوسطى، والوك ابوة، وامك امه، واول من دخل اخر من خرج، واقل الاعداد اول الاعداد، والشمس النيرا الاعظم، واعلى الافلاك اكبرها حجما، واخص الكليات اقلها افرادا، وفلك جومن هو فلك القمر وسيارة لا تدوير لها ذكاء والمتحيرة السوداء من حل، والخاتس الكانس الاحمر مريخ الح غير ذلك مما لا يعد ولا يحصى ومحال ان تبدي مثالا يحمل فيه افعلا احترا عن المستعمل بمن مضافا على افعلا مضافا الى ما اضيف اليه الاول مع جريانها على معانيها الحقيقية ثم لا يصح العكس، فاذا صدقت القضية بالنظر الى الواقع كفانا هذا لا نظام القياس واستنتاج المدعى، والسرفى ذلك ان الموجبات انما تنعكس الى ما لا يصلح لكبروية الاول لجوانر عموم المحمول واذا كان هناك مفهوم ان ليس لكل منهما الا مصداق واحد بحسب ظرف الخارج او الذهن ايضا بطل عمومهما بحسب ذلك الظرف (فلا يجوز ان يكون احدهما اعم من الاخر يعني شموله له ولغيره في ذلك الظرف) فلم يبق باعتبارهما الا التساوى او التباين ولا ثالث لهما، فان صدقت الحمليّة القائلة ان هذا ذاك وجب صدق القائلة ان ذلك هذا والجانر السلب في تباينان فبطل الاولى هفت فاذا بلغنا مثلاً عن رجل قولان احدهما قوله لعمر ونريد ابوك والاخر قتوله ابى ابوك امكن لنا ان نعمل من قوليه شكلاً ينتج ان نريد ابى لانه اذا صدق قوله ابى ابوك لنرم صدق ابوك ابى واللتعدد ابواهما فبطل الاول واذا صدقت هذه انتظم الشكل بان نريد ابوك وابوك ابى فنريد ابى، وافعل التفضيل مضافاً الى جماعة اذا كان باقياً على معناه الحقيقي المتبادر منه شأنه هذا، اذ لا يكون الفرد الاكمل من جماعة الا واحد اولن يصدقن ابد قضيتان قائلتان بان هذا اكملهم وذلك اكملهم معاً وهذا ظاهر جداً بل شان هذا النور من شان الشمس واخواتها فان العقل يجيز صدقها على افراد كثيرة ثبيرة واذا وجد لها في الخارج فرد لم يستبعد وجود اخربخلاف افعلهم فانما يقبل الاشتراك على سبيل البدلية واذا صدق في الخارج على فرد احوال العقل صدقه على اخر من حانر عنه كدأب اسناء الاشارة سواء بسواء فصدق العكس ههنا بين واجلى، واما قول اهل الميزان لا تنعكس الموجبة الاجزئية معناه ان كلما جعلت موضوع موجبة كلية محمولاً

ومحمولها موضوعاً واتيت بسور الكلية كانت القضية كاذبة، فان الواقع يكذبه بل المعنى عدم الاطراد، وهم لا يقتصر نظرهم على الكليات لا يعتدون الا بالطراد المضبوط الذي لا يتخلف في مادة من المواد، وعدم الاطراد لا يستلزم المراد العدم، ولا اقول انه عكس منطقي، ولا انها تلزم القضية لزوماً لكنهما تلزم في امثال المقام لا شك، فتصدق القضية بالنظر الى الواقع سماها اليزانيون عكساً أولاً وهذا القدر يكفي لانتظام الشكل فان صادقين مستجمعين للشرائط لا تنتجان الاصادقة ولا يلزم اثبات الصدق على انها عكس منطقي لقضية صادقة وانكار هذا من اخي المكابر، ثم هذا العكس لم يرشدنا اليه الا الآية الكريمة اذ هي التي دلتنا على اتحادهما في الوجود فاذا كان هذا في مفهومين لا تعدد لصدق شئٍ منهما كان ارشاداً الى التعاكس قطعاً، كما اذا سمعت رجلاً يقول ابي نريد جانك انت تقول كان الرجل يقول نريد ابي لان نريد الا يتعددوا ابو الرجل لا يتعدد فاذا كان ابوه نريد اكان نريد اباه كذا هذا من دون شك ولا اشتباه والحمد لله على نعمائه وعليك بتسكين الهواجس يا فلسفياً -

الثالث من وجوه الجواب اقول وربى هادى الصواب اخترنا عن هذا كله وسلمنا ان مفاد الآية الاولى قولنا كل اكرم اتقى وينعكس بعكس النقيض الى قولنا "من ليس باتقى ليس باكرم" وقد اثبتنا فيما سلفنا عرش التحقيق على ان المراد بالاتقى في الآية الثانية اعنى قوله تعالى "وسيجنبها الاتقى"، اتقى الصحابة جميعاً فوجبات لا يكون احد من الصحابة اتقى منه ولا مساوياً له في التقوى، اذا ثبت هذا فنقول كل صحابي فهو ليس باتقى من ابي بكر ومن ليس باتقى منه ليس باكرم منه، انتج ان كل صحابي فهو ليس باكرم من ابي بكر وصغرى القياس معدولة كما لو حنا اليه بتقديم اداة الربط على حرف السلب، ولك ان تجعلها موجبة سالبة المحمول اعنى على قول قوم من المتأخرين ويرشدك الى ما يزيح وهبك جعل السلب في الكبرى مرآة لملاحظة افراد الاوسط، وان شئت لم تنعكس الآية الاولى ايضا ونسجت الشكل على منوال الثاني بان تقول لا شئ من الصحابة اكرم

من ابی بکرو لعلک ان تقرره قیاساً استثنائاً یرفع المقدم لرفع التالی فتقول لوکانت  
احد من الامة اکرم من الصدیق لکان اتقى منه لان کل اکرم اتقى لکنهم لیسوا  
باتقى منه للذیة الثانیة فلیسوا باکرم منه وفیه المقصود۔

اس شبہ کے جواب میں دوسری وجہ، میں اللہ وہاب کی توفیق سے کہتا ہوں اگر ہم اس بحث کا  
ذاترہ بند کرنے پر اور حد تک پہنچانے پر آجائیں تو ہم تم کو نہ چھوڑیں کہ تم یہ کہو کہ آیت اتقى کی فضیلت کا  
تقاضا نہیں کرتی اگرچہ ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آیت میں اکرم ہی موضوع ہے یہ اس وجہ سے کہ  
الثقا کہ اور اکرم مکہ صادق نہیں آتے بلکہ ان میں صلاحیت ہی نہیں اس کی کہ وہ ایک ذات واحد پر  
صادق آئیں تو ان دونوں کا تعدد جائز نہیں بایں معنی کہ کبھی اس پر صادق ہوں اور کبھی اُس پر صادق ہوں کہ  
جب ان کا وجود میں اتحاد ثابت ہو گیا تو دونوں کا باہم عکس ضروری ہوا اس لئے کہ جب دونوں کا مصداق ایک ہے  
اور ہم نے تعدد کا باطل ہونا جان لیا تو یہ دونوں ایک ذات واحد کے دو علم کی مثال ہوئے تمھیں اختیار ہے  
کہ جس کو چاہو ذات کے لئے مرآة ملاحظہ بناؤ اور جس کو چاہو محمول علیہ بناؤ، اور اس کی بہت ساری  
مثالیں ہیں، تم کہتے ہو سب نبیوں سے افضل وہ ہیں جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور سب رسولوں سے  
اکرم وہ ہیں جو سب کے بعد مبعوث ہوئے۔ اور سب جنتوں سے بہتر وہ جنت ہے جو سب سے زیادہ عرش  
سے قریب ہے۔ اور جنت میں سب سے بڑا پیر طوبی ہے، اور جبریل کا منتہی سدرۃ المنتہی ہے۔ اور سب  
نمازوں سے بہتر ریح کی نماز عصر ہے، اور تمھارا باپ اس کا باپ ہے اور تمھاری ماں اس کی ماں ہے۔  
اور سب سے پہلے داخل ہونے والا سب کے بعد نکلنے والا ہے، اور عدد میں سب سے کمتر پہلا عدد ہے۔  
اور سورج نیز اعظم ہے اور سب سے اونچا فلک نجم میں سب سے بڑا ہے اور خاص تر کلی سب سے کم افراد والی ہے اور  
فلک جو زیر فلک قرار ہے اور وہ سیارہ جس میں گولائی نہیں وہ سورج ہے اور سیارہ متحیرہ زحل ہے اور سیدھے چل کر اُٹے پھرنے والا اور  
غائب ہو جانے والا سرخ سیارہ مریخ ہے۔ اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں جن کی گنتی اور شمار نہیں  
اور محال ہے کہ تم ایسی مثال ظاہر کرو جس میں افعّل لتفضیل مضاف ہو کہ دوسرے افضل لتفضیل پر محمول ہو  
در انحالیکہ وہ اس کی طرف مضاف ہو جس کی طرف پہلا مضاف ہوا ہے اور اسی کے ساتھ دونوں اپنے  
معنی حقیقی پر جاری ہوں پھر ان دونوں کا عکس صحیح نہیں۔ تو جب قضیہ نظر بنفس الامر صادق ہے تو ہمیں  
نظم قیاس اور مدعا کا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور اس میں رازیہ ہے کہ موجبہ قضیہ کا عکس  
وہ آتا ہے جو شکل اول کے کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ محمول کے عموم کا احتمال ہے اور جبکہ

دو مفہوم وہاں ایسے ہوں کہ جن میں سے ہر ایک کے مصداق کا اعتبار اس کے محل خارجی کے اعتبار سے ایک یا ذہن میں بھی متحد ہو تو ان دونوں کے مفہوم کا عموم باعتبار اس محل کے باطل ہے تو اس کے اعتبار سے نہ رہی مگر تساوی یا تباین اور ان دونوں کا ثالث نہیں تو اگر قضیہ حملیہ جس میں یہ دعویٰ ہو کہ بیشک شخص وہی صحاح صادق آئے تو ضروری ہے کہ یہ قضیہ حملیہ صادق آئے کہ وہ شخص یہی ہے ورنہ اس کا سلب جائز ہو گا تو آپس میں دونوں تباین ہوں گے تو پہلا قضیہ باطل ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے لہذا اگر ہمیں ایک شخص سے دو باتیں پہنچیں ان میں سے ایک اس کا قول عمرو سے مخاطب ہو کہ کہ زید تیرا باپ ہے اور دوسرا اس کا قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے تو ہمیں ممکن ہے کہ ہم اس کے دونوں قول سے ایک شکل بنائیں تو وہ نتیجہ دے کہ زید میرا باپ ہے اس لئے کہ جب اس کا یہ قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے صادق ہے تو لازم ہے کہ یہ قول صادق ہو کہ تیرا باپ میرا باپ ہے ورنہ ان دونوں کے باپ متعدد ہوں گے تو پہلا قول باطل ہو جائے گا اور جب یہ قضیہ صادق ہے تو شکل اسی طور پر بنے گی کہ زید تیرا باپ ہے اور تیرا باپ میرا باپ ہے، نتیجہ یہ ہو گا کہ زید میرا باپ ہے۔ اور افعلی تفضیل جو ایک جماعت کی طرف مضاف ہو تو جب وہ اپنے اس معنی حقیقی پر باقی ہو جو اس سے متبادر ہوتے ہیں تو اس کی شان یہی ہوتی ہے اس لئے کہ کسی جماعت سے فرد اکمل ایک ہو گا اور ہرگز کبھی ایسے دو قضیے صادق نہ آئیں گے جو یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ یہ شخص ساری جماعت سے اکمل ہے اور وہ شخص ساری جماعت سے افضل ہے، اور یہ سب ظاہر ہے بلکہ اس کا معاملہ سورج اور اس کے امثال کے ظہور سے روشن تر ہے اس لئے کہ عقل شمس وغیرہ کے مفہومات کا صادق آنا بہت سارے افراد پر جائز جانتی ہے اور جب ان مفہومات کا خارج میں کوئی فرد پایا جائے تو عقل دوسرے فرد کے وجود کو تعبیر نہیں جانتی بخلاف افعلیہ کہ یہ تو اشتراک کو برسیل بدلیت قبول کرتا ہے اور جب خارج میں کسی فرد پر اس کا مصداق پایا جائے تو عقل محال جانتی ہے کہ افعلی تفضیل کا مصداق دوسرے پر صادق آئے جو اس سے منفرد ہو اس کا معاملہ اسمائے اشارہ کے مانند برابر برابر ہے تو یہاں پر عکس کا صادق ہونا روشن تر اور ظاہر تر ہے۔ رہا منطقی والوں کا یہ قول کہ موجبہ کا عکس نہیں ہوتا مگر جز یہ، اس کا معنی یہ ہے کہ جب کبھی تم موجبہ کلیہ کے موضوع کو محمول بناؤ اور اس کے محمول کو موضوع بناؤ اور اس پر کلیہ کا سور لاؤ تو قضیہ کا ذب ہو گا اس لئے کہ واقعہ اس بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ یہ مطرد نہیں، اور منطقیوں کی نظر چونکہ کلیات تک محدود ہوتی ہے تو وہ اعتبار نہیں کرتے مگر اس مفہوم کا جو مطرد و مضبوط ہو مواد میں سے کسی مادہ میں جس کا حکم متخلف نہ ہو اور عدم اطردا عدم کو مستلزم نہیں ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عکس منطقی ہے، نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ قضیہ کو عام طور پر لازم ہے لیکن اس مقام کے امثال میں

بلاشبہ عکس لازم ہوتا ہے تو قضیہ منعکسہ واقعہ پر نظر کرتے ہوئے صادق ہے اہل منطق نے اس کا نام عکس اول رکھا ہے اور اتنی مقدار انتظام شکل کے لئے کافی ہے اس لئے کہ دو قضایا صادقہ جو شرائط کے جامع ہوں ایک قضیہ صادق ہی کا نتیجہ دیں گے اور صدق کا ثابت کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ قضیہ صادقہ عکس منطقی ہو اور اس کا انکار نہایت بے شرمی کے مکابرات میں سے ہے۔ پھر اس عکس کی طرف آیت کریمہ نے ہی رہنمائی کی اس لئے کہ اسی نے ہم کو یہ دکھایا کہ دونوں قضیہ وجوب میں متحد ہیں تو جب یہ حال ایسے دو مفہوموں میں ہے کہ ان میں سے کسی شے کا مصداق متعدّد نہیں تو یہ یقیناً دونوں قضیہ کے باہم منعکس ہونے کی طرف رہنمائی ہے جیسے کہ جب تم کسی شخص کو کہتے سُنو کہ میرا باپ زید ہے تو تمہیں جائز ہے کہ تم کو گویا کہ یہ شخص یوں کہہ رہا ہے کہ زید میرا باپ ہے اس لئے کہ زید متعدّد نہیں اور اس شخص کے باپ متعدّد نہیں، تو جب اس کا باپ زید ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید اس شخص کا باپ ہے، اسی طور پر بلاشک و شبہ یہ آیت ہے اور اللہ کے لئے اس کی نعمتوں پر حمد، اور اے فلسفی! تجھے لازم ہے کہ وساوس کو سکون دے۔

وجہ جواب میں سے تیسری وجہ، میں کہتا ہوں اور میرا رب راہِ صواب دکھانے والا ہے ہم نے اس سب کو اختیار کیا اور مان لیا۔ آیت اولے کا مفاد ہمارا یہ قول ہے کہ کل اکرم اتقی (یعنی ہر اکرم سب سے بڑا متقی ہے) اور اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول ہے کہ من لیس بالاتقی لیس باکرم (جو اتقی سب سے بڑا متقی نہیں ہے وہ اکرم نہیں ہے) اور ہم نے ان کلمات میں جو ہم پہلے کہہ چکے عرش تحقیق کو ثابت کر دیا کہ مراد اتقی سے آیت ثانیہ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے قول وسیع جنہا الا اتقی میں تمام صحابہ سے زیادہ متقی شخص مراد ہے تو ضروری ہے کہ صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور نہ تقویٰ میں اس کے کوئی مساوی ہو، جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہر صحابی ابوبکر سے بڑھ کر متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ کر متقی نہیں وہ کرامت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر صحابی ابوبکر سے زیادہ عزت والا نہیں اور اس قیاس کا صغریٰ معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف ادا تِ ربط کو حرفِ سلب پر مقدم کر کے اشارہ کیا اور تمہیں اختیار ہے کہ تم اس قضیہ کو موجبہ سالبۃ المحمول بناؤ یعنی متاخرین میں سے ایک قوم کے قول پر اور تمہاری رہنمائی اس بات کی طرف جو تمہارے وہم کو دور کر دے سلب کو کبریٰ میں افراد اوسط کے لئے مَرَاۃً <sup>حظہ</sup> بنانے سے ہوگی، اور اگر تم چاہو تو آیت اولے کا عکس نہ کرو اور شکل کو آیت ثانیہ کے طرز پر منظم کر دو بایں طور کہ تم کہو کہ کوئی صحابی ابوبکر سے بڑھ کر عزت والا نہیں اور شاید تم اس کو قیاس استثنائی کے طور پر مقرر رکھو

جو مقدم کو ارتفاع تالی کی وجہ سے مرتفع کر دے تو تم یوں کہو امت میں اگر کوئی صدیق سے بڑھ کر عزت والا ہوتا تو وہ ضرور صدیق سے بڑھ کر متقی ہوتا اس لئے کہ ہر اکرم اتقی ہے لیکن ساری امت صدیق سے بڑھ کر متقی نہیں بدلیل آیت ثانیہ، تو وہ صدیق سے بڑھ کر عزت والے نہیں، اور اسی میں ہمارا مقصود ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۵۳ تا ۶۶۰)

(۵۰) مفاتیح امام رازی سے سورۃ والضحیٰ اور والیل کے یکجا ہونے پر نکات عجیبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**لطیفۃ:** قال الامام الرانری فی مفاتیح الغیب "سورة والیل سورة ابی بکر وسورة والضحی سورة محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم ما جعل بينهما واسطة لیعلم انه لا واسطة بین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابی بکر فان ذکر ت اللیل اذلاً وهو ابوبکر ثم صعدت و جدت بعدة النهار وهو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان ذکر ت والضحی اولاً وهو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم نزلت و جدت بعدة واللیل وهو ابوبکر لیعلم انه لا واسطة بينهما انتهى۔

**اقول** وكان تقدیم واللیل علی هذا التقدير لانها جواب عن طعن الکفار فی جناب الصديق والضحی جواب عن طعنهم فی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتبرئة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تستلزم تبرئة الصديق لانه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلی وبرائة الاعلی لا توجب براءة الادنی وتبرئة الصديق رضى اللہ تعالیٰ عنه تحكم تبرئة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالطریق الاولی اذ انما برئ لانه عبد بذالك البرئ النقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فكان فی تقدیم واللیل استعجالاً الى الجواب عن الطعنین معاً ولو اخرلنا خراج الجواب عن طعن الصديق۔

**واقول** تسمیة سورة الصديق باللیل وسورة المصطفى بالضحی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنه كانه اشارة الى ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور الصديق

وهداة ووسيلة الى الله به يبتغي فضله ورضاه والصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراحۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووجہ النہ وسکونہ واطمینان نفسہ وموضع سرہ ولباس خاصتہ فقد قال تبارک وتعالیٰ "وجعلنا الیل لباسا" وقال تعالیٰ "وجعل لکم الیل والنہار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون" وتلیح الح ان نظام عالم الذین انما یقوم بہما کما ان نظام عالم الدنیا یقوم بالملویں فلولا النہار لما کان البصار ولولا اللیل لما حصل قنار ، فالحمد للہ العزیز الغفار ۔

**لطیف** : فرمایا امام رازی نے مفتاح الغیب میں کہ سورۃ والیل ابوبکر کی سورۃ ہے اور سورۃ والفجر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سورۃ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کے درمیان واسطہ نہ رکھا تاکہ معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں، تو اگر تم پہلے واللیل کا ذکر کرو وہ ابوبکر ہیں پھر عرض ہو تو اس کے بعد دن کو پاؤ گے تو وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور اگر تم پہلے والفجر کا ذکر کرو وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، پھر اتر تو اس کے بعد واللیل کو اور وہ ابوبکر ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

**اقول** اور واللیل کی تقدیم اس تقدیر پر اس لئے ہے کہ وہ جناب صدیق کے بارے میں کنہ کے طعنہ کا جواب ہے اور والفجر ان کے طعنہ کا جواب ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برات صدیق کی برات کو مستلزم نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ ہیں اور اعلیٰ کی برات ادنیٰ کی برات کو لازم نہیں کرتی اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برات بدرجہ اولیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برات کا حکم کرتی ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے بری ہوئے کہ اس بری تقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو واللیل کی تقدیم میں ایک ساتھ دونوں طعنوں کے جواب کی حجت ہوئی، اور اگر واللیل کو مؤخر کیا جاتا تو صدیق کے طعنہ کا جواب مؤخر ہو جاتا۔

**اقول** سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سورت کو واللیل کا نام دینا اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سورۃ کا نام صحیح رکھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم



صدیق کا نور اور ان کی ہدایت اور اللہ کی طرف ان کا وسیلہ جن کے ذریعہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کی جاتی ہے اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راحت اور ان کے انس و سکون اور اطمینان نفس کی وجہ ہیں اور ان کے محرم راز اور ان کے خاص معاملات سے وابستہ رہنے والے اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور رات کو پردہ پوش کیا۔“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”تمہارے لئے رات اور دن بتائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم حق مانو۔“ اور یہ اس بات کی طرف تبلیغ ہے کہ دین کا نظام ان دونوں سے قائم ہے جیسے کہ دنیا کا نظام دن رات سے قائم ہے، تو اگر دن نہ ہو تو کچھ نظر نہ آئے اور رات نہ ہو تو سکون حاصل نہ ہو۔ تو اللہ عز و جل غفار ہی کے لئے حمد ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۷۹ تا ۶۸۱)

(۵۱) آیات قرآنیہ سے اخضلیت صدیق اکبر بر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک نکتہ عجیبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا،

**لطیفۃ:** استنبط القاضی الامام ابوبکر الباقلانی من الایات الکریمۃ وجہا اخر لتفضیل سیدنا الصدیق علی سیدنا المر ترضی لقاہما اللہ تعالیٰ باحسن الرضا انبانا السراج عن الجمال عن السندی عن الفلافی عن محمد سعید عن محمد طاہر عن ایہ ابراہیم الکرمدی عن القشاشی عن الرضی عن الزین ذکر یا عن ابن حجر عن مجد الدین الفیروز آبادی عن المحافظ سراج الدین القزوینی عن القاضی ابی بکر التفتازانی عن شرف الدین محمد بن محمد الہمدانی عن محمد بن عمر الرانزی قال فی مفاتیح الغیب ” ذکر القاضی ابوبکر الباقلانی فی کتاب الامامة فقال لایۃ الواسدة فی حق علی کرم اللہ وجہہ الکریم ” انما نطعمکم لوجه اللہ لانزید منکم جزاء ولا شکوراً ۵ انا نخاف من ربنا یوماً عبوساً قمطیراً ۵ ” والایۃ الواسدة فی حق ابی بکر ” الاتبغاء وجهه ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضی ” فدلّت الایتان علی ان کل احد منهما انما فعل ما فعل لوجه اللہ الا ان ایه علی تدل علی انه فعل ما فعل لوجه اللہ وللخوف من یوم القیمة علی ما قال ” انا نخاف من ربنا یوماً عبوساً قمطیراً ” واما ایه ابی بکر فانہا دلّت علی انه فعل ما فعل لمحض وجه اللہ تعالیٰ من غیر ان یشوبہ طمع فیہا یرجع الی سرغۃ فی ثوب اور ہبۃ من عقاب فکان مقام ابی بکر اعلیٰ واجل انتہی۔

لے مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۲۰، ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۸۶ و ۱۸۷

**لطیفہ:** قاضی امام ابو بکر اقلانی نے اس آیہ کریمہ سے حضرت سیدنا مرتضیٰ پر فضیلتِ صدیق کی دوسری وجہ استنباط کی، اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں کو اپنی بہترین رضا سے ہمکنار کرے۔ یہیں خبر دی سراج نے، وہ روایت کرتے ہیں جمال سے، وہ روایت کرتے ہیں سندی سے، وہ روایت کرتے ہیں فلاتی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد سعید سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ ابراہیم کر دی سے، وہ روایت کرتے ہیں قشاشی سے، وہ روایت کرتے ہیں رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں بن زکیا سے، وہ روایت کرتے ہیں بن حجر سے، وہ روایت کرتے ہیں جلالین فیروز آبادی سے، وہ روایت کرتے ہیں حافظ سراج الدین قزوینی سے، وہ روایت کرتے ہیں قاضی ابو بکر لغسانی سے، وہ روایت کرتے ہیں شرف الدین محمد بن محمد الہروی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن عمر رازی سے، انھوں نے مفاتیح الغیب میں فرمایا قاضی ابو بکر اقلانی نے کتاب الامامیہ میں ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ آیت جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں وارد ہے: ”ان سے کہتے ہیں ہم تمھیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزارے نہیں مانتے بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔“ اور وہ آیت جو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد ہوئی ”صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔“ یہ دونوں آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے نیکی اللہ کی خوشنودی کے لئے کی مگر یہ کہ سیدنا علی کے حق میں جو آیت اتری وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ اللہ کی خوشنودی اور روز قیامت کے ڈر سے کیا اس بنا پر انھوں نے کہا: ”بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے۔“ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اترنے والی آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا محض اللہ کے لئے کیا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ طمع کا شائبہ ہو اس امر میں جو ثواب میں رغبت یا عذاب میں ہیبت کی طرف لوٹتا ہے، تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اعلیٰ اور اجل ہوا انتہی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۸۱ تا ۶۸۳)

## فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹

(۱) ترجمہ کرتے وقت کیا احتیاطیں ضروری ہیں؟ اس بارے میں ارشاد فرمایا:

خصوصاً ترجمہ کہ وہ گویا متکلم کی طرف سے اس کی زبان کا بیان ہوتا ہے، تو نہایت ضرور ہے کہ اس کی عظمت و شان ملحوظ رہے، وہ لفظ لکھے جائیں جو اس کے کہنے کے ہوں، بعض گمراہوں نے ترجمہ قرآن مجید میں اس کا

لحاظ نہ رکھایہ سخت سُوئے ادب ہے۔ غرض ایک ہی بات اختلافِ طرزِ بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے جیسے اوش فرمائیے، تناول فرمائیے، نوش جان فرمائیے۔ کھاؤ، نگلو، تھورو، زہر مار کرو اور تعظیم و توہین میں کس قدر مختلف ہیں تو صرف اتنا عذر کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے کافی نہیں ہو سکتا جبکہ طرزِ بیان یہودہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۰)

(۲) آیت کریمہ ”ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ“ سے ثابت ہے کہ کسی کے دو دل نہیں ہو سکتے۔ زید کا کہنا ہے کہ کوئی شخص پیدا ہوا ہے اس کے دو دل ہونے کی ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہے۔ اور وہ اس کے جواز پر آیت کریمہ ”هو الذی یصورکھ فی الامحام کیف یشاء“ سے استدلال کرتا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں فرمایا:

قلب وہ عضو ہے کہ سلطانِ اقلیم بدن و محل، عقل و فہم و منشا قصد و اختیار و رضا و انکار ہے ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے،

دو بادشاہ در اقلیہ نہ گنجب

(ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں ہوتے۔ ت)

آیت کریمہ میں سرِ جل نہ کہ ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم و استغراق ہے یعنی اللہ عز و جل نے کسی کے دو دل نہ بنائے، نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ

الا وہی القلب

سُنّتے ہو بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، سُنّتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دو دل ہوں اُن میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہئے معاً ایک اُن میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہوا، اور یہ محال ہے۔ جب دو دل ہیں ایک نے ارادہ کیا یہ کام کیجئے دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا یا دونوں کی یا کسی کی نہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے، اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت و سکون

صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لیدنہ قیدی کتب خانہ کراچی ۱۳/۱  
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترك الشبہات ۲۸/۲

ارادی کرتا ہے اور اگر ایک کی اطاعت کرے گا دوسرے کی نہیں تو جس کی اطاعت کرے گا وہی قلب ہے اور دوسرا ایک بد گوشت ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہو گیا جیسے کسی کے پنجے میں چھ انگلیاں، اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پہنچے وہی ہاتھ ہے دوسرا بد گوشت ہے۔ ڈاکٹرول کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں ایک بد گوشت بصورت دل زیادہ پیدا ہو گیا ہوگا۔ ہاتھ میں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں مگر قلب میں یہ ناممکن ہے۔ آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے اور روح انسانی متجرب نہیں کہ آدمی ایک دل میں رہے آدمی دوسرے میں۔ تو جس سے وہ اصالۃً متعلق ہوگی تو وہی قلب ہے دوسرا سلب ہے اور آیت کریمہ میں یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسی وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کیف تشاؤن بتخیلاتکم تخترعون جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گھڑو ویسی ہی تصویر بنا دے، یہ محض باطل ہے۔ اور اس نے اپنی مشیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۷۷، ۷۸)

(۳) ایک رافضی نے کہا کہ آیت کریمہ "انما من المجرمین منتقمون" کے عدد ۱۲۰۲ ہیں اور یہی ابو بکر و عمر و عثمان کے ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

رافضی نے عدد غلط بتائے۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔ ہاں اور رافضی:

(۱) بارہ سو دو عدد کا ہے کہ ہیں، ابن سینا رافضہ کے۔

(۲) ہاں اور رافضی! بارہ سو دو عدد ان کے ہیں، ابلیس، یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق کلینی،

ابن بابویہ قمی، طوسی حلی۔

(۳) ہاں اور رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ات الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا لست منہم فی شئ۔

بیشک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی! تمہیں ان سے کچھ

علاقہ نہیں۔

اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں، اور یہی عدد ہیں رفاض اثنا عشریہ شیطانیہ اسمعیلیہ کے۔ اور اگر اپنی طرف سے اسمعیلیہ میں الف چاہے تو یہ ہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ ونصیریہ واسماعیلیہ کے۔

(۴) ہاں اور رافضی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

لهم اللعنة ولهم سوء الدار

ان کے لئے ہے لعنت اور ان کے لئے ہے بُرا گھر۔

اس کے عدد چھ سو چوبیس ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسیٰ علی کے۔

(۵) نہیں اور رافضی! بلکہ اللہ عز وجل فرماتا ہے،

اولئك هم الصديقون والشهداء عند ربهم لهم اجرهم

وہی اپنے رب کے یہاں صدیق و شہید ہیں ان کے لئے ان کا ثواب ہے۔

اس کے عدد چودہ سو تینتالیس ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور سعد کے۔

(۶) نہیں اور رافضی! بلکہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے،

اولئك هم الصديقون والشهداء عند ربهم لهم اجرهم ونورهم

وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں ان کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

اس کے عدد ہیں ۱۵۲، یہی اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد کے۔

(۷) نہیں اور رافضی! بلکہ اللہ عز وجل فرماتا ہے،

والذين آمنوا بالله ورسوله اولئك هم الصديقون والشهداء عند ربهم

لهم اجرهم ونورهم

جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان

کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

آیت کریمہ کے عدد ۳۰۱۶، اور یہی عدد ہیں صدیق فاروق ذو النورین علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ،

عبد الرحمن بن عوف کے۔

الحمد لله! آیت کریمہ کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پورا ہو گیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

اسمائے طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف و تصنع کو دخل نہیں، کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے یہ تمام آیات عذاب و اسمائے اشرار آیت مدح و اسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر کچھ کرا عدا جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۸۱، ۸۲)

(۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا تقویۃ الایمان میں اس دعوے کے ثبوت پر کچھ قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا اس کے جواب میں فرمایا :

علم غیب ذاتی کہ اپنی ذات سے بے کسی کے دیئے ہوئے اللہ عز و جل کے لئے خاص ہے اُن آیتوں میں یہی معنی مراد ہیں کہ بے خدا کے دیئے کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ کے بتائے سے انبیاء کو معلوم ہونا ضروریات دین سے ہے، قرآن مجید کی بہت آیتیں اس کے ثبوت میں ہیں، از انجملہ سورہ جن میں فرماتا ہے :

علم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احد الا من ارضا من رسول ۱  
اللہ ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے خاص غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

اور فرماتا ہے :

تلك من انباء الغیب نوحيها اليك ۲  
یہ غیب کی باتیں ہیں کہ ہم تمھیں بتاتے ہیں۔

اور فرماتا ہے :

وما هو علی الغیب بضنین ۳

یہ نبی غیب کی باتیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۹۲، ۹۳)  
(۵) محفل میلاد شریف میں بوقت ذکر ولادت مبارکہ قیام اور خوش الحانی سے نعتیہ اشعار پڑھنے کے بارے میں فرمایا :

۱۔ القرآن الکریم ۶۲ / ۲۶، ۲۷

۲۔ " ۱۱ / ۴۹

۳۔ " ۸۱ / ۲۴

یہ سب باتیں جائز و مستحسن و باعثِ برکات ہیں اور ان کی اصل قرآن عظیم کے ان احکام کا ماننا ہے کہ:

اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اپنے رب کی نعمتیں لوگوں کے سامنے خوب بیان کرو۔

وَذَكَرْهُمْ بآيَاتِ اللَّهِ

انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا

تم حکم دو کہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت کی خوشی منائیں۔

لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّوْا وَتَتَّقُوا

تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۹۷)

(۶) ”محرم نامہ“ نامی کتاب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گستاخانہ

کلمات مندرج ہیں اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

منکر اگر احادیث کو بھی نہ مانے تو قسم آن عظیم کو تو مانے گا۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أُولَٰئِكَ اعْظُمَ دَرَجَاتُهُمْ

الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَلَا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

تم میں برابر نہیں جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ درجے میں اُن سے بڑے ہیں

جنھوں نے بعد میں خرچ و قتال کیا اور دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ خوب

جانتا ہے جو کچھ کہ تم کرو گے۔

اللہ عز و جل نے صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو قسم فرمایا، ایک مومنین قبل

فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ۔ فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ

اللہ نے اُن سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ عمرو بن العاص مومنین قبل فتح مکہ میں ہیں۔ اصحابہ فی تمییز الصحابہ

۵/۱۴ القرآن الکریم  
۹/۴۸ " ۵

۱۱/۹۳ القرآن الکریم  
۵۸/۱۰ " ۵  
۱۰/۵۷ " ۵

میں ہے :

عمر بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بالتصغیر ابن سہم بن عمرو ابن ہصيص  
بن کعب بن لوی قرشی السہمی امیر مصر جن کی کنیت ابو عبد اللہ و ابامحمد، اسلم قبل الفتح فی صفر سنہ  
ثمان وقيل بين الحديبية وخيبر

عمر بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید (تصغیر کے ساتھ) بن سہم بن عمرو بن ہصيص بن کعب  
بن لوی قرشی السہمی امیر مصر جن کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو محمد ہے وہ فتح مکہ سے پہلے ماہ صفر شہ ہجری میں  
اسلام لائے، کہا گیا ہے کہ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے۔ (ت)

اور بعد فتح تورہ خدا میں جو ان کے جہاد میں آسمان وزمین ان کے آوازے سے گونج رہے ہیں اور  
اللہ عزوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور مریض القلب معترضین جو ان پر طعن کریں کہ فلاں نے  
یہ کام کیا فلاں نے یہ کام کیا اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا منہ تمہ آیت سے بند فرما دیا کہ واللہ بما تعملون  
خبیر مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو مگر میں تو تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اب یہ بھی قرآن عظیم  
ہی سے پوچھ دیکھئے کہ اللہ عزوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لئے کیا ہے، فرماتا ہے :

ان الذين سبقتم لهم منا الحسنی اولئك عنها مبعدون لا يسمعون حسیسہا و  
هم فی ما اشتہتم انفسہم خلدون لا یحزنہم الفرج الاکبر وتلقنہم الملائکۃ ہذا  
یومک الذی کنتم توعدون

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی پھنک تک  
نہ سنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے وہ قیامت سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین  
نہ کرے گی اور ملائکہ ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔  
ان ارشادات الہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے۔ بغرض غلط بفرض باطل  
طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اُس سے ہزار حصے زائد سہمی اس سے یہ کہئے انتم اعلم ام اللہ

۱۵ الاصابة فی تمییز الصحابة حرف العین ترجمہ عمرو بن العاص ۵۸۸۲ دار صادر بیروت ۲/۳

۱۶ القرآن الکریم ۱۰/۵۷

۱۷ ۲۱/۱۰ تا ۱۰۳

۱۸ ۲/۱۲۰



کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ، کیا اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی، باینہم وہ ان سے فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا تھا رے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تو اب اعتراض نہ کرے گا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلیل القدر قریشی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سے، اور ان کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہو گا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیقی و فاروق کو کب چھوڑتے ہیں عمرو بن عاص کی کیا گنتی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون لے  
اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۰۰ تا ۱۰۲)

(۷) بعد از وصال اولیاء اللہ کے تصرفات کے بارے میں فرمایا،

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیر آیہ کریمہ والقصر اذا التسق

لکھتے ہیں،

بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارہ تکمیل وارث دینی نوع خود گر دانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ، واستغراق آنها بجت کمال وسعت مدارک آنها مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنها نمی نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنها می طلبند و می یابند۔

اللہ تعالیٰ کے بعض خاص اولیاء ہیں جن کو بندوں کی تربیت کا ملہ اور راہنمائی کے لئے ذریعہ بنایا گیا ہے، انھیں اس حالت میں بھی دنیا کے اندر تصرف کی طاقت و اختیار دیا گیا ہے اور کامل وسعت مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا۔ صوفیائے اولیہ باطنی کمالات ان اولیاء اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور غرض مند و محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔ (ت)  
نیز تفسیر عزیزی میں ہے،



”روزِ قیامت شہداء کا خون اور علماء کی دوات کی سیاہی تو لے جائیں گے، علماء کی دوات کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آئے گی“

اور علماء سے اولیاء افضل ہیں، تو جب شہداء زندہ ہیں اور فرمایا کہ انھیں مُردہ نہ کہو، تو اولیاء کہ بدرجہا اُن سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر حی ابدی ہیں۔ قرآن عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں اور اس سے اس کے امثال اور اس سے امثل پر دلالت فرمادیتے ہیں، جیسے،

لَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا۔

اُن سے ہوں نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا۔ (ت)

ماں باپ کو ہوں کہنے سے ممانعت فرمائی، جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منہ ہو گیا۔ اور یہیں دیکھئے حیاتِ شہداء کی تصریح فرمائی اور حیاتِ انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلیٰ خود ہی مفہوم ہو جائے گا۔ اس دلالتِ النص میں اولیاء بلاشبہ داخل۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۰۳ تا ۱۰۵)

(۸) قرآن مجید کی جامعیت اور واقعہ افک سے علمِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر استدلال کے بارے میں فرمایا:

قرآن عظیم میں بے شک سب کچھ موجود ہے مگر اُسے کوئی نہ سمجھ سکتا اگر حدیث اس کی شرح نہ فرماتی۔ قال اللہ تعالیٰ:

لَتَبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَلَ إِلَيْهِمْ۔

تاکہ تم لوگوں سے بیان کرو جو اُن کی طرف اُترا۔ (ت)

اور حدیث بھی کوئی نہ سمجھ سکتا اگر ائمہ مجتہدین اس کی شرح نہ فرماتے، ان کی سمجھ میں مدارج مختلف ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رَبِّ مَبْلَغٍ يَبْلُغُهُ أَوْعَىٰ لَهُ مِنْ سَامِعٍ۔

بہت سے لوگ جن تک بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ اس کو یاد رکھنے والے

۱۔ کنز العمال حدیث ۲۸۷۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱/۱۰

۲۔ القرآن الکریم ۲۳/۱۴ باب من بلغ علماً ۲۸۸۹۹ و ۲۸۹۰۲ " " " ۱۴۳/۱۰

۳۔ القرآن الکریم ۲۴/۱۶

۴۔ سنن ابن ماجہ باب من بلغ علماً ۲۱ ص

پچ ایم سعید کمپنی کراچی

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۰۷)

ہوتے ہیں۔ (ت)

(۹) مزید فرمایا :

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ پر قرآن عظیم اتارا کہ ہر چیز اُن پر روشن فرمادی۔

قال اللہ تعالیٰ :

نزلنا عليك الكتاب تبينا لكل شيء

ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (ت)

قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا کر کے تنسیق آبرس میں نازل ہوا، جتنا قرآن عظیم اُترتا گیا حضور پر غیب روشن

ہوتا گیا، جب قرآن عظیم پورا نازل ہو چکا روزِ اول سے روزِ آخر تک کا جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط

حضور کو حاصل ہو گیا، تمامی نزولِ قرآن سے پہلے اگر کوئی واقعہ کسی حکمتِ الہیہ کے سبب منکشف نہ ہوا

تو احاطہ علمِ اقدس کا منافی نہیں معہذا زمانہ افک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت

فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو علم نہ تھا، اپنے اہل کی برائت اپنی زبان سے ظاہر فرمانا بہتر

ہوتا یا یہ کہ رب السموات والارض نے قرآن کریم میں سترہ آیتیں اُن کی برائت میں نازل فرمائیں جو

قیام قیامت تک مساجد و مجالس و مجامع میں تلاوت کی جائیں گی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۰۸)

(۱۰) اللہ تعالیٰ کو عرش پر سمجھنے کے بارے میں ایک غلط فتویٰ کا رد کرتے ہوئے فرمایا :

حاشا للہ ! ہرگز عقیدہ اہلسنت کا نہیں۔ وہ مکان و ممکن سے پاک ہے، نہ عرش اس کا

مکان ہے نہ دوسری جگہ۔ عرش و فرش سب حادثات ہیں، اور وہ قدیم ازلی ابدی سرمدی، جب تک

یہ کچھ نہ تھے کہاں تھا، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے اور جیسا اب ہے ویسا ہی ابد الابد تک رہے گا۔ عرش و فرش سب

متغیر ہیں، حادثات ہیں، فانی ہیں، اور وہ اور اس کی صفات تغیر و حدوث و فنا سب سے پاک۔

استواء پر اجماع نقل کرنے کی کیا حاجت۔ خود الرحمن عزوجل فرماتا ہے :

الرحمن على العرش استوى

وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (ت)

مگر اعتقاد اہل سنت کا وہ ہے جو ان کے رب عز وجل نے راسخین فی العلم کو تعلیم فرمایا،  
والراسخون فی العلم یقولون أمّنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔  
اور وہ نچتہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے،  
اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (ت)

اعتقاد اہل سنت کا وہ ہے جو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا،  
الاستواء معلوم والکیف مجهول والایمان به واجب والسؤال عنه بدعة۔  
استواء معلوم ہے اور کیفیت مجهول، اور اس پر ایمان واجب اور اس کی تفتیش مگر اہی۔  
اہل سنت کے دو مسلک آیات متشابہات میں ہیں سلف صالح کا مسلک تفویض کا، ہم نہ ان کے  
معنی جانیں نہ ان سے بحث کریں جو کچھ ان کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں اور جو کچھ ان کے  
رب عز وجل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے۔  
امّنا به کل من عند ربنا۔

ہم سب اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ (ت)  
دوسرا مسلک متاخرین کا کہ حفظ دین عوام کے لئے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی کی طرف  
لے جاتیں مثلاً استواء بمعنی استیلا بھی آتا ہے،

قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مہراق  
(تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ ۲۹ ج ۱۱۶، ۱۱۷)

(۱۱) آیات متشابہات پر آریہ کے اعتراضات نیز وہابیہ مجسمہ کے استدلالات کا تحقیقی جواب  
دینے کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ ”قوارع القہار علی المجسمۃ الفجاری“ تحریر فرمایا جس میں

۱۔ القرآن الکریم ۳/۴

۲۔ الدر المنثور تحت الآیۃ ۵۴/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۲۹

فتح الباری کتاب التوحید باب قوله وكان عرشه علی الماء دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴/۳۲۶

۳۔ القرآن الکریم ۳/۴

۴۔ فتح الباری کتاب التوحید باب قوله وكان عرشه علی الماء دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴/۳۲۵

الاسماء والصفات تحت الحدیث ۸۷۰ داود ابن رجب ص ۵۱۹

تزیہ باری تعالیٰ سے متعلق پندرہ عقائد بیان کرنے کے بعد فرمایا:

محل تفصیل میں عقائد تزیہیہ بے شمار ہیں، یہ پندرہ کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدہ اولیٰ ہے کہ تمام مطالب تزیہیہ کا حاصل و خلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح و تقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثل و بے نظیری ارشاد ہوئی آیات تسبیح خود کس قدر کثیر وافر ہیں و قال تعالیٰ:

الملك القدوس السلام

بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت۔

و قال تعالیٰ:

فان الله غنی عن العالمین

بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

و قال تعالیٰ:

ان الله هو الغنی الحمید

بے شک اللہ ہی بے پروا ہے سب خوبیوں سرایا۔

و قال تعالیٰ:

لیس کمثلہ شیء

اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔

و قال تعالیٰ:

هل تعلم له سمیاً

کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔

و قال تعالیٰ:

ولم یکن له کفو احد

اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

ان مطالب کی آیتیں صدمہ ہیں، یہ آیات محکمات ہیں، یہ اُم الکتاب ہیں، ان کے معنی میں کوئی خفا و اجال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے بے تغیر و تبدیل بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دینِ اسلام سے ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۰، ۱۲۱)

(۱۲) آیاتِ مشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد بیان کرتے ہوئے فرمایا،

قال الله تعالى "هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيت محكمات هن ام الكتاب و آخر متشبهات ط فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاويله ۝ وما يعلم تاويله الا الله ۝ و الراسخون في العلم يقولون انا به كل من عند ربنا ۝ وما يذكر الا اولوا الالباب ۝"

(موضع القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے،) (اللہ تعالیٰ نے فرمایا،) وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب، اس میں بعض آیتیں لگی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی، اور دوسری ہیں کئی طرف ملتی، سو جن کے دل میں پھرے ہوئے وہ لگتے ہیں اُن کے ڈھب والیوں سے۔ تلاش کرتے ہیں مگر اہی اور تلاش کرتے ہیں ان کی کل بٹھانی، اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ اور جو مضبوط علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور سمجھائے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے۔

اور اس کے فائدے میں لکھا،

"اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جن کے معنی صاف نہیں کھلتے تو جو گراہ ہو اُن کے معنی عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ اُن کے معنی اور آیتوں سے ملا کر سمجھے جو جڑ کتاب کی ہے اس کے موافق سمجھ پائے تو سمجھے اور اگر نہ پائے تو اللہ پر چھوڑ دے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے انتہی"

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت

فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزماتے کو،

یفضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا۔<sup>۱</sup>

اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔

اس ہدایت و ضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے؛

محکمات، جن کے معنی صاف بے دقت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی و بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں جن کا ذکر اوپر گزرا۔

اور دوسری متشابہات، جن کے معنی میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا جیسے حروف مقطعات السّٰہ وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے جیسے الرحمن علی العرش استوی<sup>۲</sup> (وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) یا تھ استوی علی العرش<sup>۳</sup> (پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) پھر جن کے دلوں میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پا کر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے۔ اور آیات محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں ان کے ارشاد دل سے بھلا دیتے حالانکہ قرآن عظیم میں تو استواء آیا ہے اور اس کے معنی چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمھاری اپنی سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے ہو ما انزل اللہ بہا من سلطن<sup>۴</sup> (اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نازل نہ فرمائی۔ ت) اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انھیں ان ظاہری معنی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی معنی پر جم گئے انھیں کو قرآن مجید نے فرمایا: الذین فی قلوبہم غریغ<sup>۵</sup> ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جہت و جسم و اعراض سے پاک ہے، بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے اور وہ عہد

۱۔ القرآن الکریم ۲۰/۵

۲۔ " ۱۲/۲۰

۳۔ القرآن الکریم ۲/۲۶

۴۔ " ۵۴/۴ و ۱۰/۳

۵۔ " ۳/۴



پاک ہے ان میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے؛ ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا، بیٹھنا، چرھنا، اترنا، سرکنا، ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں، پھر آخر معنی کیا لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دوروش ہو گئے۔ اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑیں ہمیں ہمارے رب نے آیات متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعین مراد میں خوض کرنے کو گراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے پر قناعت کریں کہ اَمْتَابَهُ كُلِّ مَنْ عِنْدَ رَبِّنَا جو کچھ ہمارے مولے کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے حکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی سلّم اولیٰ ہے، اسے مسلک تفریض و تسلیم کہتے ہیں۔ ان ائمہ نے فرمایا: استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے کہ اس کے معنی ہماری سمجھ سے ورار ہیں اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعین مراد کے لئے اور تعین مراد کی طرف راہ نہیں اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے حکم و متشابہ دو قسمیں فرما کر محکمات کو ہتھ امرا الکتب فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو یہ آیہ کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سنجادی کہ ان میں وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ و ضلال و باطل و محال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنی پر یقین نہیں کر سکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنی صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات سے بریٰ مرتزہ ہیں اور محاورات عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں کہ ان کے معنی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انھیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی،

ابن آدم الحریص علی ما منعہ (ان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر

حاصل ہوتا ہے۔ ت) اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑنے لگے مگر ایسی گریں گے، تو یہی نسبت ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب و ملائم معنی کی طرف کہ محکمات سے مطابقت محاورات سے موافقت ہوں پھر وہی جاتیں کہ فتنہ و ضلال سے نجات پائیں، یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۱ تا ۱۲۲)

(۱۳) استواء علی العرش کے معنی میں وجہ تاویل بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ علماء بوجہ کثیرہ تاویل آیت فرماتے ہیں: ان میں چار وجہیں نفیس و واضح ہیں: **اول** استواء بمعنی قہر و غلبہ ہے، یہ زبان عرب سے ثابت و پیدا ہے عرش سب مخلوقات سے اُوپر اور اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ تمام مخلوقات پر قہر و غالب ہے۔ **دوم** استواء بمعنی علو ہے اور علو اللہ عز و جل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو ملکیت و سلطان۔ یہ دونوں معنی امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ذکر فرمائے جس کی عبارات عنقریب آتی ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

**سوم** استواء بمعنی قصد و ارادہ ہے، ثم استوی علی العرش یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی، یہ تاویل امام اہلسنت امام ابو الحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسماعیل ضریر نے فرمایا: انہ الصواب یہی ٹھیک ہے، نقلہ الامام جلال الدین سیوطی فی الاتقان (اس کو امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں نقل کیا ہے۔ ت)

**چہارم** استواء بمعنی فراغ و تمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق و آفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دُنیا و آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو۔ استواء بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے، قال اللہ تعالیٰ:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ

جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اس کا شباب پورا ہوا۔

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون فی الحکم والمشاہدہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۰۵/۱

۲۔ القرآن الکریم ۲۸/۱۳

اسی طرح قولہ تعالیٰ :

کُزِعَاجٌ اُخْرَجَ شَطَاۗءُ فَاَنْزَرَاۗهُ فَاَسْتَغْلَظَ فَاَسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ۔

جیسے پودا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا۔ (ت)

میں استواء حالت کمال سے عبارت ہے، یہ تاویل امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے امام ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل سے نقل کی اور یہ کلام ابو طاهر قرظینی کا ہے کہ سراج العقول میں افادہ فرمایا، اور امام عبد الوہاب شعرائی کی کتاب الیواقیت میں منقول۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۴ تا ۱۲۶)

(۱۴) قرآن مجید میں لفظ استواء کے مواضع بیان کرتے ہوئے فرمایا،

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اور اس کے سوا یہ ہے کہ قرآن عظیم میں یہ استواء سات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان و زمین کے ساتھ اور بلا فصل اس کے بعد ہے۔ سورۃ اعراف و سورۃ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا،

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش۔  
تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ دنوں میں پھر عرش پر استوار فرمایا۔ (ت)  
سورۃ رعد میں فرمایا،

اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد تو نہا ثم استوی علی العرش۔  
اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر استوار فرمایا۔ (ت)

سُورۃ طہ ص ۱۰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرمایا :  
تَنْزِیْلًا مِّنۡ خَلْقِ الْاَرْضِ وَاَلۡسَمٰوٰتِ الْعُلٰی ۝ الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝  
قرآن نازل کردہ ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو، وہ رحمن ہے جس نے عرش پر استوار فرمایا۔ (ت)

۱۔ القرآن الکریم ۴۸/۲۹  
۲۔ الیواقیت والجواهر بحوالہ سراج العقول  
۳۔ القرآن الکریم ۱۰/۳  
۴۔ القرآن الکریم ۱۳/۲  
۵۔ ۲۰/۴۰

سورۃ فرقان میں فرمایا ،

الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش علیہ  
وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر

استوار فرمایا۔ (ت)

سورۃ حدید میں فرمایا ،

هو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش علیہ

وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استوار فرمایا۔ (ت)

یہ مطالب کہ اول سے یہاں تک اجمالاً مذکور ہوئے ، صد ہا ائمہ دین کے کلماتِ عالیہ میں ان کی تصریحات  
جلیلہ ہیں انھیں نقل کیجئے تو دفترِ عظیم ہو ، اور فقیر کو اس رسالہ میں التزام ہے کہ جن کتابوں کے نام مخالف گناہ  
نے اغوائے عوام کے لئے لکھ دئے ہیں اس کے رد میں انہی کی عبارتیں نقل کرے کہ مسلمان دیکھیں کہ وہابی  
صاحب کس قدر بے حیا ، بیباک ، متکبر ، چالاک ، بدین ، ناپاک ہوتے ہیں کہ جن کتابوں میں ان کی گمراہیوں  
کے صریح رد لکھے ہیں انہی کے نام اپنی سند میں لکھ دیتے ہیں ص

چہرہ دل اور ست دُزدے بکف چراغ دارد

(چور کیسا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے ہے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۶، ۱۲۷)

(۱۵) آیت کریمہ ”الرحمن علی العرش استوی“ آیاتِ متشابہات سے ہے۔ اس پر حوالہ جات پیش کرتے  
ہوئے فرمایا ،

مباحثِ آئندہ میں جو عبارات اُن کتابوں کی منقول ہوں گی انھیں سے ان شاء اللہ العظیم یہ سب  
بیان واضح ہو جائیں گے یہاں صرف آیاتِ متشابہات کے متعلق بعض عبارات نقل کروں جن سے مطلب سابق  
بھی ظاہر ہو اور یہ بھی کھل جائے کہ آیت کریمہ ”الرحمن علی العرش استوی“ آیاتِ متشابہات سے ہے  
اور یہ بھی کہ جس طرح مخالف کا مذہبِ نامذہب یقیناً صریح ضلالت اور مخالف جملہ اہل سنت ہے۔ یہ وہی  
اجمالاً اس آیت کے معنی جاننے پر مخالف سلف صالح و جمہور ائمہ اہلسنت و جماعت ہے۔

(۱) موضع القرآن کی عبارت اوپر گزری۔

(۲) معالم و مدارک و کتاب الاسماء والصفات و جامع البیان کے بیان یہاں سنئے کہ یہ پانچوں کتابیں بھی انھیں کتب سے ہیں جن کا نام مخالف نے لگن دیا۔ معالم التنزیل میں ہے،  
اما اهل السنة يقولون الاستواء على العرش صفة لله تعالى بلا كيف يجب على الرجل  
الايمان به ويكل العلم فيه الى الله عز وجل

یعنی رہے اہلسنت، وہ یہ فرماتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ عز وجل کی ایک صفت ہے چونی و چگونگی  
ہے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے معنی کا علم خدا کو سونپے۔

مخالف کو سوجھے کہ اُسی کی مستند کتاب نے خاص مسئلہ استواء میں اہلسنت کا مذہب  
کیا لکھا ہے شرم رکھتا ہے تو اپنی خرافات سے باز آئے اور عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہلسنت کرے۔  
(۳) اُسی میں ہے،

ذهب الاكثرون الى ان الواو في قوله "والراسخون" واو الاستئناف وتوهم الكلام عند  
قوله "وما يعلم تاويله الا الله" وهو قول ابى بن كعب وعائشة وعروة بن الزبير رضى الله تعالى  
عنهم، ومرواية طاؤس عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وبه قال الحسن و اكثر  
التابعين واختار الكسائي والفراء والافخش (الى ان قال) وما يصدق ذلك  
قراءة عبد الله ان تاويله الا عند الله والراسخون في العلم يقولون امنا وفي حرف ابى  
(ويقول الراسخون في العلم امنا) وقال عمر بن عبد العزيز في هذه الآية انتهى علم  
الراسخين في العلم بتاويل القرآن الى ان قالوا امنا به كل من عند ربنا و  
هذا القول اقيس في العربية واشبه بظاهر الآية

یعنی جمہور ائمہ دین و صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماعاً کا مذہب یہ ہے کہ والراسخون فی العلم  
سے جذبات شروع ہوتی پہلا کلام وہیں پورا ہو گیا کہ تشابہات کے معنی اللہ عز وجل کے سوا کوئی نہیں جانتا  
یہی قول حضرت سید قاریان صحابہ ابی بن کعب اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم کا ہے، اور یہی امام طاؤس نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا،

اور یہی مذہب امام حسن بصری و اکثر تابعین کا ہے، اور اسی کو امام کسائی و قرار و اخفش نے اختیار کیا اور اس مطلب کی تصدیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قرارت سے بھی ہوتی ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر اللہ عز و جل کے سوا کسی کے پاس نہیں، اور پکے علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، ابو ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرارت بھی اسی معنی کی تصدیق کرتی ہے۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان کی تفسیر میں حکم علم والوں کا منہ تائے علم پس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور یہ قول عربیت کی رو سے زیادہ دلنشین اور ظاہر آیت بہت موافق ہے (۴) مدارک التنزیل میں ہے :

منہ آیت محکمات احکمت عبارتها بان حفظت من الاحتمال والاشتباه هن ام الکتاب اصل الکتاب تحمل المتشابہات علیہا وتوذا الیہا و اخر متشابہات "مشتبہات محتملات مثال ذلك الرحمن على العرش استوى فالاستواء يكون بمعنى الجلوس وبمعنى القدرة والاستیلاء ولا يجوز الاول على الله تعالى بدليل المحكم وهو قوله تعالى ليس كمثله شيء، فاما الذين في قلوبهم زيغ ميل عن الحق وهم اهل البدع فيبتعون ما تشابه فيتعلقون بالمتشابه الذي يحتمل ما يذهب اليه البتدع مما لا يطابق المحكم ويحتمل ما يطابقه من قول اهل الحق "منه ابتغاء الفتنة" طلب ان يفتنوا الناس عن دينهم ويضلوه هم "وابتغاء تاويله" وطلب ان يؤولوا التاويل الذي يشتهونه "وما يعلم تاويله الا الله" اى لا يهتدى الى تاويله الحق الذي يجب ان يحل عليه الا الله اهم مختصرا.

یعنی قرآن عظیم کی بعض آیتیں محکمات ہیں جن کے معنی صاف ہیں احتمال و اشتباہ کو ان میں گز نہیں، یہ آیات تو کتاب اصلی ہیں کہ متشابہات انہیں پر حمل کی جائیگی اور انکے معنی انہیں کی طرف پھیرے جائیگی، اور بعض دوسری متشابہات ہیں جن کے معنی میں اشکال و احتمال ہے جیسے کوثر الرحمن علی العرش استوی استواء بیٹھنے کے معنی پر بھی آتا ہے اور قدرت وغلبہ کے معنی پر بھی، اور پہلے معنی اللہ عز و جل پر جمال ہیں کہ آیات محکمات اللہ تعالیٰ کو بیٹھنے سے پاک و منزہ بتا رہی ہیں ان محکمات ایک آیت ہے "لیس کمثلہ شیء" اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں، پھر وہ جن کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں اور وہ بد مذہب لوگ ہو وہ تو آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ایسی آیتوں کی آر لیتے ہیں جن میں ان کی بد مذہبی کے معنی کا احتمال ہو سکے جو آیات محکمات کے مطابق نہیں، اور اس مطلب کا بھی احتمال ہو جو محکمات کے مطابق اور المستند کا مذہب ہے۔ وہ بد مذہب ان آیات متشابہات کی آڑ اس لئے لیتے ہیں کہ فتنہ اٹھائیں لوگوں کو سچے دین سے بہکائیں ان کے وہ معنی بتائیں جو اپنی خواہش کے موافق ہوں۔ اور ان کے معنی

تو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ، اللہ ہی کو خبر ہے ان کے حق معنی کیا ہیں جن پر ان کا آثار نا واجب ہے اھ  
 گمراہ شخص آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پاکیزہ تقریر یہ آیت و تفسیر اس کی گمراہی کا کیسا رد واضح و مزید ہے والحمد للہ رب العالمین۔  
 (۵) امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں،

الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضی اللہ عنہم کانوا لا یفسرونہ و  
 یتکلمون فیہ کتحو مذہبہم فی امثال ذلک یلے

ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم استواء کے کچھ معنی نہ کہتے تھے نہ اس میں اصلاً  
 زبان کھولتے جس طرح تمام صفات مشابہات میں اُن کا یہی مذہب ہے۔

(۶) اُسی میں ہے،

حکینا عن المتقدمین من اصحابنا ترک الکلام فی امثال ذلک، هذا مع اعتقادہم  
 نفی الحد والتشبیہ والتمثیل عن اللہ سبحانہ وتعالیٰ یلے

ہم اپنے اصحاب متقدمین کا مذہب لکھ چکے کہ ایسے نصوص میں اصلاً لب نہ کھولتے اور اس کے  
 ساتھ یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالیٰ محدود ہونے یا مخلوق سے کسی بات میں متشابہ و مانند ہونے سے پاک ہے۔

(۷) اسی میں یحییٰ بن یحییٰ سے روایت کی،

کنا عند مالک بن انس فجاء رجل فقال یا ابا عبد اللہ الرحمن علی العرش  
 استوی فکیف استوی؟ قال فاطرق مالک رأسہ حتی علاہ الرخصاء ثم قال الاستواء  
 غیر مجہول والکیف غیر معقول والا ییمان بہ واجب، والسؤال عنہ بدعة، وما  
 امرک الا مبتدعا فامر بہ ان یشخرج یلے

ہم امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: اے ابو عبد اللہ!  
 الرحمن نے عرش پر استواء فرمایا یہ استواء کس طرح ہے؟ اس کے سنتے ہی امام نے سر مبارک جھکالیا یہاں تک  
 کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہو گیا، پھر فرمایا: استواء مجہول نہیں اور کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض  
 اور اس سے استفسار بدعت اور میرے خیال میں تو ضرور یہ مذہب ہے۔ پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔

(۸) اُسی میں عبد اللہ بن صالح بن مسلم سے روایت کی،

سئل رابیعۃ الرائی عن قول اللہ تبارک وتعالیٰ "الرحمن علی العرش استوی" کیف

۱۔ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی حدیث ۸۶۴ دار ابن رجب ص ۱۵

۲۔ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب فی قول اللہ تعالیٰ لعین علیہ السلام انی متوفیک تو ۹۰۰ " " " " ۵۳۴

۳۔ " " " " باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی ۸۶۴ " " " " ۵۱۶

استوی؛ قال کیف مجهول والاستواء غیر معقول ویجب علیّ وعلیکم الايمان بذالک کلامہ  
یعنی امام ربیع بن ابی عبد الرحمن استاذ امام مالک سے جنھیں بوجہ قوت عقل و کثرت قیاس ربیعۃ الراے  
لکھا جاتا یہی سوال ہوا، فرمایا کیفیت مجهول ہے اور اللہ تعالیٰ کا استواء غیر معقول ہے اور مجھ پر اور تم پر  
ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۹) اسی میں بطریق امام احمد بن ابی الحواری امام سفین بن عیینہ سے روایت کی کہ فرماتے :  
کل ما وصف الله تعالى من نفسه في كتابه فتفسيره تلاوته والسكوت عليه  
یعنی اس قسم کی جتنی صفات اللہ عز و جل نے قرآن عظیم میں اپنے لئے بیان فرمائی ہیں ان کی تفسیر  
یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہتے۔

بطریق اسحق بن موسیٰ انصاری زائد کیا :

ليس لاحد ان يفسره بالعربية ولا بالفارسية۔

کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں خواہ فارسی کسی زبان میں اس کے معنی کہے۔

(۱۰) اسی میں حاکم سے روایت کی انھوں نے امام ابوبکر احمد بن اسحق بن ایوب کا عفت بدنام  
دکھایا جس میں مذہب اہل سنت مندرج تھا اس میں لکھا ہے :

الرحمن على العرش استوى بلا كيف

رحمن کا استواء بیچون و بیچگون ہے۔

(۱۱) اسی میں ہے :

والأشاعر عن السلف في مثل هذا كثيرة وعلى هذه الطريقة يدل مذهب الشافعي  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ والیہا ذهب احمد بن حنبل والحسين بن الفضل البلخي ومن  
المتأخرين ابو سليمان الخطابي۔

یعنی اس باب میں سلف صالح سے روایات بکثرت ہیں اور اس طریقہ سکوت پر امام شافعی کا  
مذہب دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک امام احمد بن حنبل و امام حسین بن فضل بلخی اور متاخرین سے

۱ کتاب الاسماء والصفات للبيهقي باب ما جاء في قول الله تعالى الرحمن على العرش استوى حديث ۵۶۵ دار ابن رجب ص ۵۱۶ و

۲ کتاب الاسماء والصفات للبيهقي باب ما جاء في قول الله عز وجل على العرش استوى ۵۱۷ " " " " ۵۱۸

۳ " " " " باب ما جاء في اثبات العين ۸۳ " " " " ۴۱۲

۴ و ۵ " " " " باب ما جاء في قول الله عز وجل الرحمن على العرش استوى ۸۴۰ " " " " ۵۱۹



امام ابو سلیمان خطابی کا ہے۔

الحمد لله امام اعظم سے روایت قریب آتی ہے ائمہ ثلاثہ سے یہ موجود ہیں۔ ثابت ہوا کہ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استواء کے معنی کچھ نہ کہے جائیں اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام۔ یہی طریقہ جملہ سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

(۱۲) اسی میں امام خطابی سے ہے:

ونحن احری بان لانتقد م فیما تاخر عنه من هو اکثر علما و اقدم زمانا و سنا  
ولكن الزمان الذي نحن فيه قد صار اهله حزبين منكر لما يروى من نوع هذه  
الاحاديث راسا ومكذبا به اصلا، وفي ذلك تكذيب العلماء الذين سروا هذه  
الاحاديث وهم ائمة الدين ونقلة السنن والواسطة بيننا وبين رسول الله صلى الله  
تعالى عليه وسلم، والطائفة الاخرى مسلمة للرواية فيها ذاهبة في تحقيق الظاهر منها مذهبها  
يكاد يفضي بهم الى القول بالتشبيه ونحن نرغب عن الامرين معاً، ولا نرضى بواحد  
منهما مذهباً، فيحق علينا ان نطلب لما يرد من هذه الاحاديث اذ اصحت من طريق  
النقل والسند، تاويل لا يخرج على معاني اصول الدين ومذاهب العلماء ولا ينطبل  
الرواية فيها اصلا، اذا كانت طرقها مرضية ونقلتها عدولاً

یعنی جب ان ائمہ کرام نے جو ہم میں سے علم میں زائد اور زمانے میں مقدم اور عمر میں بڑے تھے  
متشابہات میں سکوت فرمایا تو ہمیں ساکت رہنا اور ان کے معنی کچھ نہ کہنا اور زیادہ لائق تھا مگر ہمارے  
زمانے میں دو گروہ پیدا ہوئے: ایک تو اس قسم کی حدیثوں کو سرے سے رد کرتا اور جھوٹ بتاتا ہے،  
اس میں علمائے رواۃ احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے حالانکہ وہ دین کے امام ہیں اور سنتوں کے  
ناقل اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ہمارے وسائط و وسائل۔ اور دوسرا اگر وہ ان روایتوں کو مان کر  
ان کے ظاہری معنی کی طرف ایسا جاتا ہے کہ اس کا کلام اللہ عز و جل کو خلق سے مشابہ کر دینے تک  
پہنچا چاہتا ہے اور ہمیں یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں ہم ان میں سے کسی کو مذہب بنانے پر راضی نہیں  
تو ہمیں ضرور ہوا کہ اس باب میں جو حدیثیں آئیں ان کی وہ تاویل کر دیں جس سے ان کے معنی اصول  
عقلہ و آیات محکمات کے مطابق ہو جائیں اور صحیح روایتیں کہ علماء ثقات کی سند سے آئیں باطل

نہ ہونے پائیں۔

(۱۳) امام ابوالقاسم لاکانی کتاب السنہ میں سیدنا امام محمد سرورِ مذہب حنفی تلمیذِ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ فرماتے :

اتفق الفقهاء كلهم من المشرق الى المغرب على الايمان بالقران وبالاحاديث التي جاء بها الثقات عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في صفة الرب من غير تشبيه ولا تفسير فمن فسر شيئاً من ذلك فقد خرج عما كان عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفارق الجماعة فانهم لم يصفوا ولم يفسروا ولكن امنوا بما في الكتاب والسنة ثم سكتوا

شرق سے غرب تک تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ آیاتِ قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں جو صفاتِ الہیہ آئیں اُن پر ایمان لائیں بلا تشبیہ و بلا تفسیر، تو جو ان میں سے کسی کے معنی بیان کرے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے سے خارج اور جماعتِ علماء سے جدا ہوا اس لئے کہ ائمہ نے نہ ان صفات کا کچھ حال بیان فرمایا نہ اُن کے معنی کہے بلکہ قرآن و حدیث پر ایمان لا کر چُپ رہے۔

طرفیہ کہ امام محمد کے اس ارشاد و ذکر اجماع ائمہ امجاد کو خود ذہبی نے بھی کتاب العلویٰ نقل کیا اور کہا محمد سے یہ اجماع لاکانی اور ابو محمد بن قدامہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا بلکہ خود ابن تیمیہ مخذول بھی اُسے نقل کر گیا واللہ الحمد ولہ الحجة السامیة (حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور غالب حجت اسی کی ہے۔ ت۔)

(۱۴) نیز مدارک میں زیر سورہ طہ ہے :

المذہب قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الاستواء غیر مجہول والتکلیف غیر معقول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعة لانه تعالى كان ولا مكان فهو على ما كان قبل خلق المكان ثم لم يتغير عما كان ثم  
مذہب وہ ہے جو مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی چگونگی

عقل میں نہیں آ سکتی اُس پر ایمان واجب ہے اور اس کے معنی سے بحث بدعت ہے اس لئے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ موجود تھا اور مکان نہ تھا پھر وہ اپنی اُس شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے۔

گمراہ اپنی ہی مستند کی اس عبارت کو سوجھے اور اپنا ایمان ٹھیک کرے۔

(۱۵) اسی میں زیر سورۃ اعراف یہی قول امام جعفر صادق و امام حسن بصری و امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرمایا۔

(۱۶) یہی مضمون جامع البیان سورۃ یونس میں ہے؛

الاستواء معلوم والكيفية مجهولة والسؤال عنه بدعة۔

استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس سے بحث و سوال بدعت ہے۔ (ت)

(۱۷) یہی مضمون سورۃ رعد میں سلف صالح سے نقل کیا کہ؛

قال السلف الاستواء معلوم والكيفية مجهولة۔

سلف نے فرمایا استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔ (ت)

(۱۸) سورۃ طہ میں لکھا؛

سئل الشافعي عن الاستواء فاجاب امنت بلا تشبيه واتهمت نفسي في

الادراك وامسكت عن الخوض فيه كل الامساك۔

یعنی امام شافعی سے استواء کے معنی پوچھے گئے، فرمایا؛ میں استواء پر ایمان لایا اور وہ معنی نہیں ہو سکتے جن میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت مخلوق سے نکلے اور میں اپنے آپ کو اُس کے معنی سمجھنے میں مہتمم رکھتا ہوں مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ اس کے صحیح معنی سمجھ سکوں لہذا میں نے اس میں فکر کرنے سے یک قلم قطعی دست کشی کی۔

(۱۹) سورۃ اعراف میں لکھا؛

۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر لنسفی) تحت الآیۃ ۳/۵ دار الکتاب العربی بیروت ۴۸/۳

۲۔ جامع البیان محمد بن عبد الرحمن الشافعی ۳/۱۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ کوجہر انوالا ۲۹۲/۱

۳۔ " " " " " " ۲/۱۳ " " " " ۳۴۵/۱

۴۔ " " " " " " ۵/۲۰ " " " " ۱۶۱۵/۲

اجمع السلف علی ان استواء علی العرش صفة له بلا کیف نوؤمن به وکل العلم  
الی اللہ تعالیٰ۔

سلف صالح کا اجماع ہے کہ عرش پر استواء اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیچون و بے چگون ہے  
ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کا علم خدا کو سونپتے ہیں۔  
(۲۰) طرفیہ کہ سورۃ اعراف میں تو صرف اتنا لکھا کہ اس کے معنی ہم کچھ نہیں جانتے اور  
سورۃ فرقان میں لکھا،

قد مرفی سورۃ الاعراف تفصیل معناه۔

اس کے معنی کی تفصیل سورۃ اعراف میں گزری۔

یونہی سورۃ سجدہ میں لکھا،

قد مرفی سورۃ الاعراف (سورۃ اعراف میں گزرا۔ ت)

یونہی سورۃ حدید میں،

قد مرتفسیرہ فی سورۃ الاعراف وغیرھا (اس کی تفسیر سورۃ اعراف وغیرہ میں

گزر چکی ہے۔ ت)

دیکھو کیسا صاف بتایا کہ اس کے معنی کی تفصیل یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے، اب تو کھلا کہ وہابیہ  
مجسمہ کا اپنی سند میں کتاب الاسماء و معالم و مدارک و جامع البیان کے نام لے دینا کیسی سخت بے حیائی  
تھا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۸ تا ۱۳۷)

(۱۶) ایک نجدی گمراہ نے اپنی تحریر میں بزعم خود عرش کو اللہ تعالیٰ کا مکان بتایا اور اس سلسلہ میں

آیت کریمہ "الرحمن علی العرش استوی" اور دیگر آیات و احادیث سے استدلال کیا، اس کے رد  
میں فرمایا:

مسلمانو! دیکھو اس گمراہ نے ان چند سطور میں کیسی کیسی جہالتیں، ضلالتیں، تناقض سفاہتیں، اللہ

۱ جامع البیان محمد بن عبد الرحمن الشافعی تحت لایۃ ۵۴/ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲۲۳/۱

۲ ۵۹/۲۵ " " " " ۸۹/۲

۳ ۴/۳۲ " " " " ۱۵۷/۲

۴ ۴/۵۷ " " " " ۳۳۶/۲

رسول پر افتراء، علماء و کتب پر تہمتیں بھردی ہیں،  
**اولاً** ادعا کیا کہ استوار علی العرش میں بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنی کلمہ بدعتی ہے، اور اسی کی سند میں بکمال جرأت و بیحیائی اُن نو کتابوں کے نام گن دیئے۔

**ثانیاً** زعم کیا کہ احاطہ الہی صرف از روئے علم ہے حالانکہ اس مسئلہ کا یہاں کچھ ذکر نہ تھا مگر اس نے اس بیان سے اپنی وہ گمراہی پالنی چاہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں۔

**ثالثاً** منہ بھر کر اُس سُبُوحِ قدوس کو گالی دی کہ اس کے لئے مکان ثابت ہے، عرش اس کا مکان ہے، اور اس ثبوت میں بزورِ زبان دو حدیثیں نقل کر دیں۔

**سابعاً** یہ تین دعوے تو منطوق عبارت تھے مفہوم استثناء سے بتایا کہ استوار علی العرش کے معنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنت ہیں۔

**خامساً** اپنے معبود کو بٹھانے، چڑھانے، ٹھہرانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے کہ جن صفات سے کلامِ شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے تمام متشابہات استوار کی طرح انھیں معافی پر محمول کر لیں جو اُن کے ظاہر سے مفہوم ہوتے ہیں۔

**سادساً** باوصف ان کے اصل دعویٰ یہ ہے کہ خدا عرش کے سوا کہیں نہیں۔

ہم بھی ان چھ باتوں کی بعونہ تعالیٰ اُسی ترتیب پر چھ تپانچوں سے خبر لیں اور ساتویں تپانچے میں دوسرے باقیہ کے متعلق اجمالی گوشمالی کریں وباللہ التوفیق۔

## پہلا تپانچہ

گمراہ نے ادعا کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنی استوار کے کلمہ بدعتی ہے، اور اس پر اُن نو کتابوں کا حوالہ دیا۔

**ضربِ اول :** فقیر نے اگر یہ التزام نہ کیا ہوتا کہ اس کی گناہی ہوئی کتابوں سے سند لاؤں گا تو آپ سیر دیکھتے کہ یہ تپانچہ اس گمراہ کو کیونکر خاک و خون میں لٹاتا مگر اجمالاً اقوال مذکورہ بالا ہی ملاحظہ ہو جائیں کہ اس گمراہ نے کس کس امامِ دین و سنت کو بدعتی بنا دیا، امام ابو الحسن علی ابن بطال، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابو طاهر قرظوبنی، امام عارف شعرانی، امام جلال الدین سیوطی، امام اسماعیل ضریر، حتیٰ کہ خود امام اہلسنت سیدنا امام ابو الحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، تو کم از کم اس ضرب کو سات

ضرب سمجھئے بلکہ تیرہ کہ امام نسفی و امام بہیقی و امام بغوی و امام علی بن محمد ابو الحسن طبری و امام ابو بکر بن فرک و امام ابو منصور بن ابی ایوب کے اقوال عنقریب آتے ہیں۔ یہ حضرات بھی اس بدعتی کے طور پر معاذ اللہ بدعتی ہوئے۔ اور بسیل ضرب اوپر گزریں جملہ تین تیس ہوئیں۔ آگے چلے اور اب صرف اس کے مستندوں سے اس کی خبر لیجئے۔

**ضرب ۳۴:** مدارک شریف سورۃ سجدہ میں استواء علی العرش کا حاصل اس کا احداث اور پیدا کرنا یا یہ انھیں معنی سوم کے قریب ہے جو اوپر گزرے۔

**ضرب ۳۵:** اس سورۃ اور سورۃ فرقان کے سوا کہ وہاں استوار کی تفسیر سے سکوت مطلق ہے باقی پانچوں جگہ اُس کے معنی استیلاء و غلبہ و قابو بتائے۔ حدید میں ہے:

ثم استوی (استولی) علی العرش (پھر عرش پر استوار فرمایا۔ ت)

رعد میں ہے:

استوی بالاقدار و نفوذ السلطان

اقتدار اور حکومت کا مالک ہوا۔ (ت)

اعراف میں ہے:

اضاف الاستیلاء الى العرش وان كان سبحانه وتعالى مستوليا على جميع

المخلوقات لان العرش اعظمها واعلاها۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا قابو اس کی تمام مخلوقات پر ہے، خاص عرش پر قابو ہونے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرش سب مخلوقات سے جسامت میں بڑا اور سب سے اوپر ہے۔

**ضرب ۳۶:** سورہ طہ میں بعد ذکر معنی استیلاء ایک وجہ یہ نقل فرمائی:

لما كان الاستواء على العرش وهو سرير الملك ما يردف الملك جعلوه كناية

عن الملك فقال استوى فلان على العرش اي ملك وان لم يقعد على السرير البتة وهذا كقولك يد فلان مبسوطة اي جواد وان لم يكن له

۲۲۳/۴	دار الکتاب العربی بیروت	۴/۵	تحت الآیۃ	۵۴/۴	۵۶/۲
۲۴۱/۲	" " "	۲/۱۳	" "	" "	" "
۵۶/۲	" " "	۵۴/۴	" "	" "	" "

## پیدا سب

یعنی جبکہ تخت نشینی آثار شاہی سے ہے تو عرف میں تخت نشینی بولتے اور اس سے سلطنت مراد لیتے ہیں، کہتے ہیں فلاں شخص تخت نشین ہوا یعنی بادشاہ ہوا اگرچہ اصل تخت پر نہ بیٹھا ہو، جس طرح تیرے اس کہنے سے کہ فلاں کا ہاتھ کشادہ ہے اس کا سنی ہونا مراد ہوتا ہے اگرچہ وہ سرے سے ہاتھ ہی نہ رکھتا ہو۔ حاصل یہ کہ استواء علی العرش بمعنی بادشاہی ہے حقیقۃً بیٹھنا ہرگز لازم نہیں، جب خلق کے باب میں یہ محاورہ ہے جن کا اٹھنا بیٹھنا سب ممکن، تو خالی عز وجل کے بارے میں اُس سے معاذ اللہ حقیقۃً بیٹھنا سمجھ لینا کیسا ظلم صریح ہے۔

**ضرب ۳۷:** معالم سورة اعراف کا بیان تو وہ تھا کہ اہلسنت کا طریقہ سکوت ہے اتنا جانتے ہیں کہ استواء اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور اس کے معنی کا علم اللہ کے پیڑ ہے، یہ طریقہ سلف صالحین تھا، سورۃ رعد میں استواء کو علو سے تاویل کیا۔ یہ معنی دوم ہیں کہ اوپر گزرے۔

**ضرب ۳۸:** امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں دربارۃ استوار ائمہ متقدمین کا وہ مسلک ارشاد فرمایا جس کا بیان اوپر گزرا۔ پھر فرمایا:

وذهب ابو الحسن علی بن اسمعیل الاشعری الى ان الله تعالى جل ثناؤه فعل في العرش فعلا سبّاه استواء كما فعل في غيره فعلا سبّاه سارقا او نعمة او غيرهما من افعاله ثم لم يكتف الاستواء الا انه جعله من صفات الفعل لقوله تعالى "ثم استوى على العرش" و"ثم للتراخي والتراخي انما يكون في الافعال وافعال الله تعالى توجد بلا مباشرة منه اياها ولا حركة۔

یعنی امام اہلسنت امام ابو الحسن اشعری نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے عرش کے ساتھ کوئی فعل فرمایا ہے جس کا نام استواء رکھا ہے جیسے من و تو زید و عمرو کے ساتھ افعال فرمائے اور ان کا نام رزق و نعمت وغیرہ رکھا اُس فعل استوار کی کیفیت ہم نہیں جانتے اتنا ضرور ہے کہ اس کے افعال میں مخلوق کے ساتھ ملنا، چھونا، اس سے لگا ہوا ہونا یا حرکت کرنا نہیں جیسے بیٹھنے چڑھنے وغیرہ میں ہے اور استوار کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر عرش پر استوار کیا تو معلوم ہوا کہ استوار حادث ہے





حاصل یہ کہ اس طریقہ پر استوار صفات ذات سے ہوگا کہ اللہ سبحانہ بذاتہ اپنی تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے نہ بلندی مکان بلکہ بلندی مالکیت و سلطان، اور اب پھر کالفظ نظر بحدوث عرش ہوگا کہ وہ بلندی ذاتی ہر حادث سے اُس کے حدوث کے بعد متعلق ہوتی ہے جیسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ پھر اللہ شاہد ہے اُن کے افعال پر، یعنی جب اُن کے افعال پیدا ہوئے تو شہود الہی ان سے متعلق ہوا جس طرح علم الہی قدیم ہے مگر یہ علم کہ چیز حادث ہوگئی اس کے حدوث کے بعد ہی متعلق ہوگا یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ اشیاء پیدا ہو چکیں حالانکہ ہنوز تا پیدا تھیں۔

**ضرب ۴۱:** پھر امام اہلسنت قدس سرہ سے نقل فرمایا:

وجوابي هو الاول وهو ان الله مستوى على عرشه وانه فوق الاشياء بائن منها بمعنى انها لا تحله ولا يحلها ولا يمسها ولا يشبهها وليست البينونة بالعزلة ، تعالى الله ربنا عن المحلول والتماسة علوا كبيرا

میرا قول وہی پہلا ہے کہ اللہ عز وجل نے عرش کے ساتھ فعل استوار کیا اور ایک عرش ہی کیا وہ تمام اشیا سے بالا اور سب سے جدا ہے بایں معنی کہ نہ اشیا اس میں حلول کریں نہ وہ اُن میں، نہ وہ اُن سے مَس کرے نہ اُن سے کوئی مشابہت رکھے، اور یہ جُدا فی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیا سے ایک کنارے پر ہو، ہمارا رب حلول و مس و فاصلہ و عزالت سے بہت بلند ہے جل و علا۔ دیکھو ائمہ اہلسنت بیٹھنے، چرٹھنے، ٹھٹھرنے کی کیسی جڑ کاٹ رہے ہیں۔

ضرب ۴۲ : پھر امام اہلسنت سے نقل فرمایا،

وقد قال بعض اصحابنا ان الاستواء صفة الله تعالى تنفى

۱۵ کتاب الاسماء والصفات للبیهقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی حدیث ۸۷۰ دار ابن حجب ص ۵۱۸

" " " " " " " " " " " "

الاعوجاج عنه ۛ

یعنی بعض ائمہ اہلسنت نے فرمایا کہ صفت استواء کے معنی ہیں کہ اللہ عزوجل کجی سے پاک ہے۔  
**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس تقدیر پر استوار صفاتِ سلبیہ سے ہوگا جیسے غنی یعنی کسی کا محتاج نہیں، یونہی مستوی یعنی اس میں کجی و اعوجاج نہیں، اور اب علیٰ ظرفِ مستقر ہوگا اور اسی علومکے سلطان کا مفید، اور ثمر تراخی فی الذکر کے لئے، کقولہ تعالیٰ ثمر کان من الذین امنوا (پھر ایمان والوں میں ہوا۔ ت) و قوله تعالیٰ خلّقه من تراب ثم قال له کن فیکون (اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو فرمایا ہو جا، تو وہ ہو گیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

**ضرب ۴۳**؛ پھر امام استاد البوصور ابن ابی ایوب سے نقل فرمایا کہ انھوں نے مجھے لکھ بھیجا،  
 ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذهبوا الی ان الاستواء هو القهر والغلبة، ومعناه  
 ان الرحمن غلب العرش وقهره، وفائدته الاخبار عن قهره مملوکاته، وانها لم تقهره  
 وانما خص العرش بالذكر لانه اعظم المملوکات فنبه بالا علی علی الادنی، قال والاستواء  
 بمعنی القهر والغلبة شائع فی اللغة کما یقال استوی فلان علی الناحية اذا غلب  
 اهلها وقال الشاعر فی بشر بن مروان ۛ

قد استوی بشر علی العراق

من غیر سیف و دم مہراق

یرید انہ غلب اہلہ من غیر محاربتہ ۛ

یعنی بہت متاخرین علمائے اہلسنت اس طرف گئے کہ استواء بمعنی قہر و غلبہ ہے، آیت کے  
 معنی یہ ہیں کہ الرحمن عزوجل عرش پر غالب اور اس کا قاہر ہے، اور اس ارشاد کا فائدہ یہ خبر دینا ہے  
 کہ مولیٰ تعالیٰ اپنی تمام مملوکات پر قابو رکھتا ہے مملوکات کا اس پر قابو نہیں۔ اور عرش کا خاص ذکر اس لئے  
 فرمایا کہ وہ جسامت میں سب مملوکات سے بڑا ہے، تو اس کے ذکر سے باقی سب پر تنبیہ فرمادی، اور استواء

۱۷ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاز فی قول اللہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی حدیث ۸۷۰ دار ابن رجب ص ۵۱۸

۱۸ القرآن الکریم ۹۰/۱۷

۱۹ ۵۹/۳

۲۰ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاز فی قول اللہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی حدیث ۸۷۰ دار ابن رجب ص ۵۱۸ و ۵۱۹

یعنی قہر و غلبہ زبان عرب میں شائع ہے، پھر نثر و نظم سے اس کی نظیریں پیش کریں کہ جب کوئی شخص کسی لہجے والی پر غالب آجائے تو کہا جاتا ہے: استوی فلان علی الناحیۃ اور شاعر نے بشر بن مروان کے بارے میں کہا:

تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا طوار کے ساتھ خون بہائے بغیر۔  
شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ جنگ کئے بغیر بستی والوں پر غالب آگیا۔ (ت)  
گمراہ و ہایو! تم نے دیکھا کہ تمھاری ہی پیش کردہ کتابوں نے تمھیں کیا کیا سزائے کردار کو پہنچایا  
مگر تمھیں حیا کہاں!

## دوسرا تپانچہ

جاہل بے خود نے بک دیا کہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ فقط اُزرفی علم ہے اس میں اللہ عز و جل کی قدرت کا بھی منکر ہوا، اللہ عز و جل کی صفتِ بصر سے بھی بے بصر ہوا، اپنی مستندہ کتابوں کا بھی خلاف کیا، خود اپنی بیہودہ تحریر سے بھی تناقض و اختلاف کیا۔ وجہ سُنئے:

ضرب ۴۴: قال اللہ تعالیٰ:

الا انہم فی مریۃ من لقاء ربہم الا انہ بکل شیء محیط۔

سُننا ہے وہ شک میں ہیں اپنے رب سے ملنے سے۔ سُننا ہے خدا ہر چیز کو محیط ہے۔

ضرب ۴۵: قال اللہ تعالیٰ:

وکان اللہ بکل شیء محیط۔ اللہ ہر شے کو محیط ہے۔

ضرب ۴۶: قال اللہ تعالیٰ:

واللہ من وراۃہم محیط۔ اللہ ان کے آس پاس سے محیط ہے۔

ان تینوں آیتوں میں اللہ عز و جل کو محیط بتایا ہے، احاطہ علم کی آیتِ جُدا ہے:

وان اللہ قد احاط بکل شیء علماً

بیشک اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے کو محیط ہے (ت)

ضرب ۴۷: ترجمہ زبانیہ میں ہے :  
 ”خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات پروردگار اپنے کی سے ، خبردار ہو تحقیق وہ

ہر چیز کو گھیر رہا ہے ۔“

ضرب ۴۸: اُسی میں ہے :  
 ”اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے گھیرنے والا۔“

ضرب ۴۹: اُسی میں ہے :  
 ”اور اللہ اُن کے پیچھے سے گھیر رہا ہے۔“

ضرب ۵۰: موضع القرآن میں ہے :  
 ”سُننا ہے وہ دھوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے ، سُننا ہے وہ گھیر رہا ہے  
 ہر چیز کو۔“

ضرب ۵۱: اُسی میں زیر آیت ثالثہ ہے :  
 ”اور اللہ نے اُن کے گرد سے گھیرا ہے۔“

ان دونوں تیرے مستند مترجموں نے بھی یہ احاطہ خود اللہ عزوجل ہی کی طرف نسبت کیا۔

ضرب ۵۲: اُسی میں زیر آیت ثانیہ ہے :  
 ”اللہ کے ڈھب میں ہے ہر چیز۔“

یہ احاطہ از روئے قدرت لیا۔

ضرب ۵۳: جامع البیان میں زیر آیت اولیٰ ہے :  
 ”الکل تحت علمہ وقد مرّتہ یعنی سب اُس کے علم و قدرت کے نیچے ہیں۔“

۵۳۰ و ۵۲۹	ص	ممتاز کمپنی لاہور	۵۴/۴۱	آیت	۵۴/۴۱	۱	ترجمہ شاہ رفیع الدین
۱۰۹	ص	ممتاز کمپنی لاہور	۱۲۶/۴	”	”	۲	”
۶۵	”	”	۱۲/۸۵	”	”	۵	”
۵۱۱	”	تاج کمپنی	۱۳۱	”	”	۵۴	موضع القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر
۷۱۶	”	”	”	”	”	۵۵	”
۱۲۰	”	”	”	”	”	۵۶	”
۲۵۲/۲	”	دار نشر الکتب الاسلامیہ کراچی	۵۴/۴۱	تحت الآیۃ	۵۴/۴۱	۵۷	جامع البیان لمحمد بن عبد الرحمن

**ضرب ۵۴ :** زیر آیت ثانیہ ہے :

بعلمہ وقد سرتہ اللہ علم و قدرت دونوں کی رو سے محیط ہے ۔

**ضرب ۵۵ :** مدارک شریف میں زیر آیت ثالثہ ہے :

عالم باحوالہم وقادر علیہم وہم لایعجزونہ

یعنی اللہ اُن کے احوال کا عالم اور اُن پر قادر ہے وہ اسے عاجز نہیں کر سکتے ۔

**ضرب ۵۶ :** کتاب الاسماء میں ہے :

المحیط سراجہ الی کمال العلم والقدرۃ

اسم الہی محیط کے معنی کمال علم و قدرت کی طرف راجع ہیں ۔

ان تیرے مستندوں نے احاطہ فقط ازرف علم ہونا کیسا باطل کیا ۔

**ضرب ۵۷ :** اللہ عزوجل کی بصر بھی محیط ہے ، قال تعالیٰ :

انہ بکل شیء بصیر

**ضرب ۵۸ :** اس کا سمع بھی محیط اشیاء ہے ۔

کما حققہ عالم اہل السنۃ مدظلہ فی منہیات سبحن السبوح ۔

جیسا کہ عالم اہلسنت نے ”سبحن السبوح“ کے منہیات میں اس کی تحقیق فرمائی ہے (ت)

**ضرب ۵۹ :** قدرت بھی محیط ہے ، قال تعالیٰ :

ان اللہ علی کل شیء قدیر

**ضرب ۶۰ :** خالقیت بھی محیط ہے ، قال تعالیٰ :

خالق کل شیء فاعبدوہ

اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو ۔ (ت)

۱ جامع البیان للمحدثین عبد الرحمن آیۃ ۱۲۶/۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۱۴۶/۱

۲ مدارک التنزیل (تفسیر النسخی) ۲۰/۸۵ دار الکتب العربیہ بیروت ۳۴۷/۴

۳ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التي تتبع فی التشبیہ منها المحیط دار ابن رجب ص ۶۴

۴ العترة آن الکریم ۱۹/۶

و ۱۰۹/۲ و ۱۴۸/۲

۵ ۲۰/۲

۶ ۱۰۲/۶

ضرب ۶۱: مالکیت بھی محیط ہے، قال تعالیٰ:  
بیدہ ملکوت کل شیء لہ

اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے۔ (ت)

اس بے خود و بانی نے فقط از روئے علم کہہ کر ان تمام صفات الہیہ کے احاطہ سے انکار کر دیا،  
آنکھیں رکھتا ہو تو سوچئے کہ اپنی گہری جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیری میں کتنی آیتوں کا رد کر گیا۔

بالجملہ اگر مذہب متقدمین لیجئے تو ہم ایمان لائے کہ ہمارے مولیٰ تعالیٰ کا علم محیط ہے جیسا کہ سورۃ طلاق  
میں فرمایا، اور احاطہ علم کے معنی ہمیں معلوم ہیں کہ:

لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض لہ

اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ (ت)

اور ہمارا مولیٰ عز وجل محیط ہے جیسا کہ سورۃ نسا، سورۃ فصلت و سورۃ بروج میں ارشاد

فرمایا اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے ورا ہے۔

امتابہ کل من عند ربنا۔

ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے (ت)

اور اگر مسلک متاخرین چلئے تو اللہ تعالیٰ جس طرح از روئے علم محیط ہے یونہی از روئے قدرت و

از روئے سمع و از راہ بصر و از جہت ملک و از وجہ خلق و غیر ذلک، تو فقط علم میں احاطہ منحصر کر دینا

ان سب صفات و آیات سے منکر ہو جانا ہے۔

ضرب ۶۲: بیوقوف چند سطر بعد مانے گا کہ جتنی صفتیں کلام شارع میں وارد ہیں ان سے سکوت

نہ ہوگا، یہاں احاطہ ذات سے سکوت کیسا، انکار کر گیا، مگر وہابی را حافظہ نباشد، یہ کیسا صریح

تناقض ہے۔

## تیسرا تپانچہ

اصل تپانچہ قیامت کا تپانچہ جس سے محسوس گمراہی کا سرمہ ہو جائے

بد مذہب گمراہ نے صاف بک دیا کہ اس کا معبود مکان رکھتا ہے عرش پر بتا ہے —

تعالى الله عما يقول الظالمون علواً كبيراً ۵ (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں۔ بت) **ضرب ۶۳ :** وہابیہ مجسمہ کے پیرمیاں اسماعیل آنجنابی علیہ ما علیہ کے دادا پیر اور استاد اور باپ یعنی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ارشاد اوپر گزر ا کہ اہلسنت کے اعتقاد میں اللہ عز وجل مکان سے پاک ہے ، اس کے بدعتی ہونے میں انہیں کا فتویٰ کافی۔

**ضرب ۶۴ تا ۶۷ :** بحر الرائق و عالمگیری و قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ کی عبارتیں بھی اوپر گزریں کہ جو اللہ عز وجل کے لئے مکان مانے کا فر ہے۔

یہ تو اوپر کے پانچ تھے اب اصل طرز کے لیجئے یعنی اسی کی مستند کتابوں سے اسے رگیدنا ، پھر کچھ دلائل قاطعہ عقلیہ و نقلیہ کے جگر دوز جو شن گزارتیروں سے مجسمیت کا کلیجا چھیدنا و باللہ التوفیق و وصول تحقیق۔ **ضرب ۶۸ :** مدارک شریف سورۃ اعراف میں ہے :

انہ تعالیٰ کان قبل العرش ولا مکان وهو الان کہا کان ، لان المتغير من صفات الاکوان۔ بیشک اللہ تعالیٰ عرش سے پہلے موجود تھا جب مکان کا نام و نشان نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا جب تھا اس لئے کہ بدل جانا تو مخلوق کی شان ہے۔

**ضرب ۶۹ :** یونہی سورۃ طہ میں تصریح فرمائی کہ عرش مکان الہی نہیں ، اللہ عز وجل مکان سے پاک ہے۔ عبارت سابقاً منقول ہوئی۔

**ضرب ۷۰ :** سورۃ یونس میں فرمایا :

ای استولى فقد تقدس الديان جل وعز عن المكان والمعبود عن الحدود۔

استوار بمعنی استیلاء و غلبہ ہے نہ بمعنی مکانیت اس لئے کہ اللہ عز وجل مکان سے پاک اور معبود جل و علاحد و نہایت سے منزہ ہے۔

ہزار نفرین اُس بے حیا آنکھ کو جو ایسے ناپاک بول بول کر ایسی کتابوں کا نام لیتے ہوئے ذرا نہ جھپکے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۴۰ تا ۱۵۱)

(۱۷) مزید فرمایا :

**ضرب ۹۰ :** اقول عرش زمین سے غایت بُعد پر ہے اور اللہ بندے سے نہایت قرب میں۔

قال اللہ تعالیٰ:

نحن اقرب الیہ من جبل الوریث

ہم تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں (ت)

قال اللہ تعالیٰ:

اذا سألک عبادی عنی فانی قریب

جب تجھ سے میرے متعلق میرے بندے سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ (ت)

تو اگر عرش پر اللہ عز و جل کا مکان ہوتا اللہ تعالیٰ ہر دور تر سے زیادہ ہم سے دور ہوتا، اور وہ نبض قرآن باطل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۹ ص ۱۵۸)

(۱۸) مزید فرمایا:

ضرب ۹۲: اقول اگر تیرے معبود کے لئے مکان ہے اور مکان و مکانی کو جہت سے چارہ نہیں کہ جہات نفس امکان ہیں یا حدود امکان؛ تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو آفتاب کی طرح صرف ایک ہی طرف ہو گیا آسمان کی مانند ہر جہت سے محیط۔ اولیٰ باطل ہے بوجہ:

اولاً آیہ کریمہ وکان اللہ بکل شیء محیطاً (اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔ ت)

کے مخالف ہے۔

ثانیاً کریمہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ (تم جدھر پھرو تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات

ہے۔ ت) کے خلاف ہے۔

ثالثاً زمین کرومی یعنی گول ہے اور اُس کی ہر طرف آبادی ثابت ہوتی ہے اور بحمد اللہ ہر جگہ

اسلام پہنچا ہوا ہے نئی پرانی دنیا میں سب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلمے سے گونج رہی ہیں شریعت مطہرہ تمام بقاع کو عام ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَلَ الْفُرْقَانُ عَلٰی عَبْدَہٗ لَیْکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔

۱۶/۵۰ القرآن الکریم

۱۸۶/۲ " ۵۲

۱۲۶/۴ " ۵۳

۱۱۵/۲ " ۵۴

۱۵ القرآن الکریم ۲۵/۱



وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ سب جہانوں کے لئے ڈرستانے والا ہو۔ (ت)

اور صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
ان احدکم اذا کان فی الصلوۃ فان اللہ تعالیٰ قبل وجہہ فلا یتنخمّن احد قبل وجہہ فی الصلوۃ۔

جب تم میں کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کے سامنے ہے تو ہرگز کوئی شخص نماز میں سامنے کو کھکار نہ ڈالے۔

اگر اللہ تعالیٰ ایک ہی طرف ہے تو ہر پارہ زمین میں نماز پڑھنے والے کے سامنے کیونکہ ہو سکتا ہے۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

(۱۹) مشابہات کے بارے میں اہل سنت کے طریق بیان کرتے ہوئے اور انھیں دو میں منحصر کرتے ہوئے فرمایا :

**ضرب ۱۱۲ :** اوپر معلوم ہو چکا کہ آیات مشابہات میں اہل سنت کے صرف دو طریق ہیں :  
**اول** تفویض کہ کچھ معنی نہ کہے جائیں، اس طریق پر اصلاً ترجمے کی اجازت ہی نہیں کہ جب معنی ہم جانتے ہی نہیں ترجمہ کیا کریں، امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گزر کہ ان کی تفسیر میں منہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ان پر ایمان لائے۔ کتاب الاسماء سے گزرا کہ ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم استوار کے کچھ معنی نہ کہتے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے۔

امام سفین کا ارشاد گزر کہ ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے، کسی کو جائز نہیں کہ عربی یا فارسی زبان میں اس کے معنی کہے۔

**سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کا ارشاد گزر کہ ان کے معنی نہ کہنا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول، اور اسی پر سلف صالح کا اجماع ہے۔

**طریق دوم** کہ متاخرین نے بضرورت اختیار کیا اس کا یہ منشا تھا کہ وہ معنی نہ دیں جن سے اللہ عز و جل کا خلق سے مشابہ ہونا مقہوم ہو بلکہ اس کے جلال و قدوسیت کے معنی پیدا ہو جائیں۔

بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا تو خاص اجسام کے کام اور باری عز وجل کے حق میں صریح عیب ہیں تو تم نے تاویل خاک کی بلکہ اور وہیم کی جڑ جمادی۔

بالجملہ یہ تینوں معانی دونوں طریقہ اہلسنت سے دُور و مبجور ہیں ان کو مطابق سنت کہنا نام زدگی کا فور رکھنا ہے اب آپ ملاحظہ ہی کریں گے کہ ائمہ اہلسنت نے ان معانی کو کیسا کیسا رد فرمایا ہے، دو ایک ہندیل کے قدم نے اگر لغزش کی اور خیال نہ رہا کہ ان لفظوں سے ترجمہ ہرگز صحیح نہیں تو ان کا لکھنا ائمہ سلف و خلف کے اجماع کو رد نہیں کر سکتا، نہ وہ مسلک اہلسنت قرار پا سکتا ہے مگر وہابیوں بلکہ سب گمراہوں کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہے، جہاں کسی کا کوئی لفظ شاذ مبجور پکڑ لیا خوش ہو گئے اور اس کے مقابل تصریحات قاہرہ سلف و خلف بلکہ ارشادات صریحہ قرآن و حدیث کو بالائے طاق رکھ دیا مگر اہل حق بجز اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ شاہراہ ہدایت اتباع جمہور ہے جس سے سہواً خطا ہوتی اگرچہ معذور ہے مگر اس کا وہ قول متروک و مبجور ہے، وہ جانتے ہیں کہ لکل جواد کبوة لکل صاسم نبوة و لکل عالمہ ہفوة ہر تیز گھوڑا کبھی ٹھوکر کھا لیتا ہے اور ہر تیغ براں کبھی کر جاتی ہے اور ہر عالم سے کبھی کوئی لغزش وقوع پاتی ہے، وباللہ العصمة۔

**ضرب ۱۱۳:** اب اپنے مستندات سے ان معانی کا رد سنئے جائیے جنہیں آپ نے براہ جہالت مطابق سنت بلکہ سنت کو انہیں میں منحصر بتایا۔ مدارک شریف سے گزرا،

لاستواء بمعنی المجلس لا یجوز علی اللہ تعالیٰ

استواء بیٹھنے کے معنے پر اللہ عز وجل کے حق میں محال ہے۔

**ضرب ۱۱۴:** کتاب الاسماء سے گزرا،

متعال عن ان یجوز علیہ اتخاذ السیر للجلوس علیہ

اللہ عز وجل اس سے پاک و برتر ہے کہ بیٹھنے کے لئے تخت بنائے۔

**ضرب ۱۱۵:** اسی میں امام ابوالحسن طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے گزرا استواء کے یہ معنے نہیں کہ مولیٰ تعالیٰ عرش پر بیٹھا یا کھڑا ہے، یہ جسم کی صفات ہیں اور اللہ عز وجل ان سے پاک۔

**ضرب ۱۱۶:** اسی میں قرآن مجید سے یہ حکایت کر کے کہ استواء بمعنی اقبال ہے، اور ابن عباس



یعنی محمد بن مروان نے کلبی سے اُس نے ابوصالح سے اُس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے قول ”ثم استوى على العرش“ میں عرش پر استواء کے معنی ٹھہرنا ہے، یہ روایت منکر ہے، اور خود کلبی نے اسی سند سے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ عرش پر استواء کے معنی حکم الہی کا ٹھہرنا ہے، یہاں ٹھہرنے کو حکم کی طرف پھیرا، اور یہ ابوصالح اور کلبی اور محمد بن مروان سب کے سب علمائے محدثین کے نزدیک متروک ہیں ان کی کوئی روایت حجت لانے کے قابل نہیں کہ ان کی روایتوں میں منکرات بکثرت ہیں اور ان میں ان کا جھوٹ بولنا آشکارا ہے۔ حبیب بن ابی ثابت نے فرمایا ہم نے اس ابوصالح کا نام ہی ”دروغ زن“ رکھ دیا تھا۔ امام سفیان نے فرمایا: خود کلبی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوصالح نے مجھ سے کہا جتنی حدیثیں میں نے تجھ سے بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں۔ نیز کلبی نے کہا مجھ سے ابوصالح نے کہا دیکھ جو کچھ تو نے میرے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اس میں سے کچھ روایت نہ کرنا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کلبی کے شاگرد محمد بن مروان کوئی سے ائمہ حدیث نے سکوت کیا ہے یعنی اس کی روایات متردک کر دیں اس کی حدیث کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔

**ضرب ۱۱۸:** پھر فرمایا:

وكيف يجوز ان يكون مثل هذه الاقاويل صحيحة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ثم لا يرويهما ولا يعرفها احد من اصحابه الثقات الاثبات مع شدة الحاجة الى معرفتها، وما تفرد به الكلبى وامثاله يوجب الحد والمحد يوجب الحدث لحاجة الحد الى حاد خصه به والباقي قديم لم يزل له

بجلا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایسی باتیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح ہوں پھر ان کے ثقہ شاگرد محکم فہم و حفظ والے نہ انھیں روایت کریں نہ اُن سے آگاہ ہوں حالانکہ اُن کے جاننے کی کسی ضرورت ہے اور یہ جو کچھ کلبی اور اس کی حالت کے اور لوگ تنہا روایت کر رہے ہیں اس سے تو اللہ عز و جل کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور محدود ہونا حادث ہونے کو واجب کرتا ہے کہ حد کے لئے کوئی ایسا درکار ہے جو خاص اس حد معین سے اُس محدود کو مخصوص کرے اور اللہ عز و جل تو قسیم ہے ہمیشہ سے ہے۔

**ضرب ۱۱۹:** اُسی میں ہے:

ان الله تعالى لا مكان له ولا مركب وان الحركة والسكون والانتقال والاستقرار من صفات الاجسام والله تعالى احد صمد ليس كمثله شيء اه باختصار۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے نہ مکان ہے نہ کوئی چیز ایسی جس پر سوار ہو اور بیشک حرکت اور سکون اور ہٹنا اور ٹھہرنا یہ جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ احد صمد ہے کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی اہ باختصار۔

**ضرب ۱۲۰:** مدارک شریف میں فرمایا:

تفسیر العرش بالسیر والاستواء بالاستقرار کہا تقولہ المشبہة باطل ہے عرش کے معنی تخت اور استواء کے معنی ٹھہرنا کہنا جس طرح فرقہ مجسمہ کہتا ہے باطل ہے۔

دیکھا تو نے حق کیسا واضح ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۷۰ تا ۱۷۶)

(۲۰) نجدی گمراہ کی اپنی تحریر میں کئی وجوہ سے تناقض ثابت کرتے ہوئے فرمایا:

**اقول** طرفہ تماشا ہے جب اس گمراہ نے سب مصائب اپنے سر پر اوڑھ لئے اپنے معبود کو مکانی کہہ دیا، جسم مان لیا، عرش پر متمکن ٹھہر کر بہت میں جان لیا، پھر یہ کیا خط سوجھا کہ اور کہیں نہیں کہہ کر طرح طرح اپنے ہی لکھے سے تناقض کیا۔

**ضرب ۱۸۳:** سچا ہے تو قرآن وحدیث سے ثبوت دے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تو ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں، یہ اور کہیں، کون سی آیت حدیث میں ہے؟ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمونؑ یا یہود کی طرح بے جانے بوجھے دل سے گھڑ کر حد پر حکم لگا دیتے ہو۔

**ضرب ۱۸۴:** جب تو اس سبوح وقُدوس جل جلالہ کو مکان سے پاک نہیں مانتا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ اور آیات واحادیث جن کے ظاہر الفاظ سے اور جبکہ ہونا مفہوم ہوا اپنے ظاہر سے پھیری جائیں، تیرے طور پر ان سب کو معنی لغوی حقیقی ظاہر قیاد پر عمل کرنا واجب ہوگا، اب دیکھ کہ تو نے کتنی آیات واحادیث کا انکار کر دیا اور کتنی بار اپنے اس لکھے سے کہ جو شرع میں وارد ہے اس سے سکوت نہ ہوگا صاف تناقض کیا سب میں پہلے تو یہی حدیث صحیح بخاری وهو مکانہ ہے جس میں تو نے بزور زبان

۱۔ کتاب الاسماء والصفات باب "هل ينظرون الا ان ياتيم الله الخ" حدیث ۹۴۹ دار ابن جبر ص ۵۵۸

۲۔ مدارک النزول (تفسیر لنسفی) تحت لایۃ، ۵۴ دارالکتاب العربی بیروت ۵۶/۲

۳۔ القرآن الکریم ۸۰/۲

۴۔ صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ولم الله موسى تكليما قديمی کتب خانہ کراچی ۱۱۲۰/۲

ضمیر حضرت عزت جل شانہ کی طرف ٹھہرا دی اور پھر مکانہ سے محض زبردستی عرش مراد لے لیا حالانکہ وہاں سدرۃ المنتہی کا ذکر ہے تو عرش ہی پر ہونا غلط ہو اکبھی سدرہ پر بھی ٹھہرا۔

**ضرب ۱۸۵:** صحیح بخاری حدیث شفاعت میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،  
فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ۔

میں اپنے رب پر اذن طلب کروں گا اس کی حویلی میں، تو مجھے اس کے پاس حاضر ہونے کا اذن ملے گا۔  
ظاہر ہے کہ تخت کو حویلی نہیں کہتے، نہ عرش کسی مکان میں ہے، بلکہ وہ بالائے جملہ اجسام ہے،  
لاجرم یہ حویلی جنت ہی ہوگی۔

**ضرب ۱۸۶:** صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنتان من فضة انیتھما وما فیھما  
وجنتان من ذهب انیتھما وما فیھما وما بین القوم و بین ان ینظر والھما بہم  
عن وجھ الامراء الکبریاء علی وجھہ فی جنة عدن۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان  
چاندی کا ہے۔ دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان سونے کا ہے اللہ تعالیٰ کے دیدار اور قوم کے  
درمیان صرف کبریائی کی چادر ہوگی جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر حائل ہوگی۔ (ت)  
یہاں جنت عدن میں ہونے کی تصریح ہے۔

**ضرب ۱۸۷:** بزار و ابن ابی الدنیا اور طبرانی بسند جید قوی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سے حدیث دیدار اہل جنت ہر روز جمعہ میں مرفوعاً راوی،

فاذا کان یوم الجمعة نزل تبارک وتعالیٰ من علیین علی کرسیہ ثم حف الکرسی  
بمنابر من نور وجاء النبیون حتی یجلسوا علیہا الحدیث۔

۱ صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وجہ یومئذ نافرۃ الی ربھما نافرة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۸/۲  
۲ صحیح البخاری کتاب التفسیر ۲/۲۴، و کتاب التوحید ۲/۱۱۰۹ " " " " ۱۱۰۸  
صحیح مسلم کتاب الایمان " " " " ۱۰۰/۱

۳ الترغیب والترہیب فصل فی نظر اہل الجنة الی ربھم حدیث ۱۲۹ مصطفیٰ البابی مصر ۵۵۴/۴  
کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی نعیم اہل الجنة " ۳۵۱۹ موسسة الرسالة بیروت ۱۹۵/۴  
المعجم الاوسط حدیث ۶۷۱۳ مکتبة المعارف الرياض ۳۶۷/۷

جب جمعہ کا روز ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ علیین سے کرسی پر نزول فرمائے گا پھر اس کے گرد نور کے منبر بچھائے جائیں گے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لا کر ان منبروں پر جلوہ گر ہوں گے الحدیث (ت)  
یہاں علیین سے اتر کر کرسی پر حلقہ انبیاء و صدیقین و شہداء و سائر اہل جنت کے اندر تجلی ہے۔

**ضرب ۱۸۸:** قال تعالیٰ،

۱۸۸ منقہ من فی السماء (کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔ ت)

**ضرب ۱۸۹:** قال تعالیٰ،

۱۸۹ منقہ من فی السماء۔ (کیا تم نڈر ہو گئے ہو اس سے جس کی سلطنت آسمان

میں ہے۔ ت)

**ضرب ۱۹۰:** احمد و ابن ماجہ و حاکم بسند صحیح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث قبض روح میں مرفوعاً راوی،

فلا يزال يقال لها ذلك حتى ينتهي بها الى السماء التي فيها الله تبارك وتعالى

روح کو یہ کہا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ اس آسمان تک پہنچ جائے جس میں اللہ تعالیٰ ہے۔ (ت)

**ضرب ۱۹۱:** مسلم و ابو داؤد و نسائی و معویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث جاریہ میں راوی،

قال لها اين الله، قالت في السماء، قال من انا، قالت انت رسول الله، قال اعتقها

فانها مؤمنة۔

لوڈی کو فرمایا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں، پھر پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے

۱۶/۶۷ القرآن الکریم

۱۷/۶۷ " "

۳۶۴/۲ دار الفکر بیروت عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ۳۷ مسند احمد بن حنبل

۳۲۵ ص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی سنن ابن ماجہ باب ذکر الموت والاستعداد له

۶۳۰/۱۵ مؤستہ الرسالہ بیروت حدیث ۴۲۴۹۶ کنز العمال

۲۰۴/۱ قدیمی کتب خانہ کراچی صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحريم الكلام في الصلوة

۱۳۴/۱ آفتاب عالم پریس لاہور سنن ابی داؤد باب تشييت العاطس في الصلوة

کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ تو آپ نے مالک کو فرمایا اس کو آزاد کرو کیونکہ یہ یومئہ ہے۔ (ت)  
**ضرب ۱۹۲:** ابو داؤد و ترمذی با فادہ تصحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی؛  
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حمو امن فی الارض یوحکم  
 من فی السماء

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: زمین والوں پر رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔  
**ضرب ۱۹۳:** صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے؛

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ما من رجل یدعو  
 امرأته الخ فرأشہا فتأبى علیہ الاکان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتی یرضی عنہا  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب  
 کوئی خاوند اپنی بیوی کو جماع کے لئے طلب کرتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان میں ہے اس  
 عورت پر ناراض ہوتی ہے حتیٰ کہ خاوند اس سے راضی ہو جائے۔ (ت)

**ضرب ۱۹۴:** ابویعلیٰ و بزار و البوعین بن سعید حسن ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی؛  
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما التقی ابراہیم فی النار قال  
 اللہم انت فی السماء واحد وانا فی الارض واحد أعبدک

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے عرض  
 کی اے اللہ! تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں تیری عبادت کرتا ہوں۔ (ت)  
**ضرب ۱۹۵:** ابویعلیٰ و حکیم و حاکم و سعید بن منصور و ابن جبران و البوعین اور بہیقی کتاب الاسما۔  
 میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً راوی، اللہ عز و جل نے فرمایا:

یا موسیٰ لو ان السموات السبع و عامرھن غیری، و الارضین  
 السبع فی کفة و لا الہ الا اللہ فی کفة مالت بہن

۱۲/۲ جامع الترمذی ابواب البر و الصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی  
 سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرحۃ آفتاب عالم پریس لاہور  
 ۳۱۹/۲ صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحريم امتناعہما من فراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی  
 ۶۶۴/۱ حلیۃ الادلیا۔ مقدمۃ المؤلف حدیث ۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت  
 ۵۱/۱ کنز العمال بحوالہ ابی یعلیٰ حدیث ۳۲۲۸۶ موسسۃ الرسالہ بیروت  
 ۴۸۴/۱۱



لا اله الا الله ﷻ

اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر چیز میرے سوا، اور سات زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور دوسرے پلڑے میں لا اله الا الله ہو تو لا اله الا الله والا پلڑا سب سے بھاری ہوگا۔ (ت)

ان آیات و احادیث سے آسمان میں ہونا ثابت ۔

ضرب ۱۹۶: ہر رات آسمان دنیا پر ہونے کی حدیث گزری اور احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔  
ضرب ۱۹۷: قال الله تعالى:

هو الله في السموات وفي الارض ﷻ

وہ اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ (ت)

ضرب ۱۹۸: قال تعالى:

ونحن اقرب اليه من حبل الومر ﷻ

ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

ضرب ۱۹۹: قال تعالى:

واسجد واقترب ﷻ سجدہ کر اور قریب ہو۔ (ت)

ضرب ۲۰۰: قال تعالى:

اذا سألني عبادي عني فاني قريب ﷻ

جب آپ سے سوال کریں میرے بندے میرے متعلق تو میں قریب ہوں۔ (ت)

۵۸۰/۱

۱۔ مسند ابویعلیٰ حدیث ۱۳۸۹ مروی از ابوسعید خدری دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۵۰/۱

کتاب الاسماء والصفات باب ما جانی فضل الکلمۃ الباقیہ حدیث ۱۸۵ دار ابن رجب

۵۲۸/۱

دار الفکر بیروت

کتاب الدعاء

المستدرک للحاکم

ص ۵۷۷

المطبعة السلفیہ

حدیث ۲۳۲۲

موارد النظم

۳۔ القرآن الکریم ۵۰/۱۶

۴۔ القرآن الکریم ۶/۳

۵۔ " ۹۶/۱۹

۵۔ " ۲/۱۸۶

ضرب ۲۰۱ : قال تعالى :

انه سمیع قریب لک بشک ۱۰ سمیع و قریب ہے ۔ (ت)

ضرب ۲۰۲ : قال تعالى :

ونادینہ من جانب الطور الایمن و قربنہ نجیاً ۲

اور ہم نے ان کو ندادی طور کی دائیں جانب سے اور اس کو ہم نے قریب کیا مناجات کرتے ہوئے۔ (ت)

ضرب ۲۰۳ : قال تعالى :

فلما جاء هانودی ان بورك من فی الناس ومن حولها و سبحن الله رب العلمین ۳

جب وہاں آئے تو ندا کی گئی کہ جو آگ میں ہے اس کو برکت دی گئی اور اس کے ارد گرد والوں کو، اور پاکی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔ (ت)

معالم میں ہے :

مر وی عن ابن عباس وسعید بن جبیر والحسن فی قوله "بورک من فی الناس" یعنی قدس من فی الناس وهو الله تعالى عنی به نفسه علی معنی انه نادى موسى منها واسمعه كلامه من جهتها ۴

ابن عباس، سعید بن جبیر اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا گیا کہ بورک من فی الناس کے بارے میں، یعنی برگزیدہ ہے جو آگ میں ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے جس نے اپنی ذات کے بارے میں فرمایا، معنی یہ ہے کہ موسیٰ نے ندا کی تو اس کو اپنا کلام سنایا اس جانب سے۔ (ت)

ضرب ۲۰۴ : قال تعالى :

وهو معكم این ما کنتم ۵ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ (ت)

۵ القرآن الکریم ۱۹/۵۲

۱ القرآن الکریم ۳۴/۵۰

۳ ۲۷/۸

۴ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت لآیة ۲۷/۸

۳ ۳۴/۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

۵ القرآن الکریم ۵۷/۴

**ضرب ۲۰۵:** صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْجِعُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّمَا تَدْعُونَ صَمًّا وَلَا غَابِئًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَهُ  
سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ ۝

اے لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، تم تو پکارتے ہو سمیع قریب کو، وہ تمہارے پاس ہے۔ (ت)

اسی حدیث کی ایک اور روایت میں ہے،

والذى تدعونه اقرب الى احدكم من عنق امرأته احداكم ۖ

وہ ذات جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی قریب تر ہے (ت)

ضرب ۲۰۶، مسلم، ابوداؤد ونسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فاكثروا الدعاء۔

بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہوتا ہے جب وہ سجدہ کرتا ہے، تو دعا زیادہ کرو (ت)

ضرب ۲۰۷: دیلمی ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

قال الله تعالى انا خلقك و امامك وعن يمينك وعن شمالك يا موسى انا جليس  
عبدى حين يذكرنى و انا معه اذا دعانى ۞

۱۷ صحیح البخاری کتاب الجہاد باب ما یکرہ من رفع الصوت الخ قديم کتب خانہ کراچی ۴۲۰/۱

صحيح مسلم      كتاب الذكر والدعاء      باب استحباب خفض الصوت الخ      "      "      ٣٧٦/٢

" " " " " " " " " " "

٣٤ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ما یقال فی الركوع الخ

سنن ابی داؤد باب الدعاء فی الركوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱۲۷/۱

سنن النسائي اقرب ما يكون العبد من الله عز وجل نور محمد كارخانه تجارت كتب كراچی ۱۴۰/۱

۴۵۳۳ حدیث ۴۵۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۲/۳

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں تیرے پیچھے، آگے، دائیں اور بائیں ہوں۔ میں بندے کا ہم نشین ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

**ضرب ۲۰۸:** صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی وانا معہ اذا ذکر فی بلہ

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

**ضرب ۲۰۹:** مستدرک میں بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث قدسی ہے:

عبدی انا عند ظنک جب وانا معک اذا ذکر تخفی لہ

اے بندے! میں تیرے گمان کے ساتھ ہوں جو تو میرے متعلق کرتا ہے اور میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں جب تو مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

**ضرب ۲۱۰:** سعید بن منصور ابو عمارہ سے مرفوعاً راوی:

الساجد یسجد علی قدمی اللہ تعالیٰ لہ

سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ (ت)

ان آیات و احادیث سے زمین پر اور طور پر اور ہر مسجد میں اور بندے کے آگے بچھے دہنے بائیں اور ہر ذاکر کے پاس اور ہر شخص کے ساتھ اور ہر جگہ اور ہر ایک کی شہرگ گردن سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہے۔

**ضرب ۲۱۱:** قال اللہ تعالیٰ:

ان طہرا ابیتی لکم (تم دونوں میرے گھر کو صاف کرو۔ ت) یہاں کعبہ کو اپنا گھر بتایا۔

۱۔ صحیح البخاری کتاب التوجید باب قول اللہ تعالیٰ ویخدرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰

صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء ۲/۳۴۳ و کتاب التوبۃ ۲/۳۵۴ " " "

۲۔ المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب قال اللہ عزوجل عبدی انا عند ظنک جب دار الفکر ۱/۴۹۴

۳۔ حلیۃ الاولیاء ترجمہ حسان بن عطیہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۶۲

۴۔ القرآن الکریم ۲/۱۲۵

**ضرب ۲۱۲:** معالم میں ہے مروی ہوا کہ قرآنیت مقدس میں لکھا ہے :  
 جاء الله تعالى من سيناء واشرف من ساعين واستعلى من جبال فارس ان يله  
 الله تعالى سيناء کے پہاڑ سے آیا اور ساعین کے پہاڑ سے جھانکا اور مکہ معظمہ کے پہاڑوں  
 سے بلند ہوا۔

ذکر تحت آية بورك (اسے آية بورك کے تحت ذکر کیا۔ ت)

**ضرب ۲۱۳:** طبرانی کبیر میں سلم بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،  
 قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اني اجد نفس الرحمن من ههنا  
 و اشارة الى اليمن

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا : بیشک میں رحمان کی  
 خوشبو یہاں سے پاتا ہوں۔

**ضرب ۲۱۴:** مسند احمد و جامع ترمذی میں حدیث سابق ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

والذي نفس محمد بيده لو انكم دليتم بجبل الى الارض السفلى لرهبط  
 على الله عز وجل ، ثم قرأ هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل  
 شئ عليم

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم سب سے نچلی  
 زمین تک رسی لٹکاؤ تو وہ رسی اللہ تعالیٰ پر گرے گی۔ پھر آپ نے ہوا الاول والاخر والظاهر  
 والباطن وهو بكل شئ عليم کو تلاوت کیا۔ (ت)

یہاں سے ثابت کہ سب زمینوں کے نیچے ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۸۰ تا ۱۸۸)

۱۔ معالم التنزيل (تفسير البغوي)	تحت الآية ۲۷/۸	دار الكتب العلمية بيروت	۳۲۸/۳
۲۔ المعجم الكبير	حدیث ۶۳۵۸	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵۲/۷
کنز العمال	۳۳۹۵۱	مؤسسة الرسالة بیروت	۵۰/۱۲
۳۔ جامع الترمذی ابواب التفسیر سورة الحديد	حدیث ۳۳۰۹	امین کمپنی دہلی	۱۶۲/۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ	المکتب الاسلامی بیروت		۳۷۰/۲

(۲۱) سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:  
 اہلسنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر  
 طعن حرام اور ان کی مشابہت میں غرض ممنوع۔ حدیث میں ارشاد:  
 اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔<sup>۱</sup>

جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے (بحث و غرض سے) رُک جاؤ۔ (ت)  
 رب عز وجل کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
 دو قسمیں فرمائیں: مومنین قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ و جہاد کیا، اور  
 مومنین بعد الفتح جنہوں نے بعد کو۔ فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ۛ اولئک اعظم درجۃ من  
 الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔<sup>۲</sup>

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں  
 جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ (ت)

اور ساتھ ہی فرمادیا،  
 وکلاً وعد اللہ الحسنی۔<sup>۳</sup>

دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا، واللہ بما تعملون  
 خبیرو اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے، یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے با اینہم  
 تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین، اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ  
 دیکھئے کہ مولے عز وجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اُس کے لئے کیا ہے فرماتا ہے،

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحَسَنٰی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ لَا یَسْمَعُوْنَ

حیسمہا وہم فیما اشتہت انفسہم خلدون لا یحزنہم الفزع الاکبر وتتلقہم  
الملئکہ هذا یومکم الذی کنتم توعدون ۵

بیشک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انھیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشادِ عام سُن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سُوء ظن کر سکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش۔ بفرض غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ، اُنتم اعلم امر اللہ ۶ (کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو۔ ت) دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے، ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائیگا ضرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے ولو کرہ الحجر مون (اگرچہ مجرم بُرا جانیں۔ ت)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

(۲۲) یہ عقیدہ کیسا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق واجب نہیں مگر وہ خود اپنے ذمہ کرم پر کچھ واجب کرے تو جائز ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا :  
صحیح است وآل وجوب نیست تفضل ست کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ، وکان حقاً  
علینا نصر المؤمنین ۷

یہ صحیح ہے، اور وہ وجوب نہیں بلکہ اس کا فضل ہے (فرمانِ الہی ہے) تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کر لی ہے (مزید فرمایا) اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۲)

۱۰۱ تا ۱۰۳	۱۰۳	۱۰۱	۱۰۳
۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲
۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۹۹	۹۹	۹۹	۹۹
۹۸	۹۸	۹۸	۹۸
۹۷	۹۷	۹۷	۹۷
۹۶	۹۶	۹۶	۹۶
۹۵	۹۵	۹۵	۹۵
۹۴	۹۴	۹۴	۹۴
۹۳	۹۳	۹۳	۹۳
۹۲	۹۲	۹۲	۹۲
۹۱	۹۱	۹۱	۹۱
۹۰	۹۰	۹۰	۹۰
۸۹	۸۹	۸۹	۸۹
۸۸	۸۸	۸۸	۸۸
۸۷	۸۷	۸۷	۸۷
۸۶	۸۶	۸۶	۸۶
۸۵	۸۵	۸۵	۸۵
۸۴	۸۴	۸۴	۸۴
۸۳	۸۳	۸۳	۸۳
۸۲	۸۲	۸۲	۸۲
۸۱	۸۱	۸۱	۸۱
۸۰	۸۰	۸۰	۸۰
۷۹	۷۹	۷۹	۷۹
۷۸	۷۸	۷۸	۷۸
۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
۷۶	۷۶	۷۶	۷۶
۷۵	۷۵	۷۵	۷۵
۷۴	۷۴	۷۴	۷۴
۷۳	۷۳	۷۳	۷۳
۷۲	۷۲	۷۲	۷۲
۷۱	۷۱	۷۱	۷۱
۷۰	۷۰	۷۰	۷۰
۶۹	۶۹	۶۹	۶۹
۶۸	۶۸	۶۸	۶۸
۶۷	۶۷	۶۷	۶۷
۶۶	۶۶	۶۶	۶۶
۶۵	۶۵	۶۵	۶۵
۶۴	۶۴	۶۴	۶۴
۶۳	۶۳	۶۳	۶۳
۶۲	۶۲	۶۲	۶۲
۶۱	۶۱	۶۱	۶۱
۶۰	۶۰	۶۰	۶۰
۵۹	۵۹	۵۹	۵۹
۵۸	۵۸	۵۸	۵۸
۵۷	۵۷	۵۷	۵۷
۵۶	۵۶	۵۶	۵۶
۵۵	۵۵	۵۵	۵۵
۵۴	۵۴	۵۴	۵۴
۵۳	۵۳	۵۳	۵۳
۵۲	۵۲	۵۲	۵۲
۵۱	۵۱	۵۱	۵۱
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸
۴۷	۴۷	۴۷	۴۷
۴۶	۴۶	۴۶	۴۶
۴۵	۴۵	۴۵	۴۵
۴۴	۴۴	۴۴	۴۴
۴۳	۴۳	۴۳	۴۳
۴۲	۴۲	۴۲	۴۲
۴۱	۴۱	۴۱	۴۱
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۳۹	۳۹	۳۹	۳۹
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۷	۳۷	۳۷	۳۷
۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۳۵	۳۵	۳۵	۳۵
۳۴	۳۴	۳۴	۳۴
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
۲۷	۲۷	۲۷	۲۷
۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴
۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۱۴	۱۴	۱۴	۱۴
۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۹	۹	۹	۹
۸	۸	۸	۸
۷	۷	۷	۷
۶	۶	۶	۶
۵	۵	۵	۵
۴	۴	۴	۴
۳	۳	۳	۳
۲	۲	۲	۲
۱	۱	۱	۱

(۲۳) ولایتِ مطلقہ و نبوتِ خاص میں سے کون سی افضل ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :  
 نبوتِ مطلقہ ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو ،  
 ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت  
 اس کی نبوت سے ، اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں ۔ پہلی بات ضروریاتِ دین سے ہے  
 اس کا اعتقاد مدارِ ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتیٰ کہ صدیقی کو کسی نبی سے افضل یا ہمسرہ ہی کہہ کافر ہے  
 کما قد نص علیہ الاکابر الاثمة فی غیر ما کتاب (جیسا کہ اکابر اماموں نے متعدد کتابوں میں  
 اس پر نص فرمائی ہے۔ ت) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب اولیاء کرام تھے۔ قال اللہ تعالیٰ :  
 لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین  
 انفقوا من بعد و قاتلوا و کلاً وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بہا تعملون خیرؕ  
 تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے  
 ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ کیا اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ تعالیٰ جنت کا وعدہ فرما چکا،  
 اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (ت)  
 وقال اللہ تعالیٰ :

ان الذین سبقت لہم منا الحسنیٰ اولئک عنہا مبعدون ۝ لا یسمعون حییسہا  
 وہم فی ما اشتہت انفسہم خلدون ۝ لا یحزنہم الفرع الاکبر و تلقتہم الملائکۃ  
 ہذا یومکم الذی کنتم توعدون ۝

بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا وہ اس (جہنم) سے دور رکھے گئے  
 ہیں وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ جہاں جا رہے ہیں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ انہیں  
 غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گہراہٹ ، اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئینے کی طرح کرتے ہوئے کہتے ہیں تمہارا  
 وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ (ت)  
 وقال اللہ تعالیٰ :

والذین امنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم



لهم اجرهم ونورهم ۛ

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔ (ت)  
وقال اللہ تعالیٰ :

يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا معه نورهم يسعى بين ايديهم  
وبأيمنهم ۛ

جس دن اللہ تعالیٰ رُسوانہ کرے گانہی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہوگا اُن کے آگے اور ان کے دائیں (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۳، ۲۳۴)

(۲۴) آیت کریمہ ”ولو كنت اعلم الغيب“ الآية کے معنی اور شانِ نزول سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

”اگر میں اپنی ذات سے بے خدا کے بتائے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بُرائی و تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ایمان والوں کو ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں“ آیہ کریمہ کافروں کے عمل سوالات پر اتری تھی اس سے علم غیب ذاتی کی نفی ہوتی ہے کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم نہیں ہوتا، اور خدا کے بتائے نہ ہونا مراد ایں تو صراحۃً قرآن مجید کا انکار اور کھلا کفر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۴)

(۲۵) تعزیر بنانے والے کی اولاد کو حرامی اور قیام مولود کو بدعتِ سیئہ کہنے کے بارے میں فرمایا،  
اس کی اولاد کو حرامی کہنا اس آیہ کریمہ میں داخل ہے :

المؤمنين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والاخرة  
ولهم عذاب عظيم ۛ

وہ جو پارسا بے خبر ایمان والیوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں

۱۔ القرآن الکریم ۱۹/۵۷

۲۔ ” ۸/۶۶

۳۔ ” ۲۳/۲۴

لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

قیام مجلس مبارک کو بدعتِ سیئہ اور حاضری اعراس طیبہ کو لغو سمجھنا شعارِ وہابیہ سے ہے، اور وہابیہ مستحق کیا مسلمان بھی نہیں کہ اللہ و رسول کی علانیہ توہین کرتے ہیں۔ اور اللہ عز و جل فرماتا ہے:

قل ابا لله و آیتہ و رسولہ کنتم تستہزنءون ۝ لاتعتن مروا قد کفرتم بعد ایمانکم ۱؎

ان سے فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۷)

(۲۶) وہابیہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ مروج میلاد کا ثبوت قرآن سے دینے والے کو سو روپے انعام دیا جائے گا۔ اس کے جواب میں فرمایا:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و اما بنعمة ربك فحدث ۲؎

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت نعمتِ خدا نہیں، یا مجلس میلاد اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و ذکرہم بایام اللہ ۳؎

انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا دن اللہ تعالیٰ کے عظمت والے دنوں میں نہیں یا مجلس میلاد اس دن کا یاد دلانا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل بفضل اللہ وبرحمته فبذلك فليفرحوا۔

تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔  
اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت اللہ کا فضل اور اس کی  
رحمت نہیں یا مجلس میلاد اس فضل و رحمت کی خوشی نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔  
(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا أَتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔

اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں لو اور جس سے وہ منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ قرآن مجید یا حدیث شریف میں کہیں مجلس میلاد مبارک کو منع فرمایا ہے

تو ۴۰ روپے انعام۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۴۷، ۲۴۸)

(۲۷) میلاد شریف منانے کے بارے میں ایک رسالہ ”شمس السالکین“ پر تقریظ لکھتے ہوئے فرمایا،

فقیر غفرلہ المولیٰ القدير نے مولانا مولوی ابو نعیم محمد یعقوب صاحب حنفی قادری رامپوری کا یہ مختصر و کافی  
فتویٰ مستحسب شمس السالکین مطالعہ کیا، مولیٰ عز وجل مولینا کی سعی جمیل قبول فرمائے اور اس فتویٰ کو  
حقیقتاً سلیکین راہ ہدی کے لئے آفتاب نورانی بنائے۔ مجلس مبارک و قیام اہل محبت کے نزدیک  
تواصلاً محتاج دلیل نہیں۔ اہل حجت میں جن انصاف پرائیں ان کیلئے قرآن عظیم قول فیصل و حاکم عدل ہے۔ اللہ  
عز وجل فرماتا ہے :

قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا۔

تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

وذكرهم بأيام الله۔

انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

وَمَا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

اَنَا رَسُولُكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّزُوا وَتَتَّقُوا وَتُوقِرُوا  
اے نبی ! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو ! تم  
اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)  
اور فرماتا ہے :

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ  
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اُسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی  
کریں جو اس کے ساتھ آتا، وہی پامراد ہوئے۔ (ت)  
اور فرماتا ہے :

لِئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا  
حَسَنًا لَّا يَكْفُرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دَخَلَتْكُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ  
بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اُن کی تعظیم کرو اور اللہ  
کو قرض حسن میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرورت تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے  
نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ (ت)  
پہلی تینوں آیتوں میں حکم فرماتا ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر شادیاں مناؤ، لوگوں  
کو اللہ کے دن یاد دلاؤ، اللہ کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ اللہ کا کون سا فضل و رحمت، کون سی  
نعمت اس حبیب کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت سے زائد ہے کہ تمام نعمتیں  
تمام رحمتیں، تمام برکتیں اُسی کے صدقے میں عطا ہوئیں۔ اللہ کا کون سا دن اس نبی اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور پر نور کے دن سے بڑا ہے۔ تو بلاشبہ قرآن حکیم ہمیں حکم دیتا ہے کہ

۱۰ افتخار ان اکبریم ۸/۹  
۱۱ ۱۵۷/۷  
۱۲ ۱۲/۵

ولادت اقدس پر خوشی کرو، مسلمانوں کے سامنے اُسی کا چرچا خوب زور شور سے کرو۔ اسی کا نام مجلس میلاد ہے۔ بعد کی تین آیتوں میں اپنے رسولوں خصوصاً سید المرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم مطلق فرماتا ہے۔ اور قاعدہ شرعیۃ المطلق یجری علی اطلاقہ (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے) جو بات اللہ عزوجل نے مطلق ارشاد فرمائی وہ مطلق حکم عطا کرے گی جو جو کچھ اس مطلق کے تحت میں داخل ہے سب کو وہ حکم شامل ہے بلا تخصیص شرع جو اپنی طرف سے مطلق کو مقید کرے گا وہ کتاب اللہ کو منسوخ کرتا ہے، جب ہمیں تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مطلق فرمایا تو جمیع طرق تعظیم کی اجازت ہوئی جب تک کسی خاص طریقے سے شریعت منع نہ فرمائے۔ یونہی رحمت پر فرحت، ایام الہی کا تذکرہ، نعمت ربانی کا چرچا، یہ بھی مطلق ہیں جس طریقے سے کئے جائیں سب امتثال امر الہی ہیں جب تک شرع مطہر کسی خاص طریقے پر انکار نہ فرمائے۔ تو روشن ہوا کہ مجلس قیام پر خاص دلیل نام لے کر چاہنا یا بعینہ اُن کا قرونِ ثلثہ میں وجود تلاش کرنا زہری و ندھی مت ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کو اپنی رائے سے منسوخ کرنا ہے۔ اللہ عزوجل تو مطلق حکم فرماتے اور منکرین کہیں کہ وہ مطلق کہا کرے ہم تو خاص وہ صورت مانیں گے جسے بالتخصیص نام لے کر جائز کیا ہو یا جس کا بہیئت کذائی قرونِ ثلثہ میں وجود ہوا ہو، انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔) عقل و دین رکھتے تو جو طریقے اظہارِ فرحت و تذکرہ نعمت و تعظیم سرکار رسالت دیکھتے اس میں یہ تلاش کرتے کہ کہیں خاص اس صورت کو اللہ و رسول نے منع تو نہیں فرمایا، اگر اُس کی خاص ممانعت نہ پاتے یقین جانتے کہ یہ اُنہیں احکام کی بجا آوری ہے جو آیاتِ کریمہ میں گزرے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۴۸ تا ۲۵۱)

(۲۸) کیا میثاق الست بریکہ کے بعد روحیں معدوم کر دی گئی تھیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

حاشا للہ! رُوح بعد ایجاد کبھی فنا نہ ہوگی اِنہا خلقتہم للابد (تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔) بدن کے ساتھ حدوثِ نفس خیالِ باطل فلاسفہ ہے، قال اللہ عزوجل:

وکنتم امواتا فاحیا کہ تم میت کہ تم حیجیکہ۔

حالانکہ تم مُردہ تھے اس نے تمہیں جلایا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلانے گا۔ (ت)

اگر بعد میثاق رُوحیں معدوم کر دی گئی ہوتیں تو تین موتیں ہوتیں اور یوں فرمایا جاتا،

کنتم امواتا فاحیا کہ تم امانت کہ تم احیا کہ تم میت کہ تم حیجیکہ۔

تم مُردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر مارا، پھر زندہ کیا، پھر مارے گا پھر زندہ کرے گا (ت)

یہ عقیدہ اجماعی ہے مگر نہ اس درجہ پر واضح کہ جو شخص بحالِ نفاذِ قضا اس کا خلاف کرے اُسے

اہل سنت سے خارج کیا جائے بلکہ غلط کارِ خاٹی ہے و بس۔ اور اس پر یہ الزام ہے کہ بے جا نے

لب کشائی کی جرأت کی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۵۳، ۲۵۴)

(۲۹) مولانا محمد آصف صاحب کانپوری نے آیاتِ کریمہ ”فمنہم شقی وسعید“ اور ”واما الذین

سعدوا ففی الجنة خلدین فیہا مادامت السموات والارض الا ما شاء ربک عطاء

غیر مجذوذ“ کی تفسیر کے بارے میں سوال بھیجا جس کے جواب میں فرمایا:

خبر الہی مثل علم الہی ہے، ان میں سے کسی کا خلاف ممکن نہیں، مگر یہ استحالہ بالغیر ہے نفی قدرت

نہیں کرتا، علم الہی ازل میں تھا کہ زید کو فلاں وقت پیدا کرے گا، اب واجب ہوا کہ زید اس وقت پیدا

ہو، اگر نہ پیدا ہو تو معاذ اللہ جہل لازم آئے، لیکن اس سے یہ لازم نہ آیا کہ مولیٰ تعالیٰ اس کو پیدا

کرنے پر مجبور ہو گیا، پیدا کرنے پر قادر نہ رہا، ورنہ پھر جہل لازم آئے کہ علم میں تو یہ تھا کہ اپنی قدرت سے

اسے پیدا کرے گا اور یہ نہ ہوا بلکہ معاذ اللہ مجبور ہو گیا، حاشا بلکہ زید کا وجود فنا ازلاً ابداً تحت قدرت

ہے اور تعلق علم کے سبب جس وقت اس کا وجود علم الہی میں تھا وجود واجب ہے اور جس وقت

فنا واجب ہے کہ خلاف ہو تو جہل ہو اور جہل محال بالذات ہے اس محال بالذات نے ان

ممکنات کو اپنے وقت میں واجب بالغیر کر دیا اس سے معاذ اللہ نہ قدرت مسلوب ہوتی نہ جہل

ممکن۔ بعینہ یہی بات خبر الہی میں ہے اس نے خبر دی کہ اہل جنت کو جنت میں ہمیشہ رکھے گا، اُن کا

خلود واجب ہو گیا، اگر نہ ہو تو معاذ اللہ کذب لازم آئے مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب

نہ ہوتی خلود و انقطاع دونوں ازلاً ابداً زیر قدرت ہیں مگر تعلقِ خبر نے خلود کو واجب بالغیر کر دیا

اس سے نہ قدرت مسلوب ہوتی نہ معاذ اللہ کذب ممکن۔ کذب کے محال بالذات ہونے ہی نے تو

اس ممکن کو واجب بالغیر کیا اگر اس سے کذب ممکن ہو جائے تو اسے واجب کون کرے۔ مولا عزوجل کے وعدہ و وعید کسی میں تخلف ممکن نہیں، خود وعید ہی کے لئے ارشاد ہوا ہے:

ما یبدل القول لدیّ۔

میرے یہاں بات بدلتی نہیں۔ (ت)

جیسے وعدہ کو فرمایا،

لن یخلف اللہ وعدہ۔

اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا۔ (ت)

بعض کے کلام میں کہ خلف وعید کا لفظ واقع ہوا، تصریحات ہیں کہ اس سے مراد عفو ہے، یہ اگر معاذ اللہ امکان کذب ہو تو امکان کیسا وقوع ہوا کہ عفو یقیناً واقع ہوگا۔ اس کی مفصل بحث سبّح السبوح میں ہے، آیہ کریمہ الآماشاء سر بلک (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ ت) کے وہ معنی بعونہ تعالیٰ ذہن فقیر میں ہیں جن کے بعد ہرگز ہرگز کسی تاویل کی حاجت نہیں، معنی ظاہر پر بلا تکلف مستقیم ہیں، خلود اہل دارین کو عمر آسمان و زمین سے مقدر فرمایا ہے مادامت السموات والارض (جب تک آسمان و زمین رہیں گے۔ ت) ظاہر ہے کہ اس سے یہ بقائے آسمان و زمین مراد نہیں جو نفع صورت پر منقطع ہے بلکہ سماء وارض کہ روز قیامت اعادہ کئے جائیں گے ان کی عمر مراد ہے جو ابدی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کی مقدار جنتیوں کے جنت دوزخوں کے دوزخ میں رہنے کی مقدار سے صد ہا سال زائد ہے کہ انتہا نہ ان کو نہ اس کو، مگر اس کی ابتداء ان کی ابتداء سے سیکڑوں برس پہلے ہے۔ شروع روز قیامت میں آسمان و زمین پیدا ہو جائیں گے لیکن جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں بعد حساب جائیں گے اور باہم بھی مقدار میں مختلف ہوں گے فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے تو جانب ابتداء میں ان کا خلود ان سماوات وارض کے دوام سے کم ہو کسی کا مثلاً ہزار برس کم جیسی جس کے لئے مشیت ہوگی کسی کا دو ہزار برس کم، الی غیر

لہ الف۔ آن الکریم ۲۹/۵۰

۲۴/۲۲

۱۰۸ و ۱۰۴/۱۱

۱۰۸ و ۱۰۴/۱۱

ذکر، اس کو فرماتا ہے: **الّا ما شاء ربّک** (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ ت) روایت  
لیا تین علی جہنم الخ دوزخ کے طبقہ اولیٰ کے لئے ہے جس کا نام جہنم ہے اگرچہ مجموعہ کو بھی جہنم  
کہتے ہیں یہ طبقہ عصاة موحدین کے لئے ہے یہ بیشک ایک روز بالکل خالی ہو جائیگا جب لا الہ الا  
اللہ کہنے والا کوئی اس میں نہ رکھا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۶۲، ۲۶۳)

(۳) صحابہ کرام پر طعن کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:  
اللہ عز وجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
دو قسمیں فرمائیں:

ایک وہ کہ قبل فتح مکہ شریف مشرف بایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔  
دوسرے وہ کہ بعد۔

پھر فرمایا:

وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ

دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اُن کو فرماتا ہے: **اولئک عنہا صیعدون** وہ جہنم سے دور  
رکھے گئے **لا یسمعون حسیسہا** اس کی پھنک تک نہ سُنیں گے وہم فی ما اشتہت  
انفسہم **خلدون** لا یحزنہم الفزع الاکبر اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ  
رہیں گے قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی **وَتَتَلَقَّہُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ** فرشتے  
ان کا استقبال کریں گے **ہٰذَا یَوْمَکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُونَ** یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا  
وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عز وجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر  
طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور اُن کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں

۱۔ القرآن الکریم ۱۰۴/۱۰۸

۲۔ جامع القرآن (تفسیر ابن جریر) تحت لایۃ ۱۰۴/۱۰۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲/۱۲

۳۔ القرآن الکریم ۵۷/۱۰

۴۔ ۲۱/۱۰۱ تا ۱۰۳



ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ رب عز وجل نے اُسی آیت میں اُس کا منہ بھی بند فرما دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا واللہ بما تعملون خبیر اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے۔ با اینہم میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے بعد کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح مشکوٰۃ امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

ومن یكون يطعن في معاوية فذلك كلب من كلاب الهاوية<sup>۱</sup>  
جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۶۴)

(۱) ایمان بالغیب کے بارے میں ایک استفتاء کہ آج کل کے سائنسی زمانے میں یہ کیسے ممکن ہے؟ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا،

بالجملہ اس کی لاکھوں مثالیں ہیں جو اشقیاء خود روزمرہ برت رہے ہیں، مگر اللہ واحد قہار پر اعتراض کرنے کے لئے اُن کو بھلاتے اور ناپاکی کا منہ پھلاتے ہیں، رب عز وجل نے غیب پر بے دلیل ایمان لانے پر مجبور نہیں فرمایا بلکہ براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ قائم فرمائے انبیاء بھیجے انھیں معجزات دیئے آفاق و انفس میں اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں ان کے ماننے کی طرف بلایا ہے، کافر سے اس کی کیا شکایت کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنے سے پہلے ایمان سے خالی بتایا مگر یہ کہے کہ اس واقعہ سے اس کا استدلال تحقیقاً ہے یا الزاماً، اگر تحقیقاً ہے تو خود اپنے سارے جھوٹ کو جہنم میں ڈال دیا، جہنم سے مراد دوزخ نہیں اس پر تو وہ ایمان ہی نہیں رکھتا، اس دن ایمان لائے گا یومیدون الی ناس جہنم دعاه ہذہ النسا الّتی کنتم بہا تکذبون ۵ افسحہذا ام انتم لا تبصرون ۶ جس دن دھکے دے کر جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے، یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے، کیا یہ جادو ہے یا تمھیں سُوجھتا نہیں۔ بلکہ میری مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام جھوٹی خواہشوں کو بھڑکتی آگ میں ڈال کر بھسم کر دیا، بے دیکھے کیونکہ اعتقاد لایا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

۱۔ القرآن الکریم ۵۷/۱۰

۲۔ نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۳۳۰

۳۔ القرآن الکریم ۵۲/۱۳، ۱۴، ۱۵

یہ واقعہ ہوا، اور اگر الزاماً ہے تو خود اس گفتگو میں تصریح ہے کہ بیشک مجھے ایمان ہے اس کی کیفیت کی قلب کو تلاش ہے کہ اس کے وقوع کا کیا طریقہ ہوگا دیکھنے سے اس کا اطمینان چاہتا ہوں اندھا سوال ہی کو دیکھے یہ عرض نہ کی کہ سب اتھی الموقی اے میرے رب! کیا تو مُردے جلائے گا کہ معاذ اللہ جلائے میں شک سمجھا جائے، بلکہ یہ عرض کی کہ سب اس فی کیف تھی الموقی اے میرے رب! جس طرح تو مُردے جلائے گا وہ صورت مجھے آنکھوں سے دکھا دے، وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ (مگر ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ت)۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۷۱)

(۳۲) عظمت صحابہ کرام، اور گستاخوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا،

عزیز جبار واحد قہار جل و علا نے صحابہ کرام کو دو قسم کیا: ایک وہ کہ قبل فتح مکہ جنھوں نے راہِ خدا میں خرچ و قتال کیا، دوسرے وہ جنھوں نے بعد فتح۔ پھر فرما دیا کہ دونوں فریق سے اللہ عز و جل نے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور ساتھ ہی فرما دیا کہ اللہ کو تمھارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ تم کیا کیا کرنے والے ہو، با اینہم اُس نے تم سب سے حُسنی کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآن عظیم نے اُن دریدہ دہنوں، بیباکوں، بے ادب، ناپاکوں کے مُنہ میں پتھر دے دیا جو صحابہ کرام کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں وہ بشرطِ صحت اللہ عز و جل کو معلوم تھے پھر بھی اُن سب سے حُسنی کا وعدہ فرمایا، تو اب جو مقرض ہے اللہ واحد قہار پر مقرض ہے جنت و مدارج عالیہ اس مقرض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عز و جل کے ہاتھ میں ہیں۔ مقرض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حُسنی کا وعدہ اُن سے فرمایا ہے ضرور پورا فرمائے گا اور مقرض جہنم میں سزا پائے گا، وہ آیہ کریمہ یہ ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلًا أُولَٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكَلا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ رتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں، اور دونوں فریق سے اللہ نے حُسنی کا وعدہ کر لیا، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ

۱۰ القرآن الکریم ۲/۲۶۰

۱۱ ۶/۳۳

۱۲ ۵۷/۱۰

تم کرنے والے ہو۔

اب جن کے لئے اللہ کا وعدہ حُسنیٰ ہو لیا اُن کا حال بھی قرآن عظیم سے سُنئے :

ان الذين سبق لهم مَنَّا الحسنیٰ اولیک عنہا مبعدون ۝ لایسمعون حبیبہا  
وہم فی ما اشتہت انفسہم خلدون ۝ لایحزنہم الفزع الاکبر وتتلقہم الملائکۃ  
ہذا یومکم الذی کنتم توعدون ۱

بیشک جن کے لئے ہمارا وعدہ حُسنیٰ کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھینک  
نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی بلبل  
انہیں غم نہ دے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تمہیں  
وعدہ دیا جاتا تھا۔

یہ ہے جمیع صحابہ کرام سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے قرآن کریم کی شہادت ،  
امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ مشکشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قسم اول میں ہیں جن کو فرمایا :  
اولیک اعظم درجۃ ان کے مرتبے قسم دوم والوں سے بڑے ہیں ، اور امیر معاویہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم قسم دوم میں ہیں ، اور حُسنیٰ کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل ۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۷۹ ، ۲۸۰)

(۳۳) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کے بارے میں فرمایا :  
جو کئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب مطلقاً نہ تھا یا حضور کا علم اور سب آدمیوں  
کے برابر ہے وہ کافر ہے ۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں :

النبوة التي هي الاطلاع على الغیب ۱

نبوت کا معنی غیب پر مطلع ہونا ہے (ت)

اللہ عز وجل فرماتا ہے :

علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا ۱۰ الا من ارآنی من رسول ۱۱

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۸۳)

(۳۴) مسئلہ تقدیر کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ ”تذلیح الصدور لایمان القدس“ میں فرمایا:

صاحبِ اتم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ و اختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحبِ ارادہ صاحبِ اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار۔

صاحبِ اتم ہماری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت پیدا کی۔ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی اُلٹی مت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم انگھارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے۔ یونہی اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے نہ کہ اُلٹے مجبور۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اُسی کی خلق، اُسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں، تو مختار کہ وہ ہوئے ”خود مختار“ نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جو اوامر کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوعِ اختیار چاہئے کسی طرح ہو، وہ بدایتہً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعتِ الہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی۔ اور وہ عالی شان حکما۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا، اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا، مگر اطاعت والے تعریف کئے جائیں گے اور تمبر (سرکشی) والے مذموم و ملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے یغفر لمن یشاء (جسے چاہے بخش دے۔ ت) باقی ہے۔

والحمد لله رب العالمین، له المحکمة والیہ ترجعون۔

اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، حکم اُسی کا ہے اور اُسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو۔ ہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان بھی ہو چکا اور آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہو گا۔ نیز فرمایا ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اُنْذِرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ اِنَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ  
وہ جو علم الہی میں کافر ہیں انہیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔  
ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوتا، یہاں تک کہ اللہ عز و جل نے فرمایا :  
فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسُكَ عَلٰۤی اٰثٰرِهِمْ اِنَّ لَہِیْۤؤْمُنٰوۤا بِہٰذَا الْحَدِیْثِ اِسْفَافًا

شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔  
لہذا حضور کی تسکین خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں  
والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اس کا غم نہ کرو۔ لہذا یہ فرمایا کہ تمہارا سمجھنا  
نہ سمجھنا ”ان کو“ یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ”تمہارے حق میں“ یکساں ہے کہ ہدایت معاذ اللہ  
امرفصول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

وما علی الرسول الا البلاغ المبین

اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (ت)

وما اسئلكم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین

اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا

رب ہے۔ (ت)

۱۵ القرآن الکریم ۶/۲

۱۶ ۶/۱۸

۱۷ ۵۴/۲۴

۱۸ ۱۰۹/۲۶

اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الّا زوال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہِ ضلالت میں ڈوبیں گے، مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں اُن کے لئے سببِ ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے اُن پر حُجَّتِ الہیہ قائم ہو، واللہ الحجة بالغة (اور اللہ ہی کی حجت پوری ہے۔ ت۔)

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ فرعون نودیٰ لن یفعل، فلم افعَل؛ قال فناداه انا عشر ملکاً من علماء الملئکة امض لما امرت به، فانا جہدنا ان نعلم هذا فلم نعلمہ لہ

ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولے عزوجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا موسیٰ علیہ السلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسیٰ فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ علماء ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے موسیٰ! آپ کو جہاں کا حکم ہے جاسیے، یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔ اور آخر نفعِ بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے، دوستانِ خدا نے ان کی غلامی، ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستر ہزار ساحر سجدے میں گر گئے اور ایک زبان بولے: اٰمَنَّا بِبِابِ الْعَلِیْنَ سُبُّتِ مُوسٰی وَهَارُونَ

ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا، رب ہے موسیٰ و ہارون کا۔ مولے عزوجل قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی و کتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے۔ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الرہدیٰ فلا تكونن من الجہلین اور اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے! تو ہرگز نادان نہ بن۔ مگر اس نے دنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق مختلف حصہ

رکھا ہے وہ پہانتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو جھوک ہی نہ لگتی، یا جھوکے ہوتے تو کسی کا ہر اس کے نام پاک لینے سے کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتا۔ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بے شمار اختلاف رکھا۔ کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے پلتے ہیں اور کسی پر اس کے اہل و عیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔

غرض ہر چیز میں اہم یقسمون رحمة ربك طنحن قسمنا بینہم معیشہم فی الحیوۃ الدنیا (کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان کی زلیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ ت) کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بد عقل یا اہل بد دین وہ اس کے ناموس میں چون و چرا کرے کہ یوں کیوں کیا، یوں کیوں نہ کیا۔ سنا ہے اس کی شان ہے یفعل اللہ ما یشاء اللہ جو چاہے کرتا ہے۔ اس کی شان ہے ان اللہ یحکم ما یرید اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ اس کی شان ہے لا یسئل عما یفعل وهو یسئلون وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور سب سے سوال ہوگا۔

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں، پانسو مسجد میں لگائیں، پانسو پانخانہ کی زمین اور قد چوں میں۔ کیا اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنائی ہوئی، ایک آدے کی پکی ہوئی ایک روپے کی مولیٰ ہوتی ہزار اینٹیں تھیں۔ ان پانسو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں؟ اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری ملک تھیں میں نے جو چاہا کیا۔

جب مجازی جھوٹی ملک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان مال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے۔ اس کے کام، اس کے احکام میں کسی کو مجال دم زدن کیا معنی! کیا کوئی ہمسریا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا، اور جو چاہے کرے گا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت فقیر اگر بادشاہ جبار

۱۰ العتہ آن الکریم ۴۳ / ۳۲

۱۱ " ۱۴ / ۲۹

۱۲ " ۵ / ۱

۱۳ " ۲۱ / ۲۳

سے اُلجھے تو اس کا سر کھجایا ہے، شامت نے گھیرا ہے۔ اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ اوبہ عقل، بے ادب! اپنی حد پر رہ۔ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمالِ عادل اور جمیع کمالاتِ صفات میں یکساں و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال! اسے گدائے خال نشینی تو حافظا مخزوش نظامِ مملکتِ خویش خسرواں دانند (تُو خال نشین گداگر ہے اے حافظ! شہرمت کر، اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ جانتے ہیں۔ ت)

افسوس کہ دُنوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہوا اور ملک الملوک بادشہ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے۔ سلاطین تو سلاطین اپنا برابر زنی بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا۔ یہ اتنا ادراک ہی نہیں رکھتا۔ مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔ جان لے گا کہ یہ اس کام کا استاد و حکیم ہے، میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ کہ اس کی حکمت کو۔ پھر رب الارباب، حکیم حقیقی، عالم السر و الخفی عزّ جلالہ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے۔ اگر جنون نہیں بے دینی ہے، والعیاذ باللہ رب العلمین۔

اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لئے اس کی حقیقت جانی لازم نہیں ہوتی۔ دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارہ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے مگر اس کی گتہ کو کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس خاکی لوہے اور اُس افلاکِ ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دُور ہے باہم کیا الفت؟ اور کیونکر اُسے اس کی جہت کا شعور ہے؟ اور ایک ہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مر گئے اور اُن کی گتہ نہ پائی۔ پھر اس سے اُن باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شے ہے جسے یہ ”میں“ کہتا ہے، اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس و حرکت رہ جاتا ہے۔



اللہ جل جلالہ فرقان حکیم فرماتا ہے :  
وما ننشأون الا ان يشاء الله رب العالمين  
تم کیا چاہو، مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا۔

اور فرماتا ہے :

هل من خالق غير الله  
کیا کوئی اور بھی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے ۔

اور فرماتا ہے :

ما كان لهم الخيرة  
اختیار خاص اسی کو ہے ۔

اور فرماتا ہے :

الا له المخلق والامرط تبورك الله رب العالمين  
سُنّتے ہو ! پیدا کرنا اور حکم دینا خاص اُسی کے لئے ہے ، بڑی برکت والا ہے اللہ سارے  
جہان کا۔

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا ، عدم سے وجود میں لانا اُسی کا کام ہے ،  
دوسرے کو اس میں اصلاً (بالکل) شرکت نہیں ، نیز اصل اختیار اسی کا ہے ، نیز بے اس کی  
مشیت کے کسی کی مشیت نہیں ہو سکتی ۔

اور وہی مالک و مولیٰ جلّ و علا اسی قرآن کریم میں فرماتا ہے :  
ذلك جزينهم ببغيهم وانا لصدون  
یہ ہم نے ان کی کسرشی کا بدلہ انھیں دیا ، اور بیشک بالیقین ہم سچے ہیں ۔

اور فرماتا ہے :

وما ظلمناهم ولكن كانوا انفسهم يظلمون  
ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ۔

۵۲ القرآن الکریم ۳/۳۵  
۵۴ " ۵۲/۲  
۵۶ " ۱۱۸/۱۶

۱۷ القرآن الکریم ۲۹/۸۱  
۵۳ " ۶۸/۲۸  
۵۵ " ۱۴۶/۶

اور فرماتا ہے :

اعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصير  
جو تمہارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے :

وقل الحق من ربکم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليکفر انا اعتدنا للظالمين  
ناساً احاط بهم سرادقہا۔

اے نبی! تم فرما دو کہ حق تمہارے رب کے پاس سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سر پر دے انہیں گھیریں گے ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔  
اور فرماتا ہے :

قال قرینہ ربنا ما اطغيتہ ولكن كان في ضلال بعيد ○ قال لا تخصموا لدی  
وقد قدامت اليکم بالوعید ○ ما یبدل القول لدی ○ وما انا بظلام للعبيد ○  
کافر کا ساتھی شیطان بولا اے رب ہمارے! میں نے اسے سرکش نہ کر دیا یہ آپ ہی دُور  
کی مگر اہی میں تھا۔ رب عز وجل نے فرمایا: میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو، میں تو تمہیں پہلے ہی سزا  
کا ڈر سنا چکا تھا، میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ظلم کروں۔

یہ آیتیں صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، وہ اپنی ہی کرنی بھرتا  
ہے وہ ایک حرام کا اختیار و ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان  
ہیں۔ بے شک بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے، بے شک بندہ بے ارادۃ الہیہ  
کچھ نہیں کر سکتا، اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، بے شک وہ اپنی ہی بد اعمالیوں کے  
سبب سختی سزا ہے۔

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں مگر یونہی کہ عقیدۃ اہل سنت و جماعت پر ایمان لایا جائے

۱۔ القرآن الکریم ۴۱/۴۰

۲۔ ۱۸/۲۹

۳۔ ۵۰/۲۴ تا ۲۹

وہ کیا ہے؟ وہ جو اہل سنت کے سردار و مولیٰ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے انھیں تعلیم فرمایا۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحییٰ بن سلیم امام جعفر صادق سے، وہ حضرت امام باقر، وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، وہ امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی،

انہ خطب الناس یومًا (فذكر خطبته ثم قال) فقام اليه رجل من كات شهد معه الجمل، فقال يا امير المؤمنين اخبرنا عن القدر، فقال بحر عميق فلا تلجه، قال يا امير المؤمنين اخبرنا عن القدر، قال سر الله فلا تتكلفه، قال يا امير المؤمنين اخبرنا عن القدر، قال اما اذا ابیت فانه امر بين امرين لا جبر ولا تفويض، قال يا امير المؤمنين ان فلانًا يقول بالاستطاعة، وهو حاضرک، فقال علی به فاقاموه، فلما ساراه سل سيفه قد سار ربع اصابع، فقال الاستطاعة تملكها مع الله او من دون الله؟ وایاک ان تقول احدهما فترتد فاضرب عنقک، قال فما اقول يا امير المؤمنين قال قل املكها بالله الذي ان شاء ملكنيها

یعنی ایک دن امیر المؤمنین خطبہ فرما رہے تھے، ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المؤمنین کے ساتھ تھا کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اُسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المؤمنین نے اُسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قطرہ نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سننا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المؤمنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

بس یہی عقیدہ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے

بیچ میں ایک حالت ہے جس کی کُنہ راز خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے — اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المؤمنین علیؑ پر نازل ہوں دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں نہایت صاف فرما دیا۔ ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۃ الہیہ واقع نہیں ہوتے؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کر لے گا اَفِیْضَیْ قَهْرًا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا، معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا ہتھیار بند و لبت کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی جاتے ہیں۔ حاشا وہ ملک الملوک بادشاہ حقیقی قادرِ مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اُس کے ملک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرہ جنبش کر سکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں فکانتما الْقَمْعَیْنِ حَجْرًا۔ مولا علیؑ نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔ عمرو ابن عبید معمرؓ نے کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا، میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا؟ کہا خدا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتے۔ کہا میں تو شریک غالب کے ساتھ ہوں۔ اسی ناپاک شاعت کے رد کی طرف مولیٰ علیؑ نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کر لے گا؟ — باقی رہا اس مجوسی کا عذر، وہ بعینہ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دم نکلا جاتا ہے، کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھا لیتا۔ اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تو نے کاہے سے جانا؟ اسی سے کہ تو نہیں کھاتا، تو کھانے کا قصد تو کر دیکھ تو ارادۃ الہیہ سے کھانا ہو جائے گا۔ ایسی اوندھی ممت اُسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے — غرض مولا علیؑ نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادۃ الہیہ نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات کہ جزا و سزا کیوں ہے! — اس کا یوں فیصلہ ارشاد ہوا، ابن ابی حاتم و اصہبانی و الکافی و طلعی حضرت امام جعفر صادقؑ وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال قيل لعلی بن ابی طالب ان ههنا من جلا یتکلم فی المشیئة فقال له علی یا عبد الله خلقك الله لما يشاء اولها شئت؟ قال بل لما يشاء قال فیمر ضک اذا شاء

أَوْ أَذْشْتُ ؟ قَالَ بَلْ أَذْشْتُ ، قَالَ فِيمِيتِكَ أَذْشْتُ أَوْ أَذْشْتُ ؟ قَالَ أَذْشْتُ ، قَالَ فَيَدْخُلُكَ حَيْثُ شَاءَ أَوْ حَيْثُ شَدْتُ ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ لِي شَاءَ ، قَالَ وَاللَّهِ لَوْ قُلْتُ غَيْرَ ذَلِكَ لَضُرِبْتُ الَّذِي فِيهِ عَيْنَاكَ بِالسَّيْفِ - ثُمَّ تَلَا عَلَى : ” وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْضَى “ ۱

مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اس نے چاہا یا اس لئے جس لئے تو نے چاہا؟ کہا: جس لئے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا: بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں (یعنی تیرا سر) تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ”اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے“  
خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا۔ بھیجتے وقت بھی نہ رگا۔ تمام عالم اُس کی ملک ہے، اور مالک سے دربارہ ملک سوال نہیں ہو سکتا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۹۲ تا ۳۰۱)

(۳۵) خالدِ تقدیر الہی پر ایمان رکھتا ہے اور تدبیرات کو کارِ دنیوی و دُخروی میں امرِ متحسن و بہتر جانتا ہے۔ ولید خالد کو بوجہ متحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے اور اس سے سلام و جواب سلام بھی ترک کر رکھا ہے۔ اس کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے رسالہ ”التجیب بباب التدبیر“ میں ارشاد فرمایا:

بے شک خالد سچا، اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہل حق کا عقیدہ ہے۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔

قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

كل صغير وكبير مستطر ۱ اور چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ (ت)

وقال تعالى ( اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ) ،

وكل شيء احصينه في امام مبين

اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔ (ت)

وقال تعالى ( اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ) :

ولا سئب ولا يابس الا في كتاب مبين

اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (ت)

الح غیر ذلک من الآيات والاحادیث ( اس کے علاوہ اور بھی آیات واحادیث ہیں۔ ت )

مگر تدبیرِ نہار معطل نہیں۔ دنیا عالمِ اسباب ہے۔ رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا، اور سنتِ الہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہو۔

جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر چھوٹنا کفار کی خصلت ہے یونہی تدبیر کو محض عبث و مفرود و فضول و مفرود بتانا کسی ٹھکے گمراہ یا سچے مجنون کا کام ہے جس کی رو سے صد ہا آیات واحادیث سے اعراض اور انبیاء و صحابہ و ائمہ و اولیاء سب پر طعن و اعتراض لازم آتا ہے۔ حضراتِ مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین ( اللہ کے درود و سلام ہوں ان سب پر۔ ت ) سے زیادہ کس کا توکل اور ان سے بڑھ کر تقدیرِ الہی پر کس کا ایمان۔ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے اور اس کی راہیں بتاتے اور خود کسبِ حلال میں سعی کر کے رزقِ طیب کھاتے۔

( ۱ ) داؤد علیہ السلام زبیر بناتے۔ قال اللہ تعالیٰ ( اللہ تعالیٰ نے فرمایا ) :

وعلمته صنعة لبوس لكم لتحصنكم من باؤسكم فهل انتم شاکرون

اور ہم نے اُسے تمہارا ایک پہناؤ سکھایا کہ تمہیں تمہاری آچٹ سے بچائے، تو کیا تم شکر کرو گے (ت)

( ۲ ) وقال تعالى ( اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت ) :

والناله الحياء ان اعمل سبغت وقد مر في السرد و اعملوا صلحا في بما

تعملون بصیرؑ

اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زبریں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو۔

اور تم سب نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔ (ت)  
 (سہ) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ولس برس شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بکریاں اجرت پر چرائیں۔ قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

قال انی ارید ان اکلک احدی ابنی ہاتین علی ان تلجرفی ثمانی حجج ۛ فان اتممت عشا فمن عندک ۛ وما ارید ان اشق علیک ۛ ستجد فی ان شاء اللہ من الصالحین ۛ  
 قال ذلک یبنی و بینک ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علی ۛ واللہ علی ما نقول وکیل ۛ  
 فلما قضی موسیٰ الاجل و ساس باہلہ ۛ الایۃ۔

کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو، پھر اگر پورے دس برس کر لو تو تمہاری طرف سے ہے اور تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا، قریب ہے ان شاء اللہ تم مجھے نیکیوں میں پاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہو چکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے۔ پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی اور اپنی بیوی کو لے کر چلا۔ (ت)  
 خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی و حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بڑے نامی گرامی تاجر تھے۔ حضرت امام اعظم قدس سرہ الاکرم بڑا زری کرتے، بلکہ ولیہ منکر تدبیر خود کیا تدبیر سے خالی ہو گا؟ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو آخر اپنے لئے کھانا پکاتا یا کھاتا ہو گا۔ آٹھ اپینا، گوندھنا، پکانا یہ کیا تدبیر نہیں؟ — یہ بھی جانے دیجئے اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ و ایما کے خود بخود کچھ پکائی اسے مل جاتی ہوتا ہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چنانا، نگلنا یہ بھی تدبیر۔ تدبیر کو معطل کرے تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الہی میں زندگی لکھی ہے بے کھائے جسے گایا قدرت الہی سے پیٹ بھر جائے گایا خود بخود کھانا معدے میں چلا جائیگا ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہو گا کہ مذہب اہلسنت میں نہ پانی پیاس بجھاتا ہے نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری و سیرابی فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے تو

گھڑے پرٹھائے، دھڑیوں کھا جائے کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرض استسقا و جوع البقرہ میں کیا ہوتا ہے۔ وہی کھانا، پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا اب کیوں محض بیکار جاتا ہے اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پئے بھوک پیاس پاس آئے، جیسے زمانہ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا، اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے نہیں معلوم۔ مگر یہ انسان میں خرقِ عادت ہے جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل و حماقت۔ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا بھوٹا نام کر کے خورد و نوش کا عہد کر لے اور بھوک پیاس سے مر جائے، بیشک حرام موت مرے اور اللہ تعالیٰ کا گنہگار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا،

(۴) وَلَا تَلْقُوا ابَادِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔

اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۵ گرچہ مردن مقدر است ولے تو مرو در دہان اثر دہا

(اگرچہ موت امرقدر ہے لیکن از خود اثر دہوں اور سانپوں کے منہ میں نہ جاتے)

ہم نے مانا کہ وکیل اپنے دعوے پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترک اسباب کر کے چمان الٹی (پکا عہد) کر لے کہ اصلاً دست و پا نہ ہلائے، نہ اشارۃ نہ کنایۃ کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر ورنہ مرنا قبول، تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا، یہ کیا تدبیر نہیں کہ دعا خود موثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے۔ اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ — رب جل جلالہ فرماتا ہے:

(۵) وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي اسْتَجِبْ لَكُمْ۔

تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

علہ دھڑی، دشل سیر یا پانچ سیر کا وزن ۱۲ مصباحی  
علہ جوع البقرہ، اس بیماری میں کتنا بھی کھائے بھوک نہیں جاتی جس طرح استسقا میں جس قدر  
بھی پئے پیاس نہیں جاتی۔ م

۱۷ القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

۱۸ القرآن الکریم ۲۰/ ۶۰



وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے، پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ اور وہ بھی اس تاکید کے ساتھ کہ حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

(حدیث ۱) :

مَنْ لَحِيَ دَعَاُ اللَّهِ غَضِبَ عَلَيْهِ ۚ رواه الاثمة احمد في المستد و ابو بكر بن ابی شیبہ واللفظ له في المصنف ، و البخاری في الادب المفرد ، و الترمذی في الجامع ، و ابن ماجه في السنن ، و الحاكم في المستدرک عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اللہ سے دُعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔ (اس کو ائمہ نے روایت کیا احمد نے مسند میں، ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اور لفظ اسی کے مصنف میں ہیں بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی نے جامع میں، ابن ماجہ نے سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں ابو ہریرہ سے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ ت)

بلکہ خلافت و سلطنت و قضا و جہاد و حدود و قصاص وغیرہ تمام امور شرعیہ عین تدبیر ہیں کہ انتظام عالم و ترویج دین و دفع مفسدین کے لئے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

(۶) قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولی الامر منكم ۚ

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

(۷) وقال تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا) :

و قاتلوهم حتی لا تكون فتنة و يكون الدين كله لله ۚ

۱۔ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الدعاء باب فی فضل الدعاء حدیث ۲۹۱۶۰ دار الکتب العلمیہ ۲۲/۶

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۴۳/۲

جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منه امین کمپنی دہلی ۱۷۳/۲

سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب فضل الدعاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۰

المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب من لم يدع الله الخ دار الفکر بیروت ۴۹۱/۱

۲۔ القرآن الکریم ۴/۵۹

۳۔ ۳۹/۸

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہو جائے (ت)

(۸) وقال تعالى (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولكن الله ذو فضل على العالمين

اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے (ت)

(۹) وقال تعالى (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا

اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔ (ت)  
دیکھو صاف ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ جہاد اسی لئے مقرر ہوا کہ فتنے فرو ہوں، اور دین حق پھیلے، اور یہ نہ ہوتا تو زمین تباہ ہو جاتی اور مسجدیں اور عبادت خانے ڈھائے جاتے۔

(۱۰) وقال تعالى (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

إلا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد كبير

ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

فتنہ کفر کی قوت، اور فسادِ کبیر ضعیفِ اسلام۔

(۱۱) وقال تعالى (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب لعلکم تتقون

اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عظمندو کہ تم کہیں بچو۔ (ت)

۱۵ القدر آن الکیم ۲/ ۲۵۱

۱۶ " ۲۲/ ۴۰

۱۷ " ۸/ ۴۳

۱۸ " ۲/ ۱۴۹

یعنی خون کے بدلے خون لوگے تو مفسدوں کے ہاتھ رکیں گے اور بے گناہوں کی جانیں بچیں گی، اور اسی لئے حد جاری کرتے وقت حکم ہوا کہ مسلمان جمع ہو کر دیکھیں تاکہ موجب عبرت ہو۔

(۱۲) قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ

اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ (ت)

بلکہ اور ترقی کیجئے تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ تمام اعمالِ دینیہ خود ایک تدبیر۔ اور رضائے الہی و ثوابِ نامتناہی ملنے، اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔

(۱۳) قال تدمالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

وَمَن أَسْرَادَ الْآخِرَةِ وَسَعَىٰ لَهَا سَعِيهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعِيهِمْ مَشْكُورًا<sup>۲</sup>۔  
اور جو آخرت چاہے اور اس کی سعی کو شش کرے اور ہو ایمان والا، تو انھیں کی کوشش

ٹھکانے لگی۔ (ت)

اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ :

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ<sup>۳</sup>

ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔ (ت)

پھر بھی اعمال فرض کئے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اُسے وہی راہ آسان، اور اُسی کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

فَسَنِيَسِّرُهُ لِلْيَسْرَىٰ<sup>۴</sup> تَوْبَتٍ جَلَدٍ هُمْ أَسَافِي مَيَاكَرِدِيں گے۔ (ت)

وَقَالَ تَعَالَىٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

فَسَنِيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ<sup>۵</sup>۔

تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کر دیں گے (ت)

(حدیث ۲) اسی لئے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”دوزخی جنتی سب لکھے ہوئے ہیں، اور صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! پھر ہم عمل کا سہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہوں گے اور جو شقی ہیں ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا: نہیں بلکہ عمل کئے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لئے بنا ہے اُسی کا راستہ اُسے سہل کر دیتے ہیں، سعید کو اعمالِ سعادت کا اور شقی کو افعالِ شقاوت کا۔ پھر حضور نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔“

اخرجه الاثمة احمد والبخاری ومسلم وغيرهم عن امير المؤمنين على كرم الله تعالى وجهه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في جنازة فاخذ شيئا فجعل ينكت به الارض فقال ما منكم من احد الا وقد كتب مقعدا من النار ومقعدة من الجنة۔ قالوا يا رسول الله افلا نتكل على كتابنا وندع العمل (مراد فی روایت فمن كان من اهل السعادة فسيصير الى عمل اهل الشقاوة) قال اعملوا فكل ميسر لما خلق له اما من كان من اهل السعادة فيسير لعل اهل السعادة واما من كان اهل الشقاوة فيسير لعل اهل الشقاوة ثم قرأ: فاما من اعطى والتقى وصدق بالحسنى الآية۔

امام احمد، بخاری اور مسلم وغیرہ نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ نے کوئی چیز پکڑ لی اور زمین کو کریدنے لگے، اور فرمایا: تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ٹھکانہ دوزخ میں یا اس کا ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو۔ صحابہ نے عرض کی: کیا ہم تحریر پر بھروسہ کر کے عمل کو چھوڑ دیں (ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ جو اہل سعادت میں سے ہے وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف اور جو اہل شقاوت

لے صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قوله وكذب بالحسنى  
صحیح مسلم کتاب القدر باب كيفية خلق الادمي في بطن امه الخ  
مسند احمد بن حنبل عن علي رضي الله تعالى عنه  
سنن ابن ماجه باب في القدر  
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب القدر آفتاب عالم پریس لاہور  
جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورة واتیل امین کمپنی دہلی  
قدیمی کتب خانہ کراچی ۴/۳۸  
۲/۳۳۳  
الملکب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۰  
ص ۹  
۲/۲۸۸ و ۲۸۹  
۲/۱۴۰

میں سے ہوگا اس کو اہل شقاوت کا عمل میسر ہوگا۔ فرمایا اعلیٰ کے جاؤ ہر کسی کو وہی میسر ہوگا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا، جو اہل سعادت میں سے ہوگا اس کو اہل سعادت کا عمل اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا اس کو اہل شقاوت کا عمل میسر ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ”تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب اچھی چیز کو سچ مانا، (ت) یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل (بیکار) ہو تو دین و شرائع (قوانین شرع) و انزالِ کتب (کتابیں اتارنا) و ارسالِ رسل (رسولوں کو بھیجنا) و ایتانِ فالص (فرائض کا کرنا) و اجتنابِ محرمات (حرام کاموں سے بچنا) معاذ اللہ سب لغو و فضول و عبث ٹھہریں۔ آدمی کی رستی کاٹ کر بجار (آزاد چھوڑنا) ہوا سائنڈ (کردیں)۔ دین و دنیا سب یکساں کی برہم ہو جائیں، و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلند ہی عظمت والے خدا کی طرف سے)۔ (ت)۔

نہیں نہیں بلکہ تدبیر بیشک مستحسن ہے۔ اور اس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں۔ جیسے دُعا و دُوا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۰۴ تا ۳۱۱)

(۳۶) اسی مسئلہ مذکورہ میں مزید فرمایا: خود حضرت عزت جل مجدہ نے قرآن عظیم میں تلاش و تدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی ہدایت فرمائی۔

(۱۴) قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

وَتَذَرُوا فَاِنْ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا يَا اُولِی الْاَلْبَابِ ۝ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ ۚ

اور تو شہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ (ت)

یعنی کے کچھ لوگ بے زاد راہ لئے جج کو آتے اور کہتے ہم متوکل ہیں، ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا تو شہ ساتھ لیا کرو۔ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔ اسی طرح تلاشِ فضلِ الہی کی آیتیں بکثرت ہیں۔

(۱۵) وقال تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا)۔ (ت)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (ت)  
صاف حکم دیتے ہیں کہ رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو تاکہ مراد کو پہنچو۔ اگر تدبیر و اسباب معطل و مہمل ہوتے تو اس کی کیا حاجت تھی !  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۱۹)

(۳۷) ایک حدیث قدسی کے بارے میں اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا،  
حدیث اول میں ہرگز نام اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں بلکہ یوں ہے کہ،  
علی التقی قلب ساجد واحد منکم ۝  
تم میں کا جو بڑا پرہیزگار شخص ہو اس کے دل پر ہو جائیں۔  
اور فرض کے لئے امکان شرط نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ،

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ۝  
تم فرماؤ اگر بقرض محال رحمن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوچھتا۔ (ت)  
حدیث تو لفظ کو سے ہے کہ،

لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَأَخْرَجَكُمْ وَالنَّاسُ كَمَا نَوَىٰ عَلَىٰ اتَّقَىٰ الْخِ  
اگر تمہارے، پہلے، پچھلے، انسان اور جن سب سے بڑے پرہیزگار کے دل پر ہو جائیں الخ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۲۷، ۳۲۸)

(۳۸) اہلسنت و جماعت کے دسل عقائد پر مشتمل رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجلیل والمصطفیٰ  
والآل والاصحاب تحریر فرمایا جس کے عقیدہ اولے کے ضمن میں فرمایا،

مسلمان پر لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو احد، حمد، لا شریک لہ جاننا فرض اول و  
مدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی

۱۔ القرآن الکریم ۵/۳۵

۲۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم انظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۱۹/۲

۳۔ القرآن الکریم ۴۳/۸۱

۴۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم انظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۱۹/۲

معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شی<sup>۱</sup> اس جیسا کوئی نہیں۔ نہ اسماء میں کہ هل تعلم لسمیتا کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہ احد<sup>۲</sup> اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ هل من خالق غیر اللہ<sup>۳</sup> کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ ولعلینک لہ شریک فی الملک<sup>۴</sup> اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یوں ہی اس کی صفات بھی صفات مخلوق کے مماثل نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۴۲)

(۳۹) عقیدہ اولے میں مزید فرمایا :

هو ولا موجود الا هو آیت کریمہ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون<sup>۵</sup> (پاک اور برتری ہے اسے ان شرکیوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رد کرتی ہے (اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ هو الذی فی السماء اللہ<sup>۶</sup> و فی الارض اللہ<sup>۷</sup> وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا۔ تو نفس الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا اس کی صفات کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں، لیس کمثلہ شی<sup>۱</sup> اس جیسا کوئی نہیں)۔

یونہی (یہ آیت کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے (تو اس کی ذات بھی منزہ اور اس کی تمام صفات کمال بھی مبرا ان تمام نالائی امور سے جو اہل شرک و جاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حتیٰ یہ ہے کہ وجود اسی ذات برحق کے لئے ہے، باقی سب ظلال و پرتو)۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۴۲)

(۴۰) رسالہ مذکورہ (اعتقاد الاجاب) کے عقیدہ ثانیہ میں فرمایا :

اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر و نہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل و عدل سے دو فرقے کر دیا، خریق فی الجنة<sup>۸</sup> (ایک جنتی و ناجی جس نے حق قبول کیا) و خریق

۲ القرآن الکریم ۱۹/۶۵

۳ " ۳۵/۳

۴ " ۳۰/۴۰

۵ " ۴۲/۱۱

۱ القرآن الکریم ۴۲/۱۱

۲ " ۱۸/۲۶

۳ " ۲۵/۲

۴ " ۴۳/۸۴

۵ " ۴۲/۷

فی السعیر (دوسرا جہنمی و ہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا) اور جس طرح پر تو وجود (موجود حقیقی جل جلالہ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا) اسی طرح فریقِ جنت کو اس کے صفاتِ کمالیہ سے نصیبِ خاص ملا (دنیا و آخرت میں اس کے لئے فوز و فلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) علمک مالہ تکن تعلم (اور دارالعلوم علمک الا انسان مالہ یعلم) میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اسے سکھایا پھر) وکان فضل اللہ علیک عظیماً نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم اس پر جلوہ گستر رہا۔ مولائے کرم نے گونا گوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلبِ قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائلِ قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاقِ حسنہ سے اسے آراستہ و پیراستہ کیا۔ اور قربِ خداوندی کی راہوں پر اسے ڈال دیا) اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل) ایک ذاتِ جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا (مرتبہِ محبوبیتِ کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتیٰ کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جو یائے رضائے الہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۴۵، ۳۴۶)

(۴۱) عقیدہِ خامسہ میں اصحابِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا: بالجللہ ارشاداتِ خدا و رسول عزّ مجدّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کر لیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، تقی، ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفصیل پر نظر گراہ کرنے والی ہے، نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے کہ اہل حق (اہل اسلام، اہل سنت و جماعت) شاہراہِ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور ارباب (غویت و اہل) باطل تفصیلوں میں خوض (و نا حق غور) کر کے مٹاک (ضلالت اور) بددینی (ذکی گراہیوں) میں جا پڑے کہیں دیکھا و عطیٰ آدم ربہ (غوی) کہ اس میں عصیاں اور بظاہر تعمیلِ حکمِ ربانی سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے)

۱۱۳/۴ القرآن الکریم

۱۱۳/۴ " ۵۴

۱۱۳/۴ القرآن الکریم

۱۱۳/۴ " ۵۳

۱۱۳/۴ " ۵۵



کہیں سَنَالِیَغْفِرْ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقْدِرُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأْخُذُ (جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسیٰ (علیہ السلام) و قبطی (قوم فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قبطی کو آمادہ ظلم پا کر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی قعر گور میں پہنچا)

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلوٰۃ اور اُن کے ایک اُمّتی) اور یاہ کا فسانہ سُن پایا (حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داؤد علیہ السلام پر جسے اُنھوں نے خوب اچھالا اور زبان زد عوام الناس ہو گیا حتیٰ کہ بر بنائے شہرت، بلا تحقیق و تفتیش احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من و عن بیان فرما دیا جبکہ امام راز سی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل و لغو ہے۔

غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بد عقلوں نے یہ افسانہ سُن پایا تو (لگے چون و چرا کرنے تسلیم گردن نہادوں کے زینہ سے اُترنے پھرنا رضی خدا و رسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور (اللہ) خُضْمَتِ کَالذی خاضوا (اور تم یہود کی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباع باطل میں ان کی راہ اختیار کی) نے ولکن حقت کلمۃ العذاب علی الکفّارین (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا  
اَلَا اِنْ شَاءَ رَبِّیْ شِیْءًا مِّنْ سِرِّیْكَ فَعَالٌ لِّمَا یُرِیدُ

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیر گناہوں سے مطلقاً اور گناہ صغیرہ کے عذاب ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان مرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

اللّٰهُمَّ نَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ عَلَی الْهَدٰی اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلٰی الْاَعْلٰی۔

(اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثبات قدمی مانگتے ہیں بے شک تو ہی بلند و برتر ہے)

- |  |                                 |
|--|---------------------------------|
| ۱۵ القرآن الکریم ۲۸/۱۵                         | ۱ القرآن الکریم ۴۸/۲            |
| ۱۶۵/۲۶ تحت الآیۃ ۳۸/۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت | ۳ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) |
| ۵ القرآن الکریم ۳۹/۴۱                          | ۵ القرآن الکریم ۹/۶۹            |
| ۱۰۴/۱۱   | ۶ ۸۰/۶                          |

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہئے کہ (وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عز و جل نے سورۃ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں،

(۱) من انفق من قبل الفتح وقتل

(۲) الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی، اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہِ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس وقت اپنے اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر ان کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقین اولوں والوں کے درجہ کا نہیں۔

اسی لئے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔

اور پھر فرمایا :

كَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ

ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے :

اولئك عنها مبعدون ﴿۱﴾ وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں، لا یسمعون حسیسہا وہ جہنم

کی بھنک تک نہ نہیں گے، وہم فی ما اشتہت انفسہم خلد و لا وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے، لایحزنہم الفزع الاکبر قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی، تملقہم الملئکہ فرشتے ان کا استقبال کریں گے، ہذا یومکم الذی کنتم توعد و لا یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کا ذبہ ہیں ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔

رب عزوجل نے اسی آیتِ حدید میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمادیا،

واللہ بما تعملون خبیر

اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب و کرامت ثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

ثواب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفاۃ قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،  
”جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۵۹ تا ۳۶۳)

(۴۲) افضلیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہوئے فرمایا،

۱۔ القرآن الکریم ۱۰۲/۲۱	۲۔ القرآن الکریم ۱۰۳/۲۱	۳۔ القرآن الکریم ۱۰۳/۲۱
۴۔ نسیم الریاض ۱۰۳/۲۱	۵۔ مرکز المہنت برکات رضا گجرات المند ۱۰/۵۷	۶۔ نسیم الریاض ۱۰۳/۲۱
باب الثالث	مرکز المہنت برکات رضا گجرات المند	۳/۳۳۰

وہ صدیق جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآن کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا،  
 اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقیٰ ہے۔

اور دوسری آیت کریمہ میں صاف فرما دیا:

وَسَيَجْزِيَنَّهَا اللّٰهُ اَتْقٰی

قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقیٰ۔

بشہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم امت مرحومہ ہے، اور

وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔ اور تفضیلیہ و روافض کے نزدیک یہاں امیر المؤمنین  
 مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مگر اللہ عز و جل کے لئے حمد کہ اس نے کسی تلبیس و تدلیس اور حق و باطل میں آمیزش و  
 آمیزش کو جگہ نہ چھوڑی، آیت کریمہ نے ایسے وصف خاص سے اتقیٰ کی تعیین فرما دی جو  
 حضرت صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔  
 فرماتا ہے:

وَمَا لَاحِدٌ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ

اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

اور دنیا جانتی مانتی ہے کہ وہ صرف صدیق اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی و غلامی و  
 خدمت و نیاز مندی اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے براہ بندہ نوازی قبول و  
 پذیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کہ خود ارشاد فرمایا کہ: ”بیشک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے  
 کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا ابوبکر نے کیا۔“

جبکہ مولا علی نے مولائے گل، سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنار اقدس میں پرورش پائی،

۱۔ القرآن الکریم ۴۹/۱۳

۲۔ ” ۹۲/۱۷

۳۔ ۹۲/۱۹

۴۔ جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲۰۰۶

حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا۔ تو آیت کریمہ وما لاحد عنده من نعمۃ تجزی (اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) سے مولا علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۷۱، ۳۷۲)

(۳۳) تقلید شخصی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا،

تقلید فرض قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے۔ (ت)

وقال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

الاستلوا ان لم یعلموا فانما شفاء العی السؤل

اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی شفا سوال کرنا ہے۔ (ت)

اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو یا وقت واحد میں شے واحد کو حرام بھی جانے کا اور حلال

بھی، جیسے قرأت مقتدی شافعیہ کے یہاں واجب اور حنفیہ کے یہاں حرام، اور وقت واحد میں

شے کا حرام و حلال دونوں ہونا محال، یا یہ کہے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام،

تو یہ اس آیت میں داخل ہو گا کہ :

یحلونہ عاماً و یحرمونہ عاماً۔

ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام ٹھہراتے ہیں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۹۲، ۳۹۳)

لا جرم پابندی مذہب لازم۔

(۴۴) رامانگم آریہ کے تفسیر آیات قرآنیہ کے بارے میں جہالت و نا فہمی اور افتراء و

بے ایمانی پر مبنی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

۱۔ القرآن الکریم ۱۹/۹۲

۲۔ ۴۳/۱۶

۳۔ سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجدور یتیم آفتاب عالم پریس لاہور ۴۹/۱

۴۔ القرآن الکریم ۳۷/۹

اس سوال میں آریہ نے افتراء و جہالت و نافی و بے ایمانی سے کام لیا۔

(۱) عبارت کہ کشف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے۔ کشف میں اس کا پتا نہیں۔

(۲) بالفرض اگر کشف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بد مذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا

کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن

سے ثابت۔ یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے۔ تفسیر اتقان شریف میں ہے،

و ادھی طرقہ طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلک

س روایۃ محمد بن مروان اسدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب۔

اس کے طرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابو صالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے روایت کرنا ہے اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ

ہے۔ (د)

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے،

لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیک و علی اصحابک۔

یعنی اللہ عز وجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقت غیر متناہی بالفعل ہیں کما

حققہ المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی ابوالسعود نے ارشاد العقل السلیم

میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) قال اللہ عز وجل،

وان تعدوا نعمة اللہ لاتحصوها۔

اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔

جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔

از دست و زبان کہ برآید کز عہدہ شکرش بدرآید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے۔ ت)

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمۃً بشریت ہے لہٰذا ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں مترادفیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً اُن پر جو سب خاصوں کے سزاوار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقتاً ذنب بمعنی گناہ نہیں، ماتقدم سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے۔ اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفتِ فرمان کو۔ اور فرمان کا ہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اُتری تھی فرمان کہاں تھا۔ جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی۔ اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) جس طرح مانتفہد میں ثابت ہو لیا کہ حقیقتاً ذنب نہیں، یوں ہی ماتاخر میں نقد وقت ہے قبل ابتداء کے نزولِ فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان اُن کے منع پر اُترا اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقتاً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزولِ وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو ان کی مخالفت اُتری اُسی طریقے سے ان کو ماتاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب۔ مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نا معتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات و فحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں اور غور بندگانِ وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے اُن سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی۔ مثلاً یجروید میں ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بسترِ بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ ”اوسیکڑوں کی طرح عقل و علم رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کہ“ نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھ کو بہت نصیحت کرتا ہوں، ”ماتا جی کہتی ہیں: اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے، گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر۔“ اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے ”اس کے ہزار سر ہیں

ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ نسب جگہ ہے اُلٹا سیدھا تب بھی دُشَل انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔“ نیز ویدوں میں اس کا نام ”سرو بیا پاک“ ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا ہوا، ہر چیز میں رہا ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد، ہر مادہ کی فرج، ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انھیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کساں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کلام کا محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے، اور اگر سنسکرت ایسی ہی سچی پیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کر دو خواہ حکمت سے، تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گور کھ دھندا ہوا اور اس کے کس عرف پر اعتماد ہو سکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالاچی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ سچا رہ گیا کھا کر اس سے عمدہ برآ ہو سکتا ہے۔

سے نباشد بہ آئین تحقیق دال پچوری و پوری و بھجیا و دال  
(پچوری، پوری، بھجیا اور دال آئین تحقیق پر دلالت نہیں کرتی ہیں)  
شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے :

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ (ت)

سورۃ مومن و سورۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ مومن میں تو اتنا ہے : واستغفر لذنبتک اے شخص! اپنی خطا کی معافی چاہ۔ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں۔ قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لئے اترا، نہ صرف اس کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے :

اقیموا الصلوٰۃ نماز برپا رکھو۔



یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے :

لَا تَذَرُ كَذِبًا وَمَنْ بَلَغَ

تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔ (ت)

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بد ادا اسعدک اللہ تعالیٰ (تو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند بنائے۔ ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔ خود قرآن عظیم میں فرمایا :

اَسْرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا اِذَا صَلَّىٰ ۚ اَسْرَأَيْتَ اِنْ كَانَ عَلٰى الْهَدٰى ۚ

اَوْ اَمَرَ بِالْتَّقٰوٰی ۚ

(ابو جہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیات کریمہ اُتریں) کہ کیا تو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیر میں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے :

فَمَا يَكْذِبُكَ بِالْاٰدِیْتِ

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے، یونہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سُننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹) بلکہ آیت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے

نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے :

اَلْاٰیٰتِ اَنْ اَلْکَرِیْمِ ۙ ۱۹/۶

۱۲ تا ۹/۹۶

۶/۹۵

فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔  
تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی لا اله الا الله نہیں جانتا اور نہ جاننے والے کو جاننے کا حکم  
دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے! جسے ابھی توحید پر یقین نہیں  
کئے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنی بھائی مسلمانوں کے گناہوں کی معافی مانگ۔ تتمہ آیت  
میں اس عموم کو واضح کر دیا کہ :  
والله يعلم متقلبكم و مثولكم

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔  
اگر فاعلہ میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے، اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں  
کرتا تو فاعلہ میں تاویل کیسے کر سکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال  
زائل۔

(۱۰) دونوں آیت کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انسا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل  
اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب، نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم  
ضیفک اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے، نہ  
یہ خبر ہے کہ خواہی نخواستہ کوئی مہمان آئے گا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔  
(۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے

خاص نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ :

وعصى آدم ربه

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔

حالانکہ خود فرماتا ہے :

ففسى وله نجد له عزما

آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

لیکن سہونہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ۔ خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ تعلیم فرمائی:  
مٰرَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنًا لِّعِبَادِنَا اَوْ اَخْطَاۤءًا۔

اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم جھولیں یا چوکیں۔

(۱۲) جتنا قُرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ ہے

جن کے رتبے ہیں، سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ کو ارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور حنا صوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزیرانہ ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لئے وارد ہوا،

حَسَنَاتُ الْاِبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقْرَبِينَ

نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔

وہاں ترکِ اولے کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔

(۱۳) آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ

طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملا بست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی

سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی نسبت کریں گے یہی کرایہ دار کی طرف۔

یونہی جو عاریتہ لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی لے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کا تمھارا کھیت کے جزیبہ ہوا

یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریتہ، اور اضافت موجود۔ یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے

کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں شے عطا ہوا تھا، تو ذنبک سے مراد اہلبیت کی لغزشیں ہیں، اور اُس کے

بعد وللمؤمنین وللمؤمنات تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہلبیت کرام اور مسلمان

مردوں عورتوں کے لئے۔ اب آریہ کے اُس جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعمیم

بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

۱۔ القرآن الکریم ۲/۲۸۶

۲۔ باب التاویل (تفسیر الخازن)

ارشاد اعلیٰ سلیم

تحت لایۃ ۴/۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۶/م

دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۷/۸

رب اغفر لی ولوالدی وللمن دخل بیتی مؤمنًا وللمؤمنین والمؤمنات  
اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا  
اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

(۱۴) اسی وجہ پر آیت کریمہ سورۃ فتح میں لام لکے تعلیل کا ہے اور ما تقدّم من ذنوب  
تمہارے اگلوں کے گناہ یعنی سیدنا عبد اللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منہا۔ سب اہل  
تک تمام آباؤ کرام و اقہات طہات باستنار انبیاء کرام مثل آدم و شیث و نوح و خلیل و اسمعیل  
علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مآ تا آخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت و امت  
تو حاصل آیت کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے  
تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ واللہ رب العالمین۔

(۱۵) ما تقدّم و ما تأخر سے قبل و بعد نزول وخی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا  
آیت میں قطعاً محتمل۔ اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع، واللہ الحمد و صلی اللہ  
تعالیٰ علی شفیع المذنبین و بارک و سلم الی یوم الدین و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۹۵ تا ۴۰۱)

(۴۵) زید کہتا ہے کہ چونکہ عالم الغیب بالواسطہ یا بالعطا کہنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی آپ کو  
کُل علم غیب ہے۔ اس کے رد میں فرمایا،  
مگر وہاں یہ اپنی بے حیاتی سے باز نہیں آتے۔ علم غیب عطا ہونا اور لفظ ”عالم الغیب“ کا  
اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ ”یعلم الغیب“  
وارد ہے کما فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للہدای علی القاری (جیسا کہ ملا علی قاری  
کی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ ت) بلکہ خود حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے،

کان رجلاً یعلم علم الغیب  
وہ مرد کامل ہیں جو علم غیب جانتے ہیں۔ (ت)

مگر ہماری تحقیق میں لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشف میں ہے،

المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیہ ابتداء العلم اللطیف الخبیر ولہذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب

اس سے مراد پوشیدہ شے ہے جس تک ابتداءً (بالذات) سوائے باری کی جاننے والے یا خبیر (اللہ تعالیٰ) کے کسی کے علم کی رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علی الاطلاق یوں کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں۔ (ت)

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ماکان و مایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عز وجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہیں نہ ہو سکتا ہے، مگر محمد عز وجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عز وجل و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی۔ امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں :

کم من معتقد لا یطلق القول به خشية ایہام غیر ممالا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق

بہت سے معتقدات ہیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ہوتا ہے جس کا اعتقاد جائز نہیں، لہذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں (ت) یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطار کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشف میں فرماتے ہیں :

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالیٰ لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تناقضاً واما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالیٰ الغیب او اطلعه

علیہ فلا محذور فیہ لے

علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے۔ لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگادی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔ (ت)  
زید کا قول کذب صریح و جہل قبیح ہے، کذب تو ظاہر کہ بے ممانعت شرعی اپنی طرف سے عدم جواز کا حکم لگا کر شریعت و شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور رب العزت جل و علا پر اقرار کر رہا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ، ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ہذا حلال و ہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذاب ان الذین یفترون علی اللہ الکذاب لا یفلحون ۵ متاع قليل ولہم عذاب الیم ۶

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت)

اور جہل فاضح یہ کہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالیٰ ہونے پر بالواسطہ و بالعطا کہنے کے عدم جواز کو متفرع کر رہا ہے شاید اس کے نزدیک علم غیب بالواسطہ و بالعطا خاصہ باری تعالیٰ ہے یعنی دوسرے کے دیئے سے علم غیب خاص اللہ کو ہوتا ہے اس کے غیر کو علم غیب بالذات بلا واسطہ ہے ایسا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کفر اشد کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۰۴ تا ۴۰۶)

(۴۶) اثبات علم غیب کے بارے میں رسالہ ”خالص الاعتقاد“ میں فرمایا،

امروم ؛ بندوں کو علم غیب عطا ہونے کی سندیں اور آیات نفی کی مراد۔

انہیں عبارات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ علم غیب کا خاصہ حضرت عزت ہونا بیشک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عز وجل فرماتا ہے،

لے حاشیہ سید الشریف علی الکشاف تحت آیہ ۲/۳ انتشارات آفتاب تہران ۱۲۸/۱

۲ القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶، ۱۱۷

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ -۱

تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔

اور اس سے مراد وہی علم ذاتی و علم محیط ہے کہ وہی باری عز و جل کے لئے ثابت اور اس سے مخصوص ہیں علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو، علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع بعض سے ناواقف ہو، اللہ عز و جل کے لئے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔ اور اللہ عز و جل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عز و جل فرماتا ہے :

(۱) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ یجتبیٰ من مرسلہ من یشاء -۲

اللہ اس لئے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے

چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

(۲) اور فرماتا ہے :

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارضیٰ من رسول -۳

اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مستط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۳) اور فرماتا ہے :

وما ہو علی الغیب بضنین -۴

یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

(۴) اور فرماتا ہے :

ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک -۵

اے نبی ! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔

(۵) حتیٰ کہ مسلمانوں کو فرماتا ہے :

یؤمنون بالغیب - غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

۱۴۹/۳ القرآن الکریم

۲۴/۸۱ " ۴

۳/۲ " ۵

۶۵/۲۴ القرآن الکریم

۲۴/۲۶ " ۵

۱۰۲/۱۲ " ۵

ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لاتا کیونکہ ممکن۔ لا ہرم تفسیر کبیر میں ہے :

(۶) لا یمتنع ان تقول نعلم من الغیب ما لنا علیہ دلیل

یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لئے دلیل ہے۔

(۷) نسیم الریاض میں ہے :

لم یكلفنا الله الايمان بالغیب الا وقت صفتح لنا باب غیبه۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا جھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول

دیا ہے۔

فقیر نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کہا تھا یہ ائمہ علماء جو اپنے لئے مان رہے

ہیں معلوم نہیں کہ مخالفین ان پر کون سا حکم جڑیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۳۸، ۴۳۹)

(۴۷) رسالہ ”خالص الاعتقاد“ میں مزید فرمایا :

(۱۸ و ۱۹) تفسیر معالم و تفسیر خازن میں زیر قولہ تعالیٰ ”وما هو علی الغیب بضین“ ہے :

يقول انه صلى الله تعالى عليه وسلم ياتيه علم الغیب فلا يخل به عليك

بل يعلمك۔

یعنی اللہ عز وجل فرماتا ہے : ”میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں

بتانے میں نخل نہیں فرماتے ہیں بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔

(۲۰) تفسیر بیضاوی زیر قولہ تعالیٰ ”وعلمنه من لدنا علما“ ہے :

۱۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت لایۃ ۲/۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۷/۲

۲۔ نسیم الریاض فصل من ذلك اطلع علیہ من الغیوب مرکز المہسنت برکات رضا گجرات ہند ۱۵۱/۳

۳۔ القرآن الکریم ۲۴/۸

۴۔ معالم التنزیل تحت لایۃ ۲۴/۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲۲/۲

باب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) ” ” ” ۳۹۹/۲

۵۔ القرآن الکریم ۶۵/۱۸



ای مہیاختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وهو علم الغیوب ہے

یعنی اللہ عز وجل فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے معلوم نہیں ہوتا وہ علم غیب ہم نے خضر کو عطا فرمایا ہے۔

(۲۱) تفسیر ابن جریر میں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

روایت ہے :

قال انك لن تستطيع معي صبرا، وكان سر جلا يعلم علم الغيب  
قد علم ذلك <sup>عليه</sup>

حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ میرے ساتھ نہ ٹھہریں گے۔  
خضر علم غیب جانتے تھے انھیں علم غیب دیا گیا تھا۔

(۲۲) اُسی میں ہے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا خضر علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے کہا :

لم تحط من علم الغيب بها علم<sup>٣</sup>

جو علم غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اسے محیط نہیں۔

(۲۳) امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں :

النبوة التي هي الاطلاع على الغيب.

نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جانتا۔

(۲۴) اُسی میں نبی ﷺ کے اسم مبارک نبی کے بیان میں فرمایا:

النبوة مأخوذة من النبأ وهو الخبى اى ان الله تعالى اطلعه

علیٰ غیبہ ۵۵

۱۵ انوار التنزيل (تفسير الميزان) تحت الآية ۶۵/۱۸ دار الفکر بیروت ۵۱۰/۳

٤٢ جامع البيان (تفسير الطبري) = ١٨/٦٤ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٥/٣٢٣

// // // // // //

٢٤ المواهب اللدنية المقصد الثاني الفصل الاول المكتب الاسلامي بيروت ٢/٢٤

24/20/2 " " " " " " " " 90

حضور کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے غیب کا علم دیا۔  
(۲۵) اُسی میں ہے :

قد اشتهروا وانتشروا صلى الله تعالى عليه وسلم بين اصحابه بالاطلاع  
على الغيوب

بیشک صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے۔  
(۲۶) اُسی کی شرح زر قافی میں ہے :

اصحابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانر مون باطلاعه علی الغیب<sup>۵</sup>۔  
 صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔  
 (۲۷) علی قاری شرح بُردہ شریف میں فرماتے ہیں،

علمه صلى الله تعالى عليه وسلم حاول فنون العلم (الى ان قال) ومنها علمه  
بالامور الخبيّة ۞

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اقسامِ علم کو حاوی ہے غیبیوں کا علم بھی حضور کی شانوں سے ایک شاخ ہے۔

(۲۸) تفسیر امام طبری میں اور تفسیر درمنثور میں بروایت ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم وغیرہ ائمہ محدثین سیدنا امام مجاہد تلمیذ خاص حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے :

انه قال في قوله تعالى "ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب" قال  
 رجل من المتفقيين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوأدى كذا وكذا في يوم كذا كذا او ما يدريه  
 بالغيب<sup>١٤</sup>

له المواهب اللدنية المقصد الثامن الفصل الثالث المكتب الاسلامي بيروت ٥٥٢/٣

٢ شرح الزرقاني على المواهب اللدنية " دار المعرفة بيروت ٢٠٠/٤

سۛ الزبدة العدة شرح البردة تحت شعرو واقفون ليدع عندهم الخ جميعت علماء سکنندريه خير ايد سنده ص ۵

۴۵ جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت لایۃ ۹/۴۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۱۹۶

الدر المنثور بحواله ابن ابى شيبه وغيره " " " " " " " " ٢١٠/م

انہوں نے فرمایا: اللہ کے قول ”ولئن سألتہم الخ“ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں دن فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔ (ت)

یعنی کسی کا ناقہ گم ہو گیا ہمارا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ”وہ فلاں جنگل میں ہے“ ایک منافق بولا: ”محمد غیب کیا جانیں“ اسی پر اللہ عز وجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ ان سے فرما دیجئے کہ ”اللہ اور اس کے رسول اور اس کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۰ تا ۴۳)

(۴۸) رسالہ مذکورہ (خالص الاعتقاد) میں فرمایا،

(۳۲) تفسیر کبیر میں ہے،

قوله ولا اعلم الغیب يدل على اعترافه بانہ غیر عالم بكل المعلومات یہ یعنی آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تم فرما دو میں غیب نہیں جانتا، اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلومات الہیہ کو حاوی نہیں۔

(۳۳ و ۳۴) امام قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

(هذه المعجزة) فی اطلاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الغیب (المعلومة علی القطع) بحیث لا یمکن انکارھا والتروء فیہا لاحد من العقلاء (لکثرة مرواتها واتفاق معانیہا علی الاطلاع علی الغیب) و هذا الدلیل فی الآیات الدالة علی انه لا یعلم الغیب الا اللہ وقوله ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان النفعی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعلام اللہ تعالیٰ له فامر متحقق بقوله تعالیٰ فلا یظهر علی غیبہ الا من امرتضی من رسولہ

رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردید کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سبب بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے، اور یہ ان آیتوں کے منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کلمہ کا حکم ہو کہ میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت خیر جمع کر لیتا اس لئے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملتا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔ (ت)

۱۔ مبغیات الغیب

۲۔ نسیم الریاض شرح الشفا۔ للقاضی عیاض ومن ذلک اطلع علیہ من الغیب مرکز اہلسنت بکراضام/۱۵

(۳۵) تفسیر نیشاپوری میں ہے : ۴۴۵

لَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْغَيْبَ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ -  
آیت کے یہ معنی ہیں کہ علم غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

(۳۶) تفسیر امّودج جلیل میں ہے :

معناه لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ بِدَلِيلٍ إِلَّا اللَّهُ أَوْ بِدَلِيلٍ تَعْلِيمٍ إِلَّا اللَّهُ أَوْ جَمِيعِ الْغَيْبِ إِلَّا اللَّهُ -  
آیت کے یہ معنی ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

(۳۷) جامع الفصولین میں ہے :

يَجَابُ بِأَنَّهُ يُمْكِنُ التَّوْفِيقُ بَأَنَّ الْمُنْفَى هُوَ الْعِلْمُ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَا الْعِلْمُ بِالْاِعْلَامِ  
أَوِ الْمُنْفَى هُوَ الْمَجْزُومُ بِهِ لَا الْمُظْنُونُ وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُهُ تَعَالَى أَتَجْعَلُ فِيهَا  
مَنْ يَفْسُدُ فِيهَا الْآيَةُ لِأَنَّهُ غَيْبٌ أَخْبَرَ بِهِ الْمَلَائِكَةُ ظَنًّا مِنْهُمْ أَوْ بِاِعْلَامِ الْحَقِّ  
فَيُلْبِغِي أَنْ يَكْفُرَ لَوَادْعَاهُ مُسْتَقِلًّا لَأَوْ أَخْبَرَ بِهِ بِاِعْلَامٍ فِي نَوْمِهِ أَوْ يَقْطَعُهُ بِنُوعٍ  
مَنْ الْكُشْفِ إِذْ لَا مَنَافَاةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْآيَةِ لِمَا مَرَّ مِنَ التَّوْفِيقِ -

(یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقات کی کتابوں میں بہت  
غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا ، اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیقی یوں ہو سکتی  
ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذاتِ خود علم غیب مانا جائے ، خدا کے بتائے سے  
علم غیب کی نفی نہ کی ، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی ، اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے  
عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خوریزی کریں گے ۔ ملائکہ غیب  
کی خبر بولے مگر ظنًّا یا خدا کے بتائے سے ۔ تو تکفیر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب  
ملنے کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہِ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے ، ایسا علم غیب  
آیت کے کچھ منافی نہیں ۔

۱۱۰/۴ مصطفیٰ البانی مصر ۵۰/۶ تحت آیت ۵۰/۶ (تفسیر النیشاپوری)

۵۲

۳۰۲/۲ اسلام بکس خانہ کراچی

۳۷ جامع الفصولین الفصل الثامن الثلاثون

(۳۸ و ۳۹) رد المحتار میں امام صاحب ہدایہ کی مختارات التوازل سے ہے :

لو ادعی علم الغیب بنفسه یکفر لہ  
اگر بذات خود علم غیب حاصل کر لینے کا دعویٰ کرے تو کافر ہے۔  
(۴۰ تا ۴۴) اسی میں ہے :

قال فی التتار خانیة وفي الحجة ذكر فی الملتقط انه لا يكفر لان الاشياء تعرض  
على روح النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وات الرسل يعرفون بعض الغيب  
قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارى قضى من رسول الله قلت  
بل ذكروا في كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض المغيبات  
وسموا على المعتزلة المستدلين بهذه الايات على نفيها۔

تانا زخانیہ میں ہے کہ فتاویٰ حجریں سے ملتقط میں فرمایا کہ ”جس نے اللہ و رسول کو گواہ کر کے  
نکاح کیا کافر نہ ہوگا کہ اشیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور  
بیشک رسولوں کو بعض علم غیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ”غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب  
پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہلسنت نے  
کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو  
اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ  
آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(۴۵) تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں ہے :

لم ينف الا الدراية من قبل نفسه وما نفى الدراية من جهة الوحي  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے  
جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(۴۶ و ۴۷) تفسیر جمل شرح جلالین و تفسیر خازن میں ہے :

- |       |   |
|-------|---|
| ۲۹۴/۳ | ۱۔ رد المحتار کتاب الجہاد باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت  |
| ۲۷۶/۲ | ۲۔ رد المحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحدثات " " " " " "          |
| ۸/۲۶  | ۳۔ غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت آیت ۹/۴۶ مصطفیٰ الباب فی مصر |

المعنى لا اعلم الغيب الا ان يطلعنى الله تعالى عليه ۛ  
آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا، اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے  
نہیں جانتا۔

(۴۸) تفسیر البیضاوی میں ہے :

لا اعلم الغيب مالم يوح الي ولم ينصب عليه دليل ۛ  
آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک کوئی وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذات خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔  
(۴۹) تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے :

وعنده مفاتيح الغيب وجه اختصاصها به تعالى انه لا يعلمها كما هي ابتداء  
الآهوية

یہ جو آیت میں فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اُس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا  
اس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداءً بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

(۵۰) تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے :

(قل لا اقول لكم) لم يقل ليس عندى خزائن الله ليعلم ان خزائن الله  
وهي العلم بحقائق الاشياء وما هياتها عند صلي الله تعالى عليه وسلم باستجابة  
دعائه صلى الله تعالى عليه وسلم في قوله ارنا الاشياء كما هي ولكنه يكلم الناس على  
قدر عقولهم (ولا اعلم الغيب) اى لا اقول لكم هذا مع انه قال صلى الله تعالى  
عليه وسلم علمت ما كان وما سيكون ۛ مختصراً۔

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، یعنی  
یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے پاس ہیں،  
تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں

۱۵۸/۳	دار الفکر بیروت	۵۰/۶	۱۵۸/۲	۲۸۰/۲	۱۵۸/۳
۴۱۰/۲	دار صادر بیروت	۵۸/۶	۵۰/۶	۵۸/۶	۵۰/۶
۴۳/۲	مصطفیٰ البابی مصر	۵۰/۶	۵۰/۶	۵۰/۶	۵۰/۶
۱۱۲/۷					

ہے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں، اور وہ خروانے کیا ہیں، تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم۔ حضور نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا: میں غیب نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے۔ ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں: مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے انتہے۔

الحمد للہ اس آیت کریمہ کی کہ ”فرما دو میں غیب نہیں جانتا“ ایک تفسیر وہ تھی جو تفسیر کبیر سے گزری کہ احاطہ جمیع غیوب کی نفی ہے نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔  
دوسری وہ تھی جو بہت کتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے نہ یہ کہ بتائے سے بھی مجھے علم غیب نہیں۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ سب سے لطیف ترین تفسیری تفسیر ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علم غیب ہے اس لئے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ہو ورنہ واقع میں مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا ہے۔  
والحمد للہ رب العلمین۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۶۶ تا ۲۵۰)

(۴۹) مزید فرمایا:

(۷۵) تفسیر کبیر میں زیر آیت کریمہ و کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض  
(اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ ت) فرمایا:  
الاطلاع على آثار حكمة الله تعالى في كل واحد من مخلوقات هذا العالم بحسب اجناسها وانواعها واصنافها واشخاصها واحوالها مما لا يحصل الا للاكابر من الانبياء عليهم الصلوة والسلام ولهذه المعنى كان رسولنا صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في دعائه اللهم امرنا الاشياء كما هي

اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور جرموں ہر ہر مخلوق میں حکمت الہیہ کے آثار پر انھیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اسی لئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الہی! ہم کو تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھا دے۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۶۰)

۱۵ القرآن الکریم ۶/۷۵

۱۶ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳/۳۷

(۵۰) مزید فرمایا :

(۷۶) یہی مضمون شریف تفسیر نیشاپوری میں بایں عبارت ہے :

الاطلاع علی تفاصیل آثار حکمة اللہ تعالیٰ فی کل واحد من مخلوقات هذه  
العوالم بحسب اجناسها وانواعها واصنافها واشخاصها وعوارضها ولواحقها کما  
هی لا تحصل الا لاکابر الانبیاء ولهذا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی  
دعائه امرنی الاشیاء کما هی۔<sup>۱</sup>

ان عالموں کی مخلوقات میں سے ہر ایک کے تمام آثار حکمت الہیہ پر ان کی جنسوں ، نوعوں ،  
قسموں اور فردوں نیز عوارض ولواحق حقیقیہ پر مطلع ہونا اکابر انبیاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں  
ہوتا، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا میں عرض کیا کہ مجھے اشیا کی حقیقتیں جیسی  
وہ ہیں دکھا۔ (ت)

اس میں آثار حکمة اللہ کے ساتھ تفصیل زائد ہے اور هذا العالم کی جگہ  
هذه العوالم ہے کہ نظر تفصیلی پر زیادہ دلالت کرتا ہے، اور اجناس وانواع واصناف و  
اشخاص کے ساتھ عوارض ولواحق بھی مذکور ہے کہ احاطہ جملہ جواہر و اعراض میں تصریح تر ہو اگرچہ  
اجناس عالم میں عوارض بھی داخل تھے پھر ان کے ساتھ کما ہی کا لفظ اور زیادہ ہے کہ صحت علم  
غیر مشوب بالخطا والوہم (غلطی اور وہم کی آلاش سے پاک۔ ت) کی تاکید ہو فجزاہم اللہ  
تعالیٰ خیر جزاء امین۔

(۷۷) نیشاپوری میں زیر آیت کریمہ ”وَجَنَّا بَكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا“ (اور اے محبوب !  
تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ ت) فرمایا :

لا تروحه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاہد علی جمیع الاسرار و  
القلوب والنفوس لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ روحی<sup>۲</sup>  
یہ جو رب عز وجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ”ہم تمہیں ان



سب پر گواہ بنا کر لائیں گے“ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح انور تمام جہان میں ہر ایک کی روح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے (کوئی روح کوئی دل، کوئی نفس اُن کی نظرِ کریم سے اوجھل نہیں، جب تو سب پر گواہ بنا کر لائے جائیں گے کہ شاہد کو مشاہدہ ضرور ہے) اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روحِ کریم کو پیدا کیا (تو عالم میں جو کچھ ہوا حضور کے سامنے ہی ہوا)۔

(۷۸) حافظ الحدیث سیدی احمد سلجاسی قدس سرہ اپنے شیخِ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز ابن مسعود دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتابِ مستطابِ ابریز میں روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے آیہ کریمہ ”وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا“ (اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ ت) کے متعلق فرمایا:

المراد بالاسماء الاسماء العالیة لا الاسماء النازلہ فان کل مخلوق له اسمٌ عال واسم نازل، فالاسم النازل هو الذی یشعر بالمستی فی الجملة والاسم العالی هو الذی یشعر باصل المستی ومن اتی شیء هو وبفائدة المستی ولا ی شیء یصلح الفاس من سائر ما یستعمل فیہ وکیفیة صنعة الحداد له فیعلم من مجرد سماع لفظة هذه العلوم والمعارف المتعلقة بالفاس وهکذا کل مخلوق، والمراد بقوله تعالیٰ ”الاسماء کلها“ الاسماء التي یطیقها آدم ویحتاج اليها سائر البشر اولهم بها تعلق وهي من کل مخلوق تحت العرش الى ما تحت الارض فی ذلك الجنة والنار والسبوت السبع وما فیہن وما بینهن وما بین السماء والارض وما فی الارض من البراری والقفار والادویة والبحار والاشجار فکل مخلوق فی ذلك ناطق او جامد الا وادم یعرف من اسمه تلك الامور الثلاثة اصله وفائدته وکیفیة ترتیبہ ووضع شکله فیعلم من اسم الجنة من ایت خلقت ولا یتی شیء خلقت وترتیب مراتبها وجميع ما فیها من الحور وعدد من یسکنها بعد البعث ویعلم من

لفظ النار مثل ذلك ويعلم من لفظ السماء مثل ذلك ولائى شئ كانت الاولى فى محلها  
والثانية وهكذا فى كل سماء ويعلم من لفظ الملكة من ائى شئ خلقوا ولائى  
شئ خلقوا وكيفية خلقهم وترتيب مراتبهم وبائى شئ استحق هذا الملك هذا  
المقام واستحق غيره مقامًا آخر وهكذا فى كل ملك فى العرش الى ما تحت  
العرش، فهذه علوم آدم واولاده من الانبياء عليهم الصلوة والسلام والاولياء  
الكليل رضى الله تعالى عنهم اجمعين، وانما خص آدم بالذكر لانه اول من علم  
هذه العلوم ومن علمها من اولاده فانما علمها بعده وليس المراد انه لا يعلمها  
الا آدم وانما خصصناها بما يحتاج اليه وذريته وبما يطيقونه لئلا يلزم من عدم  
التخصص الاحاطة بمعلومات الله تعالى وانما قال "تنزلت" اشارة الى الفرق بين  
علم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بهذه العلوم وبين علم آدم وغيره من الانبياء  
عليهم الصلوة والسلام بها فانهم اذا توجهوا اليها يحصل لهم شبه مقام عن مشاهدة الحق  
سبحانه وتعالى واذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالى حصل لهم شبه  
النوم عن هذه العلوم، وبنينا صلى الله تعالى عليه وسلم لقوته لا يشغله هذا  
عن هذا فهو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالى حصلت له المشاهدة التامة و  
حصل له مع ذلك مشاهدة هذه العلوم وغيرها مما لا يطلق واذا توجه نحو  
هذه العلوم حصلت له مع حصول هذه المشاهدة فى الحق سبحانه وتعالى فلا  
تحجبه مشاهدة الحق عن مشاهدة الخلق ولا مشاهدة الخلق عن مشاهدة الحق  
سبحانه وتعالى -

اس کلام نورانی و اعلام ربانی ایمان افروز، کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دونوں  
ہیں علوی و سفلی۔ سفلی نام تو صرف مسمیٰ سے صرف ایک گونہ آگاہی دیتا ہے۔ اور علوی نام سُننے  
ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مسمیٰ کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکہ پیدا ہوا اور کا ہے سے بنا  
اور کس لئے بنا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے  
انھوں نے حسبِ طاقت و حاجت بشری تمام اشیاء جان لیں، اور یہ زیرِ عرش سے زیرِ فرش

تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت و دوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق و غیر ناطق ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہو گیا کہ عرش سے فرش تک ہر شے کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے اس شکل پر ہے، جنت کا نام سننے ہی اُنھوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لئے بنی اور اس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اس میں جائیں گے۔ اسی طرح نار (دوزخ)، یوں ہی آسمان، اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔ اسی طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے اُنھوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیونکہ بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہو اور دوسرا دوسرے کا۔ اسی طرح عرش سے زیر زمین تک ہر فرشتے کا حال۔ اور یہ تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولی کامل کو عطا ہوئے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ آدم کا نام خاص اس لئے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے بقدر طاقت و حاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اس لئے رکھا کہ جملہ معلومات الہیہ کا احاطہ نہ لازم آئے اور ان علوم میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ فرق ہے کہ اور جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدہ حضرت عزت جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی ہے اور جب مشاہدہ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیند سی آجاتی ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا، وہ عین مشاہدہ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان کے سوا اور علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدہ حق فرماتے ہیں اور ان کو نہ مشاہدہ حق مشاہدہ خلق سے پردہ ہونہ مشاہدہ خلق مشاہدہ حق سے۔ پاکی و بلندی اُسے جس نے اُن کو یہ علوم اور یہ قوتیں بخشیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۶۱ تا ۲۶۵)

(۵۱) رسالہ "خالص الاعتقاد" میں مزید فرمایا :

(۱۰۲) امام رازی تفسیر کبیر میں ردِ معتزلہ کے لئے حقیقتِ کراماتِ اولیاء پر دلائل قائم

کرنے میں فرماتے ہیں :

الحجة السادسة لا شك ان المتولى للافعال هو الروح لا البدن ولهذا ترى ان كل من كان اكثر علماً باحوال عالم الغيب كان اقوى قلباً ولهذا قال على كرم الله تعالى وجهه والله ما قلعت باب خبير بقوة جسدانية ولكن بقوة ربانية وكذلك العبد اذا واطب على الطاعات بلغ الى المقام الذى يقول الله تعالى كنت له سماعاً وبصراً فاذا صار نور جلال الله تعالى سماعاً سمع القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بصراً له رأى القريب والبعيد واذا صار ذلك النور يداله قدر على التصرف فى الصعب والسهل والبعيد والقريب.   
يعنى اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے۔ و  
لہذا مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے خیر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ کھڑا بلکہ ربانی طاقت سے۔ اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آٹکھ ہو جاتا ہوں تو جب اجلال الہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب سُنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب دیکھتا ہے، اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۰، ۴۱)

(۵۲) رسالہ ”خالص الاعتقاد“ میں مزید فرمایا:

(۱۱۵) تفسیر کبیر زیر آیہ کریمہ ”عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً الا

من ارتضى من رسول“ فرمایا:

ای وقت وقوع القیمة من الغیب الذی لا یظہرہ اللہ لاحد فان قيل فاذا حملتم ذلك على القیمة فكيف قال ”الا من ارتضى من رسول“ مع انه لا یظہر هذا الغیب لاحد قلنا بل یظہرہ عند قرب القیمة (مذخراً)۔

۱۰ مفاتیح الغیب (تفسیر الکبیر) تحت الآیة ۱۸/۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۱/۴۴

۱۱ القرآن الکریم ۴۲/۲۶ و ۲۷

۱۲ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیة ۴۲/۲۶ المطبعة البیة المصریة مصر ۳۰/۱۶۸

یعنی قیامت کے واقع ہونے کا وقت اس غیب میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اگر کہا جائے کہ جب تم نے آیت کو علم قیامت پر محمول کیا تو کیسے اللہ نے فرمایا اَلَا مَن ارْتَضٰی مَن رَّسُولٍ، باوجودیکہ یہ غیب اللہ کسی پر ظاہر نہیں کرے گا، ہم جواب دیں گے کہ قیامت کے قریب ظاہر کرے گا ملخصاً (ت)

اس نفیس تفسیر نے صاف معنی آیت یہ بٹھرائے کہ اللہ عالم الغیب ہے وہ وقت قیامت کا علم کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۱۱۶) علامہ سعد الدین نقاشی شریح مقاصد میں فرقہ باطلہ معتزلہ حذلم اللہ تعالیٰ کے کلمات اولیاء سے انکار اور ان کے شبہات فاسدہ کے ذکر و ابطال میں فرماتے ہیں،

الخامس وهو في الاخبار عن المغيبات قوله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احد الا من ارضى من رسول خص الرسل من بين المرءضين بالاطلاع على الغيب فلا يطلع غيرهم وان كانوا اولياء مرتضين، الجواب ان الغيب ههنا ليس للعموم بل مطلق او معين هو وقت وقوع القيمة بقرينة السياق و لا يبعد ان يطلع عليه بعض الرسل من الملئكة او البشر فيصح الاستثناء به

یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علم غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے ”غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو“ جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ ائمہ اہلسنت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علوم غیب کی نفی ہو سکے بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوع قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی، نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے، اس پر اگر شبہہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثنا فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ

نہیں جانتے، اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کا بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو اُن کو بھی نہیں بتایا جاتا، اس کا جواب یہ فرمایا کہ (ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عز و جل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(۱۱۷) امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں،

لا یعلم متى تقوم الساعة الا الله الامن امر تضي من رسول فانه يطلعه علم من

يشاء من غيبه والولى التابع له ياخذ عنه

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوائے اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

یہاں اس خاص غیب کے علم میں بھی اولیاء کے لئے راہ رکھی، مگر یوں کہ اصالۃ انبیاء کو ہے اور ان کو ان سے ملتا ہے، اور حق یہی ہے کہ آیہ کریمہ غیر رسل سے علم غیب میں اصالۃ کی نفوذ فرماتی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۷ تا ۴۷۶)

(۵۳) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم ماکان و مایکون ہونے کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ ”انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی“ میں فرمایا،

بیشک حضرت عزت عزت عظمت نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی اولیوں آخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا، ملکوت السموات الارض کا شاہد بنایا، روز اول سے روز آخر تک سب ماکان و مایکون انہیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالاً بلکہ صغیر و کبیر، ہر رطب و یابس، جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیروں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، اللہ الحمد کثیراً۔ بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وصحبہ اجمعین و کرم، بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے، ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بچی و بچے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک و مولیٰ جل و علا الحمد للہ

العلیٰ الاعلیٰ ۔

کُتبِ حدیث و تصانیفِ علمائے قدیم و حدیث میں اس کے دلائل کا بسط شافی اور بیان وافی ہے اور اگر کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاہِ عدل و حکمِ فصل ہے۔

## آیاتِ قرآنی

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

ونزلنا علیک الکتبَ تبیاناً لکلّ شیءٍ وهدی ورحمةً ولبشری للمسلمینؑ  
اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت و بشارت ۔

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

ماکان حدیثاً یفتویٰ و لکن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کلّ شیءٍ لّہ  
قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جُدا جُدا بیان ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

ما فرطنا فی الکتب من شیءٍ لّہ

ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہیں رکھی ۔

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ۔ ت) جب فرقانِ مجید

میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا، روشن، اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل، اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں، تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تا بالضرورت یہ بیانات محیط، اس کے مکتوب بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔

قال الله تعالى (الله تعالى نے فرمایا۔ ت) :

وكل صغير وكبير مستطير

ہر چھوٹی بڑی چیز مستطیر ہوئی ہے۔

وقال الله تعالى (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

وكل شيء احصيناه في امام مبين

اور ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے۔

وقال الله تعالى (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

ولا حجة في ظلمات الامراض ولا سطل ولا يابس الا في كتب مبين

کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن

کتاب میں لکھا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ چیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کُل تو ایسا عام ہے کہ

کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے اور لخصوص ہمیشہ

ظاہر پر محمول رہیں گی۔ بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے امان

اٹھ جائے، نہ احادیث ایحاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کی ہوں، عموم قرآن کی تخصیص کر سکیں بلکہ اس کے

حضور مضحکہ ہو جائیں گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت

سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نص صحیح قطعی سے

روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل

نے تمام موجودات جملہ ماکان وما یکون الی یوم القیمة جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور

شرق وغرب وسماء وارض وعرش وعرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا واللہ الحجة

الساطعة، اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے بتیاناً لکل شئی (ہر چیز کا روشن بیان۔ ت) ہونے

نے دیا، اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے، نہ ہر آیت یا سورت کا۔ تو نزول جمیع قرآن شریف

سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہوا کہ نقص علیک (ان کا قصہ

۱۲/۳۶ القرآن الحکیم

۱۵ القرآن الحکیم ۵۳/۵۴

۸۹/۱۶ " ۵۴

۵۳ " ۵۹/۶

۵۵ " ۴۸/۴۰



ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا۔ ت) یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لا تعلمہم (آپ ان کو نہیں جانتے۔ ت) ہرگز ان آیات کے منافی اور علم مصطفویٰ کا نافی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۸۶ تا ۴۸۸)

(۵۴) حدیث ”واللہ لا ادری ما یفعل بنی ولا بکم“ سے وہابیہ کے غلط استدلال کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے، سلیم الحواس کو سند لانی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم و احادیث صحیحہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا نسخ موجود کہ جب آیت کریمہ: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ) نازل ہوتی تو صحابہ نے عرض کی:

هنيأ لك يا رسول الله لقد بين الله لك ما ذا يفعل بك فما ذا يفعل بنا۔

یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم اللہ عز و جل نے یہ توصف بیان فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا، اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

اس پر یہ آیت اتری:

ليدخل المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتها الانهار خالدين فیہا ویکفر عنهم سبائهم وكان ذلک عند اللہ فوزاً عظیماً۔

تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹا دے ان سے ان کے گناہ، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۹۰، ۴۹۱)

۱۔ القرآن الکریم ۱۰/۹  
۲۔ القرآن الکریم ۲/۴۸  
۳۔ صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/۶۰ و سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۴۴ ۵/۱۷۶  
و دلائل النبوة ۴/۱۵۸ و معالم التنزیل تحت الآیة ۲/۴۸ ۴/۱۷۰  
و جامع البیان تحت الآیة ۲/۴۸ ۲۶/۸۲  
۴۔ القرآن الکریم ۴/۵

(۵۵) اپنے خاتمے کا حال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہ مانتے والوں کے بارے میں فرمایا :

یوں ہی اس کا قول بدتر از بول کہ اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہ تھا " صریح کلمہ کفر و خسار اور بیشمار آیات قرآنیہ و احادیث متواترہ کا انکار ہے۔ آیہ کریمہ لیغفر لک اللہ مع حدیث صحیحین بخاری و مسلم کہ محمد اللہ ان مردودوں کی خاص صفائشکنی کے لئے ہی اتری اور مری و مدون ہوئی اور گزری، بعض آؤ سنئے۔ قال اللہ تعالیٰ :  
وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۖ

اے نبی ! بیشک آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۖ

بیشک نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وقال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

يَوْمَ لَا يَخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهُ نُوْرًا هُمْ يَسْعٰوْنَ

ایدیہم و بایمانہم ۖ

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے صحابہ کو، ان کا نور ان کے آگے اور دہنے

جولان کرے گا۔

وقال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۖ

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں تعریف کے مکان میں بھیجے گا جہاں اولین و آخرین سب تمہاری

حمد کریں گے۔

۵۵ دوڑے گا ۱۲

۵۲ القرآن الکریم ۵/۹۳

۱ القرآن الکریم ۲/۹۳

۳ " ۸/۶۶

۴ " ۴۹/۱۷

وقال الله تعالى (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

تَبَارَكَ الَّذِي اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خِيَرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنَّتٍ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا  
الْاَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قَصُوْرًا ۝

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنی مشیت سے تمہارے لئے اس خزانہ و باغ سے (جس کی طلب یہ کافر کر رہے ہیں) بہتر چیزیں کر دیں۔ جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں اور وہ ٹھہیں بہشت بریں کے اونچے اونچے محل بخشے گا۔

على قراءة الرفع قراءة ابن كثير وابن عامر وسراوية ابى بكر عن عاصم، الى غير ذلك من الايات .

یجعل کو مرفوع پڑھنے کی تقدیر پر جو کہ ابن کثیر اور ابن عامر کی قراۃ ہے اور ابو بکر کی عاصم سے ایک روایت ہے، اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۵۰۴ ، ۵۰۵)

(۵۸) مزید فرمایا :

وہ شخص جو شیطان کے علم بلعون کو علم اقدس حضور پر نور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد کہے اس کا جواب اس کفرستان ہند میں کیا ہو سکتا ہے ان شاء اللہ القہار (اگر بہت قہر فرمانے والے خدا نے چاہا۔ ت) روز جزا وہ ناپاک ناہنجار اپنے کیفر کفری گفتار کو پیچھے گا، و سيعلم الذين ظلموا اى متقلب ينقلبون (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کون سی کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحتاً محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگانا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔

والذين يؤذون رسول الله لهم عذابٌ اليم  
اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

۱۰/۲۵	الفتح	۱۰
۲۲۴/۲۶	"	۲۶
۶۱/۹	"	۶۱

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاعَدَ لَهُمْ  
عَذَابًا مَّهِينًا ۝

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے دنیا  
اور آخرت میں، اور اُن کے لئے تیار کر رکھی ہے ذلت والی مار۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۵۰۷)

(۵۷) ثبوت شفاعت میں آیات قرآنیہ نقل کرتے ہوئے فرمایا،

## الآیات

آیت اولیٰ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود میں بھیجے۔

حدیث شریف میں ہے حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی:

مقام محمود کیا چیز ہے؟

فرمایا: هُوَ الشَّفَاعَةُ ۝ وہ شفاعت ہے۔

آیت ثانیہ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝

اور قریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے۔

دینی مسند الفردوس میں امیر المومنین مولے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی، جب یہ

آیت اُتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا لَا اَرْضٰی وَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتٍ فِی النَّارِ ۝

۵۲ القرآن الکریم ۱۷/۷۹

۱۷ القرآن الکریم ۳۳/۵۷

۵۳ جامع الترمذی ابواب التفسیر سورة بنی اسرائیل امین تھمینی دہلی ۱۴۲/۲

۵۴ القرآن الکریم ۹۳/۵

۵۵ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت لایۃ ۹۳/۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۹۱/۳۱

یعنی جب اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ۔

طبرانی معجم اوسط اور بزاز مسند میں جناب مولیٰ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع لامتی حتیٰ ینادیخی ربی قدا رضیت یا محمد ، فاقول ای رب قدر رضیت لی

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میرے! میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت):

وَاسْتَغْفِرْ لَذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے

کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشاؤ۔ اور شفاعت کا ہے کا نام ہے!

آیت رابعہ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت):

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہوں، پھر خدا سے استغفار کریں، اور رسول ان کی بخشش مانگے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

۱۔ المعجم الاوسط حدیث ۲۰۸۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۴۴

الترغیب والترہیب کتاب البعث فصل فی الشفاعۃ مصطفیٰ البانی مصر ۴/۴۶۶

الدر المنثور تحت الآیۃ ۵/۹۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۴۹۸

۲۔ القرآن الکریم ۴/۱۹

۳۔ ۴/۶۴

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ارشاد فرماتا ہے کہ گناہ کر کے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو اور اس سے درخواستِ شفاعت کرو، محبوب تمھاری شفاعت فرمائے گا تو ہم یقیناً تمھارے گناہ بخش دیں گے۔

**آیت خامسہ:** قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت) :

و اذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله لو اسرء وسهم

جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمھاری مغفرت مانگیں تو اپنے سر پھر لیتے ہیں۔

اس آیت میں منافقوں کا حال بد مال ارشاد ہوا کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے، پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۵۷۲ تا ۵۷۴)

(۵۸) میزان قیامت سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

وہ میزان یہاں کے ترازو کے خلاف ہے وہاں نیکیوں کا پلہ اگر بھاری ہوگا تو اوپر اٹھے گا اور بدی کا پلہ نیچے بیٹھے گا۔ قال اللہ عز وجل :

اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه

اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اس کو بلند کرتا ہے (ت)

جس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ نیکیوں کا پلہ نیچا ہوگا غلط ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۲۶)

(۵۹) ۹ سوالات پر مشتمل سوال آپ کی خدمت میں آیا جس کا سوال نمبر ۶، ۷ اور ۸ یہ ہیں۔

سبحن الذی الخ میں لفظ سبحان کی خصوصیت، رات کو معراج ہونے کی حکمت اور قصہ ادریسؑ خضر و عزیر کی تفصیل کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا :

(۶) حضرت عزت جل و علا اپنے محبوبوں کی مدح سے اپنی حمد فرمایا کرتا ہے، اس کی ابتداء

کہیں ہوا الذی سے ہوتی ہے، جیسے :

هو الذی بعث فی الامم رسلہم

۱۔ القرآن الکریم ۶۳/۵

۲۔ " ۳۵/۱۰

۳۔ " ۶۲/۲

وہی ہے جس نے اُن پڑھوں میں اُنھی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)  
 هو الذی ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق لہ  
 وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ (ت)  
 کہیں تبارک الذی سے :

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلیمن نذیراً  
 بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈرسانے  
 والا ہو۔ (ت)

کہیں حمد سے ، جیسے :  
 الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتب و لو یجعل لہ عوجاً  
 سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی  
 نہ رکھی۔ (ت)

کہیں تسبیح سے ابتداء فرمائی ہے کہ :  
 سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام  
 پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے۔ (ت)  
 اس میں ایک صریح نکتہ یہ ہے کہ جو بات نہایت عجیب ہوتی ہے اس پر تسبیح کی جاتی ہے ،  
 سبحن الذی کیسی عمدہ چیز ہے ، سبحن کیسی عجیب بات ہے ، جسم کے ساتھ آسمانوں پر تشریف  
 لے جانا ، کمرہ زمہریر طے فرمانا ، کمرہ نار طے فرمانا ، کوڑوں برس کی راہ کو چند ساعت میں طے فرمانا ،  
 تمام ملک و ملکوت کی سیر فرمانا ۔ یہ تو انتہائی عجیب آیات و بیانات ہیں ہی ، اتنی بات کہ کفار مکہ پر حجت قائم  
 فرمانے کے لئے ارشاد ہوئی کہ شب کو مکہ معظمہ میں آرام فرمائیں صبح بھی مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہوں ، اور  
 رات ہی رات بیت المقدس تشریف لے جائیں اور واپس تشریف لائیں ، کیا کم عجیب ہے !۔ اس لئے

لے الفترہ آن الکریم ۲۸/۴۸ و ۹/۶۱

۵۲ " ۱/۲۵

۵۳ " ۱/۱۸

۵۴ " ۱/۱۶

سبحن الذی ارشاد ہوا، کفار نے آسمان کہاں دیکھے، ان پر تشریف لے جانے کا اُن کے سامنے ذکر ایک ایسا دعویٰ ہوتا جس کی وہ جانچ نہ کر سکتے۔ بخلاف بیت المقدس جس میں ہر سال اُن کے دو پھرے ہوتے مرحلۃ الشتاء والصیف (سردی اور گرمی میں کوچ کرنا۔ ت) اور وہ خوب جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی وہاں تشریف نہ لے گئے تو اس معجزے کی خوب جانچ کر سکتے تھے اور ان پر حجت الہی پوری قائم ہو سکتی تھی، چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ ہی ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیت المقدس تشریف لے جانا اور شب ہی شب میں واپس آنا بیان فرمایا۔ ابوہریرہؓ اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ اب ایک صریح حجت معاذ اللہ ان کے غلط فرمانے کی مل گئی، ولہذا ملعون نے تکذیب ظاہر نہ کی بلکہ یہ عرض کی کہ آج ہی رات تشریف لے گئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: اور آج شب میں واپس آئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: اوروں کے سامنے بھی ایسا ہی فرما دیجئے گا؟ فرمایا: ہاں۔ اب اس نے قریش کو آواز دی اور وہ جمع ہوئے، اور حضور سے پھر اس ارشاد کا اعادہ چاہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعادہ فرما دیا۔ کافر بغلیں بجاتے صدیق اکبرؓ کے پاس حاضر ہوئے، یہ گمان تھا کہ ایسی ناممکن بات سن کر وہ بھی معاذ اللہ تصدیق سے پھر جائیں گے۔ صدیق سے عرض کی: آپ نے کچھ اور بھی سنا آپ کے یار فرماتے ہیں کہ میں آج کی رات بیت المقدس میں گیا اور شب ہی میں واپس ہوا۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا: کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ کہا: ہاں وہ یہ حرم میں تشریف فرما ہیں۔ صدیق نے فرمایا اگر انھوں نے فرمایا تو اللہ! حق فرمایا یہ تو مکہ سے بیت المقدس تک کا فاصلہ ہے میں تو اس پر اُن کی تصدیق کرتا ہوں کہ صبح شام آسمان کی خبر اُن کے پاس آتی ہے۔ پھر کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے نشان پوچھے، جانتے تھے کہ یہ تو کبھی تشریف لے گئے نہیں کیونکہ بتائیں گے۔ وہ جو کچھ پوچھتے گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے گئے۔ کافروں نے کہا: واللہ! نشان تو پورے صحیح ہیں۔ پھر اپنے ایک قافلہ کا حال پوچھا جو بیت المقدس کو گیا ہوا تھا کہ وہ بھی راستہ میں حضور کو ملا تھا اور کہاں ملا تھا اور کیا حالت تھی کب تک آئے گا؟ حضور نے ارشاد فرمایا: فلاں منزل میں ہم کو ملا تھا اور یہ کہ اتر کر ہم نے اس میں ایک پیالہ سے پانی پیا تھا اور اس میں ایک اونٹ بھاگا اور ایک شخص کا پاؤں ٹوٹ گیا اور قافلہ فلاں دن طلوع شمس کے وقت آئے گا۔

نور الدین



یہ مدت جو ارشاد ہوئی منزلوں کے حساب سے قافلہ کے لئے بھی کسی طرح کافی نہ تھی۔ جب وہ دن آیا کفار پہاڑ پر چڑھ گئے کہ کسی طرح آفتاب چمک آئے اور قافلہ نہ آئے تو ہم کہہ دیں کہ دیکھو معاذ اللہ وہ خبر غلط ہوئی۔ کچھ جانب مشرق طلوع آفتاب کو دیکھ رہے تھے کچھ جانب شام راہ قافلہ پر نظر رکھتے تھے ان میں سے ایک نے کہا: وہ آفتاب چمکا، کہ ان میں سے دوسرا بولا کہ وہ قافلہ آیا۔ یہ ہوتی ہے سچی نبوت جس کی خبر میں سرمؤ فرق آنا محال ہے۔

قادیانی سے زیادہ تو ان کفار مکہ ہی کی عقل تھی وہ جانتے تھے کہ ایک بات میں بھی کہیں فرق پڑ جائے تو دعویٰ نبوت معاذ اللہ غلط ہو جائے گا۔ مگر یہ جھوٹا نبی ہے کہ جھوٹ کے پھنکے اڑاتا ہے اور نہ وہ شرماتا ہے اور نہ اس کے ماننے والوں کو اس کا حس ہوتا ہے بلکہ در بکمال شوخ چشتی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے کہ ہاں ہاں اگلے چار سو انبیاء کی بھی پیشگوئیاں غلط ہوئیں اور وہ جھوٹے یعنی پنجاب کا جھوٹا کذاب نبی اگر دروغ گو نکلا کیا پرواہ ہے اس سے پہلے بھی چار سو نبی جھوٹے گزر چکے ہیں۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ جب نبوت اور جھوٹ جمع ہو سکتے ہیں تو انبیاء کی تصدیق شرط ایمان کیوں ہوتی ان کی تکذیب کفر کیوں ہوتی،

ولكن لعنة الله على الظالمين الذين يكذبون المرسلين۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان ظالموں پر جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (ت)

ان عظیم وقائع نے معراج مبارک کا جسمانی ہونا بھی آفتاب سے زیادہ واضح کر دیا اگر وہ کوئی روحانی سیر یا خواب تھا تو اس پر تعجب کیا۔ زید و عمرو خواب میں حرمین شریفین تک ہو آتے ہیں اور پھر صبح اپنے بستر پر ہیں۔ مرویہ کے لفظ سے استدلال کرنا اور الا فتنۃ للناس نہ دیکھنا صریح خطا ہے۔ مرویہ بمعنی رویت آتا ہے، اور فتنہ آزمائش بیداری ہی میں ہے نہ کہ خواب میں۔ ولہذا ارشاد ہوا:

سبحن الذی اسری بعبدہ

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو لے گیا۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) رات تجلی لطفی ہے اور دن تجلی قہری۔ اور معراج کمال لطف ہے جس سے باقی

متصور نہیں، لہذا تجلی لطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ معراج وصلِ محب و محبوب ہے اور وصال کے لئے عادتاً شب ہی النسب مانی جاتی ہے۔ معراج ایک معجزہ عظیم قاہرہ ظاہرہ تھا۔ اور سنتِ الہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزہ کو دیکھ کر جو قوم نہ ملے ہلاک کر دی جاتی ہے اُن پر عذاب عام بھیجا جاتا ہے جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہوا۔ معراج کو تشریف لے جانا اگر دن میں ہوتا تو یا سب ایمان لے آتے یا سب ہلاک کئے جاتے۔ ایمان تو کفار کے مقدر میں تھا نہیں تو یہ ہی شق رہی کہ اُن پر عذاب عام اُترتا، اور حضور بھیجے گئے سارے جہان کے لئے رحمت، جنہیں اُن کا رب فرماتا ہے:

وما كان الله ليعذب بهم وانت فيهم

اے رحمتِ عالم! جب تک تم ان میں تشریف فرما ہو اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں۔

لہذا شب ہی مناسب ہوئی۔

(۸) تصانیفِ علماء میں قصص الانبیاء دیکھئے اگر کوئی خاص بات دریافت کرنی ہو تو پوچھئے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ قرآن عظیم ہی میں مذکور ہے کہ اُن کی رُوح قبض فرمائی پھر تنویرِ بس بعد زندہ فرمایا، کھانا پانی جو ساتھ تھا وہ اس تنویرِ بس میں نہ بگڑا، اور سواری کے جانور کی ہڈیاں بھی نکل چکیں اُن کی نظر کے سامنے اس کی ہڈیاں اُبھاریں اُن پر گوشت چڑھایا اسے زندہ فرمایا۔

حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اُن عظیم

میں ہے۔

حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا سے مع جسم بہشتِ بریں میں اُٹھالیا،  
واذکری الکتب ادریس انہ کان صدیقاً نبیاً ورفعه مکناً علیاً۔

اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مقام

کی طرف اُٹھالیا۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۳۲ تا ۶۳۶)

۳۳/۸	العترة ان الکیم	۳۳
۲۵۹/۲	"	۲۵۹
۸۲ تا ۶۵/۱۸	"	۸۲ تا ۶۵
۵۷/۱۹	"	۵۷

(۶۰) کیا اولادِ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ہر فرد ناردوزخ سے بری ہے چاہے کوئی بھی مشرب رکھتا ہو؟ اس کے جواب میں فرمایا:

سید کوئی مشرب رکھتا ہو یہ لفظ بہت وسیع ہے آج کل بہت مشرب صریح کفر و ارتداد کے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی، چکڑ الوی، دیوبندی وغیرہم۔ جو مشرب کفر رکھتا ہو ہرگز سید نہیں،

انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح

وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں بیشک اس کے کام بہت نالائقی ہیں (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۳۹)

(۶۱) کیا کوئی مشرک داخل سلسلہ ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

لا الہ الا اللہ کوئی کافر خواہ مشرک یا موحد ہرگز نہ داخل سلسلہ ہو سکتا ہے نہ بے اسلام اس کی بیعت معتبر ہو سکتی ہے نہ قبل اسلام اس کی بیعت معتبر ہو اگرچہ بعد کو مسلمان ہو جائے کہ بیعت ہو یا کوئی عمل، سب کے لئے پہلی شرط اسلام ہے۔ قال تعالیٰ:

وقد منّا الح ما عملوا من عمل فجعلنہ ہباء منثوراً

اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزِ ن کی دُھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

جو اس کے کفر پر قائم رہتے ہوئے اُسے مجاز و ماذونِ بیعت و خلیفہ طریقت کرے اور جو اسے پیرِ رشد ہدایت سمجھے یہ خوب کافر ہو جائیں گے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۴۲)

(۶۲) مومن اور ولی میں نسبت سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

اگر ولایت عامہ مراد ہے تو تساوی اللہ ولی الذین امنوا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے۔ ت) اور خاصہ تو عمومِ خصوص مطلق ان اولیاءک الا المتقون (اس کے ولی تو

۱۔ القرآن الکریم ۱۱/۴۶

۵۲ " ۲۵/۲۳

۵۳ " ۲/۲۵۴

۵۴ " ۸/۳۴

پہنیز گاریں - ت) - (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۴۳)

(۶۳) کلمہ طیبہ کے قرآن مجید میں مذکور ہونے کے بارے میں فرمایا :  
قرآن مجید سورۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں لا الہ الا اللہ ہے اور اس کے  
متصل سورۃ فتح میں محمد رسول اللہ ہے

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۵۴)

(۶۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شافعِ محشر ہونے کا قرآن مجید سے ثبوت  
دیتے ہوئے فرمایا :

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے :

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔<sup>۳</sup>

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کر دے جہاں سب تمہاری حمد کریں - (ت)

مقام محمود مقام شفاعت کا نام ہے - سورۃ نسا پارہ ۵ رکوع ۶ میں ہے :

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا واللہ واستغفر لہم الرسول  
لوجدوا واللہ توابا رحیما۔

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے  
معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں - (ت)  
رسول کا گناہ نگاروں کے لئے استغفار کرنا شفاعت ہی ہے - بے علم آدمی کو کافروں سے  
بد مذہبوں سے الجھنا بحث کرنا سخت حرام ہے - انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا  
یہ حکم ہے :

ایاکہ وایاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔<sup>۵</sup>

۱۹/۴۷ القرآن الکریم

۲۹/۴۸ " "

۷۹/۱۷ " "

۶۴/۴ " "

۵۵ صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱/۱۰

اُن سے دُور رہو، انھیں اپنے سے دُور کر و کہیں تھیں گراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۴)

(۶۵) ایمان ابو طالب کے بارے میں رسالہ "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" میں فرمایا :

آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ متوافرہ متطافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دم واپس اسلام لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ ہم یہاں کلام کو سات فصل پر منقسم کریں۔

## فصل اوّل — آیاتِ قرآنیہ

آیت اولیٰ : قال اللہ تبارک وتعالیٰ (اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا - ت) ،  
 انک لا تمہدی من احببت ولكن اللہ یمہدی من یشاء وهو اعلم بالمرتدین۔  
 اے نبی ! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو یاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے  
 وہ خوب جانتا ہے جو راہ یانے والے ہیں۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔  
معالم التنزیل میں ہے:

نزلت فی اربع طالب یہ  
ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (ت)  
جلالین میں ہے :

نزل فی حرصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ایمان عمدہ ابی طالبؐ  
یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آپ کے چچا ابوطالب کے ایمان لانے  
کی حرص میں نازل ہوئی۔ (ت)

مدارک التنزیل میں ہے :

قال الزجاج اجمع المفسرون على انها نزلت في ابى طالب

زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی (ت) کشاف زمخشری و تفسیر کبیر میں ہے :

قال الزجاج اجمع المسلمون انها نزلت في ابى طالب

زجاج نے کہا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی (ت) امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں :

اجمع المفسرون على انها نزلت في ابى طالب وكذا نقل اجماعهم على هذا الزجاج وغيره

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی، اور جیسا کہ زجاج وغیرہ نے اس پر ان کا اجماع نقل کیا ہے۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے :

لقوله تعالى في حقه باتفاق المفسرين انك لا تهدي من اجبت

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے جو باتفاق مفسرین اُس (ابوطالب) کے بارے میں ہے، ”اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو۔“ (ت)

حدیث اول : صحیح حدیث میں اس آیت کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا، صاف انکار کیا اور کہا ”مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا۔“ اس پر رب العزت تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری یعنی اے حبیب! تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا

۱ مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) تحت لآیہ ۲۸/۵۶ دارالکتاب العربی بیروت ۲۴۰/۳

۲ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ” ” ” ” المطبعة البیتة مصر ۲/۲۵

تفسیر الکشاف ” ” ” ” دارالکتاب العربی بیروت ۴۲۲/۳

۳ شرح صحیح مسلم للإمام النووی کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۱/۱

۴ مرقاۃ المفاتیح کتاب الفتن باب صفة النار و احملها تحت حدیث ۵۶۶۸ مکتبة حبیبیہ کوئٹہ ۶۴۰/۹

منصب تبلیغ ادا کر چکے ہدایت دینا اور دل میں نورِ ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اور اُسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔  
صحیح مسلم شریف کتاب الایمان وجامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی :

قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعنه (تراد مسلم في اخرى عند الموت) قل لا اله الا الله اشهد لك بهايوم القيمة قال لولان تعيرني قریش يقولون انما حملته على ذلك الجوع لاقررت بهاعينيك فانزل الله عزوجل انك لا تهدي من احببت ولكنت الله يهدي من يشاء۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا (مسلم نے دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بوقت موت فرمایا) لا اله الا الله کہہ دو میں تیرے لئے قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا۔ اس نے جواب دیا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش مجھے عار دلائیں کہ موت کی شدت کے باعث مسلمان ہو گیا ہے تو میں آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی کہ: "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھتے ہو، ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔" (ت)

معالم و مدارک و بیضاوی و ارشاد لعقل السليم و خازن و فتوحات الیہ و غیرہ تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

آیت ثانیہ : قال جل جلالہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا۔ ت) :

ماکان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولی قربى من بعد ما تبیت لهم انهم اصحاب الجحیم۔

روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانے والے ہیں۔

۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحة الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴/۱۰  
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورة القصص امین پنی دہلی ۱۵۰/۲  
۲۔ القرآن الکریم ۱۱۳/۹

یہ آیت کرمہ بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر امام نسفی میں ہے :

ہم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یستغفر لابی طالب فنزل ماکان للنبیؐ  
رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ابوطالب کے لئے استغفار کریں تو  
یہ آیت کرمہ نازل ہوئی کہ ”نبی کو یہ روا نہیں۔“ (ت)  
جلالین میں ہے :

نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعمہ ابی طالبؑ  
یہ آیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے چچ ابوطالب کے لئے استغفار  
کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

قال الواحدی سمعت ابا عثمان الحیری سمعت ابا الحسن بن مقسم  
سمعت ابا اسحاق الزجاج یقول فی هذه الآية اجمع المفسرون انها نزلت فی  
ابی طالبؑ

یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابواسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع  
ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اتری۔

اقول لھذا اثرہ لھنا والمعروف من الزجاج قوله هذا فی الآية الاولى کما  
سمعت والہذا کما لھنا فی المعالم وغیرھا ان الآية مختلف فی سبب نزولھا  
فلیراجع تفسیر الواحدی فلعلہ اراد اتفاق اکثرین ولم یلق للخلاف بالافکونہ  
خلاف ما ثبت فی الصحیح۔

میں کہتا ہوں یہاں تو اسے ایسا ہی منقول ہے حالانکہ زجاج کا یہ قول پہلی آیت کے بارے میں  
معروف ہے جیسا کہ تو سن چکا ہے۔ اور معالم وغیرہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ آیت کے سبب

- |       |                          |               |                               |
|-------|--------------------------|---------------|-------------------------------|
| ۱۴۸/۲ | دار الکتاب العربی بیروت  | تحت آیت ۱۱۳/۹ | ۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) |
| ۱۶۷   | اصح المطالع دہلی         | تحت آیت ۱۱۳/۹ | ۲۔ تفسیر جلالین               |
| ۲۶۲/۸ | دار الکتاب العلمیہ بیروت | تحت حدیث ۱۳۶۰ | ۳۔ عمدۃ القاری کتاب الجنائز   |





اور لفظ محمد کے میں انھوں نے کہا ہم کو حدیث بیان کی محمود نے، پھر اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے اور انھوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کہ ابو طالب جب قریب الموت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ وہاں موجود تھے، آپ نے فرمایا: اے چچا! کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھ لو میں اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھارے لئے جھگڑا کروں گا ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا عبد المطلب کے دین سے اعراض کر لو گے؟ وہ دونوں مسلسل ابو طالب سے یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخری بات انھیں کہی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب کے دین پر قائم ہوں (امام بخاری نے جنازہ اور سورہ قصص کی تفسیر میں یہ اضافہ کیا جیسا کہ امام مسلم نے کتاب الایمان میں کیا ہے کہ ابو طالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا) تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کر دیا جائے میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ”روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جائیں گے“ اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”لے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے تم دوست رکھو“ (ت)

اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابو طالب نے وقت مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کر دیا اور ابو جہل لعین کے اغوا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عز و جل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لئے استغفار کروں گا۔ مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابو طالب کے لئے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں و وزخیوں کے لئے استغفار جائز نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ، اما تزییف الزمخشری نزول الایۃ فیہ بات موت ابی طالب کا قبل الهجرة و هذا اخر ما نزل بالمدينة اه فمردود بما فی ارشاد السامی عن الطیبی عن التقریب انه یجوز ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یستغفر لابن طالب الیٰ حیث نزولہا والتشدید مع

ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ رہا ز محشری کا ابوطالب کے بارے میں اس آیت کے نزول کو اس بنیاد پر ضعیف قرار دینا کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے پہلے ہوئی جبکہ یہ آیت کریمہ آخری مرحلہ پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ تو وہ مردود ہے اُس دلیل کی وجہ سے جو ارشاد الساری میں طیبی سے بحوالہ تقریب مذکور ہے کہ ہو سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کے نزول تک استغفار کرتے رہے ہوں۔ کافروں کے ساتھ شدت پسندی تو اس سورۃ میں ظاہر ہوئی ہے اہ امام قسطلانی نے فرمایا کہ فتوح الغیب میں ہے کہ یہی حق ہے اور اس کے ابوطالب کے بارے میں نزول والی روایت ہی صحیح ہے اہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یونہی ز محشری کا رد کیا ہے اور علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی میں تقریب کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا کہ بعد والے تمام شارحین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ حدیث میں وارد راوی کے قول فنزلت کے منافی نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نزول آیت تک ابوطالب کے لئے استغفار میں استمرار فرمایا اس لئے کہ فار سببیت کے لئے ہے نہ کہ تعقیب کے لئے اہ۔ (د)

اقول والدليل على الاستمرار واستدامة الاستغفار قول سيد الابرار  
صلى الله تعالى عليه وسلم لا تستغفرون لك ما لم انه عنه فهوذا مقام الحزم  
دون التجويز والاستظهار ، علا ان الامام الجليل الجلال السيوطي في كتاب

۱۵۸/۲ دارالکتب العربیہ بیروت

٥٢  
٥٣  
عناية القاضي حاشية الشهاب على تفسير البضاوي تحت الآية ١١٣/٩

صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰/۱



آیت ثالثہ : قال عز مجده (اللہ عز مجده نے فرمایا۔ ت) :

وهم ينهون عنه وينأون عنه وان يهلكون الا انفسهم وما يشعرون  
وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور  
دور رہتے ہیں اور اس کے باعث وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور انھیں شعور نہیں۔

یعنی جان بوجھ کر جو بے شعوروں کے سے کام کرے اُس سے بڑھ کر بے شعور کون !  
سلطان المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تلمیذ رشید سیدنا  
امام عظم کے استاد مجید امام عطاء بن ابی رباح و مقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں : یہ آیت ابوطالب  
کے باب میں اُتری۔

تفسیر امام بغوی محی السنہ میں ہے :

قال ابن عباس ومقاتل نزلت في ابی طالب كان ينهى الناس عن اذى النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویمنعہم ویثأی عن الایمان به ای یبعدہ  
ابن عباس ومقاتل نے فرمایا کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، وہ لوگوں کو  
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتا تھا اور انھیں منع کرتا تھا اور خود حضور  
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دور رہتا۔ (ت)  
انوار التنزیل میں ہے :

ينهون عن التعرض لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وينأون عنه  
فلا يؤمنون به کابی طالب یہ

وہ لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعاقب کرنے سے روکتے اور خود آپ  
دور رہتے، چنانچہ آپ پر ایمان نہیں لاتے جیسے ابوطالب۔ (ت)

حدیث سوم : فریابی اور عبد الرزاق اپنے مصنف اور سعید بن منصور سنن میں اور عبد بن حمید  
اور ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم و طبرانی و ابوالشیخ وابن مردویہ اور حاکم مستدرک میں

۱۔ القرآن الکریم ۶/۲۶

۲۔ معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت لایۃ ۶/۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۲  
۳۔ انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۲/۲۰۱





التكبر على القول من دون عمل وان كان القول خيرا في نفسه قال في معالم التنزيل قال المفسرون ان المؤمنين قالوا لو نعلم اى الاعمال احب الى الله عز وجل لعلنا نعملها ولبذلنا فيه اموالنا وانفسنا فانزل عز وجل "ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفاً فأبتلوا بذلك يوم احد فولوا مذبذبين" فانزل الله تعالى "لم تقولون ما لا تفعلون اه و به ينحل الوجهان لمن انصف لاجرم ان قال الخفاجي في العناية بعد نقله كلام الامام فيه نظر اه وبالجملۃ فعداء اعلم منا ومنكم باساليب القرآن ونظمه فضلا عن هذا الحبر العظيم الذي قد فاق اكثر الامۃ في علم القرآن وفهمه۔

میں کہتا ہوں اصل مذمت تو نائی یعنی دُور رہنے کی وجہ سے ہے جو نبی کے سبب سے شدید ہوگئی، کیونکہ علم کے بعد گناہ اس گناہ سے زیادہ شدید ہو جاتا ہے جو زمانہ جہالت میں کیا گیا ہو۔ چنانچہ نہی کا یہاں ذکر اس شدت و عظمت کے اظہار کے لئے جو اس سے ملتی گناہ اور بوجھ سے متعلق ہوتی ہے کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی حجت ہے تیرے حق میں اور تیرے خلاف کیا تو ابوطالب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں دیکھتا کہ "اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔" جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ابوطالب کی طرف سے تمام عمر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت، کفالت، نصرت اور محبت کے باوجود جو کہ معلوم ہے۔ اگر نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوتی تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے کیونکہ کمال معرفت کے باوجود انھوں نے ایمان سے انکار کیا، چنانچہ آیت مذکورہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرز پر ہے کہ "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔" ان کے نیکی کا حکم دینے اور کتاب پڑھنے کو مذمت کے سیاق میں ذکر کیا۔ مقصود تو ان کا اپنی جانوں کو بھلانا ہے اور ان دونوں باتوں کا ذکر بطور تمہید ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔" تو یہاں پر قول بلا عمل پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا اگرچہ فی نفسہ قول اچھا ہو۔ معالم التنزیل میں کہا کہ مفسرین نے فرمایا کہ مومنوں نے کہا: "اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کون سا ہے تو ہم اس کو ضرور کریں گے اور اس میں



اپنے مال و جان قربان کر دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پر باندھ کر“ پھر غزوہ اُحد میں انھیں اس میں مبتلا کر دیا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ہو۔“ اور اس سے منصف کے لئے دونوں وہیں کھل گئیں۔ علامہ خفاجی نے عنایہ میں امام کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا: ”اس میں نظر ہے اھ۔“ خلاصہ یہ کہ سطر قرآن مجید کے اسالیب و نظم کو ہم سے اور تم سے زیادہ جاننے والا ہے چہ جائیکہ یہ عظیم عالم متبحر جو قرآن مجید کے علم و فہم میں اکثر امت پر فوقیت رکھتا ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۶۱ تا ۶۷۳)

(۶۶) رسالہ مذکورہ ”شرح المطالب“ میں مزید فرمایا:

امام محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ او اخر صلوٰۃ اس مسئلہ کے بیان میں کہ کافر کے لئے دعائے مغفرت ناجائز ہے، آیت دوم تلاوت کر کے فرماتے ہیں:

ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول الایۃ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ابی طالب لا استغفرن لك ما لمانہ عندک

صحیحین میں ثابت ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب کے لئے دعائے مغفرت کی تھی (یعنی یہ کہا تھا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا، اس پر یہ آیت اُتری۔

امام محی السنہ بغوی معالم شریف اول رکوع سورۃ بقرۃ میں زیر قولہ تعالیٰ ان الذین کفروا سواء علیہم، پھر قاضی حسین بن دیار بکری مالکی کی کتاب التّحسین میں فرماتے ہیں:

کفر چار قسم ہے :  
کفر انکار و کفر حجود و کفر عناد و کفر نفاق۔

کفر انکار یہ کہ اللہ عز و جل کو نہ دل سے جانے اور نہ زبان سے مانے، جیسے ابلیس و یہود۔  
اور کفر نفاق یہ کہ زبان سے مانے مگر دل میں نہ جانے۔

وکفر العناد هو ان يعرف الله بقلبه ويعترف بلسانه ولا يدين به کفر ابی طالب

حيث يقول هـ

ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریة دینا  
لولا الملامة او حذار مسببة لوجدتني سمحا بهذا المبینا  
یعنی کفر عنادیہ کہ اللہ تعالیٰ کو دل سے بھی جانے اور زبان سے بھی کہے مگر تسلیم و گرویدگی سے باز  
رہے جیسے ابوطالب کا کفر کہ یہ شعر کہے :

”واللہ! میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین تمام جہان کے دین سے  
بہتر ہے، اگر ملامت یا طعن سے بچنا نہ ہوتا تو تو مجھے دیکھتا کہ میں کیسی اہل دلی کے  
ساتھ صاف صاف اس دین کو قبول کر لیتا۔“

امام ممدوح یہ چاروں قسمیں بیان کر کے فرماتے ہیں :

جميع هذه الاصناف سواء في ان من لقي الله تعالى بواحد منها لا يغفر له.  
یہ سب قسمیں اس حکم میں یکساں ہیں کہ جو ان میں سے کسی قسم کا کفر کے اللہ عز و جل سے ملے گا  
وہ کبھی اُسے نہ بخشے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۹۳ و ۶۹۴)

(۶۷) مزید فرمایا :

انوار التنزيل وارث العقل میں زیر آیت کریمہ ”انك لا تهدي من اجبت“ فرمایا :  
الجمهور على انها نزلت في ابی طالب۔

جمہور ائمہ کے نزدیک یہ آیت دربارہ ابوطالب اُتری۔

علامہ خفاجی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :

اشارة الى الرد على بعض الرافضة اذ ذهب الى اسلامه۔

یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رد کی طرف کہ وہ اسلام ابوطالب کے قائل ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۷۰۳، ۷۰۴)

۱ تاریخ النخیس وفاة ابی طالب مؤسسة شعبان بیروت ۳۰۱/۱

۲ معالم التنزيل (تفسیر البغوی) تحت الآیة ۶/۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۱/۱

۳ انوار التنزيل (تفسیر البیضاوی) ۵۶/۲۸ دار الفکر بیروت ۲۹۸/۴

۴ عنایة القاضی حاشیة الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیة ۵۶/۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۹/۴

(۶۸) رسالہ ”شرح المطالب“ میں ایمان ابی طالب سے متعلق شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:  
**شبہ اولیٰ - کفالت - اقول** (میں کہتا ہوں - ت) ہاں بالیقین مگر کفالت نبی  
 مستلزم اطاعت نبی نہیں، قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا - ت):  
 فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوا وحزنا الآية -  
 تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھروالوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو الایۃ (ت)  
 وقال اللہ تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا - ت):

قال الم نربك فينا وليدا ولبثت فينا من عمرك سنين  
 بولا کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس  
 گزارے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۷۰۵، ۷۰۶)

(۶۹) مزید فرمایا،

**شبہ ثالثہ - محبت - اقول** بیشک مگر طبعی تک جیسے چپ کو بھتیجے سے چاہئے  
 اور بھتیجے بھی کیسے کہ حقیقی بھائی نوجوان گزرے ہوئے کی اکلوتی نشانی، پھر اس پر جمال صورت و  
 کمال سیرت وہ کہ اپنے تو اپنے غیر دکھیں تو خدا ہو جائیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خاندان ہاشمی ایک  
 اسی چراغ محمود و شمع بے دود سے روشن تھا، خاندانی حمیت ہر عاقل کو ہوتی ہے خصوصاً عرب خصوصاً  
 قریش خصوصاً بنی ہاشم میں اس کا عظیم مادہ، ولہذا جب یہ آیہ کریمہ ”فاصدع بما توأمروا و اعرض  
 عن المشرکین“ (تو اعلانہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو - ت)  
 نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علانیہ دعوت اسلام شروع کی اشراف قریش  
 جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا تمام عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر  
 اچھی اٹھان والا لڑکا ہم سے لے لو اسے بجائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرورش کرو اور انھیں  
 ہم کو دے دو، اور اسی ارادہ فاسد پر عمارہ بن ولید کو لے کر گئے تھے کہ ابوطالب نے مانا تو اسے  
 انھیں دے دیں گے۔ ابوطالب نے کہا:

واللہ لبئس ما تسوموننی تعطوننی ابنکم اغذوه لکم واعطیکم ابخی

تقتلونه هذا والله ما لا يكون ابدًا حين تروح الابل فان حلت ناقة الى غير فصيلها  
دفعته اليكم ۛ

لخصناه حديث ابن اسحق ذكره بلا غا ومن حديث مقاتل ذكره في المواهب ۛ  
خدا کی قسم کیا بُری گاہکی میرے ساتھ کر رہے ہو، کیا تم اپنا بیٹا مجھے دو کہ میں تمہارے لئے اسے  
کھلاؤں پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ تم اُسے قتل کرو، خدا کی قسم یہ کبھی ہونی نہیں جب  
اُونٹ شام کو نکلتے ہیں تو اگر کوئی ناکہ اپنے بچے کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف میل کرتی ہو تو میں بھی تم سے  
اپنا بیٹا بدل لوں۔

(ہم نے اس کی حدیث ابن اسحق سے ملخص کیا جسے انھوں نے مفصل بیان کیا، اور حدیث مقاتل  
سے جس کو مواہب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت)

ابو طالب نے صاف بتا دیا کہ ان کی محبت وہی ہے جو انسان تو انسان حیوان کو بھی اپنے بچے سے  
ہوتی ہے، ایسی محبت ایمان نہیں، ایمان حُب شرعی ہے، ابو طالب میں اس کی شان نہیں، محبت  
شرعی و ایمانی ہوتی تو نار کو عار پر اختیار اور دم مرگ کلمہ طیبہ سے انکار اور ملت جاہلیت پر اصرار کیوں ہوتا۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۷۰۸، ۷۰۹)

(۷۰) مزید فرمایا،  
شہرہ رابعہ — نعت شریف — اقول یہ تو اور حجت الہیہ قائم ہونا ہے جب  
ایسا جانتے ہو پھر کہیں نہیں مانتے یہود عنود قبل طلوع شمس رسالت کیا کچھ نعت و مدحت نہ کرتے جب  
کوئی مشکل آتی مصیبت مٹنے دکھائی حضور سے توسل کرتے، جب دشمن کا مقابلہ ہوتا دُعا مانگتے،  
اللهم انصرنا عليهم بالنبي المبعوث في اخرا الزمان الذي نجد صفته  
في التوراة ۛ

الہی! ہمیں اُن پر مدد دے صدقہ آخر الزماں کا جس کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں۔  
پھر جان کر نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہوا یہ جو قرآن عظیم نے فرمایا،  
وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا

۱۔ السيرة النبوية لابن هشام مشق قریش الی ابی طالب ثالثة لبعارة ابن الوليد القسم الاول دار ابن کثیر ص ۲۶۷  
۲۔ المواہب اللدنیہ الجہر بالصلوة موقف قریش المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۳/۱  
۳۔ البحر المحیط تحت الآیة ۸۹/۲ دار الفکر بیروت ۳۰۳/۱

کفروا به فلعنه الله على الكافرين ۵

اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے، تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی لعنت ہو منکروں پر۔ (ت) اصحاب میں فرماتے ہیں :

اما شهادة ابي طالب بتصديق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فالجواب عنه و عما ورد من شعر ابي طالب في ذلك انه نظير ما حكي الله تعالى عنه عن كفار قريش "وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلماً وعلوا" فكان كفرهم عنادا و منشوءه من الانفة والكبر والى ذلك اشار ابو طالب بقوله لولا ان تعيرني قريش لـ

یعنی ابو طالب کے ان اشعار وغیرہ (جن میں تصدیق نبی کی شہادت ہے) کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی قبیل سے ہے جو قرآن عظیم نے کفار کا حال بیان فرمایا کہ براہ ظلم و تکبر منکر ہوتے اور دل میں خوب یقین رکھتے ہیں تو یہ کفر عناد ہوا اور اس کا منشاء تکبر اور اپنے نزدیک بڑی ناک والا ہونا ہے خود ابو طالب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو اسلام لے آتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۷۱۱، ۷۱۲)

(۷۱) ایمان ابی طالب کے بارے میں ایک شبہ کے ازالہ میں علماء کرام کے جوابات ذکر کرنے کے بعد فرمایا،

یہ اجوبہ علماء ہیں اور بحمد اللہ کافی و دافی و صافی ہیں، وانا اقول وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت)

سادسا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روایت اُنھیں احادیث صحیحین کی مثل سنداً و متناً ہر طرح اعلیٰ درجہ کی صحیح اور شہادت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بروجہ کمال مقبول و نیج، پھر بھی نہ مستدل کو نافع نہ کفر ابی طالب کی اصلاً دافع۔ آخر جب بحکم احادیث جلیلہ آیت قرآنیہ مشرک و ناری بتا رہی ہے تو یہ کسی کے مٹائے مٹائے نہیں، یہ دوسری حدیث کہ فرضاً اُسی پلہ کی صحیح و جلیل ہے صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابو طالب نے آخر وقت لا الہ الا اللہ کہا، یہ نہیں بتاتی کہ وہ وقت کیا تھا، آخر وقت دو ہیں

ایک وہ کہ ہنوز پروے باقی ہیں اور یہ وقت وقت قبول ایمان ہے، دوسرا وہ حقیقی آخر جب حالت غرغره ہو، پروے اٹھ جائیں جنت نما رپش نظر ہو جائیں یومنون بالغیب کا محل نہ ہے کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود و نامقبول ہے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے:

فلم یك ینفعهم ایمانہم لما راؤ باسنا سنۃ اللہ الّتی قد خلت فی عبادہ وخسر ہذا لک الکفرون علیہ

تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں ہیں (ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر، رواہ احمد والترمذی وحسنہ و ابن ماجہ والحاکم وابن جبان والبیہقی فی الشعب کلہم عن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اللہ تعالیٰ سبکات موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس کو روایت کیا احمد علی ترمذی نے، اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ نیز روایت کیا اس کو ابن ماجہ، حاکم، ابن جبان اور امام بیہقی نے شعب میں۔ ان تمام نے سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اب اگر وقت اول کہنا مانتے ہیں تو آیت قرآنیہ مع ان احادیث صحیحہ کے اس حدیث صحیح مفروض سے مناقض ہوگی اور کسی نہ کسی حدیث صحیح کو رد کئے بغیر چارہ نہ ملے گا، اور اگر وقت دوم پر مانتے ہیں تو آیت احادیث سب حق و صحیح ٹھہرتے ہیں اور تناقض و تعارض بے تکلف دفع ہوا جاتا ہے کلمہ پڑھا اور ضرور پڑھا مگر جب، اُس وقت جب کہ وقت نہ رہا تھا، لہذا حکم شرک و نارہر قرار دیا۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت)؛

لہ القرآن الکریم ۸۵/۴

جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ الخ امین کمپنی دہلی ۱۹۲/۲

مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱۳۲/۲

المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ باب ان اللہ لیغفر لعبده دار الفکر بیروت ۲۵۷/۴

حتیٰ اذا امر کہ الغرق قال امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنو اسرائیل  
وانا من المسلمین ؕ الثن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین ۝  
یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آیا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے  
جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو  
فسادی تھا۔ (ت)

صورتِ اولے ظاہر البطلان، لہذا شقِ اخیر ہی لازم الاذعان، اور فی الواقع اگر یہ روایت مطابق  
واقعہ تھی تو قطعاً یہی صورت واقع ہوئی اور وہ ضرور قرین قیاس بھی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم ان کے قریب مرگ ہی جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ اسی حالت میں کفارِ قریش سے وہ محاورات ہوئے  
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار باصرار دعوتِ اسلام فرمائی، کفار نے ملتِ کفر پر قائم رہنے  
میں جان لڑائی، آخر کچھلا جواب وہ دیا کہ ابوطالب ملتِ جاہلیت پر جاتا ہے، یہاں تک بات چیت  
کی طاقت تھی اب سینے پر دم آیا پردے اٹھے غیب سامنے آیا اُس نے جس پر عار کو اختیار کیا تھا  
اپنی مہیب صورت سے منہ دکھایا، لیس الخبیر کا المعاینۃ (خبر مشاہدہ کی مثل نہیں۔ ت)  
اب کھلا کہ یہ بلا جھیلنے کی نہیں، ڈوبتا ہوا سوار کھڑتا ہے، اب لا الہ الا اللہ قدر آئی، کہنا  
چاہا طاقت نہ پائی، آہستہ لبوں کو جنبش ہوئی مگر بے سود کہ وقت نکل چکا تھا۔

انا لله وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔  
ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت  
ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت ہے مگر بلندی و عظمت والے خدا کی توفیق سے۔ (ت)

تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سچے کہ کلمہ پڑھا، اور قرآن و حدیث تو قطعاً سچے ہیں  
کہ حکمِ کفر بدستور رہا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام  
جہانوں کا۔ ت)

سابعاً اس سے بھی درگزریے، یہ بھی مانا کہ حالتِ غرغره سے پہلے ہی پڑھا ہے

۱۔ القرآن الکریم ۱۰/۹۰

۳۔ مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۷۱

پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ظاہر ہی کی گواہی دیں گے، دل کے حال کا عالم خدا ہے، کیا اگر کوئی شخص روزانہ لاکھ بار کلمہ پڑھے اور اللہ عزوجل اُسے کا قربائے تو ہم اس کے کلمہ پڑھنے کو دیکھیں گے یا اپنے رب عزوجل کے ارشاد کو۔ ایمان زبان سے کلمہ خوانی کا نام نہیں، جب دلوں کا مالک اس کے کفر پر حاکم تو قطعاً ثابت کہ اس کے قلب میں اذعان و اسلام نہیں، آخر نہ سنا کہ جیئے جاگتے تندرستوں کے بڑی سے بڑی قسم کھا کر لشہد انک لہ رسول اللہ (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ت) کہنے پر کیا ارشاد ہوا:

واللہ یعلم انک لہ رسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکذابون بے

اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں (ت) غرض لاکھ جتن کیجئے آیت برات سے برات ملے یہ شرفی نہیں ہے ہمان آتش در کا سہ (وہی قسمت وہی نصیب۔ ت) کہ:

تبیت لہم انہم اصحاب الجحیم

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۴ تا ۳۷) کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔ (ت)

## فتاویٰ رضویہ جلد ۳

(۱) آیت کریمہ ”وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمى“ میں نفی و اثبات کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فاذا صحت الحقيقة غلبت واصبحت عند الصورة فصحة نفيه عن كاسبه وقصر اسناده على خالقه وذلك قوله تعالى ”فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى“، فابثت ونفى صورة ومعنى وما توفيقى الا بالله ما تشاؤون الا ان يشاء الله۔



توجب اسناد حقیقی صحیح ہو تو وہی غالب ہو جاتی ہے، اور اسناد صوری مغلوب مضحل ایسی  
 ۱۰۔ میں کا سب سے اس فعل کی نفی کر کے خالق کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے، جیسا کہ قرآن عظیم  
 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا“ — ”اور اے محبوب! آپ نے  
 ککری میں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔“ پس نفی از روئے صورت ہے اور اثبات از روئے حقیقت ہے۔  
 توفیقی الا باللہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۸۰)

۲) نعلین کی ایک تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:  
 اب سنئے اصطلاح قوم میں ”نعلین“ ”کونین“ کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ عروجل نے  
 اپنے بندے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:

فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طویٰ

اپنے دونوں جوتے اتار ڈالو کہ تم پاکیزہ جنگل طویٰ میں ہو۔

مفسر علام نظام الدین حسن بن محمد قمی غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بتفسیر  
 نیشاپوری میں اس آیت کریمہ کی تاویل یعنی بطور اہل اشارات و حقائق میں فرماتے ہیں:  
 اترك الالتفات الى الكونين انك واصل الى جناب القدس

یعنی نعلین سے ”دونوں جہان“ مراد ہیں انھیں اتار ڈالو یعنی ان کی طرف التفات نہ کرو کہ تم  
 بارگاہ اقدس میں پہنچ گئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۸۹، ۹۰)

۳) آپ سے پوچھا گیا کہ آیت کریمہ فبائی الاعداء بکلمات کذبین ۵ صدھامثن ۵ میں آیت  
 ”لا“ ہے، اس پر ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:  
 ہر آیت ”لا“ پر وقف جائز ہے، یوں بھی سنت سے ثابت ہے۔ قرار میں بھی دونوں طریقے ہیں  
 اور سب قرأتیں حق ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۹۳)

۴) سوال آیا کہ سورۃ ناس میں خناس ۵ الذی پڑھا جائے یا خناس ۵ الذی؟

۱۲/۲۰ لہ القرآن الکریم  
 ۱۲ غرائب القرآن

اس کے جواب میں فرمایا:

دونوں طرح جائز ہے، اور اصل وہی ہے کہ خناس کا سین الذی کے لام میں ملا کر پڑھیں اس میں الف گر جائے گا، اور بحالت وصل اس کے گرانے کا ہی حکم ہے اور ”س“ پر وقف کر کے ”الذی“ مع ”۱“ پڑھے جب بھی کچھ حرج نہیں، دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۹۲)

(۵) وقت ختم قرآن تراویح میں تین بار سورۃ اخلاص کا پڑھنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا: مستحسن ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

قراءة قل هو الله احد ثلاث مرات عقيب الختم يستحسنها بعض المشائخ  
لجبر نقصان دخل في قراءة البعض الا ان يكون ختم القرآن في الصلوة المكتوبة  
فلا يزيد على مرة واحدة۔

ختم قرآن کے بعد تین مرتبہ قل هو الله احد الخ پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے، تاکہ اس نقصان کا ازالہ ہو جائے جو بعض کے پڑھتے وقت پیدا ہوا ہے، مگر جب ختم قرآن فرض نماز کے اندر ہو تو صرف ایک ہی بار سورۃ اخلاص پڑھے زائد نہ پڑھے۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

والعمل بما عليه الاكثر۔

اس پر عمل کیا جائے جس پر اکثریت کا عمل ہو۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۹۲)

(۶) حافظ میر عبد الجلیل صاحب مارہروی نے رسم القرآن کے بارے میں آٹھ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا جس کا آپ نے تفصیلی جواب تحریر فرمادیا۔ سوال و جواب مندرجہ ذیل ہیں:

سوال (۱) الفاظ جمع مذکر سالم مانند خاسئین، قانتون، کرہین، خیر الفاتحین و امثالہا جن کو منشی اشرف علی نے اپنے مصحف میں محذوف الالف لکھا ہے اور اکثر جگہ حوالہ

شمعِ قرارت اور خلاصۃ الرسوم وغیرہ کا دیا ہے اور مولوی احمد علی سہارنپوری نے الفاظ موصوفہ کو باثبات الف اپنے مصحف میں لکھا ہے بلکہ ایسے الفاظ قلیل الذور کی ایک فہرست اپنے مصحف کے ابتداء میں لکھ دی ہے کہ وہ باثبات الف نہیں ان کی بابت آپ کا حکم کیا ہے؟  
(۲) لفظ ”کلام“ ملک العلام میں صرف چار جگہ ہے؛

ایک جگہ سورۃ بقرہ میں یسمعون کلمہ اللہ (وہ اللہ کا کلام سنتے ہیں۔ ت)  
دوم سورۃ اعراف میں؛

قال یا موصی ائی اصطفتک علی الناس برسالتی وبکلامیؑ

فرمایا اے موصی! میں نے تجھے لوگوں سے چُن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے (ت)

سوم سورۃ توبہ میں؛

فاجره حتی یسمع کلمہ اللہؑ

تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سُنے۔ (ت)

چہارم سورۃ الفتح میں ہے؛

یریدون ان یبدلوا کلمہ اللہؑ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔ (ت)

ان سب کو بعض مصاحف و کتب و رسم الخط میں باثبات الف لکھا ہے اور بعض میں

محذوف الالف اور بعض نے بعض کو مع الالف، اور بعض کو بغیر الف لکھا ہے۔ آپ کی ان

کے باب میں کیا رائے ہے؟

(۳) لفظ ”قیام“ دو مقام پر سورۃ نسا میں؛

أَوَّلًا؛

ولا تؤثروا السفهاء اموالکم التي جعل اللہ لکم قیامًاؑ

بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات

۱۴۴/۷ القرآن الکریم

۱۵/۴۸

۱۵ القرآن الکریم

۶/۹

۵/۴

کیا ہے۔ (ت)

دوم :

فاذکروا للہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم  
اللہ کی یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ (ت)

سوم سورة المائدہ میں :

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیلاً للناس

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔ (ت)

چہارم سورة فرقان میں :

والذین یبیتون لربہم سجداً و قیاماً

اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔ (ت)

پنجم سورة زمر میں :

ثم نفخ فیہ اخری فاذا هم قیام ینظرون

پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا تبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ (ت)

ششم سورة ذاریات میں :

فما استطاعوا من قیام وما کانوا منتصرین

تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔ (ت)

عام مصاحف میں یعنی مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری اور ان کے مقلدین نے سورة نساء

کے پہلے اور سورة مائدہ والے کو بدون الف لکھا ہے، اور باقی سب جگہ مع الف۔ اور یہی

رسالہ ”مرآۃ الغزوان“ سے ثابت ہے مگر مفتی اشرف علی نے صرف آخر کے تینوں کو باثبات

الف اور اول کے تینوں کو بدون الف لکھا ہے۔

(۴) للرجال نصیب مما ترک الولدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک

۱۰۳/۴ القرآن الکریم

۹۴/۵ " ۹۵

۱۰۳/۴ القرآن الکریم

۹۴/۵ " ۹۵

۹۵/۵۱ " ۹۵

الوالدان والاقربون ماقبل منه اوکثریہ

مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ، اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت ۔ (ت)  
اور :

لکل جعلنا موالی ما ترک الوالدان الآية۔

ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ ۔ (ت)  
یہ سب مصاحف مروجہ ہندی میں الف اول موجود اور ثانی مفقود ہے مگر مؤلف خلاصۃ الرسوم دونوں کا حذف فرماتے ہیں اور والدین یا دونوں سے سب جگہ مع الالف ہے ۔  
(۵) سورة نساء میں : لا تقربوا الصلوة وانتم سکران  
نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ ۔ (ت)  
اور سورة حج میں :

وتروی الناس سکران وما هم بسکران

اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے ۔ (ت)

تینوں کونشی اشرف علی اور مولوی ہادی علی صاحب نے اپنے مکتوب مصاحف میں محذوف الالف لکھا ہے ، اور عام مصاحف میں خاص سورة نساء میں بدون الف اور باقی دونوں کو مع الالف خلاصۃ الرسوم اور رسالہ نورِ سرمدی سے قول اول ثابت ہے مگر مرتع الغزلان میں لکھا ہے ، صر  
گیراز حج دو جہاں سکران یا د

یعنی محذوفات میں دو کا ذکر کیا تیسرے سے کچھ تعرض نہ کیا ۔

(۶) علامہ عمروالدانی ارشاد کرتے ہیں :

کذلك سوءاتکم وسیئ وسیئت وبریئون وھنیئ مریئ

وہرٹا و شہدہ

یعنی ان سب کا ہمزہ بدون مرکز ہے لیکن کل مصاحف ہندی میں سوا اتمک وغیرہ الف سے مرقوم ہے بالاتفاق کسی نے اس میں خلاف بھی بیان نہیں کیا۔

(۷) ومن خزی یومئذ سورہ ہود میں قرأت مفتوح المیم کو کتاب تیسیر میں نافع اور ابن عامر کے نام سے لکھا ہے، اور خلاصۃ الرسوم میں مرقوم ہے :

بکسر میم ست بقرات غیر سوسی

سوسی کے غیر کی قرأت میں میم کے کسر کے ساتھ ہے۔ (ت)

(۸) اعوذ باللہ کے باب میں روایت کتاب تحفہ نذریہ مولفہ قاری عبدالرحمن پانی پتی یہ ہے کہ :

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم مختار جمیع قرار است

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم تمام قرار کا مختار ہے (ت)

آگے بیان کرتے ہیں کہ :

اگر کسی لفظ دیگر در تعوذ گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازاں لفظ منع فرمودہ اگر کسی نے کوئی دوسرا لفظ تعوذ میں کہا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لفظ سے منع فرمایا۔ پھر لکھتے ہیں :

باوجود اس منع و تعلیم الفاظ دیگر ہم مروی شدہ اندہ پس تلفظ تعوذ باں الفاظ ہم جائز است اگرچہ مختار نیست، انتہی عبارتہ بقدر ضرورت۔

اس منع و تعلیم کے باوجود کچھ دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں، چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ بھی تعوذ جائز ہے اگرچہ مختار نہیں ہے۔ تحفہ نذریہ کی عبارت ختم ہوئی جس قدر ضرورت تھی۔ اس کے باب میں آپ کا کیا حکم ہے ؟

۱۔ تیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلمان

۲۔ القرآن الکریم ۶۶/۱۱

۳۔ خلاصۃ الرسوم

۴۔ و ۵۔ تحفہ نذریہ

۶۔ تحفہ نذریہ

## الجواب

(۱) یہ علم سمح ہے نہ قیاس۔ کلماتِ علمائے کرام سے دو ضابطے ملتے ہیں،

اول مطرودہ کہ ہر جمع مذکر سالم کثیر الدور مخدوف الالف ہے جبکہ اس الف پر مد نہ ہو۔

دوم اکثری یہ کہ الف پر مد ہو یعنی اس کے بعد ہمزہ یا حرف مشدّد آئے تو ثابت الالف ہے مگر ذوات الهمزہ میں حذف بھی بکثرت پایا گیا ہے۔ اور جمع مؤنث سالم تو مطلق مخدوف الالف و الالفین ہے اگرچہ قلیل الدور ہو اگرچہ الف ممدود ہو۔ مگر گفتی کے حروف جیسے سورۃ شوریٰ میں روضت الجنت، یونس میں آیاتنا بیتت، اسی میں مکر فی آیاتنا، حم سجدہ میں سلوت، فاطر میں علی بیتنا علی الخلاف الی غیر ذلک من حروف قلائل۔

امام عمرو دانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقنع میں فرماتے ہیں،

اتفقوا علی حذف الالف من جمع السالم الکثیر الدور من المذکر و المؤنث جمیعاً الصّبرین و الصّدّیقین و القنّتین و الشّیطین و الظّلمون و السّحرون و الطیبت و الخبیثت و المتصدّقت و الثیبت و الغرفت و ما کان مثله، فان جاء بعد الالف همزة او حرف مضعّف نحو السائلین و القائمین و الظانین و العادین و حافین و شبهہ اثبت الالف علیٰ انی تتبع مصاحف اهل المدينة و اهل العراق القديمة فوجدت فیہا مواضع كثيرة مما بعد الالف فیہ همزة قد حذف الالف منها و اکثر ما وجدته فی جمع المؤنث لثقله و الاثبات فی المذکر اکثر قال ابو عمر و ما اجتمع فیہ الفان من جمع المؤنث السالم فان الرسم فی اکثر المصاحف یحذفہما جمیعاً سواء کان بعد الالف حرف مضعّف او همزة نحو الحفّظت و الصّدّقت و التزّعت و الصّفقت و العدیت و الصّئمت و غیبت و سلّخت و شبهہ قد امنت النظر فی ذلک فی مصاحف اهل العراق اھلیة اذ عدمت النص فی ذلک فلم ارسھا مختلف فی حذف ذلک۔

وقال محمد بن عیسیٰ اصفہانی فی کتابہ ہجاء المصاحف قوم طاغون فی الدّاریت و الطور و فی روضات الجنت فی عسق مرسومة بالالف۔

وقال ابو عمر و کذا رأيتهما انا في مصاحف اهل العراق ورأيت في

بعضہا کراماً کاتبین بالالف فی بعضہا بغیر الف اھ مختصراً۔

تمام لوگوں نے جمع مذکور سال کثیر الدور سے الف کے حذف کرنے پر اتفاق کیا، جیسے صدیقین، صدیق، قنّین، شیطین، ظلمون، ساحرون، طیبّیت، خبیثت، متصدّق، ثبّیت، غرقّت اور جو اس کے مثل ہو۔ اور الف کے بعد ہمزہ یا حرف مشدّد آئے جیسے سائلین، قائمین، ظانین، عادیین، حافین اور اس کے مشابہ۔ مگر میں نے اہل مدینہ اور اہل عراق کے قدیم مصاحف کا تتبع کیا تو بہت سے مقامات پر جہاں الف کے بعد ہمزہ تھا وہاں سے بھی الف حذف کر دیا ہے اور ایسا اکثر جمع مونث میں اس کے ثقل کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور مذکور میں زیادہ طور پر الف کا اثبات ہے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں جہاں جمع مونث سالم میں دو الف جمع ہو جائیں وہاں عام طور سے دونوں الف کو حذف کر دیتے ہیں اس کے بعد ہمزہ اور حرف مشدّد ہو یا نہ ہو جیسے حَفَقْتُ، صَدَقْتُ، نَزَعْتُ، صَفَقْتُ، عَدَيْتُ، صُئِمْتُ، غِيلْتُ، سَلَحْتُ اور اس کے مثل۔ میں نے اہل عراق کے اصلی مصاحف میں غور سے دیکھا جہاں مجھے کوئی تصریح نہ ملی تو ہر جگہ انھیں کو محذوف پایا۔

محمد بن عیسیٰ اصفہانی اپنی کتاب ”بجاء المصاحف“ میں فرماتے ہیں کچھ ذاریات اور طور میں طائون کو اور عسقی میں سر وضات الجنت کو الف سے لکھتے ہیں۔

ابو عمرو فرماتے ہیں مصاحف اہل عراق میں میں نے کراماً کاتبین الف اور بغیر الف دونوں طرح تحریر پایا۔ انتہی مختصراً۔

اس کے سوا جمع مذکور سال قلیل الدور عید المہ کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ اور خاص خاص الفاظ میں اختلاف مصاحف ثابت۔ مقطع میں ہے،

فی بعضہا فارہین وفی بعضہا فرہین بغیر الف وکذا لک حاذرون وحذرون۔  
بعض مصاحف میں فارہین بہ الف اور بعض میں بغیر الف؟ اسی طرح حاذرون بھی دونوں طرح تحریر پایا گیا۔

اسی طرح دخان و طوس و مطففین فاکہین اور لیس کے فاکہون سب کو فرمایا کہ فی بعضہا بالف وفی بعضہا بغیر الف تو مطلقاً ایک حکم کلی اثبات خواہ حذف کا لگادینا



ہرگز صحیح نہیں، بلکہ ہر کلمہ میں رجوع بقتل پھر بحالت اتفاق اس کا اتباع لازم، اور بحالت اختلاف اکثر  
اشہر کی تقلید کی جائے۔ اور تساوی ہو تو حذف و اثبات میں اختیار ہے۔ اور احسن یہ کہ جہاں اختلاف  
قراءت بھی ہو جیسے فکھین اور فاکھین وہاں حذف معمول بہ رکھیں لیکن القراءات تین  
اور اگر نقل اصل نہ ملے تو ناحیہ رجوع بہ اصل ضرور، اور وہ اثبات ہے کہ اصل کتابت میں  
اتباع نجار ہے۔ علامہ علم الدین سخاوی شرح عقیدہ میں زیر قول مصنف قدس سرہ ع وبالذی  
غافر عن بعضہ الف فرماتے ہیں،

اصل ما جہل اصلہ ان یکتب بالالف علی ما ینطق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
جس کی اصل نہ معلوم ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ جس طرح بہ الف پڑھا جاتا ہے اسی طرح  
لکھا جائے۔

(۲) امام الاقاصی والادانی فی الرسم القرآنی ابو عمرو دانی فرماتے ہیں،

قال الغازی بن قیس العذاب والعقاب والحساب والبیان والغفار والجبار  
والساعة والنهار بالالف یعنی فی المصاحف وذلك علی اللفظ، قال ابو عمرو  
کذلک رسموا کل ما کان علی وزن فعال وفعال بفتح الفاء وکسرھا و  
علی وزن فاعل نحو ظالم وفعال نحو خوار وفعلان نحو بنیان وفعلان نحو  
رضوان وکذلک الیعاد والمیقات والمیزان وما اشبهہ مما الفہ تراشد البناء  
وکذلک ان كانت منقلبة من یاء او واو حیث وقعت آھ باختصار الامثلة۔

غازی بن قیس فرماتے ہیں کہ عذاب، عقاب، حساب، بیان، غفار، جبار، ساعة، نهار  
مصاحف میں الف کے ساتھ مرقوم ہے جیسا کہ لفظ ہے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں یونہی تحریر کیا ہر وہ  
لفظ جو فعال اور فعال کے وزن پر ہو یا فاعل کے وزن پر ہو جیسے ظالم، یا فعال کے وزن پر  
ہو جیسے خوار، اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے بنیان، اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے رضوان،  
اور ایسے ہی میعاد، میقات، میزان اور اس کے مشابہ الفاظ جس میں الف زائد بنا کر کے لئے  
ہو۔ ایسے ہی یار اور واو سے بدلا ہوا بھی جہاں کہیں ہو۔ مثالوں میں اختصار کر دیا ہے۔  
یہ مبارک کلام مفید عام کل سے ابتداء اور حیث وقعت پر انتہا ہو کر تاکیداً افادہ عموم لایا،

الح (شرح عقیدہ) الوسیلہ فی کشف العقیلہ

لہ المقنع فی رسم المصحف

اگرچہ حکم :

ما من عام الا وقد خص منه البعض حتى هذه القضية لنفسها بمثل قوله سبحانه "وهو بكل شيء عليم" کمالاً یخفی علی ذی عقل سلیم ۔

کوئی عام نہیں کہ اس سے بعض کی تخصیص نہ ہو خاص اس قضیہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے قول ہو بكل شيء عليم کی طرح، جیسا کہ عقل سلیم والے پر ظاہر ہے ۔

بعض مستثنیات رکھتا ہے جنہیں خود امام مدوح نے مقنع میں مواضع متفرقة پر افادہ فرمایا ہے مثل علم الغیب والبلغ وبلغا والضل وضل و من خلله وظلله وغیرھا (مثلاً علم الغیب اور بلغ اور بلغا اور الضل اور ضل اور من خلله اور ظلله وغیرھا)

ولہذا "مرتب الغزلان فی رسم خط القرآن" میں فرمایا :

ونون فعال وفاعل وفعلات - هُم فعال وفعال و هُم فعال  
نیز فعلان ومفعول وفعل - هُم فُعال ومفاعل وفعال هُم مضاعیل ومفعول  
ومفعول - بافعالی فواعل وفُعال - جملگی فعلھا ومصدرھا الف منقلب ز واو و زیاء ،  
ہمہ گی ثابت است در ہمہ جا ، جز حروفی کہ گشتہ مستثنیٰ است

فُعال اور فاعل اور فُعلان کا وزن - فُعال اور فُعال اور فُعلان کا وزن -  
فُعلان اور مفعول اور فُعال بھی - فُعال اور مفاعل اور افعال بھی - مضاعیل اور مفعول  
مفعول بھی - فُعالی فواعل - فُعال - اور افعال اور تمام مصادر، جن کا الف واو سے بدلا ہو  
یا یاء سے بدلا ہو، تمام مقامات میں ایسا الف باقی اور ثابت رہے گا، البتہ چند حروف اس  
قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں ۔

مگر شک نہیں کہ وہ ہمیں ایک ضابطہ نافع بتاتا ہے کہ مستثنیات کے سوا ایسے سب کلمے  
ثابتات الالف ہیں - تو جب تک بالخصوص نقلِ معتمد سے خلاف ثابت نہ ہو ثابت ہی رکھیں گے کہ  
وہی اصل اور وہی خود اصل رسم میں اصل - خلاصۃ الرسوم سے بکلمی اور یبند لواء کلام  
اللہ بالحدف مترشح ہے - اخیر کی وجہ ظاہر ہے کہ امام حمزہ و امام کاتی نے یہاں کلمہ

بروزن کینف پڑھا ہے مگر کلامی میں مثل دو باقی فقیر کے نزدیک اثبات ارجح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ کلمہ سات جگہ آیا ہے، سب سے پہلے سورۃ آل عمران میں :  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي يُذَكِّرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقَعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ  
لَشَانِيَاں میں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر  
لیٹے۔ (ت)

عام مصاحف میں یہاں بھی مع الالف ہے۔ صاحب خلاصۃ الرسوم علامہ عثمان طالقانی  
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف مائدہ کو ذکر کیا کہ :  
قِيمًا بحذف الف مرسوم است از جهت اشتغال بر هر دو قرارت یا بنام اختصار  
قِيمًا الف کے حذف کے ساتھ لایا گیا ہے دونوں قرارات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یا  
اختصار کے لئے۔ (ت)

اور حرف اول نسا کو اگرچہ لفظانہ بتایا بلکہ رسمًا بحذف لکھا جس سے ظاہر باقی پانچ میں اثبات ہے  
اور یہی قول مرتج ع قیسا و از ابتداء نساء و ع آخر مائدہ قیسا دال کا مفاد ہے اور اس کی وجہ  
واضح ہے کہ امام تافع اور امام اجل ابن عامر نے حرف نسا رجعل اللہ لکم قیسا اور ابن عامر  
نے حرف مائدہ قیسا للناس کو بے الف پڑھا فی التیسیر، باقی سب میں اثبات الف ہے باتفاق  
قراء سبعہ والرسم يتبع اللفظ لاسيما وهو في حال كما مر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) مصحف کریم میں والد، والدين، والديه، والديك، والدتي، والدة،  
والدتي، والدتك سب بالف بعد واو مرسوم ہیں۔ اور یہی مقتضائے قاعدہ فاعل ہے  
حتیٰ کہ والدات با آنکہ جمع مؤنث سالم ہے، حذف الف میں مختلف فیہ ہے۔ والدان

۱۔ القرآن الکریم ۳/ ۱۹۰ و ۱۹۱

۲۔ خلاصۃ الرسوم

۳۔ مرتج الغزلان فی رسم خط القرآن

۴۔ القرآن الکریم ۴/ ۵

۵۔ ۵/ ۹۷

میں حذف الف تشنیہ تو حسب قاعدہ مطرودہ ضرور ہے، حذف اول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں اور عبارت خلاصۃ الرسوم اس نسخہ سقیمہ میں مرسوم الولدان ہر دو بحذف الف تشنیہ مکتوب است بعد از واو و دال پہلے جا عبارت نے تو حذف الف تشنیہ بتایا ہے اور ہر دو سے مراد دونوں لفظ الولدان کہ اس آیت کریمہ میں واقع ہیں اور بعد از واو الف تشنیہ کے کوئی معنی نہیں۔ ظاہراً لفظ واو زیادت و تسلیم نسخ سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) فعالی کا قاعدہ مرتع سے گزرا اور بعینہ ہی تخصص موضعین ج مفاد مقنع ہے۔ محذوفات نافع بیان کر کے فرماتے ہیں:

فهذا جميع ما في رواية عبد الله بن عيسى عن قالون عن نافع ما حذف منه الالف الرسم وحدثنا ابو الحسن بن غلبون قرأه مني عليه حدثنا ابى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا اسمعيل بن اسحق القاضي قالون عن نافع بعامة هذه الحروف ونراد في الكهف فلا تصحبنى وفي الحج سكري وما هم بسكري الخ۔

یہ سب عبد اللہ بن عیسیٰ کی روایت قالون سے ہے اور انھوں نے نافع سے روایت کی جہاں جہاں سے رسم میں الف محذوف ہوا ابو الحسن ابن غلبون نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں ان پر پڑھ رہا تھا انھوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد ابن جعفر نے ان سے اسمعیل بن اسحق قاضی نے انھوں نے قالون سے اور انھوں نے امام نافع سے یہ سب روایت کی۔ اور سورہ کہف میں فلا تصحبنى اور حج میں سکری وما هم بسکری کا اضافہ کیا۔

اور وہ واضح الوجہ ہے کہ حرفین حج کو امام حمزہ اور امام کسائی نے سکری بروزن سَلَمَی پڑھا ہے بخلاف حرف نسا کہ قرارت سبعہ میں بالاتفاق سکری بروزن فعالی ہے تو قول مرتع ہی اوضح اور اوجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) مصاحف ہند نے اتباع "خلاصۃ الرسوم" کیا مگر کلام الامام امام الکلام ولا اقل دونوں مجوز ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) تیسیر میں صود و معارج کے خزی یومئذ اور عذاب یومئذ میں فتح میم کو

نافع اور کسائی کی طرف نسبت فرمایا، اور اسی طرح دیگر ائمہ نے تصریح فرمائی۔ تیسیر میں ہے:  
 نافع والکسائی ومن خزی یومئذ وفي المعارج من عذاب یومئذ ببنيه بفتح  
 المیم والباقون بکسرھا۔  
 نافع اور کسائی نے من خزی یومئذ اور سورۃ معارج میں من عذاب یومئذ  
 ببنيه کو میم کے فتح کے ساتھ اور باقیوں نے کسر کے ساتھ پڑھا۔  
 شاطبیہ میں ہے: ۷۵

و یومئذ مع سأل فافتح (ل) قی (س) ضا  
 وفي النمل (حصن) قبله النون (ث) ملا  
 یومئذ کو اس سورۃ اور سورۃ معارج میں فتح میم سے پڑھ کہ وہ پسندیدہ ہو کر آیا ہے،  
 اور سورۃ نمل میں فتح میم کو فین اور نافع کے لئے ایک قلعہ ہے اور اس لفظ سے  
 پہلے نون تنوین نے فتح کو سنوار دیا۔  
 شرح میں ہے،

امر بفتح المیم فی قوله تعالى ومن خزی یومئذ ومن عذاب یومئذ ببنيه  
 فی المعارج المشار الیہما بالهمنۃ والراء فی قوله اتی رضا وهما نافع والکسائی۔ ثم  
 اخبار المشار الیہم بحصن وهم الکوفیون و نافع قرأوا بالنمل وهم من فزع  
 یومئذ یومئذ فتعین لمن لم یدکوه فی الترجمتین القراءۃ بکسر اما اصله وهو  
 علی الحقیقۃ الخفض فی المواضع الخ۔

اللہ تعالیٰ کے قول من خزی یومئذ اور من عذاب یومئذ ببنيه میں جو سورۃ  
 معارج میں ہے میم کے فتح کا حکم دیا۔ اور ہمزہ اور راء سے مصنف کے قول ”اتی رضا“ میں  
 نافع اور کسائی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر یہ بتایا کہ لفظ حصن سے کوفیوں اور نافع کی طرف  
 اشارہ ہے۔ ان لوگوں نے سورۃ نمل کے من فزع یومئذ کو یومئذ پڑھا، تو یہ بات ثابت

۱۰ التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان

ص ۶۲

مصطفیٰ البابی مصر

سورۃ ہود

۱۱ حرز الامانی ووجہ التہانی

۱۲ سراج القاری (شرح الشاطبیہ) علی بن عثمان المعروف بابن القاسم

ہو گئی کہ دونوں ترجموں میں جن لوگوں کا ذکر نہیں ہے وہ اصل حقیقی پرتینوں جگہ مکسور پڑھتے ہیں۔  
غیث النفع میں ہے :

خزى يومئذ قرأ نافع وعلی بفتح الميم والباقون بالكسرة  
خزى يومئذ کو نافع اور علی نے بفتح میم اور باقی قرآن نے بالكسر پڑھا۔

بعینہ اسی طرح اس کی سورۃ سال میں ہے ان اجلہ اکابر کی تہنیت جلیلہ پر ہی اعتماد لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
(۸) تعوذ میں یہ صیغہ مختار قرآن کرام ہونا ضروری صحیح ہے۔ امام ابو عمرو دانی تیسیر میں فرماتے ہیں :  
المستعمل عند القراء الحذاق من اهل الاداء في لفظها اعوذ بالله من  
الشیطن الرجیم دون غیرہ وذلك لموافقة الكتاب والسنة فاما الكتاب ما جاء في  
تنزيل العظیم قوله عز وجل لنبيه الكريم صلى الله تعالى عليه وسلم وهو  
اصدق القائلين فاذا قرأت القرأت فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم و  
اما السنة فما رواه نافع ابن جبير ابن مطعم عن ابيه رضى الله تعالى عنهما  
عن النبی صلى الله تعالى عليه وسلم انه استعاذ قبل قراءة القرآن بهذا  
اللفظ بعينه وبذلك قرأت وبه اخذ ي

ادائے قرآن میں ماہر قاریوں میں استعاذہ کے لئے یہی الفاظ مستعمل ہیں اور نہیں ، وجہ یہ ہے  
کہ یہ الفاظ قرآن وحدیث نبوی کے موافق ہیں ، اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے جب قرآن پڑھنا ہو تو اعوذ باللہ  
من الشیطن الرجیم پڑھو۔ اور حضرت نافع ابن جبير ابن مطعم اپنے والد سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت  
کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوت قرآن سے قبل خاص انھیں الفاظ میں اعوذ باللہ پڑھتے یہ حدیث سے ثابت  
ہوئی۔ امام ابو عمرو فرماتے ہیں میں ایسا ہی پڑھتا ہوں اور یہی میرا مذہب ہے۔  
غیث النفع میں ہے :

اما صیغتها فالسختار عند جميع القراء اعوذ بالله من الشیطن الرجیم و  
كلهم یجیز غیر هذه الصیغة من الصیغ الواردة نحو اعوذ بالله السميع  
العلیم من الشیطن الرجیم و اعوذ بالله العظیم من الشیطن الرجیم و اعوذ بالله من  
الشیطن الرجیم انه هو السميع العلیم و اعوذ بالله السميع العلیم من الشیطن الرجیم  
لہ غیث النفع القراءات السبع للامام ابی عمرو عثمان <sup>۱</sup> التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان  
<sup>۲</sup> غیث النفع

صیغہ استعاذہ کے لئے تمام قاریوں کا مختار اور پسندیدہ لفظ ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ ہے، اس کے باوجود ان دوسرے صیغوں کو بھی سبھی جائز قرار دیتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں جیسے ”اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطن الرجیم“ وغیرہ الخ۔

حرز الامانی امام محمد قاسم شاطبی قدس سرہ میں ہے : ۷

اذا ما ارادت الدهر تقرأ فاستعدن جها من الشیطن باللہ مُسَجَّلًا  
علی ما اتی فی النحل یسراً وان تزد لربک تنزیہا فلست مُجَرَّحًا

زمانہ میں جب بھی قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذ باللہ علی الاعلان پڑھو، یہ سب قاریوں کا مسلک ہے۔ جیسا کہ سورہ نحل شریف میں وارد جو آسان ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی کچھ تنزیہات بھی بڑھادو تو تم جاہل نہ ہو گے۔

سراج القاری میں ہے :

قوله مُسَجَّلًا ای مطلقاً لجميع القراء فی جميع القرآن (علی ما اتی فی النحل) ای استعدن علی اللفظ الذی نزل فی سورة النحل جا علماً مکان استعدن اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ومعنی یسراً ای میسرًا وتیسرہ قلة کلماتہ و تریادۃ التنزیہ ان تقول اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم انه هو السميع العليم واعوذ باللہ السميع العليم من الشیطن الرجیم ونحو ذلک وقوله فلست مجرّحاً ای لست منسوباً الی الجہل لان ذلک کله صواب و مروی بہ

ماتن کا قول مُسَجَّلًا کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن کی قرأت میں ہر جگہ اسی کو رائج قرار دیتے ہیں علی ما اتی فی النحل کا مطلب یہ ہے کہ سورہ نحل شریف میں استعاذہ کے جو الفاظ وارد ہیں انھیں ڈھونڈو، اور یسراً کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ اس استعاذہ میں کلمات کم ہیں اس لئے ان کا پڑھنا آسان ہے اور تنزیہ کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اور روایتوں میں جو سمیع علیم وغیرہ تعریف الہی کے کلمات وارد ہیں ان کا اضافہ کرو، فلست مجرّحاً کا مطلب یہ کہ ایسا کرنے پر تم جاہل نہ قرار دیئے جاؤ گے کیونکہ وہ زائد کلمات بھی درست اور مروی ہیں۔

۱۔ حرز الامانی و وجہ التہانی باب الاستعاذۃ مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۰  
۲۔ سراج القاری (شرح الشاطبیۃ) لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصع

مگر دیگر الفاظ مرویہ سے بھی منع ہرگز نہیں۔ وہ سب بھی باجماع قرار جائز ہیں۔ غیث و شاطیئہ و شروح کی عبارات ابھی گزریں۔ امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں :

قال الحلواني في جامعه ليس للاستعاذه حد يمتد الى من شاء من شاء من شاء نقص

حلوانی نے اپنی جامع میں لکھا کہ استعاذہ کی کوئی حد نہیں ہے کہ اسی پر بس ہے۔ تو جو چاہے اضافہ کرے اور جو چاہے کم کرے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیگر الفاظ سے منع فرمانا ہرگز ثابت نہ ہوا، اور اگر ثابت ہو جاتا تو کیا معنی تھے کہ بعد منع اقدس پھر بھی دیگر الفاظ جائز رہتے۔ قاری صاحب نے یہاں عجیب بین المتناہین کیا ہے کہ اور الفاظ سے منع فرمانا بالجرم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کہا، حالانکہ وہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف کی یہ صیغہ جرم نسبت روا نہیں۔ پھر ان الفاظ کو بھی جائز رکھا حالانکہ بعد ممانعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جواز کی طرف راہ اصلاً نہیں، بلکہ جواز وہی ہے کہ منع ثابت نہ ہوا۔ امام شاطبی بعد کلام مذکور فرماتے ہیں :

وقد ذكروا لفظ الرسول فلم يزد

ولو صح هذا النقل لم يبق محتملاً

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ میں استعاذہ میں اضافہ نہیں ہے اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حکم قرآنی مجمل نہ ہوتا۔

شرح علامہ ابن قاصع میں ہے :

أشار إلى قول ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قرأت على رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم فقلت أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان

الرجيم فقال لي يا ابن أم عبد أعوذ بالله من الشيطان الرجيم وروى

نافع عن ابن جبير ابن مطغم عن أبيه رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله

تعالى عليه وسلم أنه كان يقول قبل القراءة أعوذ بالله من الشيطان الرجيم و



کلا الحدیثین ضعیف، و اشار بقوله ولو صح هذا النقل الى عدم صحة الحديثين وقوله لم يبق مجملا اى لو صح نقل ترك الزيادة لذهب اجمال الآية واتضح معناها وتعين لفظ النحل دون غيره ولكنه لم يصح فبقى اللفظ مجملا مع ذلك فالختم ان يقال اعوذ بالله من الشيطان الرجيم لموافق لفظ الآية و ان كان مجملا لمورد الحديث به على الجملة وان لم يصح لاحتمال الصحة. مصنف نے اپنے قول سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور تلاوت کی تو اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم کہا تو مجھ سے آپ نے فرمایا: اے اُمّ عبد کے لڑکے! صرف اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم کہو۔ اور تافع نے جبر ابن مطعم سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوت سے قبل اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم پڑھتے تھے اور یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور مصنف نے اپنے قول ولو صح هذا النقل سے دونوں ہی حدیثوں کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مصنف کے قول ”مجل نہ رہتی“ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی کہ زیادتی کو ترک کیا تو آیت قرآنی کا اجمال ختم ہو جاتا اور اس کے معنی واضح ہو جاتے اور سورہ نحل میں وارد الفاظ ہی متعین ہو جاتے، لیکن جب یہ حدیث صحیح نہیں تو آیت مجمل ہی رہی، اس کے باوجود راجح اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم ہی ہے کیونکہ یہ قرآنی الفاظ کے موافق بھی ہے اور حدیث بھی ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے، تو اگر روایت صحیح ثابت نہ ہو احتمالی صحت تو ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۹۵ تا ۱۱۰)

(۷) سید پرورش علی صاحب نے دھرم پورہ ضلع بلند شہر سے رسم القرآن سے متعلق بزبان فارسی سوال بھیجا جو کہ مع جواب مندرجہ ذیل ہے:

سوال: چہ می فرماید عالمان کتاب مبین کہ الف ذاقا و استبقا الباب اور دعوا اللہ اور قال الحمد خواندہ شود یا نہ؟ بتینوا توجروا۔

کتاب مبین کے علماء کیا فرماتے ہیں کہ ذاقا و استبقا الباب، دعوا اللہ اور قال الحمد کا الف پڑھا جائے گا یا نہیں؟ بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ (ت)

## الجواب

در سجاوندی این چهار فتح را بقدر خفیف که تا الف تمام نہ رسد اشباع فرموده است، سجاوندی کتاب معتبر ست و دیگر کتب اگرچه تصریح بدان نیست خلافتش نیز نیست و جهش موجب است کہ تمیز تشنیه از مفرد است پس عمل بدان محذور ہے نہ دارد و نظیرش فصل خفیف در قال اللہ تعالیٰ علیٰ ما نقول وکیل، و قال النار مثوٰسکم و امثالها است تا بتدار بفاعل ملتبس نہ شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سجاوندی میں ان چار فتحوں میں ہلکا سا اشباع فرمایا گیا ہے تاکہ الف تمام کی حد تک نہ پہنچے۔ سجاوندی معتبر کتاب ہے۔ دوسری کتابوں میں اگرچہ اس کی تصریح نہیں ہے مگر مخالفت بھی نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے تشنیه مفرد سے ممتاز ہو جائے گا۔ لہذا اس پر عمل کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے ارشاد علیٰ ما نقول وکیل اور قال النار مثوٰسکم اور اس جیسی دیگر مثالوں میں ہلکا سا فصل ہے تاکہ بتدار کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۱۱۰ ۱۱۱)

(۸) کو اکب خود با طبع آسمان میں گھومتے ہیں یا بحرکت قمری بالتبع چکر کھاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ہمارے نزدیک کو اکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ، بلکہ خود کو اکب بامراہی و تحرک ملائکہ آسمانوں میں دریا کی مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ کل فی فلك یسبحون، و قال اللہ تعالیٰ والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم، و قال تعالیٰ سخر لکم الشمس و القمر دابین، و قال تعالیٰ کل یجری الی اجل مستقٰی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر ستارہ ایک آسمان میں تیرتا ہے۔ اور اللہ عز و جل فرماتا ہے سورج اپنے مستقر کے لئے جاری ہے یہ غالب علم والے کا حساب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورج اور چاند کو تمھارے لئے مسخر فرمایا جو مسلسل چل رہے ہیں۔ اور فرمایا ایک

۱۲۸/۶ لہ القرآن الکریم

۳۸/۳۶ " ۵۴

۲۹/۳۱ " ۵۶

۲۸/۲۸ لہ القرآن الکریم

۴۰/۳۶ " ۵۳

۳۳/۱۴ " ۵۵



روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعۃ سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور حضرت صاحبِ برسرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے عرض کی گئی: کعب کہتے ہیں آسمان گھومتا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا: کعب غلط کہتے ہیں۔ اور وہی آیہ کریمہ اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

اقول وان كان النراعم ان يزعم ان النوال بمعنى الحركة الاينية ولكن كبراء الصحابة رضي الله تعالى عنهم اعرف منا بتفسير القرآن فلا يجوز الاستدراك عليهم عند من نور الله بصيرته جعلنا الله منهم بحرمتهم عند الامين !  
میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ زوال تو حرکتِ اینیہ کو کہتے ہیں لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر جاننے والے تھے کہ ان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے کہے ہوئے کو وہ شخص رد نہیں کرے گا جسے خدا نے نورِ بصیرت دیا۔ اللہ ان کے صدقے میں ہمیں بھی انھیں کے ساتھ کرے آمین !  
(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۱۱۳ تا ۱۱۵)

(۹) سوال آیا کہ سبع سیارہ کا بیان کس آیت میں ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:  
قال الله تعالى "والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سورج، چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔ اور کل فی فلك سے بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ اس میں سات حرف ہیں اپنے نفس پر دائرہ اور یزین کا بیان تو بکثرت فرمایا، خاص متحیرات خمسہ کا ذکر فلا اقسام بالخنس الجوار الکمنس میں ہے، میں قسم یاد فرماتا ہوں دُک جانے والوں چلنے والوں کی۔ یہ اُن کے وقوف، استقامت و رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں، پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں، پھر ٹھہرتے ہیں، پھر سیدھے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔ ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فلا اقسام بالخنس کی تفسیر میں راوی:

۱۲/۱۶ القرآن الکریم

۲۰/۳۶ " ۵۲

۱۶/۱۵ " ۵۳

قال خمسة انجم من حل وعطار د والمشتري وبهرام والنهرة ليس في الكواكب شئ يقطع المجرة غيرها۔

فرمایا: وہ پانچ ستارے ہیں: زحل، عطارد، مشتری، مریخ، زہرہ۔ کوئی ستارہ ان کے ماسوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا۔

یعنی ثابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے ادھر ادھر ہیں، وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبعیہ خفیفہ خفیفہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اُس پار چلے گئے۔ یہ شان انھیں پانچ نجوم کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

(۱۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین“ کے ہیکل اول میں قرآنی آیات پیش کرتے ہوئے فرمایا،

آیت اولیٰ: قال تبارک وتعالیٰ: واذا اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيكم من كتب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال اقررتنم واخذتم على ذلکم اصوى ط قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معكم من الشهدین ط فمن تولیٰ بعد ذلك فاولئک هم الفاسقون ۵

پہلی آیت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اور یاد کراے محبوب! جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اُس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا، اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

امام اجمل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولیٰ المسلمین امیر المومنین جناب مولیٰ علی کریم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی:

لم یبعث اللہ نبیا من آدم فمن بعده الا اخذ علیہ العهد فی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئن بعث وهو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویاخذ العهد بذلک علی قومہؑ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

اسی طرح جبر الامہ عالم القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہوا رواۃ ابن جریر وابن عساکر وغیرہما (اس کو ابن جریر اور ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا۔ ت) بلکہ امام بدر زکشی و حافظ عماد بن کثیر و امام الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح بخاری کی طرف نسبت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ونحوہ اخرج الامام ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن السدی کما اور مدۃ الامام الاجل السیوطی فی الخصائص الکبریٰؑ

اور اس کی مثل امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کیا جیسا کہ امام اجل سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ میں نقل کیا ہے۔ (ت) اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نشر مناقب و ذکر مناقب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلم علیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مبارک مجالس و محافل ملائک منزل کو حضور کی یاد و مدح سے زینت دیتے اور اپنی امتوں سے

عنہ قال الزرقانی قال الشامی ولم اظفر بآء فیہ ۱۲ منہ

زرقانی نے کہا شامی نے فرمایا ہے کہ میں اس کو صحیح بخاری میں نہیں پاسکا۔ (ت)

۱۔ المواہب اللدنیۃ عن علی المقصد الاول اخذ العهد علی الانبیاء المکتب الاسلامی بیروت ۶۶/۱  
جامع البیان (تفسیر الطبری) ۸/۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸۴/۳

۲۔ جامع البیان  
۳۔ الخصائص الکبریٰ باب خصوصیتہ باخذ الميثاق علی النبیین الخ مرکز المصنوع برکات رضا گجرات ہند ۶/۱  
۴۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۴۰/۱

حضور پر نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا  
 سُتھرا نبیاً مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد  
 (اس رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ ت) کہتا  
 تشریف لایا۔ اور جب سب ستارے روشن مہ پارے مکمن غیب میں گئے آفتاب عالم تاب  
 ختمیت مآب نے باہزاراں ہزار جاہ و جلال طلوعِ اجلال فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم  
 اجمعین وبارک وسلم دھر الداہرین (اللہ تعالیٰ آپ پر اور دیگر تمام رسولوں پر  
 ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام اور برکت نازل فرمائے۔ ت)

ابن عساکر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

لم یزل اللہ یتقدم فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی آدم فمن بعدہ  
 ولم یزل الامم تباشربہ وتستفتح بہ حتی اخرجہ اللہ فی خیرامۃ ، و  
 فی خیر قرن و فی خیر اصحاب و فی خیر بلد۔

ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد سب  
 انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پیشگوئی فرماتا رہا ، اور قدیم سے سب اُمّتیں تشریف آوری حضور  
 کی خوشیاں منائیں اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ  
 نے حضور کو بہترین ائم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں ہے :

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءهم ما عرفوا  
 کفروا بہ فلعنة اللہ علی الکفرین۔

یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے ، پھر جب وہ  
 جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

۱۵ القرآن الکریم ۶۱/۶

۱۶ الخصائص الکبریٰ بحوالہ ابن عساکر باب خصوصیتہ باخذ الیقاق الخ مرکز المہنت گجرات ۸/۹

۱۷ القرآن الکریم ۲/۸۹





رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابنِ مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (اس کو شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)  
اور اس عہد واثق کی پوری تائید و توثیق حتیٰ عز جلالہ نے توریت مقدس میں فرمائی جس کی بعض آیتیں ان شاء اللہ تائبش اول ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

امام علامہ تقی الملو والدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بسکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ”التعظیم والمنہ فی لتؤمنن بہ ولتصرونہ“ لکھا، اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں، اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی اُمتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے، اور حضور کا ارشاد ”وکنتم نبیاء و آدمیین الروح والجسد“ (میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔ ت) اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شبِ اسری تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتدار کی اور اس کا پورا ظہور روزِ نشور ہوگا جب حضور کے زیرِ لوا آدم و من سوا کا فہرِ رسل و انبیاء ہو گئے صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل جسے امام جلال الدین نے خصائص کبریٰ اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف ضعیفہ میں نقل کیا اور اسے نعمتِ عظمیٰ و مواہبِ گہری سمجھا من شاء التفصیل فلیرجع الیٰ کل کتابہم مراحمة اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (جو تفصیل چاہتا ہے وہ ان کے کلمات کی طرف رجوع کرے ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ ت)

باجملہ مسلمان بے نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے مفاداتِ عظیمہ پر غور کرے، صاف سیرج ارشاد فرما رہی ہے  
المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۶۰۹/۲

کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۴، ۳۲۱۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۰۹ و ۳۵۰  
جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمین کمپنی دہلی ۲۰۱/۲

کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں، اُمّتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الكل سے ہے، اُمّتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ، اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع و طفیل ص

مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل  
(مقصود ان کی ذات ہے باقی سب طفیل ہیں - ت)

## آیۃ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ کے بعض لطائف

اقول و باللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں - ت) پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم باشتان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔  
اولاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں۔ زہار حکم الہی کا خلاف اُن سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک و تعالیٰ بطریق امر اُنھیں ارشاد فرماتا کہ اگر وہ نبی تمھارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ مگر اس قدر پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اُن سے عہد و پیمان لیا، یہ عہد عہد الست بریکم (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں - ت) کے بعد دوسرا پیمان تھا جیسے کلمۃ طیبہ میں لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں - ت) کے ساتھ محمد رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں - ت) تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الہیہ کا اذعان ہے، پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و باریک و شرف و جلال و عظم۔

ثانیاً اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا:  
لتؤمنن بہ ولتنصرنہ

تم ضرور اس کی مدد کرنا اور ضرور اس پر ایمان لانا - (ت)

جس طرح نوابوں سے بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں، امامِ مسجد کی فرماتے ہیں شاید سوگندِ بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً نونِ تاکید۔

سابعاً وہ بھی ثقیلہ لا کر ثقلِ تاکید کو اور دو بالا فرمایا۔

خاصاً یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضراتِ انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں، ”عاقراً تم کیا اس امر پر اقرار لاتے ہو؟ یعنی کمالِ تعجیل و تسجیل مقصود ہے۔“

سادساً اس قدر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا:

”واخذتم علی ذلکم اصری“ خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا جباری

ذمہ لو۔

سابعاً علیہ یا علیٰ ہذا کی جگہ ”علیٰ ذلکم“ فرمایا کہ بعد اشارتِ عظمت ہو۔

ثامناً اور ترقی ہوئی کہ ”فاشہکوا“ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ

اقرار کر کے مگر جاننا ان پاک مقدس جانوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً محال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا:

”وانا معکم من الشاہدین“

میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشراً سب سے زیادہ نہایت کاریہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد با آنکہ

انبیاء کو عصمت فرمائی، یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ:

”فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک ہم الفسقون“

اب جو اس اقرار کے بعد پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

۲ القرآن الکریم ۸۱/۳

۳ ” ” ۸۱/۳

۱ القرآن الکریم ۸۱/۳

۳ ” ” ۸۱/۳

۵ ” ” ۸۱/۳

۶ ” ” ۸۲/۳

اللہ! یہ وہی اعتنائے تام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے،  
 من یقل منہم اتی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم کذلک نجزی  
 الظالمین

جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اُسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمکاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزوِ اول لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہے یونہی جزوِ دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقررین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اُس کی بیعت و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

والحمد للہ رب العلمین، وصلى اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین ۵ اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان سیدنا محمد عبداً ورسولہ سید المرسلین و خاتم النبیین و اکرم الاولین و الآخرین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جانوں کا۔ اور اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی لائقِ عبادت نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ اس کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ تمام رسولوں کے سردار، تمام نبیوں میں آخری نبی اور اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ہوں اُن پر اُن کی آل پر اور اُن کے تمام صحابہ پر۔ (ت)

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادتِ عامہ و فضیلتِ تامہ پر کون سی دلیل درکار ہے، واللہ الحجة البالغة (اور اللہ کی حجت پوری ہے۔ ت)۔

آیتِ ثانیہ: قال عز مجدة "وما ارسلناک الا رحمة للعالمین"۔

**دوسری آیت :** اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے محبوب ! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

عالم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لا جرم حضور پر نور **سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکار عالی مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اسی لئے اولیائے کاملین و علمائے عاملین تصریح فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سما میں اولیٰ و آخرت میں دین و دنیا میں روح و جسم میں چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہ جہاں پناہ سے بڑی اور بڑی ہے اور ہمیشہ بڑی گی، کما یتناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالتنا "سلطنة المصطفى في ملكوت كل الوری" (جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے رسالہ "سلطنة المصطفى في ملكوت كل الوری" میں بیان کیا ہے۔ ت)۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس آیت کریمہ کے تحت لکھا :  
لما كان رحمة لكل العالمين لزم ان يكون افضل من كل العالمين۔  
جب حضور تمام عالم کے لئے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسوائے اللہ سے افضل ہوں۔  
قلت وادعاء التخصيص خروج عن الظاهر بلا دليل وهو لا يجوز عند عاقل فاضل والله المهادی۔

میں کہتا ہوں تخصیص کا دعویٰ کرنا ظاہر سے بلا دلیل خروج ہے اور وہ کسی عاقل کے نزدیک جائز نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل کے نزدیک جائز ہو اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔  
**آیت ثالثہ :** قال جل ذكره : وما امر سلنا من رسول الا بلسان قومہ۔  
**تیسری آیت :** اللہ تعالیٰ نے فرمایا : نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔

علماء فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ انبیائے سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول کرے بھیجے جاتے۔

## اگلے انبیاء صرف اپنی قوم کے رسول ہوئے اور ہمارے رسول ہر فرد مخلوق کے لئے

اقول وقال الله تعالى لقد ارسلنا نوحا الى قومه وقال تعالى والى عاد اخاهم هودا وقال تعالى والى ثمود اخاهم صالحا وقال تعالى ولوطا اذ قال لقومه وقال تعالى والى مدين اخاهم شعيبا وقال تعالى ثم بعثنا من بعدهم موسى بايتنا الى فرعون وملائه وقال تعالى وتلك حجتنا ايتنها ابراهيم على قومه وقال تعالى في يونس عليه السلام وارسلناه الى مائة الف او يزيدون وقال تعالى في عيسى عليه السلام ورسولا الى بني اسرائيل

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تحقیق ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا۔ اور فرمایا کہ ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔ اور فرمایا: اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اور فرمایا: مدين کی طرف ان کی برادری سے شعيب کو بھیجا۔ اور فرمایا: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا: اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اور ہم نے اسے لاکھ بلکہ اس سے زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔ (ت)

اسی لئے صحیح حدیث میں فرمایا:

كان النبي يبعث الى قومه خاصة - رواه الشيخان عن جابر رضي الله تعالى عنه.

۶۵/۷	۵۲	القرآن الکریم
۸۰/۷	۵۴	"
۱۰۳/۷	۵۶	"
۱۴۷/۳۷	۵۸	"

۵۹/۷	۵۱	القرآن الکریم
۷۳/۷	۵۳	"
۸۵/۷	۵۵	"
۸۳/۶	۵۷	"
۴۹/۳	۵۹	"

۱۴ صحیح البخاری کتاب التیمم / ۴۸ و صحیح مسلم کتاب المساجد / ۱۹۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا۔ (اس کو شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت۔)

دوسری روایت میں آیا،

كان النبي يبعث إلى قريية ولا يعدوها۔ رواه أبو يعلى عن عوف بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نبی ایک بستی کی طرف مبعوث ہوتا جس کے آگے تجاوز نہ کرتا۔ (اس کو ابو یعلیٰ نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت۔)

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے،

وما أرسلناك إلا كافة للناس بشيرا ونذيرا ولكن أكثر الناس لا يعلمون۔  
نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر سب لوگوں کے لئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، پر بہت لوگ بے خبر ہیں۔

وقال تعالى: قل يا أيها الناس اتقوا رسول الله اليكم جميعا۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو فرما اے لوگو! میں خدا کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔  
وقال تعالى: تبارك الذي نزل الفرقان على عبدہ ليكون للعالمين نذيرا۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانے والا ہو سارے جہان کو۔

اسی لئے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
أرسلت إلى الخلق كافة۔ أخرجه مشعل عن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
میں تمام مخلوق الہی کی طرف بھیجا گیا (اس کو مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۱۔ الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان بحوالہ ابی یعلیٰ حدیث ۶۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰۴/۹

۲۔ القرآن الکریم ۲۸/۳۲

۳۔ ۱۵۸/۲

۴۔ ۱/۲۵

۵۔ صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة قديمی کتب خانہ کراچی ۱۹۹/۱

(روایت کیا ہے۔ ت)

حضور کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادات سے ہے۔ دارمی، ابویعلیٰ، طبرانی، بیہقی روایت کرتے ہیں اس جناب نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فضل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اهل السماء۔ (بیشک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و ملائکہ سے فضل کیا۔ ت) حاضرین نے وجہ تفضیل پوچھی، فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ قال وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ، وقال لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما ارسلنا الا کافۃ للناس فارسلہ الی الانس والجن

یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لئے فرمایا ہے ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لئے۔ تو حضور کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔

علماء فرماتے ہیں: رسالت والا کا تمام جن و انس کو شامل ہونا اجماع ہے۔ اور محققین کے نزدیک ملکہ کو بھی شامل، کہا حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالۃ "اجلال جبریل" (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی تحقیق رسالہ "اجلال جبریل" میں کی ہے۔ ت) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر و ارض و سما و جبال و بحار تمام ماسوا اللہ اس کے احاطہ عامہ و دائرہ تائمہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم لفظ علمین، اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی مؤکد بکلمہ کافۃ۔ اس مطلب پر احسن الدلائل طبرانی معجم کبیر میں یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن



والانس۔

کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو، مگر بے ایمان جن و آدمی۔  
اب نظر کیجئے کہ یہ آیت کتنی وجہ سے افضلیت مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم پر حجت ہے۔

اولاً اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک  
شہر کے ناظم تھے۔ اور حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہم اجمعین  
سلطان ہفت کشور، بلکہ بادشاہ زمین و آسمان۔

ثانیاً اعمائے رسالت سخت گرانبار ہیں، اور ان کا محل بغایت دشوار، انا سنلحق  
علیک قولاً ثقیلاً (بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ ت) اسی لئے  
موسیٰ و ہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی لاتیفا فی ذکر ہی پہلے دیکھو میرے ذکر سے شست  
نہ ہو جانا۔ پھر جس کی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر جس کی رسالت نے  
اس وجہ و شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی موت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور  
جتنی خدمت اتنی ہی قدر، افضل العبادات احسنھا (سب سے افضل عبادت سب سے  
سخت ہوتی ہے۔ ت)۔

ثالثاً جیسا کام جلیل ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ  
چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسرانِ ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردار اعظم کو  
لاجرم رسالتِ خاصہ و بعثتِ عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور اس  
رسول اکمل میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

عہ ان میں بعض وجوہ افادہ علماء ہیں اور اکثر بحمد اللہ استخراج فقیر ۱۲ منہ

المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ المكتبة الفیصلیة بیروت ۲۶۲/۲۲  
کنز العمال بحوالہ الطبرانی عن یحییٰ بن مرہ حدیث ۳۱۹۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴۱۱/۱۱  
القرآن الکریم ۵/۷۳  
۴۲/۲۰

س ابعاً یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علو شان کا آدمی ہوا سے ویسے ہی عالیشان کام پر مقرر کریں کہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر ننگا ہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔  
 خامساً جتنا کام زیادہ اتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظام ریت میں فوج و خزانہ اُسی کے لائق درکار۔ اور بادشاہِ عظیم خصوصاً سلطانِ ہفت اقلیم کو اس کے رتق و فتق و نظم و نسق میں اُسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وہ تائیدِ الہی و تربیتِ ربانی ہے جو حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر مبذول ہوتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارفِ قلبِ اقدس پر القاء ہوئے معارف و علومِ جمیع انبیاء سے اکثر و اونی ہوں۔ افادۃ الامام الحکیم الترمذی و نقلہ عنہ فی الکبیر السانئ (امام حکیم ترمذی نے اس کا افادہ فرمایا ہے اور اس سے امام رازی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ ت)

**اقول** پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغِ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے :

- (۱) **حِلْم**، کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔  
 دَعِ اَذْهَبْهُم وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ یٰ اَیُّہَا الَّذِیْ  
 ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ (ت)
- (۲) **صَبْر**، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔  
 فَاَصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولَآءِ الْعِزْمِ مِنَ الرِّسَالِ یٰ اَیُّہَا الَّذِیْ  
 تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔ (ت)
- (۳) **تَوَاضَع**، کہ اُن کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔  
 وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنْ اَتْبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یٰ اَیُّہَا الَّذِیْ  
 اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لئے۔ (ت)

۱۔ القرآن الکریم ۳۳/۴۸

۲۔ " ۴۶/۳۵

۳۔ " ۲۶/۲۱۵

(۴) رفیق ولینت، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فبما رحمة من الله لنت لهم  
تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔ (ت)  
(۵) رحمت، کہ واسطہٴ افاضہٴ خیرات ہوں۔  
رحمة للذين امنوا منهم

اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطہٴ رحمت ہیں۔ (ت)  
(۶) شجاعت، کہ کثرتِ اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔  
انی لا يخاف لدی المرسلون

بے شک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)  
(۷) جود و سخاوت، کہ باعثِ تالیفِ قلوب ہوں۔

فان الانسان عبید الاحسان وجلة القلوب علی حب من احسن اليها  
”ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك“

کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے اور دلوں میں خلقی طور پر احسان کرنے والوں کی محبت  
ڈال دی گئی ہے اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو۔ (ت)  
(۸) عفو و مغفرت، کہ نادان جاہل فیض پاسکیں۔

فاعف عنهم واصفح فان الله يحب المحسنين

تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو بیشک احسان کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں (ت)  
(۹) استغناء و قناعت، کہ جہال اس دعویٰ عظمیٰ کو طلبِ دنیا پر محمول نہ کریں۔

لا تمدن عینیک الی ما متعنا به امر واجا منهم

اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے دی۔ (ت)  
(۱۰) جمالِ عدل، کہ ثقیف و تادیب و تربیتِ اُمت میں جس کی رعایت کریں۔

۵۲ القرآن الکریم ۹/۶۱

۵۳ " ۱۰/۲۹

۵۴ " ۱۵/۸۸

۱۵۹ القرآن الکریم ۳/۱۵۹

۵۳ " ۱۰/۲۹

۵۴ " ۱۳/۵

وان حکمت فاحکم بینهہم بالقسط۔

(۱۱) کمالِ عقل، کہ اصل فضائل و منبعِ فواضل ہے، ولہذا عورت کبھی نبی نہ ہوتی۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجاالا۔

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔ (ت)  
 نہ کبھی اہلِ بادیہ و سُکّانِ وہ کو نبوت ملی کہ جفا و غلظت ان کی طینت ہوتی ہے۔  
 الا رجاالا نوحی الیہم من اهل القرۃ ای اهل الامصار۔  
 جنہیں ہم وحی کرتے وہ سب شہر کے ساکن تھے۔ (ت)

حدیث میں ہے :

من بدأ جفاً (جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی اس نے ظلم کیا۔ ت)  
 اسی لطافتِ نسب و تحسنِ سیرت و صورت سب کی صفاتِ جمیلہ کی حاجت ہے کہ ان کی کسی بات  
 پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انہیں خزان سے ہیں جو ان سلاطینِ حقیقت کو عطا ہوتے ہیں،  
 پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزانِ عظیم۔ حدیث میں ہے :

ان الله تعالى ينزل المعونة على قدر المؤنة وينزل الصبر على قدر  
 البلاء۔

بے شک اللہ تعالیٰ ذمہ داری کے مطابق معاونت نازل فرماتا ہے اور آزمائش کے  
 مطابق صبر نازل فرماتا ہے۔ (ت)

تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب احساقِ فاضلہ و اوصافِ کاملہ میں تمام انبیاء

۱۔ القرآن الکریم ۵/۲۲

۲۔ " ۱۲/۱۰۹

۳۔ " ۱۲/۱۰۹

۴۔ مسند احمد بن حنبل عن البراء المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۹۷

۵۔ المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۳۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۱/

۶۔ کنز العمال بحوالہ عدو ابن لال عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۹۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۳۴۷

سے اتم و اکمل و اعلیٰ و اجل ہوں۔ اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں :

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق - اخرجہ البخاری فی الادب وابن سعد  
والحاکم والبیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا۔ اس کو بخاری نے ادب میں اور ابن سعد،  
حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ ت  
وہب بن منبہ فرماتے ہیں : میں نے اکثر کتب آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روزِ آفرینش دُنیا سے  
قیامِ قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب مل کر محمد صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستانِ دُنیا کے سانے ریت کا ایک دانہ۔

سادساً ہم اوپر بیان کر آئے کہ حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ اولین و آخرین سب کو  
حاوی۔ ترمذی جامع میں بافادہ تحسین واللفظہ، اور حاکم و بیہقی و ابونعیم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ سے۔ اور احمد سند اور بخاری تاریخ میں، اور ابن سعد و حاکم و بیہقی و ابونعیم مسند الفجر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور بزار و طبرانی ابونعیم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور ابونعیم  
بطریق صنابچی امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ابن سعد ابن ابی الجراح  
و مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر و عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باسانید متباینہ و الفاظ متقاربہ  
راوی حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی : حتی وجبت لك  
النبوة حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی ؟ فرمایا : و ادم بین الروح والجسد

۱۔ الادب المفرد باب حسن الخلق حدیث ۲۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۰

۲۔ السنن الکبریٰ کتاب الشہادۃ باب بیان مکارم الاخلاق دار صادر بیروت ۱۹۲/۱۰

۳۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹۲/۱ " ۱۹۳

۴۔ سبل الہدی والرشاد الباب الثالث دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲۷/۱

۵۔ التاريخ الكبير ترجمہ ۱۶۰۶ مسند الفجر دار الباز مکتہ المکرمة ۳۷۴/۷

۶۔ الجامع الصغير حدیث ۶۴۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴۰۰/۲

۷۔ جامع الترمذی کتاب المناقب باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲۰۱/۲

۸۔ المستدرک للحاکم کتاب التاريخ دار الفکر بیروت ۶۰۹/۲

۹۔ کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷ و ۳۲۱۱۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۵۰ و ۴۵۰۹

جبکہ آدم درمیان رُوح اور جسد کے تھے۔ جبل الحفظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیث میرہ کی نسبت فرمایا: سنداً قوی<sup>۱</sup> (اس کی سند قوی ہے۔ ت) ۵

آدم سر و تن بآب و گل داشت کو حکم بملک جان و دل داشت  
(آدم علیہ السلام ابھی گارے کا مجسمہ تھے کہ آنحضرت کی حکومت دل و جان کی مملکت میں تھی۔ ت)

اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جس کا خدا خالق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوة میں فرماتے ہیں:

چوں بود خلق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعث کرد خدائے تعالیٰ  
اور البسوتے کا ذہن ناس و مقصور نہ گردانید رسالت اور ابر ناس بلکہ عام گردانید جن و انس  
را، بلکہ بر جن و انس نیز مقصور نہ گردانید تا آنکہ عام شد تمامہ عالمین را، پس ہر کہ  
اللہ تعالیٰ پروردگار اوست محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اوست ۶

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش تمام مخلوق سے اعظم ہے لہذا  
اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا، آپ کی رسالت کو انسانوں میں منحصر  
نہیں فرمایا بلکہ جن انس کے لئے عام کر دیا بلکہ جن انس میں بھی انحصار نہیں فرمایا یہاں تک آپ کی رسالت تمام  
جہانوں کے لئے عام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کا پروردگار ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (ت)  
اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم و جلیل ہو گئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیائے سابقین علیہم  
الصلوة و التسليم سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش و قار سے  
ہر ذرہ مخلوق و ہر فرد اسو اللہ یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء و مرسلین کو ہے، اور رسول کا  
اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی، والحمد للہ رب العالمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ  
کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

آیت رابعہ: قال عز من قائل تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من  
كلم الله و رفع بعضهم درجات ۷

۱۔ الاصابة في تميز الصحابة عرف الميم ترجمہ ميسرة الفجر ۸۲۸۲ دار الفکر بیروت ۵/۲۱۷  
۲۔ مدارج النبوة باب دوم در احلاق عظیم مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۱/۳۲  
۳۔ القرآن الکریم ۲/۲۵۳



دین الحق لیظہرہ علی الدّین کلّہ ط وکفی یا اللہ شہیداً۔  
**پانچویں آیت :** اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وہی ہے جس نے مجھجا اپنا رسول ہدایت اور سچا دین  
 دے کر کہ اسے غالب کرے سب دینوں پر، اور خدا کافی ہے گواہ۔  
 اور اس امتِ مرحومہ سے فرماتا ہے :

کنتم خیر امة اخرجت للناس<sup>۲</sup>۔

تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی۔

آیاتِ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ و اکمل، اور حضور کی امت سب ائم  
 سے بہتر و افضل۔ تو لاجرم اس دین کا صاحب اور اس امت کا آقا سب دین و امت والوں  
 سے افضل و اعلیٰ۔ امام احمد و ترمذی با فادۃ تحسین و ابن ماجہ و حاکم معویہ بن حیدہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں  
 فرماتے ہیں :

انکم تتمون سبعین امة انکم خیرھا واکرمھا علی اللہ<sup>۳</sup>

تم ستر امتوں کو پورا کرتے ہو کہ اللہ کے نزدیک ان سب سے بہتر و بزرگ تر تم ہو۔

**آیت سادسہ :** قال جلّت عظمتہ : یا ادم اسکن انت و نر و جک الجنة<sup>۴</sup>  
 چھٹی آیت : اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے آدم ! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔ (ت)  
 وقال تعالیٰ : ینوح اهبط بسلام منا<sup>۵</sup>  
 اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے نوح ! کشتی سے اتر ہماری طرف سلام کے ساتھ۔ (ت)

۱۔ القرآن الکریم ۲۸/۳۸

۲۔ ۱۱۰/۳

۳۔ جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورة آل عمران امین کمپنی دہلی ۱۲۵/۲

مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۶۱/۳

کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۳ و ۳۲۵۲۰ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۵۶، ۱۶۹

۴۔ القرآن الکریم ۳۵/۲

۵۔ ۳۸/۱۱



اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک میں ہی ہوں اللہ۔ (ت)  
وقال تعالیٰ: یعیسیٰ اخی متوفیک ۖ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے داؤد ! بے شک ہم نے تجھے زمین میں ناسب کیا۔ (ت)  
وقال تعالیٰ : یٰٰذکرِیٰ اِنَّا نَبْشُرُکَ ھِیَ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام۔ (ت)

غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے یا ایہا النبی انا امر سلطک<sup>۱</sup> اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا — یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک<sup>۲</sup> اے رسول! پہنچا جو تیری طرف اترا — یا ایہا المرسل قم الیل<sup>۳</sup> اے کپڑا اور ٹھہ لیٹنے والے! رات میں قیام فرما — یا ایہا المدثر<sup>۴</sup> قم فانذرنا<sup>۵</sup> اے مجھڑ مارنے والے! کھڑا ہو لوگوں کو ڈر سنا — یس<sup>۶</sup> والقرآن<sup>۷</sup> المحکیم<sup>۸</sup> انک لمن المرسلین<sup>۹</sup> اے یس! یا اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تو مرسلوں

القرآن الكريم	١٠٥
٣٠ / ٢٨	١٠٥
٢٦ / ٣٨	١٠٥
١٢ / ٩	١٠٥
٦٤ / ٥	١٠٥
٢٠١ / ٤٣	١٠٥

سے ہے۔ طہ ما انزلنا عليك القرآن لتشقى اے طہ! اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سُنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یَا دَمْرَسْتَ بِأَيِّ انْبِيَاءٍ خُطِّبَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ خُطِّبَ مُحَمَّدٌ اسْتَ  
(اے آدمؑ) نبیوں کے باپ کے لئے خطاب ہے، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خطاب ہے "اے نبی" (ت)

امام عز الدین بن عبد السلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں: بادشاہ جب اپنے تمام  
امراء کو نام لے کر پکارے اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے: اے مقرب حضرت  
اے نائب سلطنت، اے صاحب عزت، اے سردار مملکت — تو کیا کسی طرح محلِ ریب و  
شک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا اور سرکار  
سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سے بڑھ کر سیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ، خصوصاً یَا ایہا المرسل (اے کبرا اور طے لیٹنے والے۔ ت)  
و یَا ایہا المدثر (اے جھرمٹ مارنے والے۔ ت) تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت  
جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاپوش اور طے جھرمٹ  
مارے لیٹے تھے، اُسی وضع و حالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی، بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا  
اپنے محبوب کو پکارے: اوبانکی ٹوپی والے، اودھانی دوپٹے والے، صر  
اودامن اٹھا کے جانے والے

فَسُبْحَنَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ الزَّهْرَاءُ عَلَى الْحَبِيبِ ذِي الْحَبَاءِ (اللہ تعالیٰ  
کو پاکی ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور روشن درود وجاہت والے محبوب پر۔ ت)  
ثم أقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہودِ مدینہ و مشرکین مکہ  
جو حضور سے جاہلانہ گفتگو میں کرتے اُن مقالاتِ خبیثہ کو بغرض رد و ابطال و مردہ رسانی عذاب

نکال بار ہا نقل فرمایا گیا مگر اُن گستاخوں کی اُس بے ادبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے، محل نقل میں بھی ذکر نہ آیا۔ ہاں جہاں انھوں نے وصفِ کریم سے ندا کی تھی اگرچہ ان کے زعم میں بطور استہزاء تھی اُسے قرآن مجید نقل کر لایا کہ :

قالوا یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر

بولے اے وہ جس پر قرآن اترا، صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کہ ان کے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔

یلنوح قد جادلتنّا، انت فعلت هذا بالهتّنا یا ابراہیم۔ یموسی ادع لنا ربک بما عهد عندک ینصّلح ائتنا بما تعدّنا۔ یا شعیب ما نفقہ کثیرا مما تقول ینصّلح اے نوح! تم ہم سے جھگڑے، کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم۔ اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ اے صالح! ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔ اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں۔ (ت)

بلکہ اُس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں۔ اور قرآن عظیم نے اُسی طرح اُن سے نقل فرمائی، اسباط نے کہا، یموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد ینصّلح

اے موسیٰ! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ (ت)

حواریوں نے کہا:

یعیسیٰ ابن مریم هل یستطیع ربک ینصّلح

اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے۔ (ت)

۵۲ القرآن الکریم ۱۱/۳۲

۵۴ " ۴/۱۳۲

۵۶ " ۱۱/۹۱

۵۸ " ۵/۱۱۲

۱۵ القرآن الکریم ۶/۱۵

۵۳ " ۲۱/۶۲

۵۵ " ۴/۴۴

۵۷ " ۲/۶۱

یہاں اس کا یہ بند و بست فرمایا کہ اس اُمتِ مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا۔

قال الله تعالى : لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضاً۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

کہ اے زید ، اے عمرو۔ بلکہ یوں عرض کرو :

یا رسول اللہ ، یا نبی اللہ ، یا سید المرسلین ، یا خاتم النبیین ، یا شفیع المذنبین ، صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم وعلیٰ الکی اجمعین۔

ابو نعیم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی :

قال كانوا يقولون يا محمد يا ابا القاسم فنهأهم الله عن ذلك اعظاماً  
لنبيه صلى الله تعالى عليه وسلم ، فقالوا يا نبی اللہ ، یا رسول اللہ ۔  
یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کہا جاتا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہا کرتے۔  
بیہقی امام علقمہ و امام اسود اور ابو نعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کر کے مذکورہ میں راوی :

لا تقولوا یا محمد ولكن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ ۔  
یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔  
اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

۱۔ القرآن الکریم ۲۴/۶۳	عالم الکتب بیروت	الحجۃ الاول ص ۷
۲۔ دلائل النبوة لابن نعیم	الفصل الاول	دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۲۱۱
الدر المنثور	تحت الآیة ۲۴/۶۳	دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۲۱۱
۳۔ تفسیر الحسن البصری	المکتبة التجارية مکة المکرمة	۶/۱۶۲
الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید	دار احیاء التراث العربی بیروت	۶/۲۱۱

ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر نذاکرنا حرام ہے۔  
 اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی  
 کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے۔ بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی  
 دُعا میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد اخی  
 توجہت بک الحسرتی (اے محمد! میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔ ت)  
 تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہئے، حالانکہ الفاظ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی،  
 کنایہ دل علیہ حدیث نبیہ الذی امر سلت و امر سلت الذی امر سلت (جیسا کہ اس پر  
 دلالت کرتی ہے حدیث مبارک ”تیرا نبی جس کو تو نے بھیجا اور تیرا رسول جس کو تو نے بھیجا“ ت)۔  
 یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے  
 اس کی تفصیل اپنے مجموعہ فتاویٰ مستمعی بہ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ میں ذکر کی وہ اللہ  
 التوفیق بخیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تھا، حضور کے صدقہ میں اس امتِ مرحومہ  
 کا خطاب بھی خطابِ اُمم سابقہ سے ممتاز ٹھہرا، اگلی اُمّتوں کو اللہ تعالیٰ یا ایہا المساکین فرمایا کرتا۔  
 تو ربِّ مقدس میں جا بجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے، قالہ خیشمہ مرواہ ابن ابی حاتمہ اور دہ السیوطی  
 فی الخصائص الکبریٰ (یہ خیشمہ نے کہا جس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور امام سیوطی نے  
 خصائص کبریٰ میں وارد کیا ہے۔ ت) اور اس اُمّتِ مرحومہ کو جب نذافرمانی ہے یا ایہا الذین  
 امنوا فرمایا گیا ہے یعنی اے ایمان والو۔ اُمّتی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔  
 سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے۔ آخر نہ سنا کہ فرماتا ہے:

فاتبعونی یحبکم اللہ تعالیٰ

میری پیروی کرو اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

آیت سابقہ: قال جل جلالہ ”لعمرك انهم في سكرتهم

۱۔ المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع و دار البصر و کتاب السجود الفکر بیروت ۱/ ۳۱۳، ۵۱۹، ۵۲۶

سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ص ۱۰۰

۲۔ نسیم الریاض الباب الاول الفصل الثالث مرکز المہنت برکات رضا گجرات ہند ۱۸۴/۱

۳۔ القرآن الکریم ۳/ ۳۱

۴۔ القرآن الکریم ۲/ ۱۸۳

یعمہون<sup>۱</sup> آیت : حق جل جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے :  
تیری جان کی قسم وہ کافر اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔

وقال تعالیٰ : لا اقسام بهذا البلد<sup>۲</sup> وانت حل بهذا البلد<sup>۳</sup>  
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔  
وقال تعالیٰ : وقيله يرب ان هؤلاء قوم لا يؤمنون<sup>۴</sup>  
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے ! یہ  
لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وقال تعالیٰ : والعصر<sup>۵</sup>  
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : قسم زمان برکت نشان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔  
اے مسلمان ! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کیسے میسر ہوا کہ قرآن عظیم نے  
اُن کے شہر کی قسم کھائی ، اُن کی باتوں کی قسم کھائی ، اُن کے زمانے کی قسم کھائی ، اُن کی جان کی  
قسم کھائی ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ ہاں اے مسلمان ! محبوبیت کبریٰ کے یہی معنی ہیں۔  
والحمد لله رب العلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے  
تمام جہانوں کا۔ ت)

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما حلف الله ب حياة احد الا بحياة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم  
قال تعالى لعمرك انهم لفى سكرتهم يعمهون ۵ وحياتك يا محمد<sup>۶</sup>

- 
- ۱۔ القرآن الکریم ۱۵/۲  
۲۔ " ۹۰/۱  
۳۔ " ۸۸/۲۳  
۴۔ " ۱۰۳/۱  
۵۔ الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ تحت الآیۃ ۱۵/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۰/۵

یعنی اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ آیہ لعمرک میں فرمایا تیری جان کی قسم اے محمد!

ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن مردویہ، بہیقی، ابوالنعیم، ابن عساکر، بغوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی،  
ما خلق الله وما ذرأ وما برأ نفسا اكرم عليه من محمد صلى الله تعالى  
عليه وسلم وما حلفت الله بحياة احد الا بحياة محمد صلى الله تعالى  
عليه وسلم فقال لعمرک انهم لفی سكرتهم يعمهون یہ

اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم اور امام محمد بن الحاج عبد ریی طی مدخل اور امام احمد محمد  
خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں ناقل حضرت امیر المومنین  
عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث طویل میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں،  
بابی انت واتی یا رسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله تعالى ان اقسام  
بحياتك دوت سائر الانبياء ولقد بلغ من فضيلتك عند الله ان اقسام  
بتواب قد ميك فقال لا اقسام بهذا البلد یہ

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان بیشک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور  
کی زندگی کی قسم یاد فرمائی نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت  
کی ٹھہری کہ حضور کی خاک پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے قسم اس شہر کی۔  
شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ مدارج میں فرماتے ہیں:

ايس لفظ در ظاهر نظر سخت مے در آید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سو گند مے خورد

لہ الدر المنثور بحوالہ ابی یعلیٰ و ابن جریر و ابن مردویہ و البہیقی تحت الآیۃ ۱۵/۲ بیروت ۵/۸۰

جامع البیان تحت الآیۃ ۱۵/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۴/۵۵

دلائل النبوة لابن نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۲

لہ المواہب اللدنیہ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۲۱۵/۳

نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول الفصل الرابع مرکز المصنفت ہند ۱۹۶/۱

بنجا کپائے حضرت رسالت و نظر بحقیقت معنی صاف و پاک است کہ غبارے نیست برآں و تحقیق اس سخن آنست کہ سو گند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ پچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیز است نزد مردم و نسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امر عظیم و شریف است، نہ آنکہ اعظم است نسبت بُوے تعالیٰ الخ یلہ

یہ لفظ ظاہری نظر میں اللہ رب العزت کی طرف نسبت کرنے میں سخت ہیں۔ جب یوں کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت حضرت رسالتا کی خاک پاکی قسم ارشاد فرماتا ہے اور نظر حقیقت میں معنی بالکل پاک و صاف ہے کہ اس پر کوئی غبار نہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ رب العزت کا اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم یاد فرمانا اس لئے ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک لوگوں کی بنسبت اس چیز کا شرف، فضیلت اور ممتاز ہونا ظاہر ہو جائے تاکہ وہ جان لیں کہ یہ چیز عظمت شرف والی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کی بنسبت اعظم ہے الخ (ت)

انبیائے سابقین اعتراضات کفار کے خود جواب دیتے اور حضو کی طرف سے رب العالمین

آیت ثامنہ (آٹھویں آیت)، قرآن عظیم میں جا بجا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ و الثناء سے کفار کی جاہلانہ جدال مذکور جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشقیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی و یہودہ گوئی کرتے اور حضرات رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حلم عظیم و فضل کریم کے لائق جواب دیتے۔ سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی قوم نے کہا: اِنَّا لَنَرٰكَ فِي ضَلٰلٍ مّبِیْنٍ ۚ بَشٰکْ هُمْ تَحٰصِیْنَ کُھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔

فرمایا: یَقُوْمُ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٍ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ اے میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ علاقہ نہیں، میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کی طرف سے۔ سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عادتے کہا:

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاہَۃٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۚ یقیناً ہم تمہیں حماقت میں خیال کرتے ہیں اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو۔

۱۵ مدارج النبوة باب سوم در بیان فضل و شرافت مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۶۵/۱

۱۵ القرآن الکریم ۶۱/۷

۱۵ القرآن الکریم ۶۰/۷

۱۵ ۶۶/۷



فرمایا :

يَقُومُ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ

اے میری قوم! مجھ میں اصلاً سفاہت نہیں، میں تو پیغمبر ہوں رب العالمین کا۔

سیدنا شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدین نے کہا،

إِنَّا لَنَرِيكَ فِينَا ضَعِيفًا ۚ وَلَوْلَا صُفْعُكَ لَرَجَعْنَاكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بَعِيزٌ

ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔ اور اگر تمہارے ساتھ کے یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تمہیں پتھروں سے مارتے، اور کچھ تم ہماری نگاہ میں عزت والے نہیں۔

فرمایا :

يَقُومُ ارْهَطِيْ اعْزَلِيْكُمْ مِّنْ اللّٰهِ وَاتَّخِذْ تَمُوْلًا وَّسِرًا ۚ كَمْ ظَهَرِيًّا

اے میری قوم! کیا میرے کنبے کے یہ معدود لوگ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ زبردست ہیں اور اُسے تم بالکل بھلائے بیٹھے ہو۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرعون نے کہا،

إِنِّي لَأَظُنُّكَ يُمُوسَىٰ مَسْحُورًا

میرے گمان میں تو اے موسیٰ! تم پر جادو ہوا۔

فرمایا :

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِصَاوِرٍ وَاتَىٰ لَظَنُكَ

يُفْرَعُونَ مَثُورًا

تُو خوب جانتا ہے کہ انھیں نہ اتارا مگر آسمان و زمین کے مالک نے دلوں کی آنکھیں کھولنے کو، اور میرے یقین میں تو اے فرعون! تو ہلاک ہونے والا ہے۔

مگر حضور سید المرسلین افضل المجوبین محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کی خدمتِ لا عظمت میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے بَلٰک السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَلٰلًا

۱۵ القرآن الکریم ۱۱/۹۱

۱۶ " ۱۴/۱۰۱

۱۵ القرآن الکریم ۴/۶۷

۱۶ " ۱۱/۹۲

۱۷ " ۱۴/۱۰۲

خود متکفل جواب ہوا ہے، اور محبوب اکرم مطلوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے آپ مدافع فرمایا ہے۔ طرح طرح حضور کی تنزیہ و تبریت ارشاد فرمائی۔ جا بجا رفع الزام اعدائے پیام پر قسم یاد فرمائی یہاں تک کہ غنی مغنی عز مجید نے ہر جواب و خطاب سے حضور کو غنی کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کا جواب دینا حضور کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کے لئے بہتر ہوا۔ اور یہ وہ مرتبہ عطیٰ ہے کہ نہایت نہیں رکھتا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ ذوالفضل العظیم (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ت)۔

(۱) کفار نے کہا،

یٰٰیہٰ الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون<sup>۱</sup>۔

اے وہ جن پر قرآن اترا، بیشک تم مجنون ہو۔

حق جل و علا نے فرمایا:

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ۔

قسم قلم اور نوشتہ تھائے ملائکہ کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں۔  
وان لک لاجراً غیر ممنون<sup>۲</sup>

اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے۔

کہ تو ان دیوانوں کی بد زبانی پر صبر کرتا اور حلم و کرم سے پیش آتا ہے، مجنون تو چلتی ہوا سے الجھا کرتے ہیں، تیرا حلم و صبر کوئی تمام عالم کے عقلا میں تو بتا دے۔  
وانک لعلیٰ خلق عظیم<sup>۳</sup>

اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے۔

کہ ایک حلم و صبر کیا تیری جو خصلت ہے اس درجہ عظیم و باشوکت ہے کہ اخلاقِ عافتانِ جہان مجتمع ہو کر اس کے ایک شتمہ کو نہیں پہنچتے۔ پھر اس سے بڑھ کر اندھا کون جو تیجے ایسے الفاظ سے یاد کرے، مگر یہ ان کا اندھا پن بھی چند روز کا ہے۔

۱۲ القرآن الکریم ۶/۱۵

۳/۶۸ " ۵۴

۱۳ القرآن الکریم ۲۱/۵۴

۲۴/۶۸ " ۵۳

۴/۶۸ " ۵۵

فستبصر ویبصرون ۵ بایکھ المفتون ۶

عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے۔

آج اپنی بے خردی و دیوانگی و کور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں، آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے، اور دوست و دشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(۲) وحی اُترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کا فر بولے :

اِنَّ مُحَمَّدًا وَّدَعٰهُ رَبُّهُ وَقَلَاةٌ ۲

بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

حتی جل و علانے فرمایا :

وَالضُّحٰی ۵ وَاللَّیْلَ اِذَا سَجٰی ۶

قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے۔

یا قسم اے محبوب! تیرے رُوئے روشن کی، اور قسم تیری زلف کی جب چمکے رخساروں پر بکھر آئے۔

مَا وَّدَّ عٰکِ رَبِّکَ وَمَا قٰلٰی ۶

نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔

اور یہ اشقیار بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے، اس مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر

چلے جاتے ہیں اور حسد و عناد سے یہ طوفان جوڑتے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے چھوڑتے ہیں

مگر یہ خبر نہیں کہ :

وَلَا اٰخِرَةَ خَیْرَ لَّکَ مِنَ الْاَوَّلٰی ۶

بے شک آخرت تیرے لئے دُنیا سے بہتر ہے۔

وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سُنیں، نہ کسی بشر یا ملک کے

خطرے میں آئیں جن کا اجمال یہ ہے :

۱۔ القرآن الکریم ۶۸/۵

۲۔ معالم التنزیل (تفسیر البغوی)

۳۔ القرآن الکریم ۹۳/۲۱

۴۔ ۹۳/۴

تحت الآية ۹۳/۳ دارالکتب العلمیہ بیروت

۵۔ القرآن الکریم ۹۳/۳

۶۶۵/۴

ولسوف يعطيك ربك فترضى۔

قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اُس دن دوست دشمن سب پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر، اگر آج یہ اندھے آفت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم، جلیل، کثیر، جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں۔ کیا تیرے پہلے احوال انھوں نے نہ دیکھے اور اُن سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظر عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے،

السم یجدک یتیمًا فاویؑ، الیٰ اخر السورۃ۔

کیا اس نے تمھیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (سورۃ کے آخر تک۔ ت)

(۳) کفار نے کہا:

لست مرسلؑ تم رسول نہیں ہو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

یٰسّٰۤا والقرآنؑ الحکیمؑ انک لمن المرسلینؑ

اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، تو بیشک مرسل ہے۔

(۴) کفار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعری کا عیب لگایا۔ حق جل و علا

نے فرمایا:

وما علمنہ الشعر وما ینبغیٰ لہ طائؑ ہوا لا ذکر وقرآن مبینؑ

نہ ہم نے انھیں شعر سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن

بیان والا قرآن۔

(۵) منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اور

اُن میں کوئی کہتا ایسا نہ ہو کہیں اُن تک خبر پہنچے، کہتے: پہنچے گی تو کیا ہوگا، ہم سے پوچھیں گے ہم نکر جاتیں گے، قسمیں کھالیں گے، انھیں یقین آجائے گا کہ ہواؤںؑ وہ تو کان میں، جیسی ہم سے

۲ القرآن الکریم ۹۳/۶

۱ القرآن الکریم ۹۳/۵

۴ ۳۶/۳ اتا

۲ ۱۳/۴۳

۵ ۳۶/۶۹

۶ ۹/۶۱

سنیں گے مان لیں گے۔

حق جل و علا نے فرمایا،

اُذَنْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَوْ وَدَّعْتُمْ بَعْضَ مَا يَدْعُونَ وَبَحَلْتُمْ شَيْئًا مِّنْهُ لَتَرَنَّ اللَّهَ يُخْلِقُ مَا يَشَاءُ لَئِنْ كُنْتُمْ تُدْرِكُونَ  
بِكَمَالٍ حِلْمٌ وَكَرَمٌ حِشْمٌ پوشی فرماتے ہیں، ورنہ کیا انھیں تمھارے بھیدوں اور خلوت کی چھپی باتوں پر  
آگاہی نہیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا مَنَعَكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ اٰيَاتٍ لَّا تَرَوْنَهَا اِنَّكُمْ لَعَالَمُونَ  
مَطْلَعٌ کرتا ہے، پھر تمھاری جھوٹی قسموں کا انھیں کیونکر لائق آئے۔ ہاں وَيٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا  
اِيْمَانُ وَالْوَلَوْنَ كِي بَاتٍ وَّاقِعِيٌّ مَّا نَتَيْ هِيْ كِه اَنھیں اُن كِه دِل كِي سَچِي حَالَتُوں پَر خَبَر هِي۔ اِس لَے وَرْحَمَةُ  
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ مَّهْرَبَانِ هِي اُن پَر حَوْثَم مِّنْ اِيْمَانٍ لَّا تَرُوْا اَن كِه طَفِيْلٌ سَے اَنھیں مَہِشْكَ كِي  
گھر مِّنْ بڑے بڑے رُتَبے ملتے ہيں، اور اگَر چہ يہ بھي اُن كِي رَحْمَتِ هِي كِه دُنْيَا مِّنْ تَم سَے حِشْم پوشی ہوتی  
هِي۔ مگر اِس كا نَتِيْجہ اچھا نہ سمجھو كِه تمھاری گستاخوں سَے اَنھیں اِيْذَا رَہْنِجِي هِي وَالَّذِيْنَ يُوْذَوْنَ  
مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور جو لوگ رَسُوْل اللّٰهِ كُو اِيْذَا دِيْنِ اِن كِه لَے دُكھ كِي مَار  
(۶) اِبْنُ اَبِي شَقِيْطٍ مَلْعُوْنٌ نَّے جَب وَہ كَلِمَہ مَلْعُوْنہ كہا،

لَعْنٌ مَّرْجَعُنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لِيُخْرِجُنَا لَعْنُهَا الْاَذْلُ

اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کرے گا عزت والا ذلیل کو۔

حق جل و علا نے فرمایا،

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَّسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

عزت تو ساری خدا و رسول و مومنین ہی کے لئے ہے، پر منافقوں کو خبر نہیں۔

(۷) عاص بن وائل شقی نے جو صاحبزادہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

انتقال پر ملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔ حق جل و علا نے فرمایا: اَنَا اعْطَيْتُكَ الْكُوْثَرَ

بیشک ہم نے تمھیں خیر کثیر عطا فرمائی، کہ اولاد سے نام چلنے کو تمھاری رفعت ذکر سے کیا نسبت، کروڑوں

صاحب اولاد گزرے جن کا نام تمک کوئی نہیں جانتا، اور تمھاری شمار کا ڈنکا تو قیام قیامت تک

۲ القرآن الکریم ۹/۶۱

۳ " ۹/۶۱

۴ " ۶۳/۸

۵ " ۱۰۸/۱

۱ القرآن الکریم ۹/۶۱

۳ " ۹/۶۱

۵ " ۹/۶۱

۶ " ۶۳/۸

الکاف عالم و اطراف جہاں میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ اطلاق فلک آفاق زمین میں پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمہیں وہ نفیس و طیب ہوگی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہے گی۔ اس کے سوا تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں اور تم سامہریان اُن کے لئے کوئی نہیں، بلکہ حقیقت کار کو نظر کیجئے تو تمام عالم تمہاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور تمہارے ہی نور سے نسب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابوالبشر آدم تمہیں یاد کرتے یوں کہتے:

یا ابی صومرة و اباى معنى له

اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔

پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے۔ جب اُس کی یہ عنایت بے غایت تم پر مبذول ہو تو تم ان اشقیاء کی زبان درازی پر کیوں طول ہو بلکہ فصل لربك وانحر اپنے رب کے شکرانہ میں اس کے لئے نماز پڑھو اور توبہ کرنی کرو۔ ان شانك هو الابترہ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے کہ جن بیٹوں پر اُسے ناز ہے یعنی عمرو و ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما، وہی اُس کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور تمہارے دین حق میں اگر بوجہ اختلاف دین اُس کی نسل سے جدا ہو کر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے۔ پھر آدمی بے نسل ہوتا۔ تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا۔ اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے۔ تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی و نفیر کے ساتھ لیا جائیگا اور روز قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والیعا ذالہ تعالیٰ۔

(۸) جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جمع

فرما کر وعظ و نصیحت اور اسلام و اطاعت کی طرف دعوت کی ابوہب شقی نے کہا:

بئالک سائر الیوم الہذا جمعتنا

۱۔ المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العربیہ بیروت ۲/۲۴

۲۔ القرآن الکریم ۲/۱۰۸

۳۔ ۳/۱۰۸

۴۔ صحیح البخاری کتاب التفسیر باب ۱۰ و اندر عشیرتک الاقرین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۰۲ و ۴۴۳

صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۴

ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تمھارے لئے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔  
حق جل و علا نے فرمایا :

تَبَّتْ يَدَا ابْنِ لَهَبٍ وَتَبَّ

ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

مَا اغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۖ اُس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو  
کمایا۔ سبصلیٰ ناسراً ذات لہبؑ اب بیٹھا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔ وَاَمْرًا تَهْ حِمَالَةَ الْحَطْبِ  
اور اس کی جو روک ٹوک لڑیوں کا گٹھا سر پر لئے۔ فِی جِدِّهَا جَبَلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ اُس کے گلے میں  
مونج کی رستی۔

بالجملہ اس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صد ہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف و بتول  
مریم اور ادھرام المؤمنین صدیقہ علی سیدہم وعلیم الصلوٰۃ والسلام کے قصے اس مضمون پر شاہد عدل  
ہیں۔ حضرت والد ماجد ”سرور القلوب فی ذکر المحبوب“ میں فرماتے ہیں :

”حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں  
کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہؓ پر بُھتان اُٹھا خود ان کی پاک دامنی  
کی گواہی دی اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے  
گواہی دلواتا۔ مگر منظوریہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور عزت  
انتیازان کا بڑھائیں، انتہی۔

محل غور ہے کہ اراکین دولت و مقربان حضرت سے باغیان کمرش بگستاخی و بے ادبی پیش آئیں اور  
بادشاہ ان کے جوابوں کو انھیں پر چھوڑ دے، مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو  
زبان درازی اس کی جناب میں کریں حضرت سلطان اُس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے بلکہ یہ نفس  
اس کی طرف سے تکفل جواب کرے۔ کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ مکرار سلطانی  
میں جو اعزاز اس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں، اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا

۱۵ القرآن الکریم ۱۱۱/۲

۱۶ ” ۱۱۱/۴

۱۷ القرآن الکریم ۱۱۱/۱

۱۸ ” ۱۱۱/۳

۱۹ ” ۱۱۱/۵

۲۰ سرور القلوب فی ذکر المحبوب دوسرا باب آیہ کریمہ ورفعا لک ذکر کی تفسیر میں نوکشور لکھنؤ ص ۳۸

حصہ اس میں نہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

**آیت تاسعہ:** قال تعالیٰ عظمتہ، عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

**نویں آیت:** اللہ تعالیٰ فرمایا، قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔

صحیح بخاری و جامع ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرمایا:  
سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المقام المحمود فقال  
هو الشفاعة۔

حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا مقام محمود کیا ہے؟ ارشاد فرمایا، شفاعت۔

اسی طرح احمد و بیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

سئل عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی قوله عسی  
ان یبعثک ربک مقاماً محموداً فقال ہی الشفاعة۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قول "قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی  
جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں گے" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ  
شفاعت ہے۔ (ت)

اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر و مشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی و مسطور، جن کی بعض ان شاء اللہ  
تعالیٰ ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

اُس دن آدم صغی اللہ سے عیسٰی کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی  
فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لہا انا لہا میں ہوں شفاعت کے لئے،

۱۔ القرآن الکریم ۱۷/۹

۲۔ صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ۱۷ باب قوله عسی ان یبعثک ربک قیدی کتب خانہ کراچی ۶۸۶/۲

جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۱۴۲/۲

المواہب اللدنیۃ بحوالہ البخاری الشفاعة والمقام المحمود المکتب الاسلامی بیروت ۶۴۱/۴

۳۔ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴۷۸ و ۴۲۴/۲

نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ احمد والبیہقی فصل فی تفضیلہ بالشفاعة ۲۴۵/۲

۴۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی تفضیلہ بالشفاعة دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰/۱



میں ہوں شفاعت کے لئے۔ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم۔ سب سر بگیبیاں، وہ ساجد و قائم۔ سب محل خوف میں، وہ آمن و ناعم۔ سب اپنی فکر میں، انھیں فکرِ عوالم۔ سب زیرِ حکومت، وہ مالک و حاکم۔ بارگاہِ الہی میں سجدہ کریں گے اُن کا رب انھیں فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسک و قل تسمع و سل تعطہ و اشفع تشفع۔ اے محمد! اپنا سراٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمھاری عرض سنی جائے گی، اور مانگو کہ تمھیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو کہ تمھاری شفاعت قبول ہے۔

اُس وقت اولین و آخرین میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حمد و ثنا کا غلغلہ پڑ جائیگا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی افضلیتِ کبریٰ و سیادتِ عظمت پر ایمان لائے گا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

مقامِ تو محمود و نامت محمد بدینساں مقامے و نامے کہ دارد  
(آپ کا مقام محمود اور نام محمد ہے، ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے۔ ت)  
امام محی السنۃ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان اللہ عز وجل اتخذ ابراہیم خلیلا وان صاجکم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیل اللہ و اکرم الخلق علی اللہ ثم قرأ "عسی ان یمیتک ربک مقاما محمودا" قال یجلسہ علی العرش۔

یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی بیشک اللہ عز وجل نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل بنایا۔ اور بیشک تمھارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے خلیل اور تمام خلق سے زیادہ اُس کے نزدیک عزیز و جلیل ہیں۔ پھر یہ آیت "عسی ان یمیتک ربک مقاما محمودا" تلاوت کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ انھیں روزِ قیامت عرش پر بٹھائے گا۔

وعزا نحوه فی المواہب للثعلبی (اس کی مثل مواہب میں ثعلبی کی طرف منسوب ہے۔ ت)۔

- |       |                         |                                      |                              |
|-------|-------------------------|--------------------------------------|------------------------------|
| ۱۰۹/۱ | قدیمی کتب خانہ کراچی    | باب اثبات الشفاعۃ الخ                | ۱ صحیح مسلم کتاب الایمان     |
| ۱۰۹/۲ | دار الکتب العلمیہ بیروت | تحت الآیۃ ۱/۹                        | ۲ معالم التنزیل (تفسیر بغوی) |
| ۶۴۳/۴ | المکتب الاسلامی بیروت   | الفصل الثالث الشفاعۃ والمقام المحمود | ۳ المواہب اللدنیۃ            |

امام عبد بن حمید وغیرہ حضرت مجاہد تلمیذ رشید حضرت جبر الاعمہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس آیت کی تفسیر میں راوی :

يُجْلِسُهُ اللَّهُ تَعَالَى مَعَهُ عَلَى الْعَرْشِ عَـ

اللہ تعالیٰ انہیں عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔

یعنی معیت تشریف و تکریم کہ وہ جلوس و مجلس سے پاک و متعالی ہے۔ — امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں ناقل امام علامہ سید الحافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجاہد کا یہ قول نہ از روئے نقل مدفوع نہ از جہت نظر ممنوع اور نقاش نے ابو داؤد صاحب سنن رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا، من انکر ہذا القول فهو متہم جو اس قول سے انکار کرے وہ متہم ہے۔ اسی طرح امام دارقطنی نے اس قول کی تصریح فرمائی، اور اس کے بیان میں چند اشعار نظم کئے، کہا فی نسیمہ الریاض (جیسا کہ نسیم الریاض میں ہے۔ ت)۔

ابو الشیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

ان محمد صلى الله تعالى عليه وسلم يوم القيمة يجلس على كرسى الرب

بین پدی الرب

بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز قیامت رب کے حضور رب کی کرسی پر جلوس فرمائیں گے۔  
معالم میں عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: یقعدہ علی الكرسي،  
اللہ تعالیٰ انھیں کرسی پر بٹھائے گا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ  
اجمعین، والحمد للہ رب العلمین (اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے آپ پر، آپ کی آل پر  
اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو کُل جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)  
آیت عاشرہ (دسویں آیت): قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات ومحاورات ونقل اقوال و  
ذکر احوال پر نظر کیجئے تو ہر جگہ اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی شان سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ

المواهب اللدنية عن القسطلاني المقصد العاشر الفصل الثالث المكتب الاسلامي بيروت ١٩٧٢م

شرح الزرقاني على المواهب اللدنية **بجالة** عبد بن حميد سنة ١٢٤٨ هـ دار المعرفة بيروت ٣٧٨/٨

٥٢ المواهب اللدنية عن القسطلاني المقصد العاشر " المكتب الاسلامي بيروت ١٣٣٠/٢

4000 4000 / 2 " " " " " " " " " " 95

٤٣ معالم التنزيل (تفسير النجوى) تحت الآية ١٩/٩ دار الكتب العلمية بيروت ١٠٩/٣

والسلام سے بلند و بالا نظر آتی ہے، یہ وہ بحر ذخار ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ علمائے دین مثل امام ابو نعیم و ابن فورک و قاضی عیاض و جلال سیوطی و شہاب قسطلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان تفرقوں سے بعض کی طرف اشارہ فرمایا۔ فقیر اول ان کے چند اخراجات ذکر کر کے پھر بعض امتیاز کہ باندک تا مل اس وقت ذہن قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے گا تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد نہیں پر اقتصار کا باعث ہوا،

(۱) خلیل جلیل علیہ الصلوٰۃ والتبجیل سے نقل فرمایا،

ولا تخزنی یوم یبعثون۔

مجھے رسوائہ نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں۔

حبیبِ قریب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خود ارشاد ہوا،

یوم لا ینخری اللہ النبی والذین امنوا معہ۔

جس دن خدا رسوائہ نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔

حضور کے صدقے میں صحابہ بھی اس بشارتِ عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔

(۲) خلیل جلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی،

اتی ذاہب الحی ربی سہدین۔

(بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اور وہ مجھے راہ دے گا۔ ت)

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود بلا کر عطاے دولت کی خبر دی،

سبحن الذی اسری بعبدا۔

(پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ت)

(۳) خلیل جلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی،

سہدین (وہ مجھے راہ دے گا۔ ت)

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود ارغشاد فرمایا،

ویہدیک صراطاً مستقیماً (اور اللہ تعالیٰ تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔ ت)

۱۵ القرآن الکریم ۶۶/۶

۵۴ ۱/۱۷

۵۶ ۲/۴۸

۱۵ القرآن الکریم ۲۶/۸۷

۵۳ ۹۹/۳۷

۵۵ ۹۹/۳۷

(۴) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے :

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝

اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی؟ (ت)

حَبِيبَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَمٌ کے لئے فرمایا فرشتے ان کے لشکری و سپاہی بنے :

وَاَيَّدُوْهُ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا، يَمْدَدُكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝  
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظٰهِيْرَةٌ ۝

اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں، تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا، اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ (ت)

(۵) کَلِمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّلٰمِیْمُ کو فرمایا انھوں نے خدا کی رضا چاہی :

وَعَجَّلْتَ اِلَیْكَ رِبًّا لِّتَرْضٰی ۝

اور تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔ (ت)

حَبِيبَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَمٌ کے لئے بتایا خدا نے اُن کی رضا چاہی :

فَلَنُوَلِّیْكَ قَبْلَةَ تَرْضٰہَا ۝ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝

تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (ت)

(۶) کَلِمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّلٰمِیْمُ کا بخوفِ فرعون مصر سے تشریف لے جانا بلفظِ فرار نقل فرمایا :

فَهَرَّاتٍ مِنْكُمْ لَمَّا خَفَتْكُمْ ۝

تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا۔ (ت)

حَبِيبَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَمٌ کا ہجرت فرمانا باحسن عبارات ادا فرمایا :

۲۰/۹ القرآن الکریم ۵۲

۲/۶۶ " ۵۴

۱۴۴/۲ " ۵۶

۲۴/۵۱ القرآن الکریم ۱۵

۱۲۵/۳ " ۵۳

۸۴/۲۰ " ۵۵

۵/۹۳ " ۵۴

۲۱/۲۶ " ۵۶

اذيكر بك الذين كفروا۔

اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔ (ت)

(۷) کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طور پر کلام کیا اور اُسے سب پر ظاہر فرما دیا :  
انا اخترتك فاستمع لما يوحى ۝ انا الله لا اله الا انا فاعبدني ، واقم الصلوٰۃ  
لذكرى ۝ الى اخرا الايات۔

اور میں نے تجھے پسند کیا ، اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے ، بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ  
میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ آیات کے آخر تک۔  
حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فوق السموات مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا ،  
فاوحی الی عبدہ ما ووحی ۝

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (ت)

(۸) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا :

لا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله ۝

خوہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکا دے خدا کی راہ سے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بقسم فرمایا :

وما ينطق عن الهوى ۝ ان هو الا وحي يوحى ۝

کوئی بات اپنی خوہش سے نہیں کہتا ، وہ تو نہیں مگر وحی کہ القا ہوتی ہے۔

اب فقیر عرض کرتا ہے وباللہ التوفیق۔

(۹) نوح و ہود علیہما الصلوٰۃ والسلام سے دُعا نقل فرمائی :

رب انصرني بما كذبون ۝

الہی! میری مدد فرما بدلا اس کا کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود ارشاد ہوا :

۱۲۶/۱۳/۲۰ القرآن الکریم

۲۶/۳۸ " ۵۴

۲۶/۲۳ " ۵۶

۳۰/۸ القرآن الکریم

۱۰/۵۳ " ۵۳

۲۰/۵۳ " ۵۵

وینصرك الله نصرًا عزيزًا۔

اللہ تیری مدد فرمائے گا زبردست مدد۔

(۱۰) نوح و خلیل علیہما الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا انھوں نے اپنی اُمتوں کی دعائے مغفرت کی،

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود حکم دیا اپنی اُمت کی مغفرت مانگو،

واستغفر لذنوبک وللمؤمنین والمؤمنات۔

اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

(۱۱) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا انھوں نے پچھلوں میں اپنے ذکرِ جمیل کے

باقی رہنے کی دعا کی،

واجعل لی لسان صدق فی الآخرین۔

اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود فرمایا: ورفعلک ذکرک۔

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (ت)

اور اس سے اعلیٰ وارفع مژدہ ملا،

عسیٰ ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا۔

قرب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (ت)

کہ جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے حضور کی حمد و ثناء کا شور ہر زبان سے جوش زن ہوگا۔

ع یہ لفظ دعائے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں، اور دعائے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لفظوں سے ہے،

رب اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین والمؤمنات۔

دعائے خلیل کا حاصل اس میں خود تھا لہذا اختصاراً اسے دونوں حضرات کی طرف منسوب کیا۔

۲۸/۴۱ القرآن الکریم

۸۴/۲۶ " ۵۴

۴۹/۱۴ " ۵۶

۳/۴۸ القرآن الکریم

۱۹/۴۷ " ۵۳

۴/۹۴ " ۵۵

۲۸/۴۱ " ۵۷

(۱۲) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا، اُنھوں نے قوم لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رفعِ عذاب میں بہت کوشش کی یجاد لنا فی قوم لوط (ہم سے لوط کے بارے میں جھگڑنے لگاتے) مگر حکم ہوا، یا ابراہیم اغرض عن ہذا اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ۔ عرض کی، ان فیہا لوطاً اسستی میں لوط جو ہے۔ حکم ہوا نحن اعلم بمن فیہا ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا:

ماکان اللہ ليعذبہم وانت فیہم

اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمت عالم! تو ان میں تشریف فرما ہے۔

(۱۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا:

مر بنا و تقبل دُعائے

الہی! میری دعا قبول فرما۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن کے طفیلیوں کو ارشاد ہوا:

قال ربکم ادعونی استجب لکم

تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

(۱۴) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج درختِ دنیا پر ہوئی:

فودی من شاطئ الواد الايمن فی البقعة المباركة من الشجرة۔

نذا کی گئی میدان کے دائیں کنارے سے برکت والے مقام میں پڑ سے۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج سدرۃ المنتہی و فردوسِ اعلیٰ تک بیان فرمائی:

عند سدرۃ المنتہی عندھا جنت الماویٰ

سدرۃ المنتہی کے پاس، اس کے پاس جنتِ الماویٰ ہے۔ (ت)

۵۲ القرآن الکریم ۱۱/۷۹

۵۴ " ۲۹/۳۲

۵۶ " ۱۴/۴۰

۵۸ " ۲۸/۳۰

۱ القرآن الکریم ۱۱/۷۹

۵۳ " ۲۹/۳۲

۵۵ " ۸/۳۳

۵۷ " ۴۰/۶۰

۵۹ " ۵۳/۱۴، ۱۵

(۱۵) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقتِ ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت کی :

و یضیق صدری ولا ینطق لسانی فارسل الی ہرود<sup>۱</sup>

اور مرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ہارون کو بھی رسول کر۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود شرح صدر کی دولت بخشی، اور اس سے منتِ عظمیٰ رکھی :

الہ نشرح لك صدرک<sup>۲</sup> (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ ت)

(۱۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حجابِ نار سے تجلی ہوئی :

فلما جاء هانودی ابن بورك من فی الناس ومن حولها<sup>۳</sup>

پھر جب وہ آگ کے پاس آیا نہا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی حضرت

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور وہ جو اس کے آس پاس ہیں یعنی فرشتے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جلوہ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایتِ تفعیم و تعظیم کے لئے بالفاظ

ابہام بیان فرمائی گئی :

اذ یغشی السدرۃ ما یغشی<sup>۴</sup>

جب چھانگیا سدرہ پر جو کچھ چھایا۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابویعلیٰ، بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث

طویل معراج میں راوی :

ثم انتھی الی السدرۃ فغشیها نور الخلاق عزوجل فکلمہ تعالیٰ عند

ذلك فقال له سل<sup>۵</sup>

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ تک پہنچے خالق عزوجل کا نور اس پر چھایا،

۱۵ القرآن الکریم ۱۳/۲۶

۱۳ ۶/۲۷

۱۴ ۱۶/۵۳

۱۵ ۲۳/۱۳

۱۶ ۶۸/۲۷

۱۷ ۱۴/۵

۱۸ ۱۴/۵

۱۹ ۱۴/۵



اس وقت عرجل جلالہ نے حضور ﷺ سے کلام کیا اور فرمایا : مانگو اھ ملخصاً ۔  
 (۱۷) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنے اور اپنے بھائی کے سوا سب سے برات و قطع تعلق نفل  
 فرمایا، جب انھوں نے اپنی قوم کو قتالِ عمالقہ کا حکم دیا اور انھوں نے نہ مانا، عرض کی :  
 رب اتی لا املک الا نفسی و اخي فافرق بیننا و بین القوم الفسقین ۱۷  
 الہی ! میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنا اور اپنے بھائی کا، توجہ آئی فرمادے ہم میں اور اس گنہگار  
 قوم میں ۔

حبیب ﷺ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفلِ وجاہت میں کفار تک کو داخل فرمایا :  
 ما کان اللہ لینعذبہم و انت فیہم ۱۸ عسی ان یمعثک ربک مقاما محمودا ۱۸  
 اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جب تک اے محبوب ! تم ان میں تشریف فرما ہو۔  
 قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اس جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں ۔ (ت)  
 یہ شفاعتِ گہری ہے کہ تمام اہل موقف موافق و مخالف سب کو شامل ۔  
 (۱۸) ہارون و کلیم علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے فرمایا، انھوں نے فرعون کے پاس  
 جاتے ہوئے اپنا خوف عرض کیا :

مرتبنا انتنا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی ۱۹  
 اے ہمارے رب ! بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش  
 آئے ۔ (ت)  
 اس پر حکم ہوا :

لا تخافا انی معکم اسمع و امرای ۲۰  
 ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ۔  
 حبیب ﷺ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود مردہ نگہبانی دیا :  
 واللہ یعصمک من الناس ۲۱ (اور اللہ تعالیٰ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے ۔ ت)

۲ القرآن الکریم ۸/۳۳

۳۴ = ۲۰/۲۵

۳۵ = ۵/۶۴

۱ القرآن الکریم ۵/۲۵

۳۴ = ۱۴/۴۹

۳۵ = ۲۰/۴۶

(۱۹) مَسِيحٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کے حق میں نہ پایا ان سے پرائی بات پر یوں سوال ہوگا:  
يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَانتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخَذُونِي وَأُمِّيَ الْمَهِينِ مِنْ  
دُونِ اللَّهِ ۖ

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا  
دُوحِ اٹھیرالو۔

معالم میں ہے اس سوال پر خوفِ الہی سے حضرت روحِ اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا  
بند بند کانپ اُٹھے گا اور ہر نبیؑ سے خون کا فوارہ بہے گا پھر جواب عرض کریں گے جس کی حق تعالیٰ تصدیق  
فرماتا ہے۔ حبیبِ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے  
بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی، اس پر سوال تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ہوا مگر  
یہاں جو شانِ لطف و محبت و کرم و عنایت ہے قابلِ غور ہے، ارشاد فرمایا:

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لِمَهُمْ ۖ

اللہ تجھے معاف فرمائے تو نے انھیں کیوں اجازت دے دی۔

سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور یہ محبت کا کلمہ پہلے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۲۰) مَسِيحٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سے نقل فرمایا انھوں نے اپنی اُمت سے  
مدد طلب کی:

فَلَمَّا احْسَنَ عِيسَىٰ مِنْهُمْ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارُ مَعِيَ اِلَى اللَّهِ ط قَالَ الْحَوَارِيُّونَ  
نَحْنُ اَنْصَارُ اللَّهِ ۖ

پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے  
کہا ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔

حبیبِ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت انبیاء و مرسلین کو حکم نصرت ہوا:

۱۔ القرآن الکریم ۵/۱۱۶

۲۔ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/۱۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶۶/۲

۳۔ القرآن الکریم ۹/۴۳

۴۔ " ۳/۵۲

لَتَوْمَنَّتْ بِهِ وَلَتَنْصُرَنَّهُ ۝

تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (ت)  
غرض جو کسی محبوب کو ملاؤ وہ سب اور اس سے افضل و اعلیٰ انھیں ملا، اور جو انھیں ملا  
وہ کسی کو نہ ملا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ یب بضا داری      آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تہا داری  
(آپ یوسف علیہ السلام) کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کی چھونک اور روشن ہاتھ  
رکھتے ہیں، جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۱۳۲ تا ۱۸۵)

(۱۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد ”اختصا صفا“ کے مطالب بیان  
کرتے ہوئے فرمایا:

یابہ کہ مجھ پر کتاب اتاری جس کے محدود درقوں میں تمام اشیاء گزشتہ و آئندہ کا روشن مفصل بیان  
جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم جس کی ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ بھر جائیں۔ اس  
سے زیادہ اور کیا اختصار متصور۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

(۱۲) رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے مسلمان ہونے پر آیات قرآنیہ سے استدلال  
کرتے ہوئے رسالہ ”شمول الاسلام لا اصول الرسول الکرام“ میں فرمایا:

أَوَّلًا (پہلی دلیل) اللہ عز و جل فرماتا ہے،

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۝

بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بَعَثْتُ مِنْ خِيَدِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقُرُونِ الَّتِي

كُنْتُ مِنْهَا - رواه البخاري في صحيحه عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه -

۱۱ القرآن الکریم ۳/۸۱

۱۲

۱۳ القرآن الکریم ۲/۲۲۱

۱۴ صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۰۳/۱



کہا جاسکے بالخصوص جبکہ مسلمان صالح موجود ہوں اگرچہ خیریت نسب ہی کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔ چنانچہ  
توسمجھ ۱۲۔ (ت)

یہ دلیل امام جلیل قاتم الحفظ جلال الملہ والدین سیوطی قدس سرہ نے افادہ فرمائی قالہ یجزیہ  
الجزاء الجمیل (اللہ تعالیٰ اُن کو اجر جمیل عطا فرمائے۔ ت)

ثانیاً قال اللہ عزوجل "انہا المشرکون نجس" **دوسری دلیل** اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ (ت)  
اور حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من الاصلاب الطیبة الی الامحام الطاہرة مصفی  
مہذباً لا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیرہما۔ رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوة عن  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ، جب دو شاخیں  
پیدا ہوتیں میں اُن میں بہتر شاخ میں تھا۔ (اس کو ابو نعیم نے دلائل النبوة میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما سے روایت کیا ہے)۔

اور ایک حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،  
لَمْ أَمْلَأْ أَنْقَلَ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَمْرَحَامِ الطَّاهِرَاتِ۔  
میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشت سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔  
دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکبریٰ والامحام الطاہرة حتی اخرجنی  
من بین ابوی۔ رواہ ابن ابی عمرو العدنی فی مسندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لہ القرآن الکریم ۲۸/۹

۲۱/۲ الحاوی للفتاویٰ بحوالہ ابی نعیم مسالک الحنفیہ فی والدی المصطفیٰ دار الکتب العلمیہ بیروت

دلائل النبوة لابن نعیم الفصل الثانی عام الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۱ و ۱۲

۳۱ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲/۱

الحاوی للفتاویٰ مسالک الحنفیہ فی والدی المصطفیٰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۱۰/۲

۴۱ الشفاہ بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل ما شرف نسبہ " " " " ۶۰/۱

نسیم ریاض فی شرح شفاہ القاضی عیاض بحوالہ ابن عمر و العدنی مرکز المہنت دہلی دہلی ۴۳۵/۱

ہمیشہ اللہ عز و جل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ (اس کو ابن ابی عمر و العدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ ت)۔

توضیح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباؤ کرام طاہرین و امہات کرام طاہرات سب اہل ایمان و توحید ہوں کہ بنقص قرآن عظیم کسی کافرو کافزہ کے لئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں۔

یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الوری فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سبزواری اور علامہ لسانی شافعی و امام ابن حجر مکی و علامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید و تصویب کی۔

ثالثاً قال اللہ تبارک و تعالیٰ : و توکل علی العزیز الرحیم ۵ الذی یراک حین تقوم ۵ و تقبک فی الشجیدین ۵

تیسری دلیل، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا : بھروسہ سا کہ زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہو اور تیرا کر وٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں۔

امام رازی فرماتے ہیں :  
”معنی آیت یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔“

تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آباؤ کرام مسلمین تھے۔  
امام سیوطی و امام ابن حجر و علامہ زرقانی وغیرہم اکابر نے اس کی تقریر و تاکید و تشیید فرمائی، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے مؤید روایت ابو نعیم کے یہاں آئی،  
وقد صرحوا ان القراء محتج بہ علی جمیع وجوہہ ولا ینفی تاویل

۱۔ القرآن الکریم ۲۶/۲۱۷ تا ۲۱۹  
۲۔ مفاتیح الغیب تحت الآیۃ ۲۶/۲۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۹/۲۴  
۳۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفات امہ صلی علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱۴۴/۱  
۴۔ دلائل النبوة لابن نعیم الفصل الثانی ذکر فضیلتہ صلی علیہ وسلم بطیب لہ عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۲۱

تاویل و تشہد لہ عمل العلماء فی الاحتجاج بالآیات علی احد التاویلات قدیمہ و حدیثا۔  
 علماء نے تصریح کی ہے کہ قرآن پاک کی ہر وجہ سے استدلال کیا جائے گا اور کوئی ایک تاویل دوسری  
 تاویل کی نفی نہیں کرتی، اس کے لئے علماء کا عمل گواہ ہے کہ وہ پُرانے اور نئے زمانے میں آیات مبارکہ کی کئی  
 تاویلات میں سے ایک سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ (ت)

سابعاً قال المولى سبطه و تعالى : ولسوف يعطيك ربك فترضى به  
 چوتھی دلیل، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی  
 ہو جائے گا۔

اللہ اکبر ! بارگاہِ عزت میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و وجاہت و محبوبیت کہ  
 اُمت کے حق میں تورب العزت جل و علا نے فرمایا ہی تھا۔

سنن روضہ فی امتک ولا نسؤک۔ رواہ مسلم فی صحیحہ۔

قریب ہے کہ ہم تجھے تیری اُمت کے باب میں راضی کر دیں گے اور تیرا دل پُرانہ کریں گے (اسے مسلم  
 نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ت)

مگر اس عطار و رضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
 ابوطالب کی نسبت فرمایا :

وجدته في غمرات من الناس فاخرجته الى ضحضاح۔ رواہ البخاری ص ۳ و

مسلم عن العباس بن عبد المطلب رضى الله تعالى عنهما۔

میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا (اس کو امام بخاری و  
 امام مسلم نے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

۱۔ القرآن الکریم ۹۳/۵

۲۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لامرئہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۳/۱

۳۔ صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب ۵۳۸/۱ " " "

" کتاب الادب کفیتہ المشرک ۹۱۴/۲ " " "

صحیح مسلم باب شفاعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب الخ

تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العباس بن عبد المطلب عبد اللہ بن حارث دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۰ و ۲۲۹/۴

دوسری روایت صحیح میں فرمایا،

ولولا انالكان في الدمارك الاسفل من الناس - رواه ايضا رضي الله تعالى عنه -  
اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا (اس کو بخاری نے انہی سے

روایت کیا - ت)

دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

اهوت - اهل النار عذابا ابوطالب - رواية عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما -

دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے (امام بخاری و مسلم نے یہ حدیث ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی - ت)

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو قرب والدین کریمین کو ہے ابوطالب کو اس سے کیا نسبت؟ پھر ان کا عذر بھی واضح کہ نہ انھیں دعوت پہنچی نہ انھوں نے زمانہ اسلام پایا، تو اگر معاذ اللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے عذاب میں ہوتے - یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین کریمین اہل جنت ہیں، واللہ الحمد، اس دلیل کی طرف بھی امام خاتم الحفاظ (جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اشارہ فرمایا -

**اقول** وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے - ت) تقریر دلیل

یہ ہے کہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل نار میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے - اب ہم پوچھتے ہیں کہ ابوطالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے؟ آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاری و غمخواری و پاسداری و خدمت گزاری کے باعث یا اس لئے کہ سید المجوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی حضور کو ان کی رعایت منظور تھی - حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں،

۱ صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۵/۱

صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب " " " ۵۴۸/۱

" کتاب الادب باب کینۃ المشرک " " " ۹۱۶/۲

۲ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اھون اھل النار عذابا " " " ۱۱۵/۲

مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ البخاری کتاب الفتن باب صفۃ النار و اھلھا الفصل الاول " " ۵۰۲/۲



عَمُّ الرَّجُلِ صَنُوْ اَبِيْهِ - رواه الترمذی بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن علی والطبرانی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔  
 آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے۔ اس کو امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جبکہ طبرانی کبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

شیقِ اول باطل ہے، قال اللہ عز وجل (اللہ عز وجل نے فرمایا)،  
 وقد منّا الی ما عملوا من عمل فجعلنہ ہباءً منثوراً۔

اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصہ فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزِ ن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)  
 صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں۔ لاجرم شیقِ ثانی ہی صحیح ہے اور یہی ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے مستفاد، ابوطالب کے عمل کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراپا آگ میں غرق پایا، عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا، پھر حضور کا ارشاد کہ "میں نے اسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا، میں نہ ہوتا تو جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتا۔"

لاجرم یہ تخفیف صرف محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاس خاطر اور حضور کا اکرام ظاہر و باہر ہے اور بالبداہتہ واضح کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر اقدس پر ابوطالب کا عذاب ہرگز اتنا گراں نہیں ہو سکتا جس قدر معاذ اللہ والدین کہ ہمیں کا معاملہ، نہ اُن سے تخفیف میں حضور کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو حضرات والدین کے بارے میں، نہ اُن کی رعایت میں حضور کا وہ اعزاز و اکرام جو حضرات والدین کے چھٹکارے میں، تو اگر عیاذ باللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ہر طرح سے وہی اس رعایت و عنایت کے زیادہ مستحق تھے، و بوجہ آخر فرض کیجئے کہ یہ ابوطالب کے حق پرورش و خدمت ہی کا معاوضہ ہے تو پھر کون سی پرورش جو رعیت کے

۱ جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی الفضل عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/۲۱۷  
 المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۹۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۲۹۱

۲ القرآن الکریم ۲۵/۲۳

۳ صحیح البخاری کتاب مناقب انصار قصہ ابی طالب ۵۴۸/۱ صحیح مسلم کتاب الایمان ۱۱۵/۱  
 مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۰۴ و ۲۱۰

برابر ہو سکتی ہے، کونسی خدمت حمل و وضع کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کیا کبھی کسی پر درخش کنندہ یا خدمت گزار کا حق حق والدین کے برابر ہو سکتا ہے جسے رب العزت نے اپنے حق عظیم کے ساتھ شمار فرمایا،

ان اشکرتی ولو الدینک لی

حق ماں میرا اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں برسوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی دیا جس کا جواب نہیں ہرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے کو فرمایا، نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا، جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا، احوال پر علم تام رکھنا اور زیادہ حجتہ اللہ قائم ہونے کا موجب ہوا بخلاف ابوبن کریمین کہ نہ انھیں دعوت دی گئی نہ انکار کیا، تو ہر وجہ، ہر لحاظ، ہر حیثیت سے یقیناً انھیں کا پلہ بڑھا ہوا ہے، تو ابوطالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا یونہی متصور کہ ابوبن کریمین اہل نار ہی سے نہ ہوں وہو المقصود والحمد لله العلی الودود (اور وہی مقصود ہے اور تمام تعریفیں بلندی و محبت والے اللہ کے لئے ہیں۔)

**خامساً، اقول قال المولى عز و علا : لا يستوى اصحاب الناس واصحاب**

الجنة، اصحاب الجنة هم الفائزون لی

**یا نچویں دلیل، اقول (میں کہتا ہوں کہ) مولے عز و علا نے فرمایا : برابر نہیں دوزخ والے اور جنت والے، اور جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔**

حدیث میں ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولادِ امجاد حضرت عبد المطلب سے ایک پاک طیبہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتے دیکھا، جب پاس آئیں فرمایا،

ما اخرجك من بيتك؟

اپنے گھر سے باہر کہاں گئی تھیں؟

عرض کی :

اتيت اهل هذا البيت فتوحت اليهم وعزيتهم بيئتهم۔

یہ جو ایک میت ہو گئی تھی میں ان کے یہاں دعائے رحمت اور تعزیت کرنے گئی تھی۔

فرمایا :

لَعَلَّكَ بَلَغْتَ مَعَهُمُ الْكَدَى -  
شاید تُو اُن کے ساتھ قبرستان تک گئی۔

عرض کی :

مَعَاذَ اللَّهِ اِنْ اَكُوْنَ بَلَغْتُهُمَا وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذَكَّرُ فِي ذَلِكَ مَا تَذَكَّرُ -  
خدا کی پناہ کہ میں وہاں جاتی حالانکہ حضور سے سُن چکی تھی جو کچھ اس باب میں ارشاد کیا۔  
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَوْ بَلَغْتُهُمَا مَعَهُمْ مَا سَأَيْتُ الْجَنَّةَ حَتَّى يَرَاهَا جَدَّ ابْنِكَ -  
اگر تُو اُن کے ساتھ وہاں جاتی تو جنت نہ دیکھتی جب تک عبد المطلب نہ دیکھیں۔

رواہ ابو داؤد والنسائی واللفظ له عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى  
عنهما ، اما ابو داؤد فقادب وكفى وقال فذكر تشديدا في ذلك واما ابو عبد الرحمن فادعى  
لتبليغ العلم واداء الحديث على وجهه لكل وجهه هو مؤليها۔

اس کو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے، اور لفظ نسائی کے ہیں سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، امام ابو داؤد نے ازراہ ادب بطور کنایہ اس میں تشدید کا ذکر کیا لیکن امام ابو عبد الرحمن  
نے کھل کر علم کو پہنچایا اور حدیث کا حتی ادا کیا، ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ  
کرتا ہے۔ (ت)

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائد اہلسنت پیش نظر رکھتے ہوئے نگاہ انصاف درکار، عورتوں کا  
قبرستان جانا غایت درجہ اگر ہے تو معصیت ہے۔ اور ہرگز کوئی معصیت مسلمان کو جنت سے محروم اور کافر کے  
برابر نہیں کر سکتی، اہلسنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے اگرچہ معاذ اللہ موافقہ  
کے بعد، اور کافر کا جنت میں جانا محال شرعی کہ ابد الابد تک کبھی ممکن ہی نہیں، اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر  
پر محمول کرنا واجب، اور بے ضرورت تاویل ناجائز، اور عصمت نوبہ بشر میں خاصہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ  
والثناء ہے۔ ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو وقوع گناہ ممکن و متصور۔ یہ چاروں باتیں عقائد اہلسنت  
میں ثابت و مقرر۔ اب اگر حکم مقدمہ رابعہ مقابلہ تک بلوغ فرض کیجئے تو بحکم مقدمہ ثالثہ جو اہل ترتب واجب،

اور اس تقدیر پر کہ حضرت عبد المطلب کو معاذ اللہ غیر مسلم کہنے بجائے مقدمتین اولین و نیز بحکم آیت کریمہ محال و باطل تو واجب ہوا کہ حضرت عبد المطلب مسلمان و اہل جنت ہوں اگرچہ مثل صدیق و فاروق و عثمان و علی و زہراء و صدیقہ و غیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سابقین اولین میں نہ ہوں۔ اب معنی حدیث بلا تکلف اور بے حاجت قابل و تصرف عقائد اہلسنت سے مطابقت میں یعنی اگر یا مرثم سے واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں جانا نہ ملتا بلکہ اس وقت جبکہ عبد المطلب داخل بہشت ہوں گے، ہکذا ایذیٰ بالحق والحق والحق والحق والحق والحق (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت۔)

سادساً، اقول قال ربنا الا عز الاعلیٰ عز وعلا : والله العزۃ و لرسوله و للمؤمنین و لكن المنفقین لا یعلمون۔

وقال تعالیٰ : یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و أنثی و جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکر مکم عند اللہ التلقکم ان اللہ علیم خبیر۔

چھٹی دلیل، اقول (میں کہتا ہوں کہ) ہمارے پروردگار اعز و اعلیٰ عز و علا نے فرمایا: عزت تو اللہ و رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو علم نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے لوگو! ہم نے بنایا تمہیں ایک نر و مادہ سے اور کیا تمہیں قومیں اور قبیلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، بیشک اللہ کے نزدیک تمہارا زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ان آیات کریمہ میں رب العزت جل و علا نے عزت و کرم کو مسلمانوں میں منحصر فرمادیا اور کافر کو کتنا ہی قوم دار ہو لیم و ذلیل ٹھہرایا، اور کسی تقیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز و کریم کے لئے باعث مدح نہیں و لہذا کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہوا۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من انتسب الی تسعة اباء کفار یرید بہم عزا و کرمًا فهو عاشرهم فی النار۔  
مر واة احمد عن ابی ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

۱۔ القرآن الکریم ۶۳/۶

۲۔ ۱۳/۴۹

۳۔ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ریحانہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۳۴/۴

جو شخص عزت و کرامت چاہتے کو اپنی نوپشت کافر کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو (اس کو امام احمد نے ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا۔ ت)۔

اور احادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان اور مقام رجز و مدح میں بار بار اپنے آبائے کرام و اعمہات کرام کا ذکر فرمایا۔

روزِ حنین جب ارادۃ الہیہ سے تھوڑی دیر کے لئے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکابِ سالت میں باقی رہے، اللہ غالب کے رسول غالب پر شانِ جلال طاری تھی،

انا النبى لا کذب انا ابن عبد المطلب - رواه احمد و البخارى و مسلم و النسائى عن البراء بن عازب رضى الله تعالى عنه -

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں بیٹا عبد المطلب کا۔ (اس کو احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)۔

حضور قصد فرما رہے کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں، حضرت عباس بن عبد المطلب و حضرت ابوسفین بن عارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھ نہ جائے اور حضور فرما رہے ہیں:

انا النبى لا کذب، انا ابن عبد المطلب - رواه ابو بکر بن ابی شیبہ و ابو نعیم عنہ رضى الله تعالى عنه -

میں سچا نبی ہوں اللہ کا پیارا، عبد المطلب کی آنکھ کا تارا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو نعیم نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)۔

امیر المومنین عمر لگام رو کے ہیں اور حضرت عباس دُچی تھامے، اور حضور فرما رہے ہیں:

قَدْ مَآهَا، انا النبى لا کذب، انا ابن عبد المطلب - رواه ابن عساکر عن مصعب

صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من قادوا بآبہ غیرہ فی الحرب قديمی کتب خانہ کراچی ۴۰۱/۱

صحیح مسلم " باب غزوہ حنین " " " " ۱۰۰/۲

المصنف لابن ابی شیبہ کتاب السیر حدیث ۳۳۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵۳۵/۶

کنز العمال بحوالہ ش و ابی نعیم " ۳۰۲۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵۴۰/۱۰

تاریخ دمشق البکیر ترجمہ ۲۸۵۸ شیبہ بن عثمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶۲/۲۵



الکبیر عن سبابة بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں نبی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا (اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سبابة بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)  
ایک حدیث میں ہے، بعض غزوات میں فرمایا :

انا النبی لا کذب ، انا ابن عبد المطلب ، انا ابن العواتک ۔ مرواہ ابن عساکر

عن قتادة۔

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں عبد المطلب کا بیٹا، میں ہوں ان بیبیوں کا بیٹا جن کا نام عاتکہ تھا (اس کو ابن عساکر نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

علامہ مناوی صاحب تیسیر و امام مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس و چوہری صاحب صحاح و صفحانی وغیرہم نے کہا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ ابن بری نے کہا، وہ بارہ بیبیاں عاتکہ نام کی تھیں، تین سلیمات یعنی قبیلہ نبی سلیم سے، اور دو قرشیات، دو عدوانیات، اور ایک ایک کنانیہ، اسدیہ، ہذلیہ، قضاعیہ، ازدیہ۔ ذکرہ فی تاج العروس (اسے تاج العروس میں ذکر کیا گیا۔ ت)

ابو عبد اللہ عدوی نے کہا: وہ بیبیاں چودہ تھیں، تین قرشیات، چار سلیمات، دو عدوانیات اور ایک ایک ہذلیہ، قحطانیہ، قضاعیہ، ثقیفیہ، اسدیہ بنی اسد خزیمہ سے۔ مرواہ الامام جلال السیوطی فی الجامع الکبیر (اس کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے جامع کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ قلیل نافی کثیر نہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مقام مدح و بیان فضائلِ کریمہ میں کیسے لپشت تک اپنا نسب نامہ ارشاد کر کے فرمایا: میں سب سے نسب میں افضل، باپ میں افضل، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو بحکم نصوص مذکورہ ضرور ہے کہ حضور کے آباء واقعات مسلمان

۱۔ تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ ائمہ و جداتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۰/۳

۲۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا ابن العواتک مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۲۷۵/۱

الصحاح باب الکاف فصل العین تحت لفظ عاتکہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۱/۴

۳۔ تاج العروس باب الکاف فصل العین

۴۔ تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ ائمہ و جداتہ الخ " " " " " " ۶۲/۳

ہوں۔ واللہ الحمد (اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔ ت)۔

سابعاً قال اللہ سبحانه وتعالیٰ: انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح۔  
ساتویں دلیل، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! یہ کفنان تیرے اہل سے نہیں یہ تو

ناراستی کے کام والا ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے مسلم و کافر کا نسب قطع فرمادیا و لہذا ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ اور  
حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

نحن بنو النضر بن کنانہ لاننتفی من ابینا۔ رواہ ابو داؤد الطیالسی وابن سعد  
والامام احمد وابن ماجہ والمہارث والمہارثی وسمویہ وابن قانع والطبرانی  
فی الکبیر و ابو نعیم والضیاء المقدسی فی صحیح المختارۃ عن الاشعث بن قیس  
الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے (اس کو ابو داؤد طیلانی،  
ابن سعد، امام احمد، ابن ماجہ، حارث، ماوردی، سمویہ، ابن قانع، طبرانی کبیر، ابو نعیم اور  
ضیاء مقدسی نے صحیح مختارہ میں اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
کیا ہے۔ ت)

کفار سے نسب بکرم احکم الحاکمین منقطع ہے، پھر معاذ اللہ جدانہ کرنے کا کیا محل ہوتا۔  
ثامناً وتاسعاً، اقول قال العلی الاعلیٰ تبارک وتعالیٰ انت

۱۔ القرآن الکریم ۱۱/۴۶

۲۔ کنز العمال بحوالہ الحارث المہارثی وسمویہ وغیرہ حدیث ۳۵۵۱۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۴۲

سنن ابن ماجہ ابواب الحدود باب من نفی رجلاً من قبیلۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۳

مسند احمد بن حنبل حدیث الاشعث بن قیس الکندی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۱۱، ۲۱۲

المعجم الکبیر حدیث ۲۱۹۰، ۲۱۹۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۶

مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث الاشعث بن قیس حدیث ۱۱۴۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۵۸۴

الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر من انتہی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۲۳

دلائل النبوة للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۳



الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خلدین فیہا اولئک ہم شر البریۃ ○ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحۃ اولئک ہم خیر البریۃ ۱  
 اٹھ مٹھویں اور نوے دہائیوں میں کہتا ہوں علی اعلیٰ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: بیشک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ سارے جہان سے بدتر ہیں، بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:  
 غفر اللہ عز وجل لزیید بن عمرو وورحمہ فانہ مات علی دین ابراہیم۔  
 رواہ البیہاقی والطبرانی عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اللہ عز وجل نے زید بن عمرو کو بخش دیا اور ان پر رحم فرمایا کہ وہ دین ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے (اس کو بزار اور طبرانی نے سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا:  
 ما ایتہ فی الجنة یسحب ذیولاً۔ رواہ ابن سعد والفاکھی عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

میں نے اسے جنت میں نازکے ساتھ دامن کشاں دیکھا (اس کو ابن سعد اور فاکھی نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور بیہقی و ابن عساکر کی حدیث میں بطریق مالک عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے:  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں و ہذہ رواۃ البیہقی (اور یہ بیہقی کی روایت ہے۔ ت):

انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

۱۵ القرآن الکریم ۹۸/۷۹

۱۶ فتح الباری بحوالہ البزار والطبرانی کتاب المناقب حدیث زید بن عمرو دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۲۲/۸

الطبقات الکبریٰ لابن سعد ترجمہ سعید بن زید دار صادر بیروت ۳۸۱/۳

۱۷ فتح الباری بحوالہ ابن سعد الفاکھی کتاب المناقب حدیث زید بن عمرو بن نفیل دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۲۲/۸



انتخاب فرماتا ہے ولہذا کبھی کم قوموں و ذیلیوں میں رسالت نہ رکھی، پھر کفر و شرک سے زیادہ ردیل کیا شے ہوگی، وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزوجل نور رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محل غضب و لعنت ہیں اور نور رسالت کے وضع کو محل رضا و رحمت درکار۔

حضرت اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک بار خوف و خشیت کا غلبہ تھا گریہ زاری فرما رہی تھیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: یا اُم المؤمنین! کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل و علا نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جوڑا بنایا؟ اُم المؤمنین نے فرمایا:

فہرجت عنی فرج اللہ عنک ین

تم نے میرا غم دور کیا اللہ تعالیٰ تمہارا غم دور کرے۔

خود حدیث میں ہے، حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ ابی لی ان اتزوج أو ان زوج الّا اهل الجنة۔ رواہ ابن عساکر عن ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے نہ مانا کہ میں نکاح میں لائے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔ (اس کو ابن عساکر نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے پسند نہ فرمایا (کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے) خود حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پاک معاذ اللہ محل کفر میں رکھنے یا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم پاک عیاذ باللہ خون کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیونکر متوقع ہو۔

یہ بجز اللہ و نسل دلیل جلیل ہیں، پہلی چار ارشادِ ائمہ کبار اور چھ اخیر فیضِ قدیر حصہ فقیر، تلافِ عشرۃ کاملۃ (یہ دس کامل ہوئیں۔ ت)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۲۶۸ تا ۲۸۴)

(۱۳) "تمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن" میں فرمایا:

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

اتّٰا رسلك شاهدًا و مبشرا و نذیرًا ۝ لتؤمنوا باللّٰه و رسولہ و لتعزموہ

وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلاً۔

اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔  
مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجے قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا تین باتیں بتانا ہے :

اول یہ کہ لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائیں۔  
دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔  
سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو، اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم بیکار آمد نہیں، بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پرستے دفع اعتراضات کافران لہیم میں تصنیفیں کر چکے، لکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوتی، دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الہی میں گزارے سب بیکار و مردود ہے، بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادت الہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از انجا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کیا فائدہ! اصلاً قابل قبول بارگاہ الہی نہیں۔ اللہ عز و جل ایسوں ہی کو فرماتا ہے :

وقد منّا الی ما عملوا من عمل فجعلنہ ہباء منثوراً۔  
جو کچھ اعمال انھوں نے کئے ہم نے سب برباد کر دیئے۔

ایسوں ہی کو فرماتا ہے :

عاملة ناصبة ۞ تصلي ناساً احامية ۞

عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہو گا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے — والیاذ باللہ تعالیٰ۔



مدارِ نجات ہوا یا نہیں۔ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول لیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم عظمت ہے ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو۔ تمہارا رب عز وجل فرماتا ہے:

الَّذِينَ أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يَبْتَغُوا الْإِيمَانَ بِمَا يُفْتَنُونَ ۖ  
 کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا، ہاں ہاں سنتے ہو آزمائے جاؤ گے آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں۔ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں:

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم۔

(۲) اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے اجاب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دوش سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص انھیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا، اُس کے جتنے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جتنے نہیں پہنتے عمامے نہیں باندھتے، اس کے نام، علم و ظاہر ہی فضل کو لے کر کیا کریں۔ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے۔ اور

اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اُس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی بنا لی، یا اُسے ہر بُرے سے بدتر بُرا جانا یا اُسے بُرا کہنے پر بُرا ماننا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اُس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو اللہ اب تمہیں نصف کمرہ کو تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن و حدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دُور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگوئی و قہر کر سکے گا اگرچہ اُس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیونکر اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ دیکھو رب عز و جل فرماتا ہے،

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ط أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ط وَيَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةُ يَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا ط رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ط أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ط

تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ اُن کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں، سُننا ہے اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرمادیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے مسلمان اُس سے دوستی نہ کرے گا جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس کا حکم قطعاً عام ہونا بالتصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اُس سے محبت نہیں رکھ سکتے اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔ مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ کا اتنا فرمانا

ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے:

(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ کی بشارتِ جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ رُوح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا کے گروہ کھلاؤ گے خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کہوڑوں دسبے افزوں۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہو گا۔

(۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی۔ بندے کے لئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو، مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا کہ آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے تو اللہ کہ مفت پائیں پھر زید و عمرو سے علاقہ تعظیم و محبت یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ قرآن عظیم کی عادتِ کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے، نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کے لالچ میں نہ آئیں سزاؤں کے ڈر سے راہ پائیں، وہ عذاب بھی سُن لیجئے۔

تمہارا رب عز و جل فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَأَخَوَاتَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنَّ اسْتِخْبَاءَ الْكُفْرَى عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاوْلَتْكَ هُمْ الظَّالِمُونَ

اے ایمان والو! اپنے باپ اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو ان سے رفاقت کریں تو وہی لوگ تمہارا ہیں۔



اور فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ (الِ) قَوْلُهُ تَعَالَى (تَسْرُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ) (الِ) قَوْلُهُ تَعَالَى (لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ يَفْصَلُ بَيْنَكُمْ ط وَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم چھپ کر اُن سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہو اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا تمہارے رشتے اور تمہارے بچے تمہیں کچھ نفع نہ دیں گے قیامت کے دن، اللہ تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دے گا کہ تم میں ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آ سکے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے :

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ ط اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ

جو تم میں اُن سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔

پہلی دو آیتوں میں تو اُن سے دوستی کرنے والوں کو ظالم و گمراہ ہی فرمایا تھا اس آیت کریمہ نے بالکل تصفیہ فرمادیا کہ جو اُن سے دوستی رکھے وہ بھی انہیں میں سے ہے انہیں کی طرح کافر ہے اُن کے ساتھ ایک رستی میں باندھا جائے گا۔ اور وہ کورا بھی یاد رکھتے کہ تم چھپ چھپ کر اُن سے میل رکھتے ہو اور میں تمہارے چھپے ظاہر سب کو خوب جانتا ہوں۔ اب وہ رستی بھی سُن لیجئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے باندھے جاتے گئے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے :

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۰ القرآن الکریم ۴۰ / آتا ۳

۵ / ۵

۹ / ۶۱

اور فرماتا ہے :

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهيئا۔  
 ہمیشہ جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے  
 ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ عز وجل ایذا سے پاک ہے اُسے کون ایذا دے سکتا ہے مگر حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
 شان میں گستاخی کو اپنی ایذا فرمایا۔

ان آیتوں میں اُس شخص پر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگوئیوں سے محبت کا برتاؤ کرے  
 سات کوڑے ثابت ہوئے :

( ۱ ) وہ ظالم ہے۔

( ۲ ) گمراہ ہے۔

( ۳ ) کافر ہے۔

( ۴ ) اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

( ۵ ) وہ آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا۔

( ۶ ) اس نے اللہ واحد قہار کو ایذا دی۔

( ۷ ) اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ والیعا ذبا اللہ تعالیٰ۔

اے مسلمان، اے مسلمان، اے امتی سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! خدا را ذرا  
 انصاف کر، سات بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت علاقہ ترک کر دینے پر تلے ہیں کہ دل میں ایمان جم جائے،  
 اللہ مددگار ہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار ہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے راضی ہو، تو خدا سے راضی ہو۔  
 یا یہ سات بھلے ہیں جو ان لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے کہ ظالم گمراہ، کافر جہنمی ہو، آخرت میں خوار ہو، خدا کو  
 ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ہیہات ہیہات کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں، کون  
 کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں، مگر جانِ برادر! خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا وہاں تو امتحان کی  
 ٹھہری ہے، ابھی آیت سن چکے اللہ احسب الناس کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے  
 کہہ کر چھوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا۔ ہاں یہ امتحان کا وقت ہے۔ دیکھو یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری

جانچ ہے۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ وہ تمہارے رشتے علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ میں غافل نہیں میں بے خبر نہیں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں، تمہارے اقوال سن رہا ہوں، تمہارے دلوں کی حالت سے خبردار ہوں۔ دیکھو بے پروائی نہ کرو پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑو، اللہ و رسول کے مقابلہ سے کام نہ لو۔ دیکھو وہ تمہیں اپنے سخت عذاب ڈراتا ہے اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں۔ دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے بے اس کی رحمت کے کہیں نباہ نہیں۔

دیکھو اور گناہ تو بڑے گناہ ہوتے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو مگر ایمان نہیں جاتا عذاب ہو کر خواہ رب کی رحمت حبیب کی شفاعت سے بے عذاب ہی چھٹکارا ہو جائے ہو سکتا ہے مگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے ان کی عظمت ان کی محبت مدار ایمان ہے، قرآن مجید کی آیتیں سن چکے کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ دیکھو جب ایمان گیا پھر اصلاً ابد الاباد تک کبھی کسی طرح ہرگز اصلاً عذاب شدید سے رہائی نہ ہوگی گستاخی کرنے والے جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو وہاں وہ وہ اپنی بھگت رہے ہوں گے تمہیں بچانے نہ آئیں گے اور آئیں گے تو کیا کر سکتے ہیں پھر ایسوں کا لحاظ کر کے اپنی جان کو ہمیشہ ہمیشہ غضب جبار و عذاب نار میں پھنسا دینا کیا عقل کی بات ہے۔ اللہ ذرا دیر کو اللہ و رسول کے سوا سب این و آن سے نظر اٹھا کر آنکھیں بند کرو اور گردن جھکا کر اپنے آپ کو اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر سمجھو اور بڑے خالص سچے اسلامی دل کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم عظمت، بلند عزت، رفیع و جاہت جو ان کے رب نے انہیں بخشی اور ان کی تعظیم ان کی توقیر پر ایمان اسلام کی بنا رکھی اسے دل میں جھا کر انصاف و ایمان سے کہو کیا جس نے کہا کہ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوتی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے، اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہ کی؟ کیا اس نے ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس پر نہ بڑھایا؟ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علم سے کافر ہو کر شیطان کی وسعت علم پر ایمان نہ لایا؟

مسلمانو! خود اسی بدگو سے اتنا ہی کہہ دیکھو کہ ”او علم میں شیطان کے سر!“ دیکھو تو وہ بُرا مانا ہے یا نہیں؟ حالانکہ اُسے تو علم میں شیطان سے کم بھی نہ کہا بلکہ شیطان کے برابر ہی بتایا پھر کم کہنا کیا توہین نہ ہوگی۔ اور اگر وہ اپنی بات پالنے کو اس پر ناگواری ظاہر نہ کرے اگرچہ دل میں

قطعاً ناگوار مانے گا تو اسے چھوڑیے اور کسی معظم سے کہہ دیکھئے اور پورا ہی امتحان مقصود ہو تو کیا کجبری میں جا کر آپ کسی حاکم کو انھیں لفظوں سے تعبیر کر سکتے ہیں، دیکھئے ابھی ابھی کھدا جاتا ہے کہ توہین ہوئی اور بیشک ہوئی، پھر کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر نہیں، ضرور ہے اور بالیقین ہے۔ کیا جس نے شیطان کی وسعت علم کو نص سے ثابت مان کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننے والے کو کہا تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ اور کہا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ اس نے ابلیس لعین کو خدا کا شریک مانا یا نہیں، ضرور مانا کہ جو بات مخلوق میں ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگی وہ جس کسی کے لئے ثابت کی جائے قطعاً شرک ہی رہے گی کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ وسعت علم مانتی شرک ٹھہرائی جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں تو ضرور اتنی وسعت خدا کی وہ خاص صفت ہوئی جس کو خدائی لازم ہے جب تو نبی کے لئے اس کا ماننے والا مشرک ہو اور اس نے وہی وسعت وہی صفت خود اپنے منہ ابلیس کے لئے ثابت مانی تو صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک ٹھہرا دیا۔

مسلمانو! کیا یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں کی توہین نہ ہوئی، ضرور ہوئی۔ اللہ کی توہین تو ظاہر ہے کہ اس کا شریک بنایا، اور وہ بھی کسے، ابلیس لعین کو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین یوں کہ ابلیس کا مرتبہ اتنا بڑھا دیا کہ وہ تو خدا کی خاص صفت میں حصہ دار ہے اور یہ اس سے ایسے محروم کہ ان کے لئے ثابت مانو تو مشرک ہو جاؤ۔

مسلمانو! کیا خدا اور رسول کی توہین کرنے والا کافر نہیں، ضرور ہے۔ کیا جس نے کہا کہ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیا اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صریح گالی نہ دی۔ کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے۔

مسلمان مسلمان اے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی! تجھے اپنے دین و ایمان کا واسطہ، کیا اس ناپاک ملعون گالی کے صریح ہونے میں تجھے کچھ شبہہ گزر سکتا ہے، معاذ اللہ کہ محمد رسول اللہ

۱۔ ۲۔ البراہین قاطعہ بحث علم غیب مطبع لے بلا سڈھور ص ۵۱

۳۔ حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند یہ سہارنپور بھارت ص ۷  
حفظ الایمان مع تغییر العنوان محمد عثمان تاجر الکتب فی دریمہ کلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت تیرے دل سے ایسی نکل گئی ہو کہ اس شدید گالی میں بھی ان کی توہین نہ جانے۔ اور اگر اب بھی تجھے اعتبار نہ آئے تو خود انھیں بدگوئیوں سے پوچھ دیکھ کہ آیا تمھیں اور تمھارے استادوں پر جیون کو کہہ سکتے ہیں کہ اے فلاں! تجھے اتنا ہی علم ہے جتنا سوز کو ہے، تیرے استاد کو ایسا ہی علم تھا جیسا تکتے کو ہے، تیرے پیر کو اسی قدر علم تھا جس قدر گدھے کو ہے۔ یا مختصر طور پر اتنا ہی ہو کہ او علم میں اُلو، گدھے، کتے، سوز کے ہمسرو! دیکھو، تو وہ اس میں اپنی اور اپنے استاد و پیر کی توہین سمجھتے ہیں یا نہیں، قطعاً سمجھیں گے اور قابو پائیں تو سہر ہو جائیں، پھر کیا سبب ہے کہ جو کلمہ اُن کے حق میں توہین و کسر شان ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین نہ ہو، کیا معاذ اللہ اُن کی عظمت اُن سے بھی گئی گزری ہے، کیا اسی کا نام ایمان ہے، حاشا للہ حاشا للہ!

کیا جس نے کہا ”کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شامیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے“ انتہی۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جانوروں پاگلوں میں فرق نہ جاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا، کیا اس نے اللہ عزوجل کے کلام کا صراحتہ رد و ابطال نہ کر دیا۔ دیکھو تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے :

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

اے نبی! اللہ نے تم کو سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

یہاں نامعلوم باتوں کا علم عطا فرمانے کو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات و مدارج میں شمار فرمایا۔

اور فرماتا ہے :

وَاتَّخَذَ لِنَا عَلِيمًا

بیشک یعقوب ہمارے سکھائے سے علم والا ہے۔

۱ حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند یہ سہارنپور بھارت ص ۷

مع تغییر العنوان محمد عثمان تاجر الکتب فی دیر سبکلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

۲ القرآن الکریم ۱۱۳/۴

۳ القرآن الکریم ۱۱۳/۴

اور فرماتا ہے :  
وَبَشِّرْهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ  
ملائکہ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک علم والے لڑکے اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
بشارت دی۔

اور فرماتا ہے :  
وَعَلَّمَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا

اور ہم نے خضر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا۔  
وغیرہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے علم کو کمالات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گنا۔ اب زید کی جگہ اللہ عزوجل کا  
نام پاک لیجئے اور علم غیب کی جگہ مطلق علم جس کا ہر چہ پائے کو ملنا اور بھی ظاہر ہے اور دیکھئے کہ اس بدگوئے مصطفیٰ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریر کس طرح اللہ عزوجل کا رد کر رہی ہے یعنی یہ بدگو خدا کے مقابل کھڑا ہو کر  
کہہ رہا ہے کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی ذات مقدسہ  
پر علم کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علوم ؟  
اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیاء کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ  
جميع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے تو چاہئے کہ سب کے  
عالم کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم کہوں گا تو پھر علم کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں  
کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور  
اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے ، اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس  
طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے آنتے پس ثابت  
ہوا کہ خدا کے وہ سب اقوال اسی کی اسی دلیل سے باطل ہیں۔

مسلمانو! دیکھا کہ اس بدگو نے فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو گالی نہ دی بلکہ  
ان کے رب جل و علا کے کلاموں کو بھی باطل و مردود کر دیا۔

۲ القرآن الحکیم ۱۸/۶۵

۱ القرآن الحکیم ۵۱/۲۸

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند یہ سہارنپور بھارت ص ۸  
محمد عثمان تاجرا لکھنؤ فی دریبہ کلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

۳ حفظ الایمان جواب سوال سوم  
حفظ الایمان مع تفسیر العنوان

مسلمانو! جس کی جرات یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملادے اور ایمان و اسلام و انسانیت سب سے آنکھیں بند کر کے صاف کہہ دے کہ نبی اور جانور میں کیا فرق ہے اس سے کیا تعجب کہ خدا کے کلاموں کو رد کر دے، باطل بتائے، پس پشت ڈالے، زیر پا ملے، بلکہ جو یہ سب کلام اللہ کے ساتھ کر چکا وہی رسول اللہ ﷺ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس گالی پر جرات کر سکے گا مگر ہاں اس سے دریافت کرو کہ آپ کی یہ تقریر خود آپ اور آپ کے اساتذہ میں جاری ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں، اور ہے تو کیا جواب۔ ہاں ان بدگوئیوں سے کہو کیا آپ حضرت اپنی تقریر کے طور پر جو آپ نے محمد رسول اللہ ﷺ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں جاری کی خود اپنے آپ سے اس دریافت کی اجازت دے سکتے ہیں کہ آپ صاحبوں کو عالم فاضل و لوی ملا چٹین چنان فلاں فلاں کیوں کہا جاتا ہے اور حیوانات و بہائم مثلاً کتے، سور کو کوئی ان الفاظ سے تعبیر نہیں کرتا۔ ان مناصب کے باعث آپ کے اتباع و اذنا آپ کی تعظیم و تکریم تو قریب کیوں کرتے دست و پا پر بوسہ دیتے ہیں اور جانوروں مثلاً اٹو گدھے کے ساتھ کوئی یہ برتاؤ نہیں برتنا، اس کی کیا وجہ ہے، کل علم تو قطعاً آپ صاحبوں کو نہیں اور بعض میں آپ کی کیا تخصیص، ایسا علم تو اٹو، گدھے، کتے، سور سب کو حاصل ہے تو چاہئے کہ ان سب کو عالم و فاضل چٹین و چنان کہا جائے، پھر اگر آپ اس کا التزام کریں کہ ہاں ہم سب کو علماء کہیں گے تو پھر علم کو آپ کے کمالات میں کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو گدھے، کتے، سور سب کو حاصل ہو وہ آپ کے کمالات سے کیوں ہوا اور اگر التزام نہ کیا جائے تو آپ ہی کے بیان سے آپ میں اور گدھے، کتے، سور میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے فقط۔

مسلمانو! یوں دریافت کرتے ہی بعونہ تعالیٰ صاف کھل جائے گا کہ ان بدگوئیوں نے محمد رسول اللہ ﷺ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسی صریح شدید گالی دی اور ان کے رب عز و جل کے قرآن مجید کو جا بجا کیسا رد و باطل کر دیا۔

مسلمانو! خاص اس بدگو اور اس کے ساتھیوں سے پوچھو ان پر خود ان کے اقرار سے قرآن عظیم کی یہ آیات چسپاں ہوئیں یا نہیں۔  
تمہارا رب عز و جل فرماتا ہے :

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ لَمِمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بَيِّنَاتٍ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بَيِّنَاتٍ وَلَهُمْ أُذُنٌ لَا يَسْمَعُونَ بَيِّنَاتٍ وَلَهُمْ أَلْسُنٌ لَا يُفْقَهُونَ بَيِّنَاتٍ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بَيِّنَاتٍ وَلَهُمْ أَلْسُنٌ لَا يُفْقَهُونَ بَيِّنَاتٍ

لَهُ الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ۱۷۹/۷

اور بیشک ضرور ہم نے جہنم کے لئے پھیلا رکھے ہیں بہت سے جن اور آدمی، ان کے وہ دل ہیں جن سے حق کو نہیں سمجھتے اور وہ آنکھیں ہیں جن سے حق کا راستہ نہیں سوچتے اور وہ کان ہیں جن سے حق بات نہیں سنتے، وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بکے ہوئے، وہی لوگ غفلت میں پڑے ہیں۔ اور فرماتا ہے :

اِمرِیْتِ مِنْ اَتَّخَذَ الْهَلْهَلُ هَوْنًا اَفَلَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكَيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنْ اَكْثَرُهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ط اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝  
 بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تو اس کا ذمہ لے گا یا تجھے گمان ہے کہ ان میں بہت سے کچھ سنتے یا عقل رکھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ وہ تو ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ان بدگوئیوں نے چوپاؤں کا علم تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے برابر مانا اب ان سے پوچھئے کیا تمہارا علم انبیاء یا خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہے، ظاہر اس کا دعویٰ نہ کریں گے۔ اور اگر کہہ بھی دیں کہ جب چوپاؤں سے برابری کر دی آپ تو دوپائے ہیں برابری مانتے کیا مشکل ہے، تو یوں پوچھئے کہ تمہارے استادوں، پیروں، ملاؤں میں کوئی بھی ایسا گمراہ جو تم سے علم میں زیادہ ہو یا سب ایک برابر ہو آخر کہیں تو فرق نکالیں گے تو ان کے وہ استاد وغیرہ تو ان کے اقرار سے علم میں چوپاؤں کے برابر ہوئے اور یہ ان سے علم میں کم ہیں جب تو ان کی شاگردی کی اور جو ایک مساوی سے کم ہو دوسرے سے بھی ضرور کم ہو گا تو یہ حضرات خود اپنی تقریر کی رو سے چوپاؤں سے بڑھ کر گمراہ ہوئے اور ان آیتوں کے مصداق ٹھہرے۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ط وَلِْعَذَابِ الْاٰخِرَةِ الْكَبِيْرُ، لَوْ كَانُوا یَعْلَمُوْنَ ۝  
 مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت)  
 مسلمانو! یہ حالتیں تو ان کلمات کی تھیں جن میں انبیاء کرام و حضور پر نور سید الانام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہاتھ صاف کئے گئے پھر ان عبارات کا کیا پوچھنا جن میں اصالتاً بالقصد رب العزّة عزّ وجلّہ کی عزت پر حملہ کیا گیا ہو۔ خدا را انصاف! کیا جس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کذب باری کا قائل نہیں ہوں



یعنی وہ شخص اس کا قاتل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے جھوٹ بولا جھوٹ بولتا ہے اس کی نسبت یہ فتویٰ دینے والا کہ اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافریا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہئے۔ جس نے کہا کہ اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے یہ جس نے کہا کہ اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے حنفی شافعی پر طعن و تفسیل نہیں کر سکتا۔ یعنی خدا کو معاذ اللہ جھوٹا کہنا بہت سے علمائے سلف کا بھی مذہب تھا یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے کسی نے ہاتھ ناف سے اوپر باندھے کسی نے نیچے، ایسا ہی اسے بھی سمجھو کہ کسی نے خدا کو سچا کہا کسی نے جھوٹا، لہذا ایسے کو تفسیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہئے، یعنی جو خدا کو جھوٹا کہے اسے گمراہ کیا معنی گنہگار بھی نہ کہو۔ کیا جس نے یہ سب تو اس مذبہ خدا کی نسبت بتایا اور یہیں خود اپنی طرف سے باوصف اس بے معنی اقوال کہ قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے شہ صاف صریح کہہ دیا کہ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ خدا سے کذب ہوا۔ کیا یہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے، کیا جو ایسے کو مسلمان سمجھے خود مسلمان ہو سکتا ہے۔

مسلمانو! خدا را انصاف، ایمان نام کا ہے کا تھا، تصدیق الہی کا۔ تصدیق کا صریح مخالف کیا ہے، مکذیب۔ مکذیب کے کیا معنی ہیں، کسی کی طرف کذب مفسوب کرنا۔ جب صراحتہ خدا کو کاذب کہہ کر بھی ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان کس جانور کا نام ہے۔ خدا جانے عجوس و ہنود و نصاریٰ و یہودیوں کا فرہوئے، ان میں تو کوئی صاف صاف اپنے معبود کو جھوٹا بھی نہیں بتاتا۔ ہاں معبود برحق کی باتوں کو یوں نہیں مانتے کہ انہیں اس کی باتیں ہی نہیں جانتے یا تسلیم نہیں کرتے، ایسا تو دنیا کے پرے پر کوئی کافر سا کافر بھی شاید نہ کھلے کہ خدا کو خدا مانتا، اس کے کلام کو اس کا کلام جانتا اور پھر بے دھڑک کہتا ہو کہ اس نے جھوٹ کہا اس سے وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے۔ غرض کوئی ذی انصاف شک نہیں کر سکتا کہ ان تمام بدگوئیوں نے منہ بھر کر اللہ و رسول کو گالیاں دی ہیں، اب یہی وقت امتحان الہی ہے، واحد قہار جبار عز جلالہ سے ڈرو اور

۱  
۲  
۳  
۴  
۵

وہ آیتیں کہ اوپر گزریں پیش نظر رکھ کر عمل کرو۔ آپ تمہارا ایمان تمہارے دلوں میں تمام بدگوئیوں سے نفرت بھر دے گا ہرگز اللہ و محمد رسول اللہ جل و علا و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تمہیں ان کی حمایت نہ کرنے دے گا تم کو ان سے گھن آئے گی نہ کہ ان کی حق کرو اللہ و رسول کے مقابل ان کی گالیوں محل و بیہودہ تاویل گھڑو۔

اللہ انصاف! اگر کوئی شخص تمہارے ماں باپ، استاد، پیر کو گالیاں دے اور نہ صرف زبانی بلکہ لکھ لکھ کر چھاپے شائع کرے، کیا تم اس کا ساتھ دو گے یا اس کی بات بنانے کو تاویل میں گھڑو گے یا اس کے بکنے سے بے پروائی کر کے اس سے بدستور صاف رہو گے، نہیں نہیں۔ اگر تم میں انسانی جمیت ماں باپ کی عزت و حرمت عظمت محبت کا نام نشان بھی لگا رہ گیا ہے تو اس بدگودشنامی کی صورت سے نفرت کرو گے، اس کے سایہ سے دور بھاگو گے، اس کا نام سن کر غیظ لاؤ گے جو اس کے لئے بنا و میں گھڑے اس کے بھی دشمن ہو جاؤ گے۔ پھر خدا کے لئے ماں باپ کو ایک پلے میں رکھو اور اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر ایمان کو دوسرے پلے میں۔ اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ و رسول کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانو گے ماں باپ کی محبت و حمایت کو اللہ و رسول کی محبت و خدمت کے آگے ناپہیز جانو گے تو واجب واجب واجب لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ ان کے بدگو سے وہ نفرت و دوری و غیظ و جدائی ہو کہ ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا ہزارواں حصہ نہ ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے لئے ان سات نعمتوں کی بشارت ہے۔

مسلمانو! تمہاری ذیل خیر خواہ امید کرتا ہے کہ اللہ واحد قہار کی ان آیات اور اس بیان شافی واضح البینات کے بعد اس بارہ میں آپ سے زیادہ عرض کی حاجت نہ ہو تمہارے ایمان خود ہی ان بدگوئیوں سے وہی پاک مبارک الفاظ بول اٹھیں گے جو تمہارے رب عز و جل نے قرآن عظیم میں تمہارے سکھانے کو قوم ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم سے نقل فرمائی۔  
تمہارا رب عز و جل فرماتا ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا الْقَوْمُ هُمُ الْبَاطِلُونَ  
وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كُفْرًا بَكُمْ وَبِدِينِكُمْ الْعِدَاؤُةَ  
وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَّثَهُ (الْحَقُّ قَوْلُهُ تَعَالَى) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ  
لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ حَتَّى تَقُولُوا اللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

بیشک تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں میں اچھی ریس ہے جب وہ اپنی قوم سے بولے بیشک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سب سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو ظاہر ہو گئی جب تک تم ایک اللہ پر نہ لاؤ بیشک ضرور ان میں تمہارے لئے عمدہ ریس تھی اُس کے لئے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہو اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے پروا سراہا گیا ہے۔

یعنی وہ جو تم سے یہ فرما رہا ہے کہ جس طرح میرے خلیل اور اُن کے ساتھ والوں نے کیا کہ میرے لئے اپنی قوم کے صاف دشمن ہو گئے اور تنکا توڑ کر ان سے جدائی کر لی اور کھول کر کہہ دیا کہ ہمیں تم سے کچھ علاقہ نہیں ہم تم سے قطعی بیزار ہیں تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے یہ تمہارے بھلے کو تم سے فرما رہے ہیں۔ مآں تو تمہاری خیر ہے نہ مآں تو اللہ کو تمہاری کچھ پروا نہیں جہاں وہ میرے دشمن ہوئے اُن کے ساتھ تم بھی سہی میں تمام جہان سے غنی ہوں اور تمام خوبیوں سے موصوف، جلّ علا و تبارک تعالیٰ۔

یہ تو قرآن عظیم کے احکام تھے، اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی چاہے گا ان پر عمل کی توفیق دے گا، مگر یہاں دو فرقے ہیں جن کو ان احکام میں عذر پیش آتے ہیں :  
**فرقہ اول :** بے علم نادان۔ ان کے عذر دو قسم کے ہیں :

**عذر اول :** فلاں تو ہمارا اُستاد یا بزرگ یا دوست ہے، اس کا جواب تو قرآن عظیم کی متعدد آیات سے سن چکے کہ رب عز وجل نے بار بار بتکرار صراحت فرمادیا کہ غضب الہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس باب میں اپنے باپ کی بھی رعایت نہ کرو۔

**عذر دوم :** صاحب یہ بدگو لوگ بھی تو مولوی ہیں، بھلا مولویوں کو کیونکر کافریا بُرا مانیں، اس کا جواب تمہارا رب عز وجل فرماتا ہے :

افرعیت من اتخذ الہمہ ہونہ و اضلّہ اللہ علی علم و ختم علی سمعہ و قلبہ و جعل علی بصرہ غشوة ط فمن یرہدیہ من بعد اللہ ط افلا تذکرون ۝

بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا اور اللہ نے علم ہوتے ساتے اسے گمراہ کیا اور اُس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پٹی پھر ہادی تو کون اُسے راہ پر لائے اللہ کے

بعد، کیا تم دھیان نہیں کرتے۔  
اور فرماتا ہے :

مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا  
بئس مثل القوم الذين كذبوا بآيات الله ط والله لا يهدي القوم الظالمين  
وہ جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انھوں نے اسے نہ اٹھایا اُن کا حال اُس گدھے کا سا ہے  
جس پر کتابیں لدی ہوں، کیا بُری مثال ہے اُن کی جنھوں نے خدا کی آیتیں جھٹلائی اور اللہ ظالموں کو  
ہدایت نہیں کرتا۔

اور فرماتا ہے :

واتل عليهم نبا الذي اتيناهم بائنا فاسلخ منها فاتبعه الشيطان فكان من الغاوين  
ولو شئنا لرفعناه بها ولكنه اخلد الى الارض واتبع هواه ج فمثل كمثل الكلب ج ان  
تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث ط ذلك مثل القوم الذين كذبوا بائنا فاقتصص القصص  
لعلهم يتفكرون ۵ ساء مثلاً القوم الذين كذبوا بائنا و انفسهم كانوا  
يظلمون ۵ من يهدي الله فهو المهتدي ج ومن يضلل فاولئك هم الخاسرون ۵

انھیں پڑھ کر سنا خبر اُس کی جسے ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا وہ ان سے نکل گیا تو شیطان اس کے  
پیچھے لگا کہ گمراہ ہو گیا اور ہم چاہتے تو اُس علم کے باعث اُسے گرے سے اُٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور  
اپنی خواہش کا پیرو ہو گیا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکال کر ہانپے اور چھوڑے  
تو ہانپے، یہ اُن کا حال ہے جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائی تو ہمارا یہ ارشاد بیان کر کہ شاید لوگ سوچیں کیا بُرا  
حال ہے اُن کا جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائی اور اپنی ہی جانوں پرستم ڈھاتے تھے جسے خدا ہدایت کرے  
وہی راہ پائے اور جسے گمراہ کرے تو وہی سراسر نقصان میں ہیں۔

یعنی ہدایت کچھ علم پر موقوف نہیں خدا کے اختیار میں ہے یہ آیتیں ہیں اور حدیثیں جو گمراہ عالموں کی مذمت میں  
ہیں اُن کا تو شمار ہی نہیں یہاں تک کہ ایک حدیث میں ہے دوزخ کے فرشتے بُت پرستوں سے پہلے انھیں  
پکڑیں گے یہ کہیں گے کیا ہمیں بُت پوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو؟ جواب اے گالیس من لعلم کم لا یعلم

۱۵ القرآن الکریم ۵/۶۲

۵۲ ۱۷۵/۷ تا ۱۷۸

جاننے والے اور انجان برابر نہیں۔

بھائیو! عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہو یا شیطان کا، اس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی، اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عالم کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو جیسے بدن مذہبوں کے عمل۔ پھر اس کا کیا پوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو اسے عالم دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالم دین جان کر اس کی تعظیم۔

بھائیو! علم اُس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ ہنڈت یا پادری کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں۔ ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرے گا، اسے معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا تھا جب سے اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے منہ موڑا حضور کا نور کہ پیشانی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رکھا گیا اسے سجدہ نہ کیا اُس وقت سے لعنت ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا، دیکھو جب سے اُس کے شاگردانِ رشید اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں، ہر رمضان میں مہینہ بھر اُسے زنجیروں میں جکڑتے ہیں قیامت کے دن کھینچ کر جہنم میں دھکیلیں گے۔ یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہو گیا اور استاذی کا بھی۔

بھائیو! کروڑ کروڑ افسوس ہے اُس ادعاے مسلمانی پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ سید الارباب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ استاد کی وقعت ہو، اللہ رسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب! ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب کی سچی عزت سچی رحمت کا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آمین!

عہ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ج ۲ ص ۴۵۵ زیر قولہ تعالیٰ تِلْكَ الرِّسَالُ فَضَّلْنَا، ان المَلٰئِكَةُ اَمَرُوا بِالْسُّجُودِ لِادَمَ لِاجْلِ اَنْ نُّوَسِّدَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَمٌ فِيْ جَبْہَةِ اَدَمَ۔

تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۷: سجدہ الملائکۃ لِادَمَ انہا کان لاجل نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی کان فی جہتہ۔

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس لئے تھا کہ ان کی پیشانی میں نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا ۱۲ منہ

۱۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹/۶  
۲۔ غرائب القرآن و رغائب الفرقان " " مصطفیٰ البانی مصر ۳/۷

**فرتہ دوم :** معاندین و دشمنانِ دین کہ خود انکارِ ضروریاتِ دین رکھتے ہیں اور صریح کفر کر کے اپنے اوپر سے نامِ کفر مٹانے کو اسلام و قرآن و خدا و رسول کے ساتھ تمسخر کرتے اور براہِ اغوار و تبلییس و شیوہ ابلیس وہ باتیں بناتے ہیں کہ کسی طرح ضروریاتِ دین ماننے کی قید اٹھ جائے اسلام فقط طوطی کی طرح زبان سے کلمہ رٹ لینے کا نام رہ جائے، بس کلمہ کا نام لیتا ہو پھر چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اسلام کسی طرح نہ جائے۔

بل لعنہم اللہ بکفرہم فقلیلا ما یؤمنون ۱۰

بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ (ت)  
یہ مسلمانوں کے دشمن، اسلام کے عدو عوام کو پھیلنے اور خدائے واحد قہار کا دین بدلنے کے لئے چند شیطانی مکر پیش کرتے ہیں :

**مکرِ اول :** اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے، حدیث میں فرمایا :  
من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة ۱۱

جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائے گا۔

پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہو سکتا ہے۔ مسلمانو! ذرا ہوشیار، خبردار، اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے، آدمی کا بیٹا اگر اُسے گالیاں دے جو تیاں مارے، کچھ کرے، اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا۔ یونہی جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اب وہ چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔ اس مکر کا جواب ایک تو اسی آیتِ کریمہ الحمد ۱۰ احسب الناس میں گزرا کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ بڑے ادعائے اسلام پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور امتحان نہ ہو گا۔ اسلام اگر فقط کلمہ گوئی کا نام تھا تو وہ بیشک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قرآنِ عظیم رد فرما رہا ہے، نیز تمہارا رب عز و جل فرماتا ہے :

۱۰ القرآن الکریم ۲/۸۸

۴۸/۷

دار احیاء التراث العربی بیروت

حدیث ۴۳۴۸

۲۵۱/۴

دار الفکر بیروت

کتاب التوبۃ والابانۃ

المستدرک للحاکم

۳ القرآن الکریم ۲۹/۲۰۱

قالت الاعراب اَمَّا ط قَل لَمْ تَوْمِنُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ  
فِي قُلُوبِكُمْ ط

یہ گنوار کہتے ہیں ہم ایمان لائے، تم فرما دو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع اسلام ہوئے  
ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔  
اور فرماتا ہے :

اِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ قَالُوا لَوْ اَنْشَاهُ اَنْتَ لِرَسُوْلِهِ م وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنْتَ لِرَسُوْلِهِ ط  
وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّ الْمُنْفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ط

منافقین جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً خدا کے  
رسول ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بیشک تم ضرور اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ  
منافی ضرور جھوٹے ہیں۔

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی تاکیدوں سے مٹو کہ، کیسی کیسی قسموں سے مؤید، ہرگز موجب اسلام  
نہ ہوئی، اور اللہ واحد قہار نے ان کے جھوٹے کذاب ہونے کی گواہی دی تو من قال لا الہ الا اللہ  
دخل الجنة کا یہ مطلب گھر ناصرا تہ قرآن عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو  
ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ کوئی حرکت کوئی فعل منافی اسلام نہ صادر ہو، بعد  
صدر منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔

تمہارا رب عز وجل فرماتا ہے :

يُحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ط وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ط

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے  
اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

ابن جریر و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت  
کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پیر کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا : عنقریب

۱۴ القرآن الکریم ۴۹/۱۴

۱۵ ۱/۶۳

۱۶ ۴۲/۹

ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا: تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلالایا سب نے آکر قسمیں کھاتیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عز و جل نے یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمان کادعی کر دے بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے۔  
اور فرماتا ہے :

ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب ط قل أبالله وآيته ورسوله  
كنتم تستهزءون ۝ لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم ط  
اور اگر تم اُن سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرما دو کیا اللہ  
اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان  
کے بعد ۔

اور اگر تم اُن سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد ۔

ابن ابی شیبہ و ابن ابی جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا  
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں :

انه قال في قوله تعالى "ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب" قال  
مرجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادي كذا وكذا و  
ما يدريه بالغيب -

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں۔ اس پر اللہ عز و جل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول



سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔  
(دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم ص ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی

جلد سوم ص ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ ”وہ غیب کیا جانیں“ کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں، دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالیٰ نے اللہ و قرآن و رسول سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا، اور کیوں نہ ہو کہ غیب کی بات جانتی شان نبی ہے جیسا کہ امام حجت الاسلام محمد غزالی و امام احمد قسطلانی و مولانا علی قاری و علامہ محمد زرقانی وغیرہم اکابر نے تصریح فرمائی جس کی تفصیل رسالہ علم غیب میں بفضلہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ مذکور ہوئی۔ پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی خدا کے بتانے سے بھی نبی کو معلوم ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے اس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے، اللہ تعالیٰ شیطان کے دھوکوں سے پناہ دے آمین! ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے۔ اور جمیع معلومات الہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے، لیکن روز ازل سے روز آخرت تک کا ماسکان و مایکون اللہ تعالیٰ کے معلومات سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک ذرے کے لاکھوں کروڑوں

عالم اس نئے شاخصانے کے رد میں بفضلہ تعالیٰ چار رسالے ہیں، اراحتہ جواخ الغیب، الجملہ العالم، ابرار الجنون، میل الهداة، جن میں پہلا ان شاء اللہ مع ترجمہ عنقریب شائع ہوگا اور باقی تین بھی بعونہ تعالیٰ اس کے بعد و باللہ التوفیق ۱۲  
عالم اکثر کی قید کا فائدہ رسالہ الفیوض المکیۃ لנحب الدولة المکیۃ میں ملاحظہ ہوگا  
ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲

لہ الدار المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم و ابی الشیخ عن مجاہد تحت الآیۃ ۹/۶۵ بیروت ۲۱۰/م  
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹/۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۱۹۶

جسے برابر تری کو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ہو بلکہ یہ خود علومِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ ان تمام امور کی تفصیل الدولة المکیہ وغیرہ میں ہے۔ بغیر یہ تو جملہ مقررہ تھا اور ان شاء اللہ العظیم بہت مفید تھا، اب بحث سابق کی طرف عود کیجئے۔

اس فرقہ باطلہ کا مکرم دوم یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ لا تکفرا احدا من اهل القبلة ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔

اور حدیث میں ہے :

”جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلے کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔“  
مسلمانو! اس محترفیت میں ان لوگوں نے بڑی کلمہ گوئی سے عدول کر کے اب صرف قبلہ رُوئی کا نام ”ایمان“ رکھ دیا یعنی جو قبلہ رُو ہو کر نماز پڑھے مسلمان ہے اگرچہ اللہ عز و جل کو جھوٹا کہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے کسی صورت کسی طرح ایمان سے نہیں ٹٹلتا،  
وَ جُوزِ وَضُوئے محکم بی بی تمیز

(بی بی تمیز کے مضبوط وضو کی طرح۔ ت)

اولاً اس مکرم کا جواب، تمہارا رب عز و جل فرماتا ہے :

لیس البران تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله والیوم الآخر والملئکة والکتاب والنبيين ﷺ

اصل نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا منہ نماز میں پورب یا اچھاں کو کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور قرآن اور تمام انبیاء پر۔

دیکھو صاف فرما دیا کہ ضروریاتِ دین پر ایمان لانا ہی اصل کار ہے بغیر اس کے نماز میں قبلہ کو منہ کرنا کوئی چیز نہیں — اور فرماتا ہے :

وما منعهم ان تقبل منهم نفقةهم الا انهم كفروا بالله ورسوله ولا یأتون الصلوة الا وهم کسالی ولا ینفقون الا وهم کسجون ﷻ

۱۔ منہ الروض الازھر شرح الفقه الاکبر عدم جواز تکفیر اهل القبلة دار البشائر الاسلامیة بیروت ص ۲۹

۲۔ صحیح البخاری کتاب الصلوة باب فضل استقبال القبلة قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۶/۱

کنز العمال حدیث ۳۹۸ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۹۲/۱

۳۔ القرآن الکریم ۱۷۷/۲ القرآن الکریم ۵۳/۹

وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے، اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے۔ دیکھو اُن کا نماز پڑھنا بیان کیا اور پھر انھیں کافر فرمایا، کیا وہ قبلہ کو نماز نہیں پڑھتے تھے؟ فقط قبلہ کیسا، قبلہ دل و جان و کعبہ دین و ایمان سرورِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جانبِ قبلہ نماز پڑھتے تھے۔

اور فرماتا ہے :

فَان تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَاخْلُوكُمْ فِي الدِّينِ ط وَنَفْصِلْ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ  
وَ اِنْ نَكَثُوْا اٰیْمَانَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا اِنَّهُمْ الْكٰفِرُۢلَاۤ اٰیْمَانُ  
لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ ۝

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز پر پار کھیں اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں اور ہم پتے کی باتیں صاف بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے، اور اگر قول و قرار کر کے پھر اپنی قسمیں توڑیں اور تمھارے دین پر طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو ان کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آئیں۔

دیکھو نماز و زکوٰۃ والے اگر دین پر طعن کریں تو انھیں کفر کا پیشوا کافروں کا سرغنہ فرمایا۔ کیا خدا اور رسول کی شان میں وہ گستاخیاں دین پر طعن نہیں، اس کا بیان بھی سنئے۔

تمھارا رب عز و جل فرماتا ہے :

مَنْ الذِّیْنَ هَادُوا یَحْرِفُوْنَ الْكَلِمَةَ عَنْ مَوَاضِعِهَا یَقُولُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ  
غَیْرَ مَسْمُوعٍ وَرَاعِنَا لَیَّاۤلٍۭاۤ بِالسَّنَةِ ۚ وَطَعْنَا فِی الدِّیْنِ ط وَلَوْ اَنْهَمُ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اطْعَمْنَا  
وَاسْمِعْ وَ انْظُرْ نَالِ الْكَانْ خَیْرُ لَهُمْ وَاَقْوَمٌ ۚ وَلٰكِنْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ  
اِلَّا قَلِیْلًا ۝

کچھ یہودی بات کو اس کی جگہ سے بدلتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور سنا عیناً کہتے ہیں زبان پھیر کر اور دین پر طعنہ کرنے کو۔ اور اگر وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور مانا اور سنئے اور ہمیں مہلت دیجئے تو ان کے لئے بہتر اور بہت ٹھیک ہوتا لیکن اُن کے کفر کے سبب

اللہ نے ان پر لعنت کی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر کم۔

کچھ یہودی دربار نبوت میں حاضر آتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو یوں کہتے سنتے آپ سُنائے نہ جاتیں جس سے ظاہر تو دُعا ہوتی یعنی حضور کو کوئی ناگوار بات نہ سُنائے اور دل میں بد دُعا کا ارادہ کرتے کہ سُنائی نہ دے، اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور یہ بات سمجھ لینے کے لئے مہلت چاہتے تو سُر اِعیْنَا کہتے جس کا ایک پہلوئے ظاہریہ کہ ہماری رعایت فرمائیے اور مراد خفی رکھتے رعوت والا۔ اور بعض کہتے ہیں زبان دبا کر سُر اِعیْنَا کہتے یعنی ہمارا چرواہا۔ جب پہلودار بات دین میں طعنہ ہوتی تو صریح صاف کہنا سخت طعنہ ہوگی بلکہ انصاف کیجئے تو ان باتوں کا صریح بھی ان کلمات کی شناخت کو نہ پہنچتا، بہرا ہونے کی دُعا یا رعوت یا بکریاں چرانے کی طرف نسبت کو ان الفاظ سے کیا نسبت کہ شیطان سے علم میں کمتر یا پاگلوں چوپاؤں سے علم میں ہمسرا اور خدا کی نسبت وہ کہ جھوٹا ہے جھوٹ بولتا ہے جو اسے جھوٹا بتائے مسلمان سُننی صالح ہے والعیاذ باللہ رب العلمین۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۳۰۸ تا ۳۳۳)

(۱۴) رسالہ ”تمہید ایمان“ میں مزید فرمایا:

اس فرقہ بے دین کا مکر سوم یہ ہے کہ فقہ میں لکھا ہے جس میں ننانوے <sup>۹۹</sup> باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی تو اس کو کافر نہ کہنا چاہئے۔

اولاً یہ مکر خبیث سب مکروں سے بدتر و ضعیف جس کا حاصل یہ کہ جو شخص دن میں ایک بار اذان دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے اور ننانوے <sup>۹۹</sup> بار بُت پُو جے، سنکھ چھوٹکے، گھنٹی بجائے وہ مسلمان ہے کہ اس میں ننانوے <sup>۹۹</sup> باتیں کفر کی ہیں تو ایک اسلام کی بھی ہے یہی کافی ہے حالانکہ مومن تو مومن کوئی عاقل اُسے مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

ثانیاً اُس کی رُو سے سوا دہریے کے کہ میرے سے خدا کے وجود ہی کا منکر ہو تمام کافر، مشرک، مجوس، ہنود، نصاریٰ، یہود وغیرہم دینا بھر کے کفار سب کے سب مسلمان ٹھہرے جاتے ہیں کہ اور باتوں کے منکر سہی آخر وجود خدا کے تو قائل ہیں ایک یہی بات سب سے بڑھ کر اسلام کی بات بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے خصوصاً کفار فلاسفہ و آریہ وغیرہم کہ بزعم خود توحید کے بھی قائل ہیں اور یہود نصاریٰ تو بڑے بھاری مسلمان ٹھہریں گے کہ توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بہت سے کلاموں اور ہزاروں نبیوں اور قیامت و حشر و حساب و ثواب و عذاب و جنت و نار و غیرہما بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں۔

ثالثاً اس کے رد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اُپر گزریں کافی دوائی ہیں جن میں بادست کلمہ گوئی و نماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکم تکفیر فرمادیا، کہیں ارشاد ہوا :  
کفر و ابعد اسلامہم۔  
وہ مسلمان ہو کر اس کلمے کے سبب کافر ہو گئے۔  
کہیں فرمایا :

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔  
بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ۹۹ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہو جائیں صرف ایک کلمہ پر حکم کفر صحیح نہ تھا، ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرہ اسلام تنگ کر دیا کلمہ گوئیوں اہل قبلہ کو دھکے دے دے کہ صرف ایک ایک لفظ پر اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ لا تعتذروا عذر بھی نہ کرنے دیا نہ عذر سُنے کا قصد کیا۔ افسوس ہے خدا نے پیر نیچر یا ندویہ لکچر یا ان کے تمخیال کسی وسیع الاسلام ریفارمر سے مشورہ نہ لیا اَلَا لعنة الله على الظالمين (ارے ظالموں پر خدا کی لعنت - ت)۔

سابعاً اس مکر کا جواب ،  
تمہارا رب عز وجل فرماتا ہے :

افتمنون ببعض الكتب وتكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذلك منكم  
الآخرة في الحياة الدنيا ويوم القيمة يردون الى اشد العذاب ط وما الله بغافل  
عما تعملون ۵ اولئك الذين اشتروا الحياة الدنيا بالآخرة فلا يخفف عنهم العذاب  
ولا هم ينصرون ۶

تو کیا اللہ کے کلام کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ حصے سے منکر ہو، تو جو کوئی تم میں سے ایسا کرے

۱۔ القرآن الکریم ۹/۴۲

۲۔ " ۹/۶۶

۳۔ القرآن الکریم ۱۱/۱۸

۴۔ " ۲/۸۵، ۸۶

اس کا بدلہ نہیں مگر دنیا کی زندگی میں رُسوائی اور قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب کی طرف پلٹے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتلوں سے غافل نہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے عجبے بیچ کر دنیا حسریدی تو نہ ان پر سے کبھی عذاب ہلکا ہو نہ ان کو مدد پہنچے۔

کلامِ الہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے، اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآنِ عظیم فرما رہا ہے کہ وہ ان ۹۹۹ کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اُس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے، دنیا میں اس کی رُسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت تر عذاب جو ابد الابد تک کبھی موقوف ہونا کیا معنی ایک آن کو ہلکا بھی نہ کیا جائیگا۔ نذکر ۹۹ کا انکار کرے اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ شہادتِ قرآنِ عظیم خود صریح کُفر ہے۔

**خاصاً اصل بات یہ ہے کہ فقہاءِ کرام پر ان لوگوں نے جتنا افتراء اٹھایا انھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہیں کیا بلکہ انھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہ فرمایا بلکہ انھوں نے بخصلتِ یہودی حروفِ الکلم عن مواضعہ یہودی بات کو اس کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں تحریف تبدیل کر کے، کچھ کچھ بنا لیا، فقہاء نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے، حاشا للہ بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ننانوے ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے۔ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب پڑ جائے سب پیشاب ہو جائے گا، مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دو سب طیب ظاہر ہو جائے گا، حاشا کہ فقہاء تو فقہاء کوئی ادنیٰ تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے۔ بلکہ فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں تنوہ پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف، تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اُسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو، اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلو کفر ہے تو ہماری تاویل سے اُسے فائدہ نہ ہوگا وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کے عسر و کولم قطعی یقینی غیب کا ہے اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:**

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب داں ہے، یہ صریح کفر و شرک ہے۔  
 قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ یلہ  
 تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں مگر اللہ۔ (ت)  
 (۲) عمرو آپ تو غیب داں نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں اُن کے بتائے سے اسے غیب کا علم  
 یقینی ہو جاتا ہے، یہ بھی کفر ہے۔

تبینت اجن ان لوکانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المہین ﷻ  
 جنوں کی حقیقت کھل گئی، اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔ (ت)  
 (۳) عمرو نجومی ہے۔

(۴) رمال ہے۔

(۵) سامندرک جانتا ہاتھ دیکھتا۔

(۶) کوئے وغیرہ کی آواز۔

(۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے،

(۸) کسی پرندے یا وحشی پرندے کے دہنے یا بائیں نکل کر جانے،

(۹) آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے۔

(۱۰) پالسی پھینکتا ہے۔

(۱۱) فال دیکھتا ہے۔

(۱۲) حضرات سے کسی کو معمول بنا کر اُس سے احوال پوچھتا ہے۔

(۱۳) مسمریم جانتا ہے۔

(۱۴) جادو کی میز،

(۱۵) روجوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے۔

(۱۶) قیافہ داں ہے۔

(۱۷) علم زایرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے اُسے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے یہ سب بھی کفر

عہ یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادما کیا جائے جیسا کہ نفس کلام میں مذکور ہے ۱۲ منہ

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اتقى عرافا و كاھنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، رواه احمد والحاكم بسند صحيح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولاحمد و ابی داؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقد برئ مما انزل على محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم .

جو شخص نجومی اور کاہن کے پاس جائے اور اس کے بیان کو سچا جانے تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا امام احمد و حاکم نے بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا : تو وہ قرآن اور دین اسلام سے الگ ہو گیا ۔ (ت)

(۱۸) عمر و پرچی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسول کو ملتا تھا ، یہ اشد کفر ہے ۔

ولكن رسول الله وخاتم النبیین ط و كان الله بكل شیء علیما

ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے ، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے ۔ (ت)

(۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہو گئے ہیں اس کا علم تمام معلومات الہی کو محیط ہو گیا ، یہ یوں کفر ہے کہ اس نے عمر کو علم میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ترجیح دے دی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلومات الہی کو محیط نہیں ،

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان ۔ (ت)

من قال فلان اعلم منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد عابه فحکمه حکم

۱۔ المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان التثبید فی اثبات الکاہن مکتب المطبوع الاسلامیہ ۸/

مسند احمد بن حنبل سند ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۹/۲

۲۔ سنن ابی داؤد کتاب الکہانت والتطیر باب النبی عن اثبات الکہان آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۹/۲

۳۔ القرآن الکریم ۳۰/۳۳

۴۔ ۳۹/۹



السب (نسیم الریاض)۔

جس نے کہا کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے اس نے آپ پر عیب لگایا، لہذا اس کا حکم شاتم جیسا ہے۔ (نسیم الریاض) - (ت)  
(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علوم غیب اسے الہام سے ملے اُن میں ظاہراً باطناً کسی طرح کسی رسول انس و ملک کی وساطت و تبعیت نہیں اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ رسول اصالۃً اسے غیوب پر مطلع کیا، یہ بھی کفر ہے۔

وما کانت اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبیٰ من مرسلہ من یشاء ۛ

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے یاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ (ت)

عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ احداً ۝ الا من ارقتیٰ من رسول ۛ  
غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مستط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔ (ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۳۳۹ تا ۳۴۲)

(۱۵) رسالہ ”تمہید ایمان“ میں مزید فرمایا :

مگر حیرانم : انکار یعنی جس نے ان بدگوئیوں کی کتابیں نہ دکھیں اُس کے سامنے صاف ٹکڑے جاتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ کلمات کہیں نہ کہے، اور جو اُن کی چھپی ہوئی کتابیں تحریریں دکھا دیتا ہے اگر ذی علم ہوا تو ناک چڑھا کر منہ بنا کر چل دیئے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکمال جیانی صاف کہہ دیا کہ آپ معقول بھی کر دیجئے تو میں وہی کہے جاؤں گا۔ اور سچا رہا بے علم ہوا تو اس سے کہہ دیا ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں، اور آخر ہے کیا، یہ دربطن قائل، اس کے جواب کو وہی آیت کریمہ کافی ہے کہ :  
یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفر وابعدا سلا مہم  
خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کہا حالانکہ بیشک ضرور وہ یہ کفر کے بول بولے اور مسلمان

ۛ نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الاول مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳۳۵/م

ۛ القرآن الکریم ۛ۲ / ۲۰ و ۲۶

ۛ القرآن الکریم ۛ۳ / ۱۷۹

ۛ ۛ ۛ۹ / ۷۲

ہوئے پیچھے کافر ہو گئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۳۴۹)

(۱۶) رسالہ ”الامن والعلی“ کے باب اول میں فرمایا :  
وجہ اول پر نصوص سنئے، اس میں چھ آیتیں اور سات ٹھہ حدیثیں، جملہ چھیا سٹھ نص ہیں۔

## فصل اول آیاتِ کریمہ میں

آیت ۱ : قال الله عز وجل :

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم ۱

اللہ ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب ! تو ان میں تشریف فرما ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ ! ہمارے حضورِ واقع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار پر سے بھی سبب دفعِ بلا

ہیں پھر مسلمانوں پر تو خاص رُوف و رحیم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آیت ۲ :

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ۲

ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

پُر ظاہر کہ رحمت سبب دفعِ بلا و رحمت (خُب ظاہر ہے کہ رحمت سبب ہے مصیبت و رحمت کی

دوری کا۔ ت)

آیت ۳ :

ولو انهم اذ ظالموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول

لو جدوا الله تو اباسر حیمائے

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی

مانگیں ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

آیتِ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پر نور عفو غفور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

۱ القرآن الکریم ۸ / ۳۳

۲ ۲۱ / ۱۰۷

۳ ۴ / ۶۴

حاضری سبب قبولِ توبہ و دفعِ بلائے عذاب ہے بلکہ آیت بیمار دلوں پر اور بھی بلا و عذاب کہ رب العزت قادر تھا یونہی گناہ بخش دے، مگر ارشاد ہوتا ہے کہ توبہ قبول ہونا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

**آیت ۴:**

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامعہ<sup>۱</sup>۔ الآیۃ  
اگر اللہ تعالیٰ آدمیوں سے آدمیوں کو دفع نہ فرمائے تو ہر ملت و مذہب کی عبادت گاہ  
دھادی جائے۔  
معلوم ہوا کہ مجاہدین آلہ و واسطہ دفعِ بلا ہیں۔

### آیت ۵:

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولكن الله ذو فضل  
على العالمین<sup>۲</sup>۔  
اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ عز و جل کا لوگوں کو ایک دوسرے سے تو بیشک تباہ ہو جاتی زمین  
مگر اللہ فضل والا ہے سارے جہان پر۔  
ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں  
سے بلا دفع کرتا ہے۔

### آیت ۶:

ولو لا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات لم تعلموہم ان تطؤوہم فتصیبکم  
منہم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمۃ من یشاء لو تزیکو العذبتا  
الذین کفروا منہم عذابا الیما<sup>۳</sup>۔  
اور اگر نہ ہوتے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں  
روند ڈالو تو ان سے تمہیں انجانی میں مشقت پہنچے تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے لے،

۱۔ العتہ آن الکریم ۲۲ / ۴۰

۲۔ ۲ / ۲۵۱

۳۔ ۴۸ / ۲۵

وہ اگر الگ ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔  
 یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غرے کے لئے مکہ معظمہ  
 تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حیدریہ میں روکا شہر نہ جانے دیا صلح پر فیصلہ ہوا ظاہر  
 کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دہتی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں ایک بڑی فتح نمایاں تھی جسے  
 اللہ عزوجل نے انا فتحناک فتحاً مبیناً (بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تھی)  
 فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخلہ مکہ  
 نہ ہونے دینے میں کسی حکمتیں تھیں مکہ معظمہ میں بہت مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن  
 کی تمہیں خبر نہیں تم قہراً جاتے تو وہ بھی تیغ و بند کے روندنے میں آجاتے اور ان کے سوا ابھی  
 وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں لے گا اسلام دے گا  
 اُن کا قتل منظور نہیں، ان وجہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا یہ سب لوگ  
 الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا صریح روشن نص ہے کہ اہل اسلام کے  
 سبب کافروں پر سے بھی بلادفع ہوتی ہے واللہ الحمد۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۳۷۹ تا ۳۸۱)

(۱۷) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دافع البلاء ہونے کے ثبوت میں تحریر کردہ  
 رسالہ ”الامن والعلی“ کے باب دوم میں فرمایا،  
 وجہ دوم پر نصوص لیجئے اور بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نصوص نجدت شکن، جان و ہابیت پر  
 برق افگن، اس میں چوالیس آیتیں اور دو سو چالیس حدیثیں ہیں۔

## فصل اول آیات شریفیہ میں

آیت ۷ : قال ربنا تبارک وتعالیٰ :

وما نقموا الا اغنهم اللہ ورسولہ من فضلہ ۲

اور انہیں کیا بُرا لگایا ہی نہ کہ انہیں دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دو لہجہ کر دیا اپنے فضل سے۔

اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین و دنیا کا دو لہجہ فرما اپنے فضل سے۔  
صلی اللہ علیہ وسلم

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا  
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

آیت ۸ :

ولو انهم رضوا ما آتاهم الله ورسوله وقالوا احسبنا الله سيؤتينا الله من فضله ورسوله انا الحى الله راغبون

اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔ یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا، اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ و رسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آیت ۹ :

انعم الله عليه و انعمت عليه  
اللہ نے اُسے نعمت بخشی، اور اے نبی! تو نے اُسے نعمت دی۔

آیت ۱۰ :

له معقبته من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله  
آدمی کے لئے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور اس کے پیچھے کہ اس کی حفاظت

۱۰ حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۳/۲

۵ القرآن الکریم ۵۹/۹

۳۳/۳۳

۱۱/۱۳

کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔

بدلی والے یہ صبح کے محاذ عصر کو بدل جاتے ہیں اور عصر کے صبح کو، واللہ الحمد۔

آیت ۱۱:

ویرسل علیک حفظة۔<sup>۱</sup>

اللہ بھیجتا ہے تم پر نگہبانوں کو۔

ان آیات میں مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ فرشتوں کو ہمارا حافظ و نگہبان فرماتا ہے۔

آیت ۱۲:

یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔<sup>۲</sup>

اے نبی! کافی ہے تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔

یہاں رب تبارک و تعالیٰ اپنے نام پاک کے ساتھ صحابہ کرام کو ملا کر فرماتا ہے، اے نبی!

اب کہ عمر اسلام لے آیا تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں۔

فی الجلالین حسبک اللہ وحسبک من اتبعک۔<sup>۳</sup>

جلالین میں ہے، کافی ہے تجھے اللہ تعالیٰ اور وہ جس نے تیری پیروی کی۔ (ت)

ترجمہ شاہ ولی اللہ میں ہے،

اے پیغمبر کفایت ست ترا خدا و آنانکہ پیروی تو کردہ اند از مسلمانان۔<sup>۴</sup>

اے پیغمبر! کافی ہے تجھے خدا اور وہ مسلمان جنہوں نے تیری پیروی کی۔ (ت)

آیت ۱۳: یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا،

انہ ربی احسن مشواہب۔<sup>۵</sup>

بیشک عزیز میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

فی الجلالین انہ ای الذی اشترا فی ربی سیدی۔<sup>۶</sup>

۱۲ القرآن الکریم ۶۲/۸

۱۱ القرآن الکریم ۶۱/۶

ص ۱۵۳ المطابع دہلی

تحت الآیۃ ۶۲/۸

۳ تفسیر جلالین

ص ۱۷۸ مطبع ہاشمی دہلی

۴ فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن (ترجمہ شاہ ولی اللہ)

۱۲ القرآن الکریم ۲۳/۱۲

ص ۱۹۱ المطابع دہلی

تحت الآیۃ ۲۳/۱۲

۵ تفسیر جلالین

تفسیر جلالین میں ہے بیشک وہ جس نے مجھے فریاد وہ میرا رب یعنی میرا آقا ہے۔ (ت)  
آیت ۱۴:

اما احدکما فیسقی ربه خمرًا۔

اے زندان کے ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے رب کو شراب پلائے گا۔  
آیت ۱۵:

وقال للذی ظن انه ناج منہما اذکرتی عند ربک یہ

اور یوسف نے کہا اس سے جسے اُن دونوں میں چھٹکارا پاتا سمجھا کہ اپنے رب کے پاس  
میرا چرچا کیجیو۔

یعنی بادشاہ مصر کے سامنے۔

آیت ۱۶: اس پر مولیٰ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

فانسلہ الشیطن ذکر ربه یہ

تو اُسے بھلا دیا شیطان نے اپنے رب بادشاہ مصر کے آگے یوسف کا ذکر کرنا۔

فی الجلالین ای الساقی الشیطن ذکر یوسف عند ربه یہ

جلالین میں ہے یعنی ساقی کو شیطان نے یوسف علیہ السلام کا ذکر اس کے رب کے آگے  
کرنا بھلا دیا۔ (ت)

آیت ۱۷:

قال ارجع الی ربک فسئلہ ما بال النسوة التي قطعن ایدیہن۔

یوسف نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس سو اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا  
جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

۱۷ القرآن الکریم ۱۲/۴۱

۱۸ " ۱۲/۴۲

۱۹ " "

۲۰ تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۲/۴۲ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۳

۲۱ القرآن الکریم ۱۲/۵۰

سبحان اللہ! بادشاہ وغیرہ کو تو مجازی پرورش کے باعث اس کا رب، تیرا رب، میرا رب کہنا صحیح ہو یہ اللہ فرمائے اللہ کا رسول فرمائے اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا شرک۔

آیت ۱۸: رب جل و علا اپنے مبارک بندے عیسیٰ ابن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے،  
واذ تخلق من الطین کھیثۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرا باذنی و  
تبعی الاکملہ والابرص باذنی واذ تخرج الموقی باذنی۔

اور جب تُو بناتا مٹی سے پرند کی شکل میری پروانگی سے، پھر چھونک مارتا اس میں تو وہ ہوجاتی  
پرند میری پروانگی سے، اور تُو اچھا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری پروانگی سے،  
اور جب تو قبروں سے مُردے نکالتا میری پروانگی سے۔

دفع بلائے مرض و ابرائے اکملہ و ابرص میں کتنا فرق ہے۔

آیت ۱۹: حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں،

انی اخلقکم من الطین کھیثۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ  
و ابرع الاکملہ والابرص و اُحی الموقی باذن اللہ و انبتکم بہما تاکلون و ما تذخرون  
فی بیوتکم (الحی قولہ) و لا یحل لکم بعض المذی حُرّم علیکم۔

میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت پھر چھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہوجاتی  
ہے پرند اللہ کی پروانگی سے، اور میں شفا دیتا ہوں مایہ زاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور  
میں زندہ کرتا ہوں مُردے اللہ کی پروانگی سے، اور میں بھیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھر  
میں بھر رکھتے ہوتا کہ میں حلال کر دوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ! عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو فرما رہے ہیں میں خلق کرتا ہوں، شفا دیتا ہوں،  
مُردے جلاتا ہوں، بعض حراموں کو حلال کئے دیتا ہوں۔ ان اسنادوں کی نسبت کیا حکم ہوگا!  
آیت ۲۰:

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم و امائکم۔

نکاح کر دو اپنی بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا۔

۱۱۰/۵ لہ القرآن الکریم

۵۰ و ۴۹/۳

۳۲/۲۴



یہاں مولا عزوجل ہمارے غلاموں کو "ہمارا بندہ" فرما رہا ہے۔ اللہ کی شان زید کا بندہ، عمرو کا بندہ، اس کا بندہ، اس کا بندہ اللہ فرماتے رسول فرمائے صحابہ فرمائیں ائمہ فرمائیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ کہا اور شرک فروشوں نے حکم شرک جڑا، شاید ان کے نزدیک زید و عمرو خدا کے شریک ہو سکتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ آیت ۲۱:

الذین يتبعون الرسول النبي الامي الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والانجيل يا امرهم بالمعروف وينههم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبث ويضع عنهم اصرهم والاغلال التي كانت عليهم

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اُس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے بے پڑے گی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں، وہ انھیں حکم دے گا بھلائی کا اور روکے گا برائی سے، اور حلال کرے گا اُن کے لئے سُھری چیزیں اور حرام کرے گا اُن پر گندی چیزیں اور اتارے گا اُن پر سے اُن کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے طوق جو اُن پر تھے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ جانِ جہان و جہانِ جان اُس جانِ جان و جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاک مبارک ہاتھوں پر قربان جس کے ہماری پیٹھوں سے بھاری بوجھ اتار لے ہماری گردنوں سے تکلیفوں کے طوق کاٹ دیئے۔ لہ انصاف! اور دافعِ بلا کسے کہتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ آیت ۲۲: سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی:

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم آياتك ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم انت اكبر الحكيم

اے رب ہمارے! اور اُن میں اُنھیں میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ اُن پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور وہ پیر انھیں گناہوں سے پاک کر دے، بیشک تو ہی ہے غالبِ حکمت والا۔

یہ ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتے کہ:

انا دعوة ابی ابراہیم علیہ السلام

میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں (صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم)۔

آیت ۲۳: خود رب العزہ جل و علا فرماتا ہے:

کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم آیتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب و  
الحکمة ویعلمکم ما لم تکنوا تعلمون ۝

جس طرح بھیجا ہم نے تم میں سے ایک رسول تمہیں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا اور  
تمہیں پاکیزہ بناتا اور تمہیں قرآن و علم سکھاتا اور ان باتوں کا تم کو علم دیتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔  
آیت ۲۴:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم  
آیتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمة وان کانوا قبل لفي ضلال مبین ۝  
بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جبکہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے  
کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انہیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے  
انہیں قرآن و حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بیشک کھلی گمراہی میں۔

آیت ۲۵:

هو الذی بعث فی الامم رسولاً منہم یتلوا علیہم آیتہ ویزکیہم  
ویعلمہم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفي ضلال مبین ۝ و آخرین  
منہم لما یلحقوا بہم ۝ هو العزیز الحکیم ۝ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء  
واللہ ذو الفضل العظیم ۝

۱۔ دلائل النبوة باب ذکر مولد المصطفیٰ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۸۱

الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/۱۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۰۳، ۳۰۴

۲۔ القرآن الکریم ۲/۱۵۱

۳۔ " ۳/۱۶۴

۴۔ " ۶۲/۲ تا ۴

اللہ ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے کہ اُن پر آیات الہیہ پڑھتا اور انہیں سُتھرا کرتا اور انہیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے نیز پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا اُن کی جنس کے اور لوگوں کو جواب تک اُن سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے، یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الحمد لله! اس آیت کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، سُتھرا بنانا صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک اُمتِ مہمومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظر رحمت سے ملحوظ ہے، والحمد لله رب العالمین۔

بیضاوی شریف میں ہے :

هم الذين جاء وابعدا الصحابة الى يوم الدين  
یعنی یہ دوسرے جنہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیامت تک ہوں گے۔  
معالم شریف میں ہے :

قال ابن زید هم جميع من دخل في الاسلام بعد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم (الى يوم القيامة) وهي رواية ابن نجيه عن مجاهد  
ابن زید نے فرمایا، یہ دوسرے لوگ تمام اہل اسلام ہیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور یہی معنی امام مجاہد شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کئے۔

الحمد لله! قرآن عظیم میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے، دو جگہ سورۃ بقرہ، تیسرے آل عمران، چوتھے سورۃ جمعہ اور اس کے آخر میں تو وہ جانفزاکلے ارشاد ہوئے جنہوں نے ہم خفتہ بختوں کی

تقدیر جگادی بیمار دلوں پر بجلی گرا دی، والحمد للہ رب العالمین۔  
 آیت ۲۶: جب ابولبابہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، غزوہ تبوک میں ہمراہ رکاب  
 سعادت حاضر نہ ہوئے تھے، اپنے آپ کو مسجد اقدس کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب تک  
 حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نہ کھولیں گے نہ کھلیں گے، آیت اتری،  
 خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا وصل علیہم انت صلواتک  
 سکن لہم

اے نبی! لے لو ان توبہ کرنے والوں کے مالوں سے صدقہ کہ تم پاک کرو انھیں اور تم سُتھرا کر دو  
 انھیں گناہوں سے اُس صدقے کے سبب اور دُعائے رحمت کرو ان کے حق میں کہ تمھاری دُعا ان کے  
 دلوں کا چین ہے۔

دیکھو حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں گناہوں سے پاک کیا اور حضور نے  
 بلائے گناہ اُن کے سروں سے مٹالی، اور جب حضور کی دُعا اُن کے دلوں کا چین ہوا تو یہی دافع الم ہے  
 صلی اللہ تعالیٰ علی دافع البلاء والالہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔  
 آیت ۲۷:

لا یمدکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عہدا۔  
 اللہ عز وجل کے یہاں شفاعت کے مالک وہی ہیں جنہوں نے رحمن کے ساتھ عہد و پیمان  
 کر رکھا ہے۔

آیت ۲۸:  
 ولا یسلک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شہد بالحق و  
 ہم یعلمون

جنہیں مشرکین اللہ کے سوا پُوجتے ہیں اُن میں شفاعت کے مالک صرف وہی ہیں جنہوں نے  
 حق کی گواہی دی اور وہ علم رکھتے ہیں (یعنی عیسے و عزیر و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔

۱۰۳/۹ القرآن الکریم

۸۷/۱۹

۸۶/۳۳

ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التي جعل الله لكم قِيَامًا وَاِسرَارًا قَوْهَمَ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ  
وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝

واذا حضر القسمة اولوا القربى واليتامى والمساكين فارزقوهم منه و  
قولوا لهم قولاً معروفاً

اذ يوحى ربك الى الملكة اتى معكم قيثوا الذين امنوا -

فالمديرات امرًا -

قسم ہے ان فرشتوں کی کہ تمام کار و بارِ دُنیا اُن کی تدبیر سے ہے۔  
یہ صفت بھی بالذات ذاتِ الٰہی جل و علا کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

٥	٢	الفتح	الحكيم	١٢
١	٢	"	"	١٢
١٢	١	"	"	١٢
٥	٢٩	"	"	١٢



علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنی پر حجت ہے۔

ولم یزل الائمة یحتجون به علی وجوهه وذلك من اعظم وجوه اعجازه  
وقد فصلنا هذا السرا في رسالتنا الزلال الانقى من بحر سبقة الاتقى۔

اگر کرام ہمیشہ قرآن کے تمام معانی سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بات قرآن مجید کے  
وجہ اعجاز میں سے عظیم ترین وجہ ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ ”الزلال الانقى  
من بحر سبقة الاتقى“ میں بیان کر دی ہے۔ (ت)

اب اسی آیت کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے۔ تفسیر بیضاوی شریف میں ہے،

اوصفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقا  
ای نزاعاً شدیداً من اغراق النامع في القوس وتنشط الى عالم الملكوت وتسبح  
فيه وتسبق الى حظائر القدس فتصير لشرورها وقوتها من المذبذبات

یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عز وجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے  
مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرا می او  
دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں پس اپنی بزرگی و عظمت  
کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔

اب تو بھلا اللہ تعالیٰ اولیاء کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر  
فرماتے ہیں، فلله الحجة البالغة۔

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایت القاضی و کفایۃ الرازی میں امام حجت الاسلام محمد علی  
قدس سرہ العالی و امام فخر رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں،  
ولذا قيل اذا تحيّرتم في الامور فاستعينوا من اصحاب القبور الا ان  
ليس بحديث كما توهم ولذا اتفق الناس على زيارة مشاهد السلف والتوسل  
بهما الى الله وان انكر بعض الملاحدة في عصرنا والمشتكى اليه هو الله به  
لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو، مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ اور اسی لئے مزاراتِ سلف صالحین کی زیارت اور انھیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے، اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔  
 ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ صفت حضرت عزت کی ہے، نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے۔ رب عزوجل فرماتا ہے،

قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یرزقکم من المیت ویخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ ج فقل افلا تتقون

اے نبی! ان کافروں سے فرماؤ کہ کون ہے جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مُردے سے اور نکالتا ہے مُردے کو زندہ سے، اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی، اب کہہ دیں گے کہ اللہ، تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔  
 قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافر مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں اُن سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے، تو اللہ ہی کو بتائیں گے دوسرے کا نام نہ لیں گے۔ اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لئے ثابت فرماتا ہے کہ ”قسم ان محبوبانِ خدا کی جو عالم میں تدبیر و تصرف کرتے ہیں“ ایمان سے کہنا و یا بیت کے دھرم پر قرآن عظیم شرک سے کیونکر بچا۔ اے ناپاک طائفے کی سنگت والو! جب تک ذاتی اور عطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن و حدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے، اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمھاری شرکیات کے راگ متعلقہ تدبیر و تصرف و استمداد و استعانت و دافع البلاء و حاجت رواؤں کا علم غیب و ندا وغیرہ سب کا فور ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مبارک منصور (نصرت دیتے گئے، مدد دیتے گئے) بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔  
 الا ان حزب اللہ ہم الغلبون۔



تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (ت)

آیت ۳۳ :

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔  
تو فرما تمہیں موت دیتا ہے وہ مرگ کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

آیت ۳۴ :

توفتہ رسلسنا ۱۰

موت دی اسے ہمارے رسولوں نے۔

حالانکہ خود فرماتا ہے :

اللہ یتوفی الّا نفس ۱۱

اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو۔

آیت ۳۵ :

لا ھب لک علماً نہ کیا ۱۲

(جبریل نے مریم سے کہا) کہ میں عطا کروں تجھے شہر ایذا، صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم۔

اللہ اللہ! اب تو جبریل بیادے رہے ہیں، بھلا نجدیہ کے یہاں اس سے بڑھ کر اور کیا

شرک ہوگا! ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہابیہ تو اسی کو روتے تھے کہ محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک ہے، یہاں قرآن عظیم

سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جبریل بخش بتا رہا ہے واللہ الحجۃ السامیۃ۔

آیت ۳۶ :

فان اللہ هو مولہ وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذلک ظہیر ۱۳

۱۰ القرآن الکریم ۳۲ / ۱۱

۱۱ " ۶ / ۶۱

۱۲ " ۳۹ / ۴۲

۱۳ " ۱۹ / ۱۹

۱۴ " ۶۶ / ۴

بیشک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا،  
صالح المؤمنین ابوبکر و عمر۔ رواۃ الطبرانی فی الکبیر و ابن مردویہ  
والمخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما (طبرانی نے کبیر میں اور  
ابن مردویہ اور مخطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ت)  
بلکہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں یوں ہی تھا،  
وصالح المؤمنین ابوبکر و عمر والملئکة بعد ذلك ظہیر ہے  
نیک مسلمان ابوبکر و عمر اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں (ت)  
یہاں اللہ عز و جل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اللہ اور جبریل اور  
ابوبکر و عمر مددگار ہیں۔

آیت ۳۷،

اتّٰی و جدت امراة تملکھم و او تیت من کل شیء و لہا عرش عظیم ہے  
(ہر پہ نے ملک سب سے آکر سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی) میں نے  
ایک عورت پائی کہ وہ اُن کی مالک ہے اور اسے سب کچھ دیا گیا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔  
یہاں بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا تو رعایا کہ آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے  
مگر کوئی اگر محبوبانِ خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو اُن کا بندہ مملوک کہے وہابیہ کے دین میں شرک  
ٹھہرے۔

المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۶/۲۰

الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ و ابی نعیم تحت الآیۃ ۶۶/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۸/۲۰۹

۵۲

۵۳ القرآن الکریم ۲۳/۲۷



سے فرماتا ہے :

وقل رب انزلنی منزلاً مبارکاً وانت خیر المنزلین  
اے نوح ! جب تُو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالانا اور یوں  
عرض کرنا کہ اے رب میرے ! مجھے برکت والا اتارنا اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے ۔  
یہ اللہ عز وجل کی خاص صفت نبی صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے کیسی ثابت  
فرمائی اور جب نبی صدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے بہتر اتارنے والے راحت و نعمت  
بخشنے والے ہوئے تو دافع البلاء سے بھی بڑھ کر ہوئے کمالا یحقی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں - ت)۔  
آیت ۴۰ :

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون  
الزکوٰۃ وہم راکعون  
یعنی اے مسلمانو ! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اُس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز  
قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں ۔  
اقول (میں کہتا ہوں - ت) یہاں اللہ اور رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا  
کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضروریہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں عام  
مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے ۔ قال تعالیٰ :  
والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض  
مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں ۔  
حالانکہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے :  
ما لهم من دونه ولی  
اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں ۔

۱۵ العنقرآن الکریم ۲۳ / ۲۹

۱۶ " ۵ / ۵۵

۱۷ " ۹ / ۷۱

۱۸ " ۱۸ / ۲۶

معالم میں ہے :

(مالہم) ای مالاہل السموات والارض (من دونہ) ای من دون اللہ

(من ولی) ناصیر

نہیں ہے ان کے لئے یعنی آسمان اور زمین والوں کے لئے سوا اُس کے، یعنی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی ولی یعنی مددگار۔ (ت)

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہو کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول و صلحا کے لئے ثابت کیا جسے قرآن ہی جا بجا فرما چکا تھا کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں، مگر بجز اللہ اہل سنت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی اور عطائی کا فرق سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ بالذات مددگار ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں، اور رسول و اولیاء اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں واللہ الحمد۔ اب اتنا اور سمجھ لیجئے مدد کا ہے کے لئے ہوتی ہے؟ دفع بلا کے واسطے۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنص قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعاً دفع البلا بھی ہیں، اور فرق وہی ہے کہ اللہ سبحانہ بالذات دفع البلا ہے اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بعطاء خدا، والحمد للہ العلی الاعلیٰ۔

### پنج آیت از تورات و انجیل و زبور مقدسہ

آیت ۴۱، تورات شریف : امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دارمی و طبرانی و یعقوب بن سفیان حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ تورات مقدس میں حضور پر نور دفع البلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت یوں ہے :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِزْنًا لِلْأَمِّيِّينَ (الی قولہ تعالیٰ) يَعْزُوا وَيَعْفُو عَنَّا

۱۔ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۸/۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳۲/۳  
 ۲۔ سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعضہ دار المحاسن للطباعة قاہرہ ۱۴/۱  
 دلائل النبوة للبیهقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی التورات والانجیل دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۴۶/۱  
 صحیح البخاری کتاب البیوع ۲۸۵/۱ و کتاب التفسیر سورۃ الفتح ۱۴/۲ قدیمی کتب خانہ کراچی  
 الخصائص الکبریٰ باب ذکرہ فی التورۃ والانجیل الخ مرکز المہنت گجرات المہنت ۱۰/۱  
 الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی التورۃ والانجیل دار صادر بیروت ۳۶۰/۱

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لئے پناہ (الی قولہ تعالیٰ) معاف فرماتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔

حدرن بھی رب العزت جل و علا کی صفات سے ہے۔ حدیث میں ہے،

یا حدرن الضعفاء یا کذا الفقراء

اے ضعیفوں کی پناہ، اے غریبوں کے خزانے!۔

علامہ زرقانی شرح مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں،

جعلہ نفسه حوزاً مبالغۃ لحفظہ لہم فی الدارین

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پناہ دینے والے ہیں مگر رب تبارک تعالیٰ نے حضور کو بطور

مبالغہ خود پناہ کہا (جیسے عادل کو عدل یا عالم کو علم کہتے ہیں اور اس وصف کی وجہ یہ ہے کہ) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں اپنی امت کے محافظ و نگہبان ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین۔

آیت ۴۴، از تورات، ہاں ہاں خبردار ہوشیار، اے نجدیان نابکار، ذرا کم سن نوپیدا عیارہ خام پارہ و ہابیت ناکارہ کے ننھے سے کلچے پر ہاتھ دھر لینا تورات و زبور کی دو آیتیں تلاوت کی جائیں گی تو خیر و ہابیت کی نادان جان پر قہر الہی کی بجلیاں گرا سکیں گی افسوس تمہیں تورات و زبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا تھا جب تم قرآن کی نہ سُنو اللہ کا کذب تم ممکن گنو مگر جان کی آفت گلے کا غل تو یہ کہ یہ آیت جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمائی کلام الہی بتائیں، یہ امام الطائفہ کے نسب کے حجج، شریعت کے باپ، طریقت کے دادا۔ اب انھیں نہ مشرک کہے بنتی ہے نہ کلام الہی پر ایمان لانے کو روٹھی و ہابیت ملتی ہے، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا، نہ چلنے کی تاب۔ ت)۔

دو گونہ رنج و عذاب است جان لیلیٰ را بلائے صحبتِ مجنوں و فرقتِ مجنوں  
(لیلیٰ کی جان کو دو قسم کا دکھ اور عذاب ہے، مجنوں کی صحبت اور اس کی جدائی کی مصیبت۔)

۱۰

۱۱ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرماتی چیتوں سے لجائی انگھڑیاں اُپر اٹھائیے اور بجز اللہ وہ سُنئے کہ ایمان نصیب ہو تو سُستی ہو جائیے۔ جناب شاہ صاحب تحفہ اشنا عشریہ میں لکھتے ہیں تورات کے سفر چہارم میں ہے :

قال الله تعالى لا ابراهيم اتّ هاجرة تلد ويكون من ولدها من يده  
فوق الجميع ويد الجميع مبسوطة اليه بالخشوع اليه

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بیشک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

وہ کون؟ — محمد رسول اللہ سید الکون معطی العون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — قربان تیرے اے بلند ہاتھ والے، اے دو جہان کے اُجالے۔ حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہماری عاجزی و محتاجی کے ہاتھ ہر لہیم بے قدرت سے بچاتے، اور تجھ جیسے کریم رؤف و رحیم کے سامنے پھیلاتے، والحمد للہ ربّ العالمین ۵

اُسے حمد جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا  
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستان بتایا ۶

آیت ۳۴، از زبور مقدس، نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول :

يا احمد فاضت الرحمة على شفقتك من اجل ذلك اُبارك عليك فتقلد  
السيف فان بهائك وحمدك الغالب (الى قوله) والامم يخرون تحتك  
كتاب حق جاء الله به من اليمن والتقدليس من جبل فاران وامتلاءت  
الارض من تحميد احمد وتقديسه وملك الارض وراقب الامم ۷  
اے احمد! رحمت نے ہوش مارا تیرے لبوں پر، میں اس لئے تجھے برکت دیتا ہوں، تو اپنی  
تلوار حائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے، سب اُمّیں تیرے قدموں میں گریں گی،

۱۶۹ ۱۷۰  
۱۷۱ ۱۷۲  
۱۷۳ ۱۷۴  
۱۷۵ ۱۷۶  
۱۷۷ ۱۷۸  
۱۷۹ ۱۸۰  
۱۸۱ ۱۸۲  
۱۸۳ ۱۸۴  
۱۸۵ ۱۸۶  
۱۸۷ ۱۸۸  
۱۸۹ ۱۹۰  
۱۹۱ ۱۹۲  
۱۹۳ ۱۹۴  
۱۹۵ ۱۹۶  
۱۹۷ ۱۹۸  
۱۹۹ ۲۰۰  
۲۰۱ ۲۰۲  
۲۰۳ ۲۰۴  
۲۰۵ ۲۰۶  
۲۰۷ ۲۰۸  
۲۰۹ ۲۱۰  
۲۱۱ ۲۱۲  
۲۱۳ ۲۱۴  
۲۱۵ ۲۱۶  
۲۱۷ ۲۱۸  
۲۱۹ ۲۲۰  
۲۲۱ ۲۲۲  
۲۲۳ ۲۲۴  
۲۲۵ ۲۲۶  
۲۲۷ ۲۲۸  
۲۲۹ ۲۳۰  
۲۳۱ ۲۳۲  
۲۳۳ ۲۳۴  
۲۳۵ ۲۳۶  
۲۳۷ ۲۳۸  
۲۳۹ ۲۴۰  
۲۴۱ ۲۴۲  
۲۴۳ ۲۴۴  
۲۴۵ ۲۴۶  
۲۴۷ ۲۴۸  
۲۴۹ ۲۵۰  
۲۵۱ ۲۵۲  
۲۵۳ ۲۵۴  
۲۵۵ ۲۵۶  
۲۵۷ ۲۵۸  
۲۵۹ ۲۶۰  
۲۶۱ ۲۶۲  
۲۶۳ ۲۶۴  
۲۶۵ ۲۶۶  
۲۶۷ ۲۶۸  
۲۶۹ ۲۷۰  
۲۷۱ ۲۷۲  
۲۷۳ ۲۷۴  
۲۷۵ ۲۷۶  
۲۷۷ ۲۷۸  
۲۷۹ ۲۸۰  
۲۸۱ ۲۸۲  
۲۸۳ ۲۸۴  
۲۸۵ ۲۸۶  
۲۸۷ ۲۸۸  
۲۸۹ ۲۹۰  
۲۹۱ ۲۹۲  
۲۹۳ ۲۹۴  
۲۹۵ ۲۹۶  
۲۹۷ ۲۹۸  
۲۹۹ ۳۰۰  
۳۰۱ ۳۰۲  
۳۰۳ ۳۰۴  
۳۰۵ ۳۰۶  
۳۰۷ ۳۰۸  
۳۰۹ ۳۱۰  
۳۱۱ ۳۱۲  
۳۱۳ ۳۱۴  
۳۱۵ ۳۱۶  
۳۱۷ ۳۱۸  
۳۱۹ ۳۲۰  
۳۲۱ ۳۲۲  
۳۲۳ ۳۲۴  
۳۲۵ ۳۲۶  
۳۲۷ ۳۲۸  
۳۲۹ ۳۳۰  
۳۳۱ ۳۳۲  
۳۳۳ ۳۳۴  
۳۳۵ ۳۳۶  
۳۳۷ ۳۳۸  
۳۳۹ ۳۴۰  
۳۴۱ ۳۴۲  
۳۴۳ ۳۴۴  
۳۴۵ ۳۴۶  
۳۴۷ ۳۴۸  
۳۴۹ ۳۵۰  
۳۵۱ ۳۵۲  
۳۵۳ ۳۵۴  
۳۵۵ ۳۵۶  
۳۵۷ ۳۵۸  
۳۵۹ ۳۶۰  
۳۶۱ ۳۶۲  
۳۶۳ ۳۶۴  
۳۶۵ ۳۶۶  
۳۶۷ ۳۶۸  
۳۶۹ ۳۷۰  
۳۷۱ ۳۷۲  
۳۷۳ ۳۷۴  
۳۷۵ ۳۷۶  
۳۷۷ ۳۷۸  
۳۷۹ ۳۸۰  
۳۸۱ ۳۸۲  
۳۸۳ ۳۸۴  
۳۸۵ ۳۸۶  
۳۸۷ ۳۸۸  
۳۸۹ ۳۹۰  
۳۹۱ ۳۹۲  
۳۹۳ ۳۹۴  
۳۹۵ ۳۹۶  
۳۹۷ ۳۹۸  
۳۹۹ ۴۰۰  
۴۰۱ ۴۰۲  
۴۰۳ ۴۰۴  
۴۰۵ ۴۰۶  
۴۰۷ ۴۰۸  
۴۰۹ ۴۱۰  
۴۱۱ ۴۱۲  
۴۱۳ ۴۱۴  
۴۱۵ ۴۱۶  
۴۱۷ ۴۱۸  
۴۱۹ ۴۲۰  
۴۲۱ ۴۲۲  
۴۲۳ ۴۲۴  
۴۲۵ ۴۲۶  
۴۲۷ ۴۲۸  
۴۲۹ ۴۳۰  
۴۳۱ ۴۳۲  
۴۳۳ ۴۳۴  
۴۳۵ ۴۳۶  
۴۳۷ ۴۳۸  
۴۳۹ ۴۴۰  
۴۴۱ ۴۴۲  
۴۴۳ ۴۴۴  
۴۴۵ ۴۴۶  
۴۴۷ ۴۴۸  
۴۴۹ ۴۵۰  
۴۵۱ ۴۵۲  
۴۵۳ ۴۵۴  
۴۵۵ ۴۵۶  
۴۵۷ ۴۵۸  
۴۵۹ ۴۶۰  
۴۶۱ ۴۶۲  
۴۶۳ ۴۶۴  
۴۶۵ ۴۶۶  
۴۶۷ ۴۶۸  
۴۶۹ ۴۷۰  
۴۷۱ ۴۷۲  
۴۷۳ ۴۷۴  
۴۷۵ ۴۷۶  
۴۷۷ ۴۷۸  
۴۷۹ ۴۸۰  
۴۸۱ ۴۸۲  
۴۸۳ ۴۸۴  
۴۸۵ ۴۸۶  
۴۸۷ ۴۸۸  
۴۸۹ ۴۹۰  
۴۹۱ ۴۹۲  
۴۹۳ ۴۹۴  
۴۹۵ ۴۹۶  
۴۹۷ ۴۹۸  
۴۹۹ ۵۰۰  
۵۰۱ ۵۰۲  
۵۰۳ ۵۰۴  
۵۰۵ ۵۰۶  
۵۰۷ ۵۰۸  
۵۰۹ ۵۱۰  
۵۱۱ ۵۱۲  
۵۱۳ ۵۱۴  
۵۱۵ ۵۱۶  
۵۱۷ ۵۱۸  
۵۱۹ ۵۲۰  
۵۲۱ ۵۲۲  
۵۲۳ ۵۲۴  
۵۲۵ ۵۲۶  
۵۲۷ ۵۲۸  
۵۲۹ ۵۳۰  
۵۳۱ ۵۳۲  
۵۳۳ ۵۳۴  
۵۳۵ ۵۳۶  
۵۳۷ ۵۳۸  
۵۳۹ ۵۴۰  
۵۴۱ ۵۴۲  
۵۴۳ ۵۴۴  
۵۴۵ ۵۴۶  
۵۴۷ ۵۴۸  
۵۴۹ ۵۵۰  
۵۵۱ ۵۵۲  
۵۵۳ ۵۵۴  
۵۵۵ ۵۵۶  
۵۵۷ ۵۵۸  
۵۵۹ ۵۶۰  
۵۶۱ ۵۶۲  
۵۶۳ ۵۶۴  
۵۶۵ ۵۶۶  
۵۶۷ ۵۶۸  
۵۶۹ ۵۷۰  
۵۷۱ ۵۷۲  
۵۷۳ ۵۷۴  
۵۷۵ ۵۷۶  
۵۷۷ ۵۷۸  
۵۷۹ ۵۸۰  
۵۸۱ ۵۸۲  
۵۸۳ ۵۸۴  
۵۸۵ ۵۸۶  
۵۸۷ ۵۸۸  
۵۸۹ ۵۹۰  
۵۹۱ ۵۹۲  
۵۹۳ ۵۹۴  
۵۹۵ ۵۹۶  
۵۹۷ ۵۹۸  
۵۹۹ ۶۰۰  
۶۰۱ ۶۰۲  
۶۰۳ ۶۰۴  
۶۰۵ ۶۰۶  
۶۰۷ ۶۰۸  
۶۰۹ ۶۱۰  
۶۱۱ ۶۱۲  
۶۱۳ ۶۱۴  
۶۱۵ ۶۱۶  
۶۱۷ ۶۱۸  
۶۱۹ ۶۲۰  
۶۲۱ ۶۲۲  
۶۲۳ ۶۲۴  
۶۲۵ ۶۲۶  
۶۲۷ ۶۲۸  
۶۲۹ ۶۳۰  
۶۳۱ ۶۳۲  
۶۳۳ ۶۳۴  
۶۳۵ ۶۳۶  
۶۳۷ ۶۳۸  
۶۳۹ ۶۴۰  
۶۴۱ ۶۴۲  
۶۴۳ ۶۴۴  
۶۴۵ ۶۴۶  
۶۴۷ ۶۴۸  
۶۴۹ ۶۵۰  
۶۵۱ ۶۵۲  
۶۵۳ ۶۵۴  
۶۵۵ ۶۵۶  
۶۵۷ ۶۵۸  
۶۵۹ ۶۶۰  
۶۶۱ ۶۶۲  
۶۶۳ ۶۶۴  
۶۶۵ ۶۶۶  
۶۶۷ ۶۶۸  
۶۶۹ ۶۷۰  
۶۷۱ ۶۷۲  
۶۷۳ ۶۷۴  
۶۷۵ ۶۷۶  
۶۷۷ ۶۷۸  
۶۷۹ ۶۸۰  
۶۸۱ ۶۸۲  
۶۸۳ ۶۸۴  
۶۸۵ ۶۸۶  
۶۸۷ ۶۸۸  
۶۸۹ ۶۹۰  
۶۹۱ ۶۹۲  
۶۹۳ ۶۹۴  
۶۹۵ ۶۹۶  
۶۹۷ ۶۹۸  
۶۹۹ ۷۰۰  
۷۰۱ ۷۰۲  
۷۰۳ ۷۰۴  
۷۰۵ ۷۰۶  
۷۰۷ ۷۰۸  
۷۰۹ ۷۱۰  
۷۱۱ ۷۱۲  
۷۱۳ ۷۱۴  
۷۱۵ ۷۱۶  
۷۱۷ ۷۱۸  
۷۱۹ ۷۲۰  
۷۲۱ ۷۲۲  
۷۲۳ ۷۲۴  
۷۲۵ ۷۲۶  
۷۲۷ ۷۲۸  
۷۲۹ ۷۳۰  
۷۳۱ ۷۳۲  
۷۳۳ ۷۳۴  
۷۳۵ ۷۳۶  
۷۳۷ ۷۳۸  
۷۳۹ ۷۴۰  
۷۴۱ ۷۴۲  
۷۴۳ ۷۴۴  
۷۴۵ ۷۴۶  
۷۴۷ ۷۴۸  
۷۴۹ ۷۵۰  
۷۵۱ ۷۵۲  
۷۵۳ ۷۵۴  
۷۵۵ ۷۵۶  
۷۵۷ ۷۵۸  
۷۵۹ ۷۶۰  
۷۶۱ ۷۶۲  
۷۶۳ ۷۶۴  
۷۶۵ ۷۶۶  
۷۶۷ ۷۶۸  
۷۶۹ ۷۷۰  
۷۷۱ ۷۷۲  
۷۷۳ ۷۷۴  
۷۷۵ ۷۷۶  
۷۷۷ ۷۷۸  
۷۷۹ ۷۸۰  
۷۸۱ ۷۸۲  
۷۸۳ ۷۸۴  
۷۸۵ ۷۸۶  
۷۸۷ ۷۸۸  
۷۸۹ ۷۹۰  
۷۹۱ ۷۹۲  
۷۹۳ ۷۹۴  
۷۹۵ ۷۹۶  
۷۹۷ ۷۹۸  
۷۹۹ ۸۰۰  
۸۰۱ ۸۰۲  
۸۰۳ ۸۰۴  
۸۰۵ ۸۰۶  
۸۰۷ ۸۰۸  
۸۰۹ ۸۱۰  
۸۱۱ ۸۱۲  
۸۱۳ ۸۱۴  
۸۱۵ ۸۱۶  
۸۱۷ ۸۱۸  
۸۱۹ ۸۲۰  
۸۲۱ ۸۲۲  
۸۲۳ ۸۲۴  
۸۲۵ ۸۲۶  
۸۲۷ ۸۲۸  
۸۲۹ ۸۳۰  
۸۳۱ ۸۳۲  
۸۳۳ ۸۳۴  
۸۳۵ ۸۳۶  
۸۳۷ ۸۳۸  
۸۳۹ ۸۴۰  
۸۴۱ ۸۴۲  
۸۴۳ ۸۴۴  
۸۴۵ ۸۴۶  
۸۴۷ ۸۴۸  
۸۴۹ ۸۵۰  
۸۵۱ ۸۵۲  
۸۵۳ ۸۵۴  
۸۵۵ ۸۵۶  
۸۵۷ ۸۵۸  
۸۵۹ ۸۶۰  
۸۶۱ ۸۶۲  
۸۶۳ ۸۶۴  
۸۶۵ ۸۶۶  
۸۶۷ ۸۶۸  
۸۶۹ ۸۷۰  
۸۷۱ ۸۷۲  
۸۷۳ ۸۷۴  
۸۷۵ ۸۷۶  
۸۷۷ ۸۷۸  
۸۷۹ ۸۸۰  
۸۸۱ ۸۸۲  
۸۸۳ ۸۸۴  
۸۸۵ ۸۸۶  
۸۸۷ ۸۸۸  
۸۸۹ ۸۹۰  
۸۹۱ ۸۹۲  
۸۹۳ ۸۹۴  
۸۹۵ ۸۹۶  
۸۹۷ ۸۹۸  
۸۹۹ ۹۰۰  
۹۰۱ ۹۰۲  
۹۰۳ ۹۰۴  
۹۰۵ ۹۰۶  
۹۰۷ ۹۰۸  
۹۰۹ ۹۱۰  
۹۱۱ ۹۱۲  
۹۱۳ ۹۱۴  
۹۱۵ ۹۱۶  
۹۱۷ ۹۱۸  
۹۱۹ ۹۲۰  
۹۲۱ ۹۲۲  
۹۲۳ ۹۲۴  
۹۲۵ ۹۲۶  
۹۲۷ ۹۲۸  
۹۲۹ ۹۳۰  
۹۳۱ ۹۳۲  
۹۳۳ ۹۳۴  
۹۳۵ ۹۳۶  
۹۳۷ ۹۳۸  
۹۳۹ ۹۴۰  
۹۴۱ ۹۴۲  
۹۴۳ ۹۴۴  
۹۴۵ ۹۴۶  
۹۴۷ ۹۴۸  
۹۴۹ ۹۵۰  
۹۵۱ ۹۵۲  
۹۵۳ ۹۵۴  
۹۵۵ ۹۵۶  
۹۵۷ ۹۵۸  
۹۵۹ ۹۶۰  
۹۶۱ ۹۶۲  
۹۶۳ ۹۶۴  
۹۶۵ ۹۶۶  
۹۶۷ ۹۶۸  
۹۶۹ ۹۷۰  
۹۷۱ ۹۷۲  
۹۷۳ ۹۷۴  
۹۷۵ ۹۷۶  
۹۷۷ ۹۷۸  
۹۷۹ ۹۸۰  
۹۸۱ ۹۸۲  
۹۸۳ ۹۸۴  
۹۸۵ ۹۸۶  
۹۸۷ ۹۸۸  
۹۸۹ ۹۹۰  
۹۹۱ ۹۹۲  
۹۹۳ ۹۹۴  
۹۹۵ ۹۹۶  
۹۹۷ ۹۹۸  
۹۹۹ ۱۰۰۰

سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے، بھرگئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہو اساری زمین اور تمام اُمتوں کی گردنوں کا، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اے احمد پیارے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مملوک! خوشی و شادمانی ہے تمہارے لئے، تمہارا مالک پیارا سراپا کرم سرا پا رحمت ہے، والحمد للہ رب العالمین ۵

عہد ما باللب شیریں ویناں بستی خدائے ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند  
(ہمارا عہد و پیمان اللہ تعالیٰ نے میٹھے منہ والوں کے لبوں کے ساتھ باندھ دیا ہے

ہم سب غلام ہیں اور یہ قوم مالکوں کی ہے۔ ت)

۵ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب  
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ولہذا حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہیل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر  
امام اجل قاضی عیاض شفا شریف، پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً، پھر  
علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض، پھر علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں  
شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں،

من لم یروایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ و یرنفسہ فی ملکہ لایذوق  
حلاوۃ سنتہ ۶

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ  
سنت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

والعیاذ باللہ رب العالمین۔

۱

۲ حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی حصہ اول ص ۲

۳ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ الباب الثانی لزوم محبۃ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/۲

نسیم الریاض فی شرح القاضی عیاض ۷ مرکز البیاضت گجرات ہند ۳/۳۲۶، ۳۲۷

المواہب اللدنیۃ المقصد السابع المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۹۹، ۳۰۰

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۶/۳۱۳



”جس کے ہاتھ میں گنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے  
جب چاہے نہ کھولے“ اتھی  
بھولانا دان لکھتے تو لکھ گیا مگر

کیا خبر تھی انقلابِ آسماں ہو جائے گا  
دینِ نخبی پائمالِ سنیاں ہو جائے گا  
غریب مسکین کیا جانتا تھا کہ وہ تو چند ورق بعد یہ کہنے کو ہے کہ :  
”جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں“

یہاں اس کے قول سے تمام عالم پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اختیار تام ثابت ہو جائے گا۔ بچارے مسکین عزیز کے دھیان میں اُس وقت یہی لوہے پتل کی کنجیاں تھیں جو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بساطِ طیّ پھیلے پیسے بچتے، اس کی خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رب جل و علا نے اس بادشاہِ جبارِ جلیل الاقدارِ عظیم الاختیار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا کیا کنجیاں عطا فرماتی ہیں، ہاں ہم سے سُن اور وہ سُن کہ سُن ہو جا۔

آیات، احادیث عطائے مفاتیح عالم بحضورِ پر نور مولائے عظم صلی اللہ علیہ وسلم

آیت ۴۴، از تورات شریف: بِسْمِیْ وَبِالنِّعَمِ دَلَالُ النَّبُوۃِ میں حضرت ام الدرداء سے راوی میں نے کعب اجار سے پوچھا: تم تورات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت

ف : بساطی، خردہ فروش، ضرورت کی چھوٹی موٹی چیزیں بیچنے والا۔

کیا پاتے ہو؟ کہا: حضور کا وصف تو راتِ مقدس میں یوں ہے؛

محمد رسول اللہ اس مہ المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق  
واعطی المفاتیح لیبصر اللہ بہ أعینا عوراً ویسمع بہ اذاناً صُبّاً ویقیم بہ  
السنة معوجة حتی یشہد وال لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ یعین  
المظلوم ویمنعہ من ان یشضعف ۱۷

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کا نام متوکل ہے، نہ درشت خو نہیں نہ سخت گو، نہ بازاروں میں چلنے  
والے، وہ کنجیاں دیتے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے چھوٹی آنکھیں بینا اور بھرے کان  
شنو اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کر دے یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچا  
معبود نہیں اس کا سا جھی نہیں، وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے اور اسے کمزور سمجھے جانے سے  
بچائیں گے۔

آیت ۴۵، از انجیل جلیل: حاکم با فادہ تصحیح اور ابن سعد و سہقی و ابوالنعیم روایت کرتے  
أم المؤمنین ومحبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہا و  
آلہا وعلیہا وسلم فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت و ثنا انجیل پاک میں  
مکتوب ہے؛

لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح الخ مثل  
ما مرّ سواءً بسواء۔

نہ سخت دل ہیں، نہ درشت خو، نہ بازاروں میں شور کرتے، انھیں کنجیاں عطا ہوتی ہیں۔  
باقی عبارت مثل تو راتِ مبارک ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۴۰۵ تا ۴۲۷)

- 
- ۱/۱ الخصائص الکبریٰ باب ذکرہ فی التوراة والانجیل مرکز احلسنت گجرات الہند  
دلائل النبوة للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراة والانجیل دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۷۷  
۱/۱ الخصائص الکبریٰ باب ذکرہ فی التوراة والانجیل الخ مرکز احلسنت گجرات الہند  
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان اجدد الناس بالخیار دار الفکر بیروت ۶۱۴/۲  
الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراة والانجیل دار صادر بیروت ۳۶۳/۱

(۱۸) رسالہ "الامن والعلی" میں مزید فرمایا :  
حدیث ۷۷۸ : آیۃ کریمہ :

قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربی بل  
تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت (ت)  
کے اسباب نزول میں مروی انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور  
عاجزی کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کی :

اموالنا وما فی ایدینا للہ ورسولہ - ابناء جریروا بنی حاتم ومردویۃ عن  
عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما -

ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے سب اللہ ورسول کا ہے (ابن جریر اور  
ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مقسم سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا - ت)  
(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۴۳۸ و ۴۳۹)

(۱۹) رسالہ مذکورہ (الامن والعلی) میں مزید فرمایا :

**اقول** نہ صرف صحابہ بلکہ تمام اہل اسلام اولین و آخرین سب ایسے ہی ہیں جنہیں اللہ  
عز و جل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی - پاک کر دینے سے بڑھ کر  
اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیات کریمہ میں سن چکے کہ یزیدؓ یہ نبی انھیں پاک اور مستحضر کر دیتا ہے  
بلکہ لا واللہ تمام جہان میں کوئی شے ایسی نہیں جس پر اللہ کا احسان نہ ہو اللہ کے رسول کا احسان  
نہ ہو - فرماتا ہے :

وما ارسلنک الا رحمةً للعالمین

۱۔ القرآن الکریم ۲۲/۲۳

۲۔ جامع البیان (تفسیر طبری) تحت الآیۃ ۲۲/۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵/۳۲

تفسیر ابن ابی حاتم " " " " مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکتبہ المکرمہ ۱۰/۳۲۷

الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۹۹

۳۔ القرآن الکریم ۲/۱۲۹

۴۔ " " ۲۱/۱۰۷

ہم نے نہ بھیجا تھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اہل کفر و اہل کفر ان اگر نہ مانیں تو کیا نقصان ہے

راست خواہی ہزار چشم چناں کو رہتر کہ آفتاب سیاہ  
(اگر سچ چاہے تو ایسی ہزار آنکھوں کا اندھا ہونا بہتر ہے نہ کہ آفتاب کا  
سیاہ ہونا۔ ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۴۸۱)

(۲۰) اُسی میں مزید فرمایا :

ملائکہ مبرات الامر کہ تمام نظم و نسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،  
اُرسلت الی الخلق كافة۔ مرواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
میں تمام مخلوق الہی کی طرف رسول بھیجا گیا (اس کو مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے روایت کیا۔ ت)

قرآن فرماتا ہے :

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَلَ الْفُرْقَانُ عَلٰی عَبْدٍ لِّیْکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝

برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہل عالم کو ڈرسانے والا ہو۔  
اہل عالم میں جمیع ملائکہ بھی داخل ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوتی تھی  
تو اس بات بالحباب یہاں تک کہ سورج پر دے میں جا چھپا ارشاد فرمایا تم دوہا علیٰ پلٹ لاؤ  
میری طرف۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی کہ  
سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب اُن ملائکہ سے

جو آفتاب پر متعین ہیں یعنی نبی اللہ سلیمان نے اُن فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ، وہ حسبِ الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا اور سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی۔ معالم التنزیل شریف میں ہے :

حُكِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَعْنَى قَوْلِهِ رُدَّوْهَا عَلَيَّ يَقُولُ سَلِمُنْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِأَمْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ الْمُؤَكِّلِينَ بِالشَّمْسِ رُدَّوْهَا عَلَيَّ يَعْنِي الشَّمْسُ فَرُدَّوْهَا عَلَيْهِ حَتَّى صَلَّى الْعَصْرَ فِي وَقْتِهَا  
سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نوابانِ بارگاہِ رسالت علیہ فضل الصلوٰۃ والرحمۃ سے ایک جلیل القدر نائب ہیں پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۴۸۷، ۴۸۸)

(۲۱) رسالہ ”منیۃ اللیب ان التشريع بيد الحبيب“ کی تزیل و تکمیل میں فرمایا :  
**اقول** وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) احکام الہی

دو قسم ہیں :  
۱۔ تَنْکُونِيَّةٌ مثل اِحْيَا وَاَمَاتٌ وَقَضَاءٌ حَاجَتٌ وَدَفْعٌ مُصِيبَتٍ وَعَطَاءٌ دَوْلَتٍ وَرِزْقٌ وَنِعْمَتٌ وَفَتْحٌ وَتَشْكُوتٌ وَغَيْرُهَا عَالَمِ كَيْ بِنْدِ وَبِلِسْتِ۔

دوسرے تَشْرِيعِيَّةٌ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشرعی کی اسناد بھی شرک۔

قال الله تعالى ”أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ“  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا اُن کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے اُن کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انہیں حکم نہ دیا۔  
اور بروجہ عطائی امور تَنْکُونِيَّةٌ کی اسناد بھی شرک نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ :  
فَالْمَدْبِرَاتُ أَمْ رَدَّاهُ

قسم ان مقبول بندوں کی جو کار و بارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

۱۔ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۸/۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵۲/۴  
۲۔ القرآن الکریم ۲۲/۲۱  
۳۔ القرآن الکریم ۹/۵

مقدمہ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سن چکے کہ:

حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ اور اتمام اُمت بر مثال پیران و مرثدان می پرستند و امور تگونیہ را بالیشان وابستہ میدانند

حضرت امیر (مولاعلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ و چہدہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام اُمت اپنے مرثد جیسا سمجھتی ہے اور امور تگونیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۵۱۱)

(۲۲) احکام تشریعیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کے بارے میں قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

اور اب اس قسم کی خاص دو آیتوں کا ذکر بھی مجھو، اگرچہ آیات گزشتہ سے بھی دو آیتوں میں یہ مطلب موجود، اور ان کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف عقود سے متجاوز ہوگا تو تکمیل عقد کے لئے تین آیتوں کا اور بھی اضافہ ہو کہ پچاس کا عدد پورا ہو جس طرح احادیث میں بعونہ تعالیٰ پانچ خمسين یعنی ڈھائی سو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیات میں منظور نہ احادیث میں مقدور، واللہ

عہ مثلاً یہی احکام تشریعیہ کی آیات بکثرت ہیں جن سے دو ہی یہاں مذکور، یونہی اس مضمون میں کہ خلائی کو موت فرشتے دیتے ہیں، صرف دو آیتیں اوپر گزریں، قرآن پاک میں پانچ آیتیں اس مضمون کی اور ہیں ہم ان پانچ کو یہاں ذکر کر دیں کہ اول پانچ آیتیں کتب سابقہ سے مذکور ہوئی ہیں ان کے سبب پچاس پوری صرف قرآن عظیم سے ہو جائیں:

آیت ۱:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفَّیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ۔  
بیشک وہ لوگ جنہیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت ۲:

جاءتہم سرسلنا یتوفونہم۔

ہمارے رسول ان کے پاس آئے انہیں موت دینے کو۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

الہادی الیٰ منائر النور، ہم پہلے وہ تین آیتیں تلاوت کریں کہ پھر احکام تشریعیہ کا بیان آیات و احادیث سے مسلسل رہے وباللہ التوفیق۔

آیت ۴۶؛

ان کل نفس لما علیہا حافظ  
کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔  
یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ و نگہبان رہتے ہیں۔

آیت ۴۷؛

الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَابُ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ بِاِذْنِ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

آیت ۴۸؛

وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَمْشُونَ  
کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت ۴۹؛

اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ الَّذِينَ تَتَوَقَّعُ الْمَلَائِكَةُ ظَٰلِمِی الْاَنْفُسِ  
بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت ۵۰؛

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِينَ الَّذِينَ تَتَوَقَّعُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ  
ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔  
جعلنا اللہ منہم بفضل رحمۃ ہم آمین (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و رحمت سے  
انہیں میں سے کر دے۔ آمین۔ ت)

مرہم الی صراط العزیز الحمید

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی! لوگوں کو اندھیروں سے نکال لو روشنی کی طرف اُن کے رب کی پروانگی سے غالب سراپے گئے کی راہ کی طرف۔  
آیت ۴۸:

ولقد ارسلنا موسیٰ بالآیاتنا ان اخرج قومک من الظلمت الی النور  
اور بیشک بالیقین ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسیٰ! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔

**اقول** اندھیریاں کفر و ضلالت ہیں اور روشنی ایمان و ہدایات جسے غالب سراپے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان و کفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے۔ تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی، اس امت کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا انھیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عز وجل کا انھیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔

الحمد للہ! قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام و بابیہ کے اس حصر کی کہ،  
”پیغمبر خدا نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکوں“  
غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں، فقط پیغمبری کا مجھ کو دعویٰ ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سُنا دیوے، دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیوں یا فتح و شکست دے دیوں یا غنی کر دیوں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیوں، ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار اھ ملخصاً۔



مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں اور حدیثوں سے کہ اب تک گزریں  
 ملاؤ دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا و رسول کو جھٹلارہا ہے، خیراً سے اس کی عاقبت کے حوالے  
 کیجئے، شکر اس اکرم الاکرمین کا بجالائیے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوا یا ان کے کرم سے امید و اتق ہے کہ بعونہ تعالیٰ محفوظ بھی رہے۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا  
 تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصہ خدا ہے انک لا تھدی من اجبت (بیشک یہ نہیں کہ تم  
 جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو۔ ت) وغیرہ میں اسی کا تذکرہ ہے کچھ ایمان کے ساتھ خاص  
 نہیں پیسہ کوڑی بھی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا ص  
 تا خدا نبد سلیمان کے دہ

(جب تک خدا نہ دے سلیمان کیسے دے سکتا ہے۔ ت)

یہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بکے اور افتوئمنون بعض الکتاب و تکفرون بعض  
 (اور خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ت) میں داخل ہوئے۔

نسأل الله العافية وتمام العافية و دوام العافية والحمد لله رب العالمین۔

ہم اللہ تعالیٰ سے کامل دائمی عافیت کا سوال کرتے ہیں اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین

کے لئے ہیں۔ (ت)

آیت ۴۹ :

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم

اللہ ورسولہ

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے

حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔  
**آیت ۵۰ :**

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۖ  
 نہیں پہنچا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کریں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انھیں  
 کچھ اختیار ہوا اپنے معاملے کا اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا وہ صریح مگر ابھی میں بہکا۔  
 یہاں سے آئمہ مفسرین فرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل طلوع آفتاب  
 اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مول لے کر آزاد فرمایا اور متبغیٰ بنایا تھا، حضرت زینب بنت جحش  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں  
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کا پیغام دیا، اول تو  
 راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کے لئے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں  
 ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی۔ اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 نے بھی اسی بنا پر انکار کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری، اسے سن کر دونوں بہن بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
 تائب ہوئے اور نکاح ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواستہ ہی راضی ہو جائے خصوصاً  
 جبکہ وہ اس کا کفو نہ ہو خصوصاً جبکہ عورت کی شرافت خاندان کو اکب ثمر یا سے بھی بلند و بالا تر ہو،  
 بایں ہمہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزہ جل جلالہ نے بعینہ وہی  
 الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الہ کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس  
 بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے  
 فرض قطعی ہو گئی مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا جو نہ مانے گا صریح مگر اہ ہو جائے گا

۱۔ القرآن الحکیم ۳۳/۳۶

۲۔ الجامع لاحکام القرآن (امام قرطبی) تحت الآیۃ ۳۳/۳۶ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴/۱۶۵  
 الدر المنثور تحت الآیۃ ۳۳/۳۶ دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۶/۵۳، ۵۳۸

دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح و جائز امر تھا، ولہذا ائمہ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اُس فرض سے اقویٰ ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔ اور ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۵۱۲ تا ۵۱۸)

(۲۳) رسالہ مذکورہ (منیۃ اللیب) میں فرمایا:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام علیہم السلام لیسئلکم بطائے الہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملنا صریح مخالف قرآن ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ یجتبیٰ من رسلہ من یشاء  
اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع کا منصب دے یا اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

وقال تعالیٰ:

علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارضیٰ من رسولہ  
غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

یہاں لایظہر غیبہ علی احد نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ اظہار غیب تو اولیائے کرام قدس اسرار ہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی، بلکہ فرمایا، لایظہر علی غیبہ احدًا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرمایا مگر رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۵۶۸)

(۲۴) ایک وہیم کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا :  
**اقول** عموم حدیث میں حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی داخل اور تخصیص کی اصلاً حاجت نہیں کہ ناصر کا منصور سے افضل ہونا کچھ ضرور نہیں۔ قال تعالیٰ :  
 ینصرون اللہ ورسولہ یلہ  
 مہاجرین اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں۔  
 وقال تعالیٰ :

فان اللہ ہومولہ وجبریلؑ (الایۃ)۔  
 نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مددگار اللہ ہے اور جبریلؑ و ابوبکرؓ و عمرؓ و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔  
 (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۶۱۱)

(۲۵) **نورانیت مصطفیٰ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا :  
 حضور والا کا نور ہونا مسلمان کا تو ایمان ہے، حاجت بیان حجت نہیں مگر تبکیّت معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حتیؑ سجنہ و تعالیٰ فرماتا ہے :  
 یلیہا النبی انا ارسلناک شہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ  
 و سراجاً منیراًؑ

اے نبی ! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا۔  
 یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں۔ اور خود قرآن عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا :

وجعل القمر فیہن نوراً و جعل الشمس سراجاًؑ  
 اور بنایا پروردگار نے چاند کو نور آسمانوں میں اور بنایا سورج کو چراغ۔ (ت)

۸/۵۹	القرآن الکریم	۸
۴/۶۶	"	۹
۴۵/۳۳	"	۱۰
۱۶/۷۱	"	۱۱

اور فرماتا ہے :

قد جاءكم من الله نور وكتب مبيناً

بتحقیق آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔

علماء فرماتے ہیں : یہاں نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اسی طرح آیت کریمہ والنجم اذا هوى (اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ ت) میں امام جعفر صادق اور آیت کریمہ وما ادراك ما الطارق النجم الثاقب (اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے، چمکتا تارا۔ ت) میں بعض مفسرین نجم اور نجم الثاقب سے ذات پاک سید لولاک مراد لیتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۷۰۶ و ۷۰۷)

۱۵/۵ القرآن الکریم  
۱/۵۲ " ۵۲  
۳۰۲/۸۶ " ۵۳

